بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
اللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ
عرفانِ حقیقت
سوانح حیات
حضرت محمد نور الدین اویسی رحمۃ اللہ علیہ
قطب الاقطاب
تصنیف وتالیف
ریاض احمد خیال اویسی
شعبہ نشر و اشاعت
سلسلہ عالیہ اویسیہ ایبٹ آباد (ہزارہ)
پاکستان، بھمبر آزاد کشمیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ ولی الذین اٰمنوا یخرجھم من الظلمٰت الی النور

عرفانِ حقیقت

سوانح حیات

حضرت محمد نور الدین اویسی رحمۃ اللہ علیہ

قطب الاقطاب

تصنیف و تالیف

ریاض احمد خیال اویسی

شعبہ نشر و اشاعت

سلسلہ عالیہ اویسیہ ایبٹ آباد (ہزارہ)

پاکستان، بھمبر آزاد کشمیر

سلسلہ اویسیہ پبلیکیشنز

نام کتاب	:	عرفانِ حقیقت
مصنف	:	ریاض احمد خیال اویسی
ایڈیشن	:	دوم
طباعت	:	جنوری ۲۰۱۶ء

﴿برائے رابطہ وحصول کتب﴾

(۱) محمد بشیر اویسی بلیک برن انگلینڈ فون:00441254671126

(۲) ریاض احمد خیال اویسی بھمبر آزاد کشمیر فون:03007424574,03451566483

(۳) محمود احمد طائر پلاہل کلاں ضلع کوٹلی آزاد کشمیر فون:03465259352

فہرست مشمولات

☆..........☆..........☆

حمد باری تعالیٰ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ○ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

سب تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے بڑا مہربان نہایت رحم والا

مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ ○ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ ○

مالک روز جزا کا اے اللہ ہم تیری عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں

اِہۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ ○ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ

ہمیں سیدھے راستہ پر چلا ان لوگوں کے راستہ پر

اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡہِمۡ وَلَا الضَّآلِّیۡنَ ○

جن پر تو نے انعام کیا نہ ان لوگوں کا راستہ جن پر تیرا غضب ہوا اور نہ گمراہوں کے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

قُلۡ ہُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ○ اَللّٰہُ الصَّمَدُ ○ لَمۡ یَلِدۡ

کہہ دیجیے وہ اللہ ایک ہے اللہ بے نیاز ہے نہ اس کی کوئی اولاد ہے

وَلَمۡ یُوۡلَدۡ ○ وَلَمۡ یَکُنۡ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ ○

اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ کوئی اس کا ہمسر ہے

نعت رسول مقبول

صلے اللہ علیہ وسلم

نہیں تعریف ممکن انس وجان سے | کہ وہ محبوبِ ربِّ کبریا ہے
بشر تمثیل یک حرف عیاں ہے | وجود ان کا خلق سے ماورئی ہے
انہیں کے نور سے روشن جہاں ہے | کہ وہ وجہِ ظہور دوسَرا ہے
زمین و آسمان صَرف ثناء ہے | ہوا جب سے ظہورِ مصطفےٰؐ ہے
مشرف کردیا انسان کو جس نے | وہ نورِ مصطفیٰؐ از ابتداء ہے
مثال حسن احمدؐ نیست جز ایں | کہ یوسف پرتوِ بدرالدجےٰ ہے
نہیں جز عشق احمدؐ کام اپنا | کہ وہ ہرانس و جاں کا مدعا ہے
فرشتے کیوں نہ دیں سجدہ بشر کو | کہ اس میں پرتو شمس الضحیٰ ہے
رضائے حق اسی پر منحصر ہے | ملی جس کو رضائے مصطفےٰؐ ہے
کشادہ کیجیے اب دست رحمت | کھڑا مدت سے در پر یہ گدا ہے

ملی ہے نوؔر کو نسبتِ اویسی
کرم اس پر امینؔ کا یہ ہوا ہے

(حضرت محمد نورالدین اویسی رحمتہ اللہ علیہ)
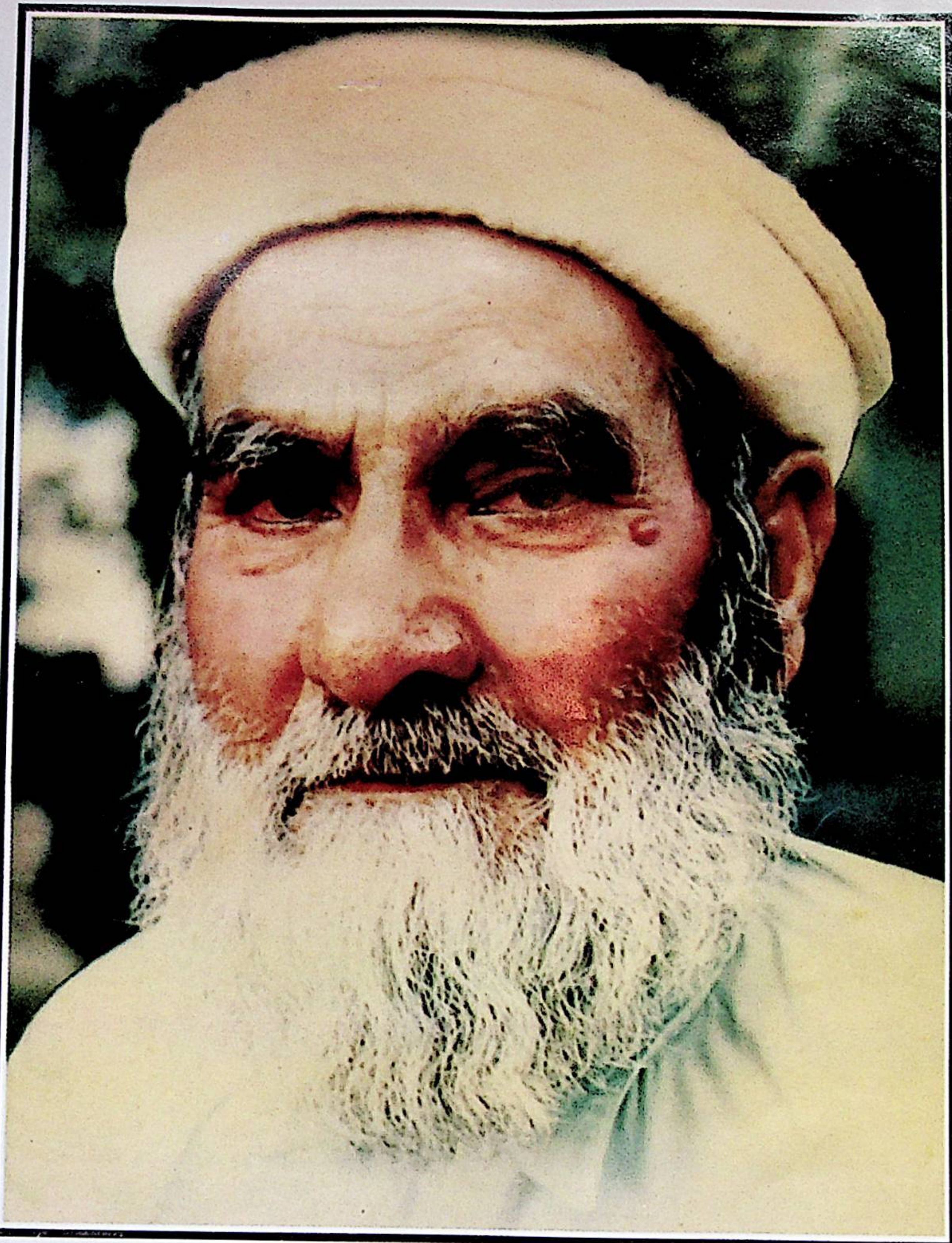
شبیہ ۔ حضرت محمد نور الدین اویسی رحمۃ اللہ علیہ قطب الاقطاب

دیباچہ طبع دوم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

قرآن حکیم میں سورۃ الذّٰریٰت میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ وَمَا خَلَقۡتُ الۡجِنَّ وَالۡاِنۡسَ اِلَّا لِیَعۡبُدُوۡنِ کہ انسان کی تخلیق کا مقصد یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے۔ لیکن اصطلاحِ قریش کو لمحوظ خاطر نہ رکھتے ہوئے جو عبادت کا عموماً تصور قائم کیا جاتا ہے۔ وہ قدرے صحیح نہیں۔ یعنی ہم جو نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ۔ صدقات وغیرہ ہی کو عبادت سمجھتے ہیں۔ یہ مکمل عبادت نہیں بلکہ یہ اسکا ایک حصہ یا پہلو ہے۔ نماز روزہ حج زکوٰۃ مقصد بذات نہیں۔ کیونکہ اَللّٰہُ الصَّمَدُ اللہ تعالیٰ اس سے بے نیاز ہے۔ یہ اصل میں ایک مقصد کے حصول کا ذریعہ ہیں۔ کہ اس کے ذریعہ لِیَعۡرِفُوۡنَ کہ اللہ تعالیٰ کا عرفان۔ پہچان ـــــ معرفت حاصل کی جائے۔ یہی اِنِّیۡ جَاعِلٌ فِی الۡاَرۡضِ خَلِیۡفَۃً میں مضمر مقصود تھا۔ جس پر انسان کے مٹیریل کو مدّ نظر رکھ کر ملائکہ نے تعجب کا اظہار کرتے ہوئے عرض کی تھی۔ اَتَجۡعَلُ فِیۡھَا مَنۡ یُّفۡسِدُ فِیۡھَا وَ یَسۡفِکُ الدِّمَآءَ ج وَ نَحۡنُ نُسَبِّحُ بِحَمۡدِکَ وَ نُقَدِّسُ لَکَ جس پر اللہ تعالیٰ نے مختصراً ارشاد فرمایا اِنِّیۡۤ اَعۡلَمُ مَالَا تَعۡلَمُوۡنَ۔ کیونکہ ملائکہ اس حقیقت سے بے خبر تھے کہ عرفان کیلئے اس میں وَ نَفَخۡتُ فِیۡہِ مِنۡ رُّوۡحِیۡ یعنی روح رحمانی نفخ کی گئی۔

اللہ تعالیٰ نے کارخانۂ قدرت کو ایک منظم نظام کے تحت قائم کیا ہے۔ یہ نہیں کہ صرف انسان کو فِیۡۤ اَحۡسَنِ تَقۡوِیۡمٍ میں پیدا کر دیا اور اُسے روح حیوانی و روح رحمانی عطا کر دی۔ بس! کہ اب وہ عبادت ـــــ عرفان یا معرفت حاصل کرے۔ بلکہ اسکی ہدایت و راہنمائی کیلئے ایک باقاعدہ سسٹم قائم کیا۔ کہ جب وہ دنیا کی لذتوں میں کھو کر اپنے مقصد کو فراموش کر دے گا فَاِمَّا یَاۡتِیَنَّکُمۡ

مِنِّی هُدًی ۔ اپنے مخصوص بندوں کو جو انہی (اَنْفُسِهِمْ) میں سے ہوں گے۔ اور ان گم کردہ انسانوں کو (i) يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ (ii) وَيُزَكِّيْهِمْ (iii) وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ (iv) وَالْحِكْمَةَ کے ذریعہ عرفان اور معرفت عطا فرمائیں گے۔ ان مخصوص انسانوں (رَسُوْلًا مِّنْهُمْ) کا اختتام اس ہستی پر ہوا جو وجہ تخلیق کائنات ہے (لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ)۔ آپ ﷺ کی رحلت کے بعد تا ابد آپ ﷺ کے خلفاً۔ نائب تا قیام قیامت یہ سلسلہ جاری رکھیں گے۔ قبلہ وکعبہ محمد نور الدین اویسی رحمتہ اللہ علیہ جو سلسلہ اویسیہ جسکی نسبت امام العاشقین حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ سے ہے کے ایک مہر منیر تھے۔ نے تقریباً نصف صدی تک اس سلسلہ رشد وہدایت وتربیت کو جاری رکھا۔

آپ کی سوانح حیات موسوم بہ ''عرفانِ حقیقت'' کی تصنیف کا مقصد یہی تھا۔ کہ ایک ولی کے ملکوتی کمالات کی ایک جھلک آپکے ذاتی کردار اور آپکے چند ایک فیض یافتگان کے حالات سے پیش کی جائے۔ تاکہ حقیقت ومعرفت کی تفہیم میں آسانی ہو۔ ''عرفان حقیقت'' کا پہلا ایڈیشن فروری ۲۰۰۰ء میں طبع ہوا۔ اب اسکا دوسرا ترمیم وتصحیح شدہ ایڈیشن شائع کیا جا رہا ہے۔ اس میں احباب۔ قارئین کی آرا کی روشنی میں اضافہ ورد وبدل کیا گیا ہے۔ نیز روحانی علاج کے نام سے ایک نئے باب کا اضافہ کیا گیا ہے۔ کہ وابستگانِ سلسلہ نام نہاد پیشہ ور عاملین کے ہتھے نہ چڑھیں۔ کیونکہ عام مشاہدہ میں یہ آیا ہے کہ سادہ لوح پریشان حال افراد سے وہ ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں۔ حالانکہ کوئی جسمانی بیماری ہوتو سنت نبوی ﷺ کی تعمیل میں کسی مستند معالج سے علاج کرانا چاہیے۔ اللہ کرے یہ اضافہ و ردوبدل سودمند ثابت ہو۔ محترم محمود احمد طائر صاحب کا ہمہ وقت تعاون اور راہنمائی حسب سابق مجھے حاصل رہی۔ اللہ تعالیٰ انہیں اسکی جزا دے۔ آپ حضرات کی آرا اور مشوروں کا منتظر رہوں گا ــــــ وَاللّٰهُ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔

ریاض احمد خیال اویسی

(سابق ناظم اعلیٰ تعلیم سکولز آزاد حکومت ریاست جموں وکشمیر)

یکے از غلامانِ حضرت محمد نور الدین اویسی رحمتہ اللہ علیہ

محررہ: یکم ربیع الاول ۱۴۲۳ھ

گزارش احوال

؎ کتھے مہر علی کتھے تیری ثنا   گستاخ اکھیں کتھے جا اڑیاں

کہاں قبلہ و کعبہ جناب محمد نور الدین اویسی رحمتہ اللہ علیہ قطب الاقطاب کی سوانح کی تصنیف و تالیف اور کہاں مجھ جیسا کوتاہ فہم ۔کوتاہ نظر اور بے مایہ آدمی ـــــ سبب اس تالیف کا جذبہ عشق و محبت کا فطری تقاضا ہے ۔لیکن اس خواہش کی محرک راجہ محمد بشیر" جیسی قابل احترام اور معزز ہستی بنی ـــــ آپ کو یہ منفرد اعزاز حاصل تھا کہ آپ پاکستان میں غالباً واحد شخص تھے ۔جن کو قبلہ عالم محمد امین رحمتہ اللہ علیہ اور قبلہ و کعبہ محمد نور الدین اویسی رحمتہ اللہ علیہ ہر دو ہستیوں سے بیعت کا شرف حاصل تھا۔ علاوہ ازیں آپ کو راجہ سخی ولایت" جیسی اولوالعزم اور جلیل القدر ہستی کے بھائی ہونے کا اعزاز بھی حاصل تھا ـــــ قبلہ و کعبہ پیر صاحب اور سلسلہ سے انکا عشق اور سلسلہ کے احباب سے انکی محبت اور پیار مثالی تھا ـــــ انہوں نے قبلہ و کعبہ محمد نور الدین اویسی رحمتہ اللہ علیہ کی حیاتِ مبارکہ میں ہی متعدد بار یہ بارگراں اور کار عظیم کا بیڑہ اٹھانے کی تحریک کی ۔آپؒ کے وصال مبارک کے بعد ان کا تقاضا دو چند ہو گیا ـــــ افسوس آج جب یہ کتاب تیار ہو گئی تو وہ ہم میں نہیں ۔آپ ۲۴ مئی ۱۹۹۹ء کو داعی اجل کو لبیک کہہ کر اس محبوب کے ساتھ چلے گئے جس نے وفات سے ایک روز قبل انہیں اپنے ساتھ لے جانے کا مژدہ سنایا۔

ع   خدا رحمت کند ایں عاشق پاک طینت را

لیکن آج وہ یقیناً خوش ہوں گے ۔کہ ان کی خواہش کی تکمیل اگر چہ شایانِ شان طریقہ سے نہ سہی ۔کسی حد تو ہو گئی ـــــ تقاضائے عشق و محبت اور راجہ محمد بشیر" جیسی مشفق و محترم ہستی کی خواہش اور حکم اپنی جگہ ـــــ لیکن اگر محمود احمد طائر صاحب کی ہر ہر قدم پر راہنمائی ۔حوصلہ افزائی اور ہر ہر لحظہ و لمحہ انکی معاونت مجھے حاصل نہ ہوتی ۔تو میں اس امر کا تصور بھی نہ کرتا ـــــ اور یہ خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہ

ہوتا۔ اللہ تعالیٰ ان کو اسکی جزا دے اور اپنی معرفت میں اکمل کرے۔ آمین ـــــ میری مثال یقیناً اُس بڑھیا کی سی ہے جو بازار مصر میں دھاگے کی اَٹی لیکر گئی تھی۔ کہ ماہِ کنعان حضرت یوسف علیہ السلام کے خریداروں میں اسکا نام ہو جائے ـــــ تالیف کی جسارت کا باعث صرف یہ ہے کہ حضورؐ کے ثناخوانوں میں میرا نام ہو جائے۔

میں نے قبلہ وکعبہ محمد نورالدین اویسی رحمتہ اللہ علیہ سے جو کچھ سنا۔ جو دیکھا اور سلسلہ کے احباب سے وقتاً فوقتاً جو معلومات ملیں۔ اور ذاتی جستجو سے جو کچھ حاصل کیا۔ ان میں سے اپنی ناقص عقل کے مطابق صرف چند معلومات۔ واقعات کا انتخاب (حالانکہ لاتعداد واقعات۔ کیفیات۔ واردات میں سے انتخاب بہت مشکل کام تھا) کر کے قبلہ وکعبہ کی اجمالی زندگی کا ایک مختصر خاکہ پیش کرنے کی جسارت کر رہا ہوں۔ کہ ان چند کرنوں (واقعات) سے اس مہر تاباں کی تابانی کا اندازہ کریں۔

اس کتاب کا مطالعہ کرتے ہوئے یہ بات ذہن میں رہے کہ نہ میں کوئی مصنف ہوں۔ نہ اس کا دعویٰ دار ـــــ میں نے صرف یہ کیا کہ قبلہ وکعبہ سے اور احباب سے جو کچھ سنا۔ اسے بیان کر دیا۔ بلکہ اکثر جگہوں پر قبلہ وکعبہ محمد نورالدین اویسی رحمتہ اللہ علیہ کے الفاظ بلکہ فقرات کے فقرات ہو بہو درج کر دیئے ہیں ـــــ لیکن اس بات کا اظہار ضرور کروں گا۔ کہ آپکی مرضی اور توجہ نہ ہوتی تو میں یقیناً کچھ نہ کر سکتا ـــــ آپکو بھی شاید اسکا اندازہ تھا۔ کہ یہ جاہل مطلق ضرور اپنی جہالت آشکارا کرے گا ـــــ اسلئے آپ نے اپنی حیاتِ مبارکہ میں۔ ایک دفعہ اسکے بارے میں اشارۃً فرمایا بھی تھا ـــــ اس کتاب میں آپ کو جو خوبی نظر آئے۔ وہ قبلہ وکعبہ کی توجہ اور اعجاز ہے۔ اور جو خامیاں رہ گئی ہیں انکا باعث میری ذاتی کوتاہیاں ہیں ـــــ انکے لئے میں معذرت خواہ ہوں۔ دوست۔ احباب کی دلآزاری یا شان میں گستاخی کا میں تصور بھی نہیں کر سکتا۔ اگر کسی واقعہ کے بیان کرنے میں نادانستہ طور پر غلطی ہو گئی ہو تو معافی کا خواستگار ہوں ـــــ احباب سے امید ہے کہ جہاں میری غلطیوں اور کوتاہیوں سے صرفِ نظر فرمائیں گے۔ وہاں ان سے مجھے مطلع بھی فرمائیں گے۔ تا کہ دوسرے

ایڈیشن میں ان خامیوں کا ازالہ ہو سکے۔

امید ہے کہ کتاب موسوم بہ ''عرفانِ حقیقت'' سلسلہ کے احباب کیلئے یقیناً معلوماتی اور سود مند ہو گی۔ اسکے ساتھ ساتھ عام قاری اگر اپنے پہلے سے طے شدہ خیالات۔ تصورات اور نظریات کو ذہن سے نکال کر اس کتاب کا مطالعہ کریں گے۔ تو یہ ان کے لئے سلسلہ اویسیہ۔ قبلہ وکعبہ محمد نور الدین اویسی رحمتہ اللہ علیہ کی ذات بابرکات اور صحیح دینِ محمدیؐ کو سمجھنے اور مستفید ہونے کا ذریعہ بنے گی۔ انشاء اللہ۔

العارض

ریاض احمد خیال اویسی

۱۵ رمضان المبارک ۱۴۲۰ھ

دیباچہ

اکثر و بیشتر ذہنوں میں یہ سوالات پیدا ہوتے ہیں۔ کہ طریقت۔ تصوف۔ فقیری۔ ولایت اور درویشی جیسی اصطلاحات کا بنیادی تصور کیا ہے؟ کیا طریقت شریعت سے علیٰحدہ کوئی چیز ہے؟ اور انسان طریقت کا علم کیسے حاصل کر سکتا ہے؟ ـــــ ان سوالات کا اجمالی جائزہ لینے کیلئے ضروری ہے کہ انسان کی ابتدائی زندگی کا مطالعہ کیا جائے ـــــ کہ انسان خود کیا ہے؟ دنیا میں کس حیثیت میں پیدا ہوتا ہے اور اس کے عروج وزوال اور اسکی پستی و برتری کا اصل سبب کون سی کیفیت ہے؟ اور انسان کے کس عمل کو طریقت سے موسوم کیا جاتا ہے؟

قبلہ وکعبہ محمد نورالدین اویسیؒ نے بالتفصیل متذکرہ امور کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ انسانی ابتدأ کے تصور کا تاریخی طور پر میسر آنا ناممکنات سے ہے ـــــ وجہ اسکی یہ ہے۔ کہ اسوقت نہ انسان کو اپنی تاریخ مرتب کرنے کا احساس تھا۔ نہ اسکے سامان ووسائل میسر تھے اور نہ ضرورت۔ اسلئے اس دور کے حادثات وواقعات کا ایک موہوم اور قیاسی سا تصور کیا جا سکتا ہے۔ ان حالات میں گزشتہ قدیم زمانہ کی تاریخ نہ محقق نہ معتبر اور نہ ہی اصل ہو سکتی ہے ـــــ سوائے اسکے کہ ہر زمانہ میں مختلف انبیاء کرام کا ظہور ہوتا رہا۔ اور انکے ذریعہ الٰہی کلام کا نزول ہوتا رہا۔ جس میں گزشتہ زمانوں کے احوال کا تذکرہ تھا ـــــ لیکن زمانہ کی دست برد اور پیروانِ مذاہب کی چیرہ دستیوں سے کلامِ الٰہی بھی محفوظ نہ رہ سکا۔ اب ہمارے پاس صرف اور صرف ایک ہی مصدقہ کتاب ـــــ جسکے بارے میں خالقِ کائنات کا ارشاد ہے۔ اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ ○ ـــــ ذٰلِکَ الۡکِتٰبُ لَا رَیۡبَ ۚۛ فِیۡہِ ۚۛ ـــــ رہ جاتی ہے جس سے انسانی ابتدأ کا پتہ چل سکتا ہے۔

اس کتابِ الٰہی ـــــ قرآن حکیم میں ابتدائے آفرینش ـــــ ابتدائے تخلیقِ کائنات

___ خصوصاً تخلیقِ انسانی کے بارے میں تفصیلاً ذکر ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔ وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اِنِّیْ جَاعِلٌ" فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً ط۔ جب کہا آپ کے رب نے ملائکہ سے۔ میں تمہارے بعد زمین میں ایک خلیفہ (آنے والا) بناؤنگا ___ اس خطاب کو سننے کے بعد فرشتوں نے عرض کی۔ اَتَجْعَلُ فِیْھَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْھَا وَیَسْفِکُ الدِّمَآءَ ج وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِکَ وَنُقَدِّسُ لَکَ ط۔ تُو زمین میں اس مخلوق کو خلیفہ بنائے گا۔ جو زمین پر فساد و خونریزی کریگا۔ اور ہم تو تیری تسبیح کرتے ہیں۔ ساتھ تیری پہچان کے۔ اور تیری پاکیزگی کا ذکر کرتے ہیں ___ اس آیت میں یُفْسِدُ فِیْھَا اور نُسَبِّحُ بِحَمْدِکَ توجہ طلب ہیں۔ ملائکہ نے اسکا جو ذکر کیا اسکی وجہ یہ تھی۔ کہ ملائکہ نوری صفات کے حامل ہیں۔ اسلئے تسبیح و حمد انکا خاصہ ہے۔ جبکہ وہ جانتے تھے۔ کہ زمین و کثیف سفلی مادہ سے کثیف وجود ہی پیدا ہوگا ___ اس وجود میں شر و فساد کا مادہ ہوگا ___ نوری وجود ہی حمد اور تسبیح کا حامل ہوسکتا ہے۔ تو یہ کیسے ممکن ہے کہ ہمارے بعد زمین کی۔ سفلی صفات کی حامل مخلوق ہم سے بہتر تسبیح و حمد ___ اللہ تک رسائی اور پہچان کیسے کرسکتی ہے؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے جواب دیا اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ اس بارے میں جو کچھ میں جانتا ہوں۔ جو کچھ میرے ارادے میں ہے۔ ابھی تمہیں اسکا علم نہیں ہوسکتا۔

ملائکہ میں چونکہ سفلی خاصیت پائی نہیں جاتی۔ وہ نوری حیثیت میں تسبیح و حمد کرتے ہیں۔ لیکن انکے مقابلہ میں ایک وجود جسکی اصل سفلیت (کثافت) ہے۔ ملائکہ جیسی تسبیح و حمد کیسے کرسکتا ہے۔ تو اسکا مظاہرہ ضروری تھا ___ ارشاد ہوتا ہے وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّھَا ثُمَّ عَرَضَھُمْ عَلَی الْمَلٰٓئِکَۃِ فَقَالَ اَنْۢبِئُوْنِیْ بِاَسْمَآءِ ھٰٓؤُلَآءِ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ O پس آگاہی دی (مشاہدہ دیا) آدم کو تمام اسماء کا ___ اَسْمَآءَ کُلَّھَا وسیع مفہوم کا حامل ہے۔ اس میں زمین کی ادنیٰ کیفیت سے لیکر کائناتِ نوری کی تمام کیفیات شامل ہیں۔ سو آدم نے اس نوری قوت سے جو کہ نَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ سے اسکا جز بنی تھی سے کائنات کے جملہ آثار و اسرار کا تا ذاتِ الٰہی مشاہدہ کیا ___ پھر اللہ تعالیٰ نے ملائکہ سے کہا۔ کہ اے ملائکہ اگر تم اپنے قول معترض میں سچے ہو کہ تم تسبیح و تقدیس میں

کامل ہو۔اور مادی وجود تسبیح وحمد کا حامل نہیں ہوسکتا۔تو خبر دو مجھے اسماء واسرار ملکوتی کی ــــ ظاہر ہے کوئی بھی مخلوق اپنی حدود سے ماورئی کا احاطہ نہیں کرسکتی۔ ملائکہ چونکہ آسمانوں کے نور کی پیداوار ہیں۔انکی حدِ پرواز سدرۃ المنتہیٰ ہے ــــ اسلیئے وہ ماورئی کا ادراک کرنے سے مجبور تھے ــــ اسلیئے انہوں نے عجزانہ طور عرض کی کہ سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ط اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ○ اے اللہ تو پاک ہے۔غلط کہنے۔غلط کرنے سے۔ہم تیرے اسرار کا علم نہیں رکھتے مگر جتنا تو نے ہمیں دیا۔تحقیق تو جاننے والا ہے۔اور چھپی کیفیتوں کو تو ہی جانتا ہے۔اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے دعویٰ کی دلیل میں۔آدم کی خصوصیتِ خلافت کو ظاہر کرنے کے لئے آدم سے خطاب کیا۔یٰۤاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآىِٕهِمْ۔اے آدم خبر دو ملائکہ کو ان کے تمام آثار واحوال کی یا ان اسماء کی جنکے بارے میں میں نے ملائکہ سے دریافت کیا۔چونکہ آدم میں روح رحمانی (روحی) ودیعت کی گئی۔اور آدم نے ان آثار واسرار کا مشاہدہ کرلیا۔ فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآىِٕهِمْ ۔پس جب خبر دی آدم نے انکے اسماء یا ان اسماء کی ــــ مرکب انسانی میں پیدائشی ترتیب سے علاوہ ایک مقرر کردہ مخصوص نور شامل ہے جس سے وہ بالاتر مقام ومرتبہ اور ملائکہ سے وسیع تر مشاہدۂ اسرار الٰہی کا حامل ہے۔کے مظاہرہ پر فَسَجَدَ الْمَلٰٓىِٕكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ــــ پس آدم۔نوری قوت کے ودیعت ہونے سے۔اور اسرار الٰہی کی خبر دینے کے باعث۔خلیفہ بنا۔گویا ملائکہ پر انسان کی فوقیت دو وجہ سے ہے۔ایک روح کے ودیعت ہونے سے۔دوسرے علمی حیثیت میں اسرار الٰہی کی خبر دینے سے ــــ اب لازماً اسکی یہ ذمہ داری ہے۔کہ اپنی تسبیح وحمد اور مشاہدہ کو تازیست قائم رکھ کر مقامِ خلافت پر فائز رہے ــــ لیکن اپنی فطری خاصیت اور ماحول سے متاثر ہوکر اپنی خصوصیات کو قائم نہ رکھ سکا۔تو اللہ تعالیٰ نے کمال مہربانی سے فَاِمَّا یَاْتِیَنَّكُمْ مِّنِّیْ هُدًى کے اصول کے مطابق انہی میں سے (مِنْ اَنْفُسِهِمْ) منتخب انسانوں کو مبعوث فرمایا۔جو ان خامیوں کو دور کرتے ہیں۔اور انکی راہنمائی میں بشر پھر اپنا مقام حاصل کرلیتا ہے۔اس منتخب انسان ــــ رسول کا طریق کار کیا ہوتا ہے؟ ــــ سب سے پہلے وہ اپنی نبوت کا اعلان کرتا ہے۔کہ میں اسرار الٰہی سے آگاہ نبی ہوں ــــ پھر دعویٰ کی سند حامل وحی

ہونے اور اجرائے احکام الٰہی سے دیتا ہے۔ جن سے روحانی قوت مزکی ہو کر انسان پھر مقامِ خلافت پر فائز ہو جاتا ہے۔

نبی۔ رسول وحی شدہ کتاب ــــ احکامِ الٰہی پیش کرتا ہے۔ کہ اپنی فلاح و اصلاح کیلئے اس پر ایمان لاؤ۔ اور عمل کرو ــــ اسے اصطلاح میں شریعت کہا جاتا ہے ــــ شریعت میں تین امور شامل ہیں (اول) اللہ کو خالق و رب ماننا۔ اُسکی کتاب اور ہدایت پر عمل کرنا۔ (دوم) رسول پر ایمان۔ اور کتاب و احکام پر اسکی ہدایات و حکم کے مطابق عمل۔ (سوم) رسول کے بعد۔ جانشینِ رسول ــــ خلیفہ رسول۔ علمائے امت کے طریق اتباعِ رسول پر عمل پیرا ہونا ــــ شق نمبر اول و دوم پر بطریقِ احسن عمل پیرا ہونے کیلئے انکی اتباع و تابعداری ضروری ہے۔ ان تین امور۔ احکام پر عامل ہو کر ایک آدمی اصلاح پاسکتا ہے ــــ اسلئے یہ احکام عوام الناس کیلئے پیش کئے گئے ہیں ان پر عمل ضروری اور فرض ہے ــــ لیکن اسکے علاوہ کچھ ایسے احکامات ہیں جو رسول کیلئے مقرر کئے گئے ہیں۔ انکا تعلق رسول کی نبوت سے ہے۔ انکا ذکر قرآن حکیم میں کچھ اسطرح ہے۔ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوْکِ الشَّمْسِ اِلٰی غَسَقِ الَّیْلِ وَ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ ط اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ کَانَ مَشْھُوْدًا ○ وَمِنَ الَّیْلِ فَتَھَجَّدْ بِہٖ نَافِلَۃً لَّکَ قلے عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ○ (پارہ ۱۵ سورۃ ۱۷ آیت ۷۸۔۷۹) دن ڈھلنے سے رات کی گہرائی تک نماز پڑھیں۔ صبح کا پڑھنا ــــ تحقیق صبح کا پڑھنا مشاہدہ میں آتا ہے ــــ یہ عبادت صرف آپ کیلئے مخصوص ہے۔ عنقریب اللہ آپکو مقامِ محمود پر پہنچائے گا۔ رات کے ابتدائی حصہ میں نماز پڑھنا۔ رات کے آخری حصہ میں قرآن پڑھنا ــــ اور درمیانی رات میں بھی عبادت کرنا ــــ یہ عمل خاص حضور صلے اللہ علیہ وسلم کیلئے ہے ــــ یہ عمل حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی قبل از رسالت چالیس سالہ زندگی کے عمل ــــ غارِ حرا کی خلوت نشینی کا بدل (متبادل عمل) ہے ــــ آپؐ غارِ حرا میں۔ طویل گوشہ نشینی میں تصور و مراقبہ میں مشاہدات اسرار الٰہی کا شغل رکھتے تھے۔ رسالت کے بعد آپکو اپنے اس پسندیدہ عمل کیلئے جب وقت میسر نہ ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کیلئے متذکرہ عمل مقرر کر دیا۔ اس عمل کے نتیجہ ــــ اِنَّ نَاشِئَۃَ الَّیْلِ ھِیَ اَشَدُّ وَطْاً وَّ

اَقْوَمُ قِیْلًا ؕ ــــ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ کَانَ مَشْھُوْدًا ○ اور اسکے نتیجہ ــــ عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ○ رات کا جاگنا بڑا کٹھن عمل ہے۔ اس سے جسم کی کثیف مادی آلائشیں کچل کر رہ جاتی ہیں اور روح مزکی ہو جاتی ہے۔ اور اسکا نتیجہ زبان میں قوام پیدا ہوتا ہے۔ اس سے تبلیغ میں روحانی اثر پیدا ہوتا ہے۔ جس سے انسان دل سے برضا و رغبت اور بلا جبر و اکراہ تسلیم کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے ــــ اور رات کے جاگنے سے قوتِ مشاہدہ پیدا ہوتی ہے ــــ اور پھر رات جاگنے کے ساتھ صبح کے قرآنی آیات کی تلاوت میں۔ ان آثارِ قرآنی کے انوار کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ اور اُخَرُ مُتَشٰبِھٰتٌ'' ــــ قرآنی متشابہات آثار کا با مشاہدہ علم ہو جاتا ہے ــــ اور قرآن نے اسی بیان میں ذکر کیا ــــ وَمَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَہٗٓ اِلَّا اللّٰہُ م وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِہٖ لا کُلٌّ'' مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ج (پارہ ۳ سورۃ ۳ آیت ۷) اور نہیں جانتے ان متشابہات آثار کی کیفیات کو سوائے اللہ کے اور جو لوگ راسخ علم ہیں۔ وہ کہتے ہیں ہم ایمان لائے ان کیفیات پر۔ اللہ پر۔ ملائکہ پر۔ آسمانوں پر۔ جنت پر۔ قیامت پر اور تمام ماورائے آثار پر کہ ان کیفیتوں کا وجود یقینی ہے ــــ اور وہ رات جاگنے سے۔ صبح مراقبہ کرنے سے ان قرآنی متشابہات کا مشاہدہ کرتے ہیں ــــ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ کَانَ مَشْھُوْدًا ــــ مَشْھُوْدًا۔ مشاہدہ میں آتا ہے ــــ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ ۔قرآن کے متشابہات آثار جن میں اَسْمَآءَ کُلَّھَا بھی شامل ہیں۔

اگرچہ یہ عمل حضور صلے اللہ علیہ وسلم کیلئے ہی مخصوص ہے۔ لیکن آپکی محبت و اتباع میں اصحاب رسول اللہ میں سے ایک خاص جماعت بھی اس پر عمل پیرا ہے۔ قرآن حکیم میں اسکا اظہار یوں کیا گیا ہے۔ اِنَّ رَبَّکَ یَعْلَمُ اَنَّکَ تَقُوْمُ اَدْنٰی مِنْ ثُلُثَیِ الَّیْلِ وَنِصْفَہٗ وَثُلُثَہٗ وَطَآئِفَۃٌ مِّنَ الَّذِیْنَ مَعَکَ ط (پارہ ۲۹ سورۃ ۷۳ آیت ۲۰) تحقیق اللہ جانتا ہے کہ آپ۔ میرے حکم پر۔ زائد عبادت میں تین حصہ رات۔ نصف رات۔ یا تیسرا حصہ رات کھڑے ہوتے ہیں ــــ اور آپکے ساتھ ایک خاص جماعت شریک ہوتی ہے۔ اس جماعت کو بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی راہنمائی میں تزکیہ نفس۔ روحانی پاکیزگی اور کَانَ مَشْھُوْدًا کی صفت ــــ قوت مشاہدہ حاصل ہوتی ہے۔

جس میں متشابہات قرآنی ــــ اور اَسْمَآءَ كُلَّهَا کا مشاہدہ ہو جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ اس جماعت کو بسبب انکے عمل کے ایک خاص جماعت قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ط (پارہ۲ سورة ۲ آیت ۱۴۳) اس آیت کے دو بطن (دو معنی) سامنے ہیں۔ایک لغوی۔دوسرا معنوی۔لغوی یہ۔اور اسی طرح۔بنائی میں نے درمیانی جماعت۔تاکہ وہ نمونہ عمل ہوں تمام لوگوں کیلئے۔اور ہوا رسول نمونہ عمل اس جماعت خاص کیلئے ــــ اسی آیت کے صوری معنی کچھ یوں ہیں ــــ اور اسی خاص عمل کے سبب مقرر کی گئی یہ جماعت راہنمائی کیلئے ــــ اور انکا نمونہ عمل مقرر کیا گیا عام لوگوں کیلئے۔ تاکہ اسی جماعت کی راہنمائی ــــ سے لوگ ہدایت حاصل کر سکیں ــــ اور یہ لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اکتسابِ فیض کرینگے۔رسول انہیں۔اللہ کی عبادت کا طریقہ سکھائیں گے ــــ یہ عمل۔یہ طریق خاص۔علمِ شریعت۔قرآن کی تعلیم۔اسوۂ حسنہ پر کامل عمل اور رات جاگنا۔قرآن پڑھنا اور تزکیہ سے قوتِ مشاہدہ حاصل کر کے آثار و اسرار الٰہی کا مشاہدہ کرنا ہے۔اس عمل میں۔ خاص عمل رات جاگنا۔قرآن پڑھنا اور مشاہدۂ آثار و اسرارِ الٰہی کو عرف عام یا اصطلاح میں طریقت کہا جاتا ہے ــــ گویا شریعت و قرآنی احکام پر بطریق احسن عمل پیرا ہو کر نتیجۂ عمل کا مشاہدہ ــــ زمین سے لیکر علتِ لامحدود تک ہر کیفیت کی پہچان و معرفت۔طریقت سے تعبیر ہے۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔کہ جب ''طریقت'' شریعت پر بطریق احسن عمل پیرا ہو کر۔ نتیجۂ عمل کا مشاہدہ ہے۔تو پھر شریعت و طریقت الگ اور باہم متضاد کیسے ہو گئیں ــــ ابتدائے اسلام دین کی ہیئت تین اجزاٗ کا مرکب تھی۔ (اول) احکام الٰہی۔نماز۔روزہ۔زکوٰۃ۔حج۔احسان۔ (دوم) زائد احکام نفل۔تہجد۔رات جاگنا۔تلاوتِ قرآن۔ (سوم) اہل ایمان کا تحفظ ــــ مملکت اسلامیہ کا باطل قوتوں سے تحفظ یعنی اقتدار اسلامی ــــ خلفائے راشدین کے سنہری دور کے بعد جب خلفا نے مادی اقتدار پر اجرائے دین کو منحصر کر دیا۔اور بیت المال کو ذاتی ملکیت سمجھ کر اپنے تصرف میں لائے۔تو اجرائے دین۔شریعت حقہ خلافتِ اسلامی سے الگ ہو گئی۔خلافت کیلئے مستقر

قصرِ خلافت بنا۔ اور شریعت حقہ نے مسجد کو مرکز بنایا ـــــ یعنی ایک وحدت میں دو تصورات پیدا ہوئے ـــــ علمائے دین نے قرآن و حدیث کا اجرأ مسجد سے کیا۔ لیکن وقت گزرنے کے ساتھ علمائے اسلام میں تزکیہ میں کمی کے باعث کامل تزکیہ نہ رہا۔ رفتہ رفتہ تزکیہ نہ ہونے کے باعث شریعت میں طریقت کی روح کمتر ہوتی چلی گئی ـــــ اب مسجدوں میں سوائے ظاہری تعلیم ۔ قرآن و حدیث کے علما میں نہ تزکیہ رہا نہ قوتِ مشاہدہ رہی ـــــ نتیجتاً شریعت حقہ سے وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ کی جماعت نے مسجد سے علیحدہ ہو کر گوشہ نشینی اختیار کی۔ جہاں ان علمائے امت نے ایک طرف تعلیم القرآن و حدیث کا اجرأ کیا۔ دوسری طرف تزکیہ و مجاہدہ سے طریقت کا اجرأ جاری رکھا۔ اب ایک وحدت کے تین تصورات پیدا ہو گئے ۔ اول خلافت ۔ دوسرے شریعت ۔ تیسرے طریقت ۔ اس مقام پر طریقت کو شریعت سے الگ تصور کیا گیا۔ لیکن یہ تینوں طریق خلافتِ اسلامی میں یکساں طور جاری رہے۔ خلافت بھی موجود رہی ۔ شریعت بھی جاری رہی۔ اور طریقت کا اجرأ بھی ہوتا رہا۔ اگر چہ خلافتِ امیہ۔ عباسیہ۔ عثمانیہ میں خلفا نے قرآن و حدیث کی تعلیم کو بھی فروغ دیا۔ لیکن طریقت صرف علمائے طریقت تک ہی محدود رہی۔ اسلئے طریقت کو شریعت سے الگ ایک طریق تصور کیا گیا۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ علمائے طریقت میں بھی ضعف کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ جسکی وجہ سے تزکیہ و مجاہدہ میں کمی آنے لگی۔ ہوس مال و زر اور دیگر وجوہات کی بنا پر طریقت کا عمل کمزور ہو گیا ـــــ خلفا نے مصنوعی فقیر کی شکل اختیار کی۔ ایسے موقع پر نہ قرآنی عمل باقی رہا۔ نہ قرآنی طریق تزکیہ باقی رہا ـــــ تو ایسے موقع پر بعض فقرأ نے ایک طالب کے مشاہدہ کیلئے فروعی طریق تزکیہ ـــــ چلہ کشی ۔ بلور بینی ۔ کسب القمر ۔ سانس کا روکنا ۔ ذکر وغیرہ اختراع کئے ۔ جن سے طالب کو تزکیہ نفس حاصل ہوا۔ اور اسکے مشاہدات میں مدد ملی۔ لیکن چونکہ یہ تمام طریق ناسوتی تھے ۔ اسلئے ایسے فقرأ کو عالمِ ناسوت کے مقامات کا مشاہدہ ہوا۔ یہ مشاہدات انکے لئے حیرت انگیز تھے۔ اسلئے ایسے تصورات و مشاہدات کو اصل سمجھ کر ایسے ہی عمل اور مشاہدات کو حقیقت سمجھ کر اس پر اکتفا کیا گیا۔

ایسے وقت کسی کو یہ علم نہ مل سکا۔ کہ فقر میں معرفتِ الٰہی ۔ یا حقیقتِ محمدی صلے اللہ علیہ وسلم کا مشاہدہ بھی ایک حقیقت ہے۔ جسکا حاصل کرنا۔ ضروری ہے ــــ بالمقابل اسکے ناسوتی مظاہرات اور کرامات ہی کو اصل فقیری سمجھ لیا گیا ــــ اس وجہ سے عوام تو حقیقی علم سے بے خبر تھے ہی۔ نام نہاد صاحبِ طریقت حضرات بھی عیاشی۔ نفس پرستی۔ حرص و دولت کی وجہ سے مصنوعی فقر کا لبادہ اوڑھنے پر مجبور ہو گئے ــــ عوام الناس طریقت کے علم سے بے خبر ہونے کی وجہ سے۔ خلیفہ۔ گدی نشین کے کردار پر نظر ڈالنے کی ضرورت ہی نہیں سمجھتے۔ سوائے اسکے کہ عقیدت کے اظہار کیلئے خانقاہ پر حاضری اور بہتر سے بہتر چڑھاوا۔ ضروری اور لازمی بلکہ واحد علامت ہے ــــ چونکہ یہ طریق یہ تصور تین چار سو سال سے جاری ہے۔ اسلئے عوام المسلین اس عقیدت کے عادی ہو چکے ہیں۔ جس میں نہ نماز۔ نہ روزہ۔ نہ تہجد۔ نہ تزکیہ کی پابندی ہے۔ صرف عقیدت۔ حاضری اور دولت کا چڑھاوا ہی سب کچھ ہے ــــ اب فقرا کی خانقاہیں بالعموم اسی فروعی طریقت کی نذر ہو چکی ہیں۔

طریقت کی اس بگڑی ہیئت کذائی۔ شعبدہ بازی جو اسلام کی حقیقی روح۔ تعلیم سے متصادم ہے کے خلاف ردعمل پیدا ہونا فطری تھا ــــ اسکے نتیجہ میں بعض حضرات نے طریقت کی اصل ہی سے انکار کر کے اس کے غیر اسلامی ہونے کا دعویٰ کیا ــــ حالانکہ جیسا اوپر بیان کیا گیا ہے۔ اگر حقائق کو مدنظر رکھیں۔ تو یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح واضح ہو گی۔ کہ اس طریق کو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پیش کیا۔ اور آپ کی محبت۔ راہنمائی اور اتباع میں وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ نے بھی یہ مقام حاصل کیا ــــ اس جماعتِ خاص کی طرف آیت قرآنی اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ط میں اشارہ ہے کہ اللہ ان لوگوں کو جنہوں نے محبتِ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں آپکی مدد کی۔ آپکے عمل سے اشتراک کیا۔ راتوں کی کٹھن عبادتوں سے اپنی جانوں کو محنت میں ڈالا۔ اپنا دوست رکھتا ہے۔ انہیں اندھیروں سے نکال کر نور میں داخل کر کے اپنی معرفت دیتا ہے ــــ یہ لوگ از روئے قرآن ولی۔ ولی اللہ سے موسوم ہیں۔ اور طریق طریقت میں انکا عمل احسن اور مقبول ہے۔ اسلئے انہیں ولی کہا جاتا ہے۔ طریقت میں ولی۔ اسی قرآنی تصور سے

پایا جاتا ہے ـــــ یہ جماعت اتباعِ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں اکمل ۔معرفتِ الٰہی ۔مشاہدۂ اسرارالٰہی میں اکمل ۔محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ۔جانشین ۔خلفا کہلاتے ہیں ۔لہٰذا آئندہ آنے والے لوگوں کے لئے یہی ولی ۔یہی خلفا ۔لِتَكُونُوا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ ۔صراطِ مستقیم ۔معرفت اسرارالٰہی تا ذاتِ الٰہی ۔کی راہنمائی کرینگے جس میں طریق طریقت کا وہی عمل مقرر ہے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں اس خاص جماعت کو حاصل تھا ـــــ یعنی اِنَّکَ لَتَهۡدِیٓ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ میں یہی امۃ وسطا ۔صراط مستقیم پر پہنچ کر صراط مستقیم پر راہنمائی (ساتھ) کرینگے ۔لہٰذا الناس ۔طالبِ حق کیلیئے ولی کی اتباع ۔اور تصور و یکسوئی کرنا لازم ہوگا ـــــ اولیائے اکملین امت کو صراط مستقیم پر لے جانے والے ہونگے اور انکے ذریعہ خاص طریق رات جاگنا ۔تلاوت قرآن ۔مشاہدۂ اسرارِ الٰہی ۔تاابد جاری رہیگا ـــــ خصوصیات کے لحاظ سے اولیا کے مدارج درج ذیل ہیں ۔

۱۔ولی کامل :۔ ایک طالب جو صراط مستقیم پر چل کر ۔عالمِ ملکوت کے باب اول میں اجلاسِ محمدیؐ کا حاضر باش ہو ولی کامل کہلاتا ہے ۔

۲۔ولی مکمل :۔ وہ ولی جو اسرار الٰہی ۔آثار ملکوتی و نوری تا ذات الٰہی سے بالمشاہدہ معرفت حاصل کر چکا ہو ۔

۳۔ولی اکمل :۔ وہ ولی جو قرآن و حدیث کے علم پر کلی طور پر عبور رکھتا ہو ۔قرآن کے متشابہات سے آگاہ ہو ـــــ وہ نہ صرف تمام اسرار تا ذات الٰہی کی خبر رکھتا ہو ۔بلکہ طالبانِ حق کو اس راہ تک پہنچا کر اسکے حصولِ معرفت کی تکمیل کرنے والا ہو ۔

راہنمائی و اتباع کے لائق صرف ولی اکمل ہی کی ذات ہے ۔اسے روح رحمانی کے ذریعہ تا ذات الٰہی رسائی و مشاہدہ حاصل ہوتا ہے ـــــ اگرچہ اسے روح حیوانی کے کمالات حاصل ہوتے ہیں ۔جیسے دلوں کے بھید جاننا ۔کشف القبور ۔طے مقام ۔بیماروں کو تندرست کرنا ۔دستِ غیب وغیرہ ۔لیکن چونکہ ان کمالات کا تعلق عالم ناسوت سے ہوتا ہے ۔اور یہ امور ایک غیر مسلم بھی تزکیہ و مجاہدہ

سے سرانجام دے سکتا ہے۔ اسلئے ایسے ناسوتی مظاہرات (کمالات وکرامات) نہ یہ اپنی ولایت میں شامل کرتا ہے اور نہ اہمیت دیتا ہے ــــ اس کی اکملیت کی خصوصیت ایک طالب کو عالمِ ملکوت۔ عالمِ جبروت۔ عالمِ لاہوت تاذاتِ الٰہی میں کامل کرنا ہے ــــ اور یہی ایک ولی کی حقیقی خصوصیات وکمالات ہیں ــــ

کتاب موسوم بہ ''عرفانِ حقیقت'' میں قبلہ وکعبہ محمد نورالدین اویسی رحمتہ اللہ علیہ کی سوانح حیات انہی خصوصیات وکمالات کے تناظر میں مرتب کی گئی ہے ــــ تاکہ حقیقی طریقت کو آشکارا کیا جا سکے۔ اس میں آپؒ کے اسوۂ حسنہ۔ آپؒ کے اور آپؒ کے مریدین کے روحانی کمالات بیان کئے گئے ہیں۔ ناسوتی کرامات کا اگر کہیں ذکر آیا ہے تو وہ صرف برسرِ تذکرہ یا موضوع کی مناسبت سے۔

والسلام علی من اتبع الھدی

(سلامتی ہے اس پر جس نے ہدایت کی اتباع کی)

العبد

ریاض احمد خیال اویسی

یکے از غلامانِ حضرت نورالدین اویسی رحمتہ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابتدائی حالاتِ زندگی

قبلہ وکعبہ محمد نور الدین اویسی رحمتہ اللہ علیہ کے آبا ٔ واجداد مشرقی پنجاب کے ضلع امرتسر کے گاؤں ایمن آباد کے رہنے والے تھے۔آپکے والد امام الدین جنکا تعلق مغل خاندان سے تھا بڑے بااصول اور غیور آدمی تھے۔کسی بات پر خانگی جھگڑا ہوا اور وہ سرینگر آ گئے۔ان کا ایک بھائی نظام الدین بھی تھا جسکا بقول قبلہ وکعبہ آپکے والد صاحب کبھی کبھار ذکر کیا کرتے تھے۔سرینگر آکر آپکے والد جناب امام الدین نے راج مزدوری کا پیشہ اختیار کیا۔اسی دوران افغانستان میں خانہ جنگی کی وجہ سے شاہی خاندان کے کچھ افراد مجبوراً ہجرت کر کے سرینگر میں آباد ہوئے۔آپکے والد نے اس قبائلی خاندان میں شادی کر لی۔اسطرح آپکی والدہ ماجدہ قبائلی پٹھانوں سے تعلق رکھتی تھیں۔آپ اپنے دو ماموں احمد خان اور نور محمد کا ذکر فرمایا کرتے تھے۔آپکے ماموں احمد خان کا آپکے والد سے بڑا یارانہ تھا اور اس انس ومحبت کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو انکی نسبت کی وجہ سے ''احمد خان میر'' کہلاتے تھے۔حالانکہ وہ پٹھان تھے۔اور دوسرے سوتیلے ماموں نور محمد سے قبلہ وکعبہ کے بڑے بے تکلفانہ تعلقات تھے۔وہ تقریباً آپکے ہم عمر تھے۔''نور العرفان'' میں انکا ذکر مذکور ہے۔قبلہ وکعبہ محمد نور الدین اویسیؒ ۱۹۱۹ء میں مائسمہ امیرا کدل سرینگر میں پیدا ہوئے۔آپ کے چار بھائی بہن تھے۔ایک بہن اور تین بھائی۔یہ سب اوائل عمری ہی میں فوت ہو گئے۔

قبلہ وکعبہ محمد نور الدین اویسیؒ فرمایا کرتے تھے کہ آپکے والد صاحب یہ نہیں چاہتے تھے کہ آپ کا تعلق اپنے قبیلہ سے ہو۔کیونکہ وہ اپنی فطری غیرت کی وجہ سے یہ سمجھتے تھے کہ اگر اسکا تعارف ہو گیا تو ہو سکتا ہے کبھی زمانہ کے ہاتھوں مجبور ہو کر وہاں چلا جائے۔اور وہ کہیں کہ اسکا باپ تو ناراض ہو کر چلا گیا تھا۔اب یہ دوبارہ ہمارے پاس آنے پر مجبور ہو گیا ہے۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے بچپن میں دیگر بچوں کی طرح یہ بڑا اشتیاق تھا کہ اپنے رشتہ داروں سے ملوں۔ لیکن والد صاحب کو یہ بات پسند نہ تھی۔ آپکا اپنے والد سے بڑا دوستانہ اور بے تکلفانہ تعلق تھا۔ جس بنا پر آپ دورانِ گفتگو اُنکے لئے ''اُس'' کی ضمیر استعمال فرمایا کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا میرے بڑے اصرار پر اُس نے کہا کہ تیری پھوپھی ادھر رہتی ہے۔ اس سے تمہیں ملاؤں گا۔ لیکن جب ہم وہاں پہنچے۔ تو گھر پر تالا لگا ہوا تھا۔ اور جب انکے بارے میں پڑوسیوں سے استفسار کیا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ وہ یہاں سے کہیں چلے گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے سوچا کہ والد صاحب نے یہ جان بوجھ کر کیا ہے۔ کہ جب اُن کو یہ پتہ چلا کہ وہ یہاں سے چلے گئے ہیں تو صرف میری تشفی اور میری ضد کو ختم کرنے کیلئے وہ مجھے یہاں لے آئے۔ قبلہ وکعبہ نے ایک دفعہ بتایا کہ میری پھوپھی کا بڑا ارادہ تھا کہ میں اسے رشتہ دوں۔ لیکن اسوجہ سے انہوں نے انکار کر دیا۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ ۱۹۴۸ء میں ہجرت کے بعد ایک دفعہ جب لاہور میں تھا۔ تو میں نے اپنے چچاؤں اور رشتہ داروں سے ملنے کا پروگرام بنایا۔ اُس زمانہ میں لاہور سے امرتسر بسیں آتی جاتی تھیں۔ میں بس میں سوار ہوا۔ لیکن معاً خیال آیا میرے باپ کی روح کیا سوچے گی۔ اس خیال کا آنا ہی تھا۔ کہ میں بس سے اتر آیا اور ہمیشہ کیلئے اپنا ارادہ ترک کر دیا۔

جہاں تک آپ کے والد کے مذہبی خیالات کا تعلق تھا۔ وہ مذہبی تنگ نظری اور فرقہ پرستی کے خلاف تھے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ جسکی بات درست ہے۔ وہ میں کیونکر نہ مانوں۔ چاہے وہ جو کوئی بھی کہے ـــــ حق بات کی نفی کیسے کر دوں۔ اور جو غلط بات ہے وہ میں کیوں مانوں۔ اس پر بعض تنگ نظر لاجواب ہو کر اُنکو 'وہابی'' کے القاب سے نوازتے۔ فطری غیرت اور اصول پرستی کی وجہ سے انکا جھگڑا آفیسران اور انجینئرز وغیرہ سے بھی ہو جاتا۔ حق بات پر اڑنے کی وجہ سے اکثر اوقات مالی نقصان بھی برداشت کرنا پڑتا۔ لیکن وہ اصولوں پر سودا نہ کرتے۔ ظاہر ہے حق گوئی۔ بے باکی۔ اصول پرستی اور وسیع النظر فی کی صفات قبلہ وکعبہ کو اپنے والد صاحب سے وراثتاً ملی تھیں۔

قبلہ وکعبہ محمد نور الدین اویسیؒ کی عمر جب ابھی تقریباً چار سال کی ہوئی تو آپکی والدہ ماجدہ

انتقال فرما گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔آپ انکا ذکر بڑی محبت اور پیار سے فرمایا کرتے تھے۔آپکی والدہ کی وفات کے بعد آپکے والد صاحب نے دوسری شادی کر لی۔آپکے والد صاحب کی آپکی سوتیلی والدہ سے کوئی اولاد نہ تھی۔وہ آپکی سوتیلی والدہ سے کہا کرتے تھے کہ اگر تم نورالدین سے اچھا سلوک کروگی تو اللہ تمہیں اولاد کی نعمت سے نوازے گا۔آپ جب بارہ تیرہ سال کے ہوئے تو ۱۹۳۰ء میں آپ کے والد صاحب اس دنیا میں آپ کو تنہا چھوڑ کر چلے گئے۔والد کی وفات کے بعد آپ کچھ عرصہ سوتیلی والدہ کے ساتھ رہے۔سوتیلی والدہ کے رشتہ داروں نے اُس سے کہا کہ نورالدین تمہارا کوئی خیال نہیں کرتا ـــــ وقت اور حالات کے ساتھ ساتھ یہ خلیج وسیع ہوتی گئی۔اور آپ نے اس گھر کو خیر باد کہا۔آپ کے خالو اعظم خان جنکے پاس آپ وہاں سے آکر کچھ دن رہے۔انہوں نے والد کے ترکہ میں سے آپ کو اپنا حصہ لینے کیلئے کہا۔لیکن آپ نے انکار کر دیا۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ ''والد کے انتقال کے بعد یتیمی کی حالت میں باوجود عزیز واقربا ہونے کے بے یارومددگار ہو گیا۔اسطرح میں ایک کٹھن دورِ ابتلا میں داخل ہو گیا ـــــ بے خانماں ہونے کے باوجود میں بے حد مغرور تھا۔میرے لئے کسی کی ذرہ بھر درشتی ناقابل برداشت ہوتی تھی۔ میں مرنے مارنے پر تیار ہو جاتا۔میری ''انا'' میں شدت تھی۔میں نے اپنے عزیز رشتہ داروں سے ملنا ترک کر دیا۔کہ کوئی یہ نہ کہے کہ میں پست حالت میں اپنے عزیزوں کا دست نگر ہوں اور اس وجہ سے اکیلا رہنا پسند کرتا ـــــ تقریباً دس سال میں زمانے کی گردش میں پستا رہا۔اور شدید مصائب کا سامنا ہوتا رہا ـــــ اس زمانے میں کشمیر میں مجذوب فقراُ کا دور تھا۔کثرت سے مجذوب فقراُ شہروں ۔دیہاتوں۔پہاڑوں میں عزلت نشین ہوتے تھے۔میں انہیں فقراُ کے پاس جاتا۔یہ زمانہ تھا جب مجھے تلاشِ معاش کی فکر رہتی ـــــ میں اپنی ضرورتوں کیلئے۔فقراُ کے پاس جاتا ـــــ مسلسل فقراُ کی صحبت نے میرے دل میں طریقت سے لگاؤ پیدا کر دیا۔''

ابتدائی تعلیم

آپ نے میٹرک تک تعلیم مشن سکول امیرا کدل سرینگر سے حاصل کی۔اس سکول کے

منتظم پادری بسکو تھے۔ جنہوں نے کشمیر میں سکول کھول کر مسلمانوں کو زیورِ تعلیم سے آراستہ کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ اسی سکول میں راجہ سخی ولایتؒ کے والد داؤد خان بائبل پڑھاتے تھے۔

محمد حنیف قریشی ۔ محمد نذیر (مظفر شائق) اور راجہ محمد لطیف آپکے ہم جماعت تھے۔ محمد حنیف قریشی کی والدہ کو آپ خالہ کہا کرتے تھے۔ وہ آپکی والدہ کی منہ بولی بہن تھیں اور آپکی والدہ کی وفات کے بعد اسی ہستی نے آپکی پرورش کی۔ وہ حد درجہ عبادت گزار۔ شب بیدار ابتدائی عمر سے تھیں۔ محمد حنیف قریشی اور محمد شریف قریشی (مرحوم) کے خاندان سے یہ تعلق آپکا تادمِ وفات ۸ مارچ ۱۹۹۷ء تک رہا۔

راجہ محمد لطیف کے بارے میں آپ فرماتے تھے۔ ''راجہ محمد لطیف میرا قریبی دوست تھا۔ جو اسلام آباد گاؤں میں رہتے تھے۔ ان کے والد راجہ علی اکبر خان علاقہ چکار کے بڑے جاگیر دار تھے۔ ہم دونوں سکول میں پڑھتے تھے۔ اچانک اُسکی مجھ سے دوستی ہوگئی۔ دوستی اتنی قریبی ہوگئی۔ میں اکثر سردیوں کے موسم میں انکے گھر جاتا ــــ سکول کے بعد میرا دوست گھر چلا گیا......... سکول سے فارغ ہونے کے بعد میری حالت بہت پست تھی۔ تو میں انکے گھر کافی مدت رہتا۔ انکے والد نے میری بے حد پرورش کی۔ اور میں انکے گھر ایک فرد کی طرح رہتا۔'' اور یہ سلسلہ ۳۲۔۱۹۳۱ء سے ۱۹۳۸ء تک رہا۔

قبلہ وکعبہ محمد نور الدین اویسیؒ کا شمار ذہین طلبا میں ہوتا تھا۔ اپنے زمانہ طالب علمی کا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے آپ نے ایک دفعہ فرمایا کہ ایک دن میرے والد صاحب جب میں جماعت چہارم میں زیرِ تعلیم تھا۔ سکول تشریف لائے۔ اور استاد صاحب سے کہا کہ یہ گھر پر نہیں پڑھتا اسے تنبیہ کریں۔ آپ نے بتایا کہ استاد صاحب نے والد صاحب کو بٹھایا اور مجھے کہا کہ کاپی لاؤ۔ اس میں میں نے باقاعدگی سے کام کیا ہوا تھا۔ اس میں کہیں ''Very Good'' اور کہیں ''Fair'' کے ریمارک لکھے ہوئے تھے۔ استاد صاحب نے آپ کے والد صاحب کو یہ دکھاتے ہوئے کہا کہ یہ کام ٹھیک کرتا ہے۔ مجھے گھر کے بارے میں کچھ پتہ نہیں۔ میں اسکی کارکردگی سے مطمئن ہوں۔ آپ اس

سلسلہ میں آئندہ سکول آنے کی زحمت نہ کریں۔

اُس زمانہ میں استاد کے پیشِ نظر ہمیشہ یہ بات رہتی کہ طلباً کی ہمہ گیر تعلیم و تربیت ہو۔ وہ طلباً کے اخلاق و کردار کا بڑا خیال رکھتے تھے۔ اس سلسلہ میں آپ نے ایک دفعہ ایک واقعہ سنایا۔ کہ ایک دفعہ کھیل کے پیریڈ میں آپ نے ہائی جمپ ایک لڑکے سے جو کہ پانچویں کا طالب علم تھا زیادہ لگایا۔ آپ اُسوقت چوتھی جماعت کے طالب علم تھے۔ چھٹی کے بعد جب وہ آپ کے پاس سے گزرا تو آپ نے ''کھنگورا'' لگایا۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے دیکھ لیا۔ انہوں نے آپ کو بلایا۔ اور زبردست تنبیہ کرتے ہوئے یہ سمجھایا کہ کھیل کا مقصد کشمکش یا ایک دوسرے کو نیچا دکھانا نہیں بلکہ اس کا مقصد اتفاق و اتحاد۔ بھائی چارہ اور مثبت جذبات کا فروغ ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے۔ کہ اس زمانہ میں پکنک کے پروگرام بھی اکثر سکول میں بنائے جاتے تھے۔ لیکن استاد اس بات پر خصوصی توجہ دیتے تھے۔ کہ طلباً کوئی غیر اخلاقی یا غیر شائستہ حرکت نہ کریں۔

آپ نے فرمایا کہ ایک دفعہ میں بازار میں کش لگا رہا تھا۔ ہمارے بائبل پڑھانے والے استاد نے مجھے دیکھ لیا۔ دوسرے دن انہوں نے تفریح کے پیریڈ میں مجھے ہیڈ ماسٹر کے پیش کیا۔ اور مجھے زبردست زجر و توبیخ سے گزرنا پڑا۔ طلباً کی تعلیم کا اساتذہ کو کس قدر خیال ہوتا تھا۔ اس سلسلہ میں آپ نے ایک واقعہ سنایا کہ ایک دفعہ میرا دوست راجہ محمد لطیف غیر حاضر تھا۔ استاد اُسکے گھر گیا۔ اور اُسے زبردست تنبیہ کی۔ کہ آئندہ غیر حاضری کی تو زبردست سزا دی جائیگی۔

اُس زمانہ میں اساتذہ ہر فن مولا ہوتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ ہمارے ایک استاد ہوتے تھے۔ جو کہ مٹی لے کر ہاتھ میں بند کر کے اُس سے مٹھائی بنا دیتے تھے۔ تو ہم اسکو بڑی کرامت سمجھتے تھے۔ لیکن بعد میں جب قبلہ عالم محمد امین رحمتہ اللہ علیہ سے رابطہ ہوا تو پتہ چلا۔ کہ یہ محض شعبدہ بازی اور مداری پن تھا۔ اور حقیقی فقیری جسکی ابتدا اجلاس محمدیؐ سے ہوتی ہے اس سے اس شعبدہ بازی کا کوئی تعلق نہیں۔

مخصوص اور نا مساعد حالات نے اس دور میں آپ کی طبیعت میں سختی۔ غصہ اور اپنی ''انا''

کا شدت سے احساس پیدا کر دیا۔آپ فرمایا کرتے تھے۔"سکول کے زمانہ میں میں کسی بڑے سے بڑے۔امیر کبیر طالب علم کو خاطر میں نہ لاتا تھا۔کوئی شخص ذرا بھی غصہ سے بات کرے تو میں غصہ سے دیوانہ ہو جاتا۔اور جھگڑے پر آمادہ ہو جاتا۔غصہ اتنا ذہن پر اثر انداز ہو جاتا کہ جب تک میں اس شخص کو پچھاڑ نہ دوں۔میں اسے زدوکوب کرتا۔اس جھگڑے میں کبھی بازار کا راستہ ہجوم سے بھر جاتا۔تنہا اپنی ذات۔کئی کئی دن فاقہ سے گزارتا۔لیکن اپنے ماموں۔خالاؤں کے دروازہ تک نہ جاتا____ خود ہی ہر طرح کے مصائب جھیلنا گوارا کرتا____ دسویں جماعت تک تعلیم حاصل کرنے ۔اور اپنی "انا" برقرار رکھنے کے باوجود۔میں دکانوں کے تھڑوں پر سونے اور فاقہ کشی قبول کرنے پر بضد تھا۔"

تلاشِ معاش

سلسلہ کام و دہن کو قائم رکھنے کیلئے آپ کو روزگار کی تلاش ہوئی۔آپ نے فرمایا کہ اس زمانہ میں مہاراجہ کشمیر کے محلات میں رنگ وروغن اور تزئین وآرائش کا کام ہوتا رہتا تھا۔اُس زمانے میں اس کام کیلئے ایک ٹھیکیدار تھا۔جو کہ "پنجابی" تھا۔وہ کشمیر کے لوگوں کو کام پر نہیں رکھتا تھا۔اسکی دو وجوہات تھیں۔ایک تو وہ سمجھتا تھا۔کہ کشمیر کے لوگ فطری طور پر ذہین ہیں۔وہ جلد ہی کام کی نوعیت کو سمجھ جائینگے۔اور اسطرح میری اجارہ داری ختم ہو جائیگی دوسرا یہ کہ مقامی ہونے کے ناطہ سے وہ اپنے حق اور زیادتی کے خلاف جھگڑا بھی کرینگے۔آپ نے ایک آدمی سے بات کی کہ مجھے یہاں کہیں روزگار دلا دو۔اُس آدمی نے کہا کہ میں آپکو اُس ٹھیکیدار کے پاس لے جاؤنگا۔اُسے یہ کہنا کہ میں پنجابی ہوں حقیقت میں تم ہو بھی پنجابی یہ اتنا جھوٹ بھی نہیں۔اس طرح وہ تمہیں آسانی سے کام پر رکھ لیگا۔آپ نے فرمایا کہ اسوقت نہ میں پنجابی جانتا تھا۔اور میرا لب ولہجہ بھی کشمیری تھا۔بہرحال آپ نے اُس ٹھیکیدار سے اسی طرح کہا جسطرح اُس آدمی نے کہا تھا۔ٹھیکیدار نے آپکو کام پر رکھ لیا۔اور آپ کو پینٹ کرنے والے کے ساتھ کر دیا۔اُس زمانہ میں مزدور کی مزدوری چھ آنے جبکہ کاریگر کی بارہ آنے تھی۔آپ نے بتایا کہ اُس آدمی نے مجھے برش چلانے کا طریقہ بتایا۔نیز یہ گُر بھی سمجھایا کہ

جب ٹھیکیدار آئے تو کسطرح کام کرنا چاہیے۔ تا کہ اسے نہ صرف یہ محسوس نہ ہو کہ تم اناڑی ہو بلکہ تمہاری کارکردگی سے خوش بھی ہو۔

کچھ عرصہ بعد آپ نے ایسے آدمی کے ساتھ کام کرنا شروع کیا جو کہ دروازے اور کھڑکیاں وغیرہ پینٹ کرتا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ وہ ''چڑ سی سا آدمی'' تھا۔ میں اُسکے مزاج کے مطابق اسکی خدمت کرتا۔ جسکی وجہ سے وہ مجھ سے بڑا خوش تھا۔ اُس نے مجھے کام سکھایا۔ کہ پوٹین کس طرح بنائی جاتی ہے۔ رنگ کس طرح کیا جاتا ہے۔ اُس زمانہ میں کاریگر اپنے فن کے بارے میں بڑی رازداری سے کام لیتے تھے۔ آپ نے اپنی خداداد صلاحیت اور ذہانت سے کام لیکر یہ فن سیکھا۔ اسطرح آپ کاریگر بن گئے اور کاریگر والی مزدوری حاصل کرنے لگے۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ راجہ کے محل میں ہر سال نئے سرے سے رنگ وروغن ہوتا تھا۔ راجہ کے باورچی خانہ میں مسلمانوں اور ہندوؤں کیلئے علٰیحدہ علٰیحدہ کھانا پکتا تھا۔ اور کاریگروں اور مزدوروں کو ان کی پسند کے مطابق کھانا مہیا کیا جاتا تھا۔

آپ پہلے پینٹر تھے۔ بعد میں مہاراجہ کے پیلس میں ٹھیکیدار ـــــ رائل کنٹریکٹر (Royal Contractor) ہوئے۔ اور انکا اپنا کاروبار تھا۔ محل میں کام کرنے کے ساتھ ساتھ آپ پینٹنگ اور سائن بورڈ وغیرہ لکھنے کا کام کرتے تھے۔ رنگساز ضیا اور بشیر اس کام میں آپکے کچھ عرصہ شریک کار رہے۔ بعد میں آپ نے عبدالصمد جانباز کے ساتھ مشترکہ دوکان'' پینٹرز آف دی ڈے'' شروع کی۔ اُس زمانہ میں آپ ایک انجمن ''نیو کشمیر پینٹرز ایسوسی ایشن'' کے نام سے چلاتے جسکے آپ جنرل سیکرٹری تھے۔ شروع میں آپ نے شراکت میں کام شروع کیا۔ بعدازاں آپ نے اکیلے کام شروع کر دیا۔ اور اپنے ساتھ ایک آدمی رکھا۔ اسکو کام سکھایا اور جب پاکستان آنے کا پروگرام بنا تو سب کچھ اُسکے حوالے کر دیا۔

محنت ومزدوری کے باوجود آپ اپنی ''انا'' اور عزتِ نفس کو کبھی مجروح نہ ہونے دیتے تھے۔ ایک دفعہ آپ راجہ کے محل میں کام کر رہے تھے۔ آپ راہداری میں رنگ کر رہے تھے۔ ساتھ

ساتھ گنگنا بھی رہے تھے۔ اتفاقاً راجہ کا اسطرف سے گزر ہوا۔ آپ اپنے کام میں مگن تھے۔ آپ نے راجہ کو نہیں دیکھا۔ اُس نے آپ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ''تان سین کیا کر رہے ہو'' ــــ آپ نے نہ جھوٹ بولا۔ نہ بہانہ بنایا بلکہ کہا کہ گانا گا رہا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ میں ذرہ بھی خوفزدہ نہ ہوا۔ میں نے سوچا کہ زیادہ سے زیادہ یہی ہوگا کہ مجھے کام سے الگ کردے گا۔ راجہ کا بڑا رعب ودبدبہ ہوتا تھا۔ اسکے باوجود آپ نے بلاخوف اُس سے مزید یہ کہا کہ آپ جب یہاں سے گزرتے ہیں۔ تو ہمارے کام میں حرج ہوتا ہے۔ آپ بمہربانی دوسری راہداری سے گزر جایا کریں۔ راجہ کے اے۔ ڈی۔ سی وغیرہ بڑے ڈر گئے۔ کہ راجہ بڑا ناراض ہو جائیگا۔ لیکن وہ ہنس پڑا اور چلا گیا۔

عشق مجازی

؎ نہ کھلی ہوں جس پر حقیقتیں وہ اسیرِ حسن مجاز[1] ہو

قدرت کا عجب نظام ہے۔ والدین کا سایہ سر سے اٹھ جانے کے بعد چونکہ تلاشِ معاش کی فکر ہر وقت آپ کے دامن گیر رہتی تھی ــــ لیکن آپ کو تو ایک اعلےٰ وارفع اور مخصوص مشن کیلئے پیدا کیا گیا تھا۔ حالات وواقعات کشاں کشاں آپ کو اُسی طرف لے جا رہے تھے ــــ اس سلسلہ

---

[1] قبلہ وکعبہ محمد نور الدین اویسیؒ ''عشق'' کی وضاحت کرتے ہوئے ''حقیقی'' اور مجازی عشق کے تعلق کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ ایک حقیقت ہے۔ کہ عشق حقیقی رکھنے والوں کو عشق مجازی سے بھی کسی نہ کسی طور گزرنا پڑتا ہے۔ عشق کا تعلق قلب وذہن سے ہوتا ہے ــ عشق عجمی (فارسی) لفظ ہے۔ یہ ایرانی تصور سے نکلا ہے۔ ایرانی تصور میں۔ عشق۔ عشق پیچہ سے تشبیہ دیا گیا۔ عشق پیچہ ایک لمبی پھول کی بیل ہوتی ہے۔ جو جب درخت سے چمٹ جائے۔ تو سارے درخت پر لپٹ جاتی ہے۔ یہ تصور اس وجہ سے ہوا۔ کہ کسی شخص میں محبت عشق پیچہ کی بیل کی طرح اسکے دل ودماغ سے لپٹ کر رہ جاتی ہے۔ عشق کے مقابل حُب کا لفظ آتا ہے۔ ''حُب'' عربی لفظ ہے ــ یہ لفظ عشق حقیقی (چونکہ حب کا لفظ عام استعمال میں عشق سے ہی متصل ہے اسلئے حُب حقیقی کی جگہ عشقِ حقیقی کا لفظ استعمال ہوتا ہے) میں اکثر استعمال ہوتا ہے۔ چونکہ غیر عرب عجمی زبان (اردو) میں ہی اپنا بیان ادا کرتے ہیں۔ اسلئے حب کی جگہ عشق کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ دراصل کیفیتِ ابتدائی میں اصل کیفیت حُب ہی ہے۔ جو (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

میں اچانک ایک ایسا حادثہ رونما ہوا۔ جس نے آپ کی تمام خواہشات اور انانیت کو ختم کر دیا ـــــ قدرت نے آپ کو حسنِ مجاز کا اسیر کر ڈالا ۔ کہ آپ کو نہ کھانے کی فکر ۔ نہ پہننے کی فکر ۔ عشقِ مجاز نے

(بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ) شریعت وطریقت میں استعمال ہوا ـــــ جیسے قرآن میں اسکا ذکر ـــ اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰهِ ۔ وہ اللہ سے شدید محبت رکھتے ہیں ۔ اور حدیث میں بھی حُب کا لفظ استعمال ہوا ۔ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ .... کوئی شخص مومن نہیں ہوتا جب تک کہ وہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے محبت نہ رکھے مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ ۔ اپنے اولاد سے اور اپنے ماں باپ سے اور ہر شے سے زیادہ ـــ تعمیلِ احکامِ الٰہی ۔ عبادتِ الٰہی کی بنیاد حُب پر ہی رکھی گئی ۔ اور اس حُب کی تکمیل محبتِ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر ہی رکھی گئی ۔ گویا عبادت کا مغز (اصل) حُب ہی ہے ـــ جب تک عبادات میں اللہ اور رسول کی محبت کو شامل نہ رکھا جائے ۔ عبادات کامل نہیں ہوسکتیں ۔ جیسا قرآن میں اسکا ذکر آیا ہے ۔ قُلْ اِنْ کَانَ اٰبَآؤُکُمْ وَاَبْنَآؤُکُمْ وَاِخْوَانُکُمْ وَاَزْوَاجُکُمْ وَعَشِیْرَتُکُمْ وَاَمْوَالُ نِاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ کَسَادَهَا وَمَسٰکِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَیْکُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِیْ سَبِیْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ط وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ ع (پارہ ۱۰ سورۃ ۹ آیت ۲۴) یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے لوگوں سے کہدیں کہ اگر ہوں تمہارے باپ تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے رشتہ دار اور وہ مال جو تم نے کمایا اور وہ تجارت جسکا تمہیں خوف ہے اسکے مندا پڑنے کا ۔ اور رہنے کے مکان جنہیں تم پسند کرتے ہو زیادہ عزیز تمہیں اللہ اور اسکے رسول اور جہاد سے اسکی راہ میں تو انتظار کرو ۔ یہاں تک کہ لائے تمہارے لئے اپنا حکم (غضب وناراضگی کا) اور اللہ نہیں پہنچاتا مقصد تک ان لوگوں کو جو فاسق ہیں ۔

اس حُب کا تعلق عبادات سے ماسویٰ ۔ حرکت وعمل سے نہیں ۔ بلکہ ذہن وقلب کی ایک لطیف کیف و کیفیت ہے ۔ اسے وجدان سے تعبیر دیا جاتا ہے ـــ یہ ایک غیر محسوس قوت ہے ۔ جو قلب وذہن کو متاثر کرتی ہے ـــ قلب وذہن میں روح متاثر ہوتی ہے ـــ اور روح انسانی جوہر ہے ۔ جسے حکما "شہوت" سے موسوم کرتے ہیں ـــ یعنی انسانی وجود کا انحصار اسی مادۂ شہوانی پر ہے ـــ یہ وہ جوہر ہے ۔ جو لطیف ذرات کا مرکب ہے ۔ اس جوہر کا ہر ذرہ ۔ ایک جسم ہے ۔ اور اس لطیف جسم کی حرکت و زندگی ایک روح ہے ۔ یہی روح انسانی روح کہلاتی ہے ۔ یہ روح انسانی جسم کے ذرہ ذرہ میں پھیلی ہے ۔ اسی روح کی ہیجانی کیفیت حُب سے تعبیر ہے ۔ روح کی کثیف حالت کو شہوت سے موسوم کیا جاتا ہے ۔ اور روح کی پاکیزہ ولطیف حالت کو حب کہا جاتا ہے ۔ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ایسی محویت دی۔ کہ آپ نے فرمایا کہ ''سوائے ایک تصور کے میرا ذہن وقلب ہر تصور سے خالی ہو گیا۔ مجھے ہر جگہ محبوب تصور میں آنے لگا۔ میں اس تصور کو لیکر کشمیر میں شمال سے لیکر جنوب۔ مشرق

(بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ) حُب کا تعلق حقیقت سے ہے ۔۔۔ جس میں حسنِ عمل اور حسنِ اخلاق پایا جاتا ہے۔ گویا حُب کی محرک ''حسن'' ہے ۔۔۔ اور شہوت سوءِ عمل۔ سوءِ اخلاق۔ گویا شہوت کی محرک۔ جذباتِ سو (بد) ہے ۔۔۔ ان دو کیفیتوں کا تعلق۔ روح وجسم سے ہے۔ روحانی تعلق کو حُب سے تعبیر دیا گیا اور شہوانی تعلق کو حُب کی ضد نفرت ۔۔۔ حُب کے تعلق سے قرب ووصال پیدا ہوتا ہے۔ اور شہوت کے تعلق سے نفرت و دوری پیدا ہوتی ہے۔ جیسا کہ بیان ہوا۔ حسن حُب کا محرک ہے۔ اور حسن پاکیزگی ولطافت ہے ۔۔۔ لطافت بمنزلہ نور ہے ۔۔۔ للہذا۔ حُب کی محرک تصور نوری یعنی تصور اللہ وتصورِ رسول ہے ۔۔۔ رضاۓ۔ قربِ الٰہی ۔۔۔ قربِ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں۔ روح کا نورِ الٰہی۔ نورِ محمدی صلے اللہ علیہ وسلم سے نسبت وتصور قائم کرنا اصل ہے ۔۔۔ گویا تصور اللہ وتصور محمدی صلے اللہ علیہ وسلم خود حُب کا محرک بن جاتا ہے۔ یعنی جب نورِ محمدی سے نسبت وتصور کیا جائے۔ تو نوری عکس روح پر پڑنے سے روح میں ہیجانی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ بہ الفاظِ دگر جب نوری توجہ پاکیزہ شہوت پر پڑتی ہے۔ تو اس میں ہیجان پیدا ہوتا ہے (ہیجان سے دورانِ خون تیز ہو جاتا ہے۔ دوران خون سے پھیپھڑے زور سے دل کی طرف خون پھینکنا شروع کرتے ہیں۔ دل پر شدت آنے سے دل دماغ کی طرف خون کا دباؤ بڑھ جاتا ہے ۔۔۔ دماغ پر دباؤ بڑھنے سے دماغ کا فعل معطل ہو جاتا ہے۔ دماغ پر مدہوشی طاری ہو جاتی ہے جسے استغراق بھی کہا جاتا ہے) ایسی حالت میں جب تصور میں نورِ الٰہی اور نورِ محمدی ہو۔ تو یہی کیفیت مشاہدہ میں آجاتی ہے ۔۔۔ اسکے برعکس شہوت کی کثافت سے جسم متاثر ہوتا ہے۔ کثیف تصورات وجذبات سے شہوت (کثیف روح) میں ہیجان پیدا ہوتا ہے۔ اسی طرح دورانِ خون کا دباؤ بڑھکر دماغ کو ماؤف کر کے اس پر مدہوشی طاری ہوتی ہے۔ تو مشاہدے بھی کثیف ہوتے ہیں۔ اسکی مثال حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے لطیف پیرایہ میں دی ہے ۔۔۔ جس میں آپ نے سماع پر بحث کی ہے۔ کہ سماع (راگ۔ گانا بجانا)۔ فرماتے ہیں سماع ایک حیثیت میں احسن (اچھا) ہے۔ اور ایک حالت میں قبیح (برا) آپ نے ایک لطیف مثال دی ہے۔ کہ گانے میں ایک لطیف آواز ہے۔ جو غیر محسوس ہے۔ اسکا اثر خون (شہوت میں ہیجان) پر پڑتا ہے۔ اور خون کا دباؤ بڑھکر دماغ کو معطل کر دیتا ہے۔ جیسے ایک حدی خوان (اونٹ بان جب صحرا میں ترنم سے گاتا ہے) عربی میں گاتا ہے تو اس آواز کا اثر اونٹ کے خون میں سرایت کر جاتا ہے۔ اور وہ مست ہو جاتا ہے۔ حالانکہ اونٹ کلام نہیں سمجھتا۔ اسی مستی میں وہ تیز دوڑنے لگ جاتا ہے۔ بعض اوقات (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

سے لیکر مغرب تک فقراً کی خاک چھانتا رہا۔ مگر سکون قلب میسر نہ ہوا۔ کیونکہ ایک تصور ہی ایسا پایا۔ جس نے میرا سکون کھوڈالا۔ چھ سال اسی بادیہ پیائی میں گزرے۔ یہ تصور تھا کہ اس نے میری تمام

(بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ) اس پر اتنی مستی طاری ہوجاتی ہے۔ کہ وہ مستی میں بہت تیز دوڑتا ہے (حدی خوان اونٹ کے تیز دوڑنے کیلئے ہی گاتا ہے) کہ منزل تک پہنچ کر بے دم ہوکر مر جاتا ہے اسی طرح سماع کی لطافت انسان کے خون میں جذب ہوجاتی ہے۔ تو انسان پر بےخودی طاری ہوجاتی ہے۔ حال اور جذب۔ استغراق و بےخودی میں اگر انسان کی حسنِ تصورات سے نسبت ہو یعنی حقیقت سے نسبت ہو تو اسکے مشاہدے میں حقیقت آجاتی ہے اور اگر کسی مجازی کیفیت سے نسبت ہو تو اسے وہی مجازی کیفیت مشاہدے میں آتی ہے۔ یعنی اگر کسی کی مجازی محبوب سے نسبت ہو تو اسے وہی کیفیت نظر آتی ہے ـــــ یہی کیفیت حُب کی ہے۔ کہ انسان کے ذمہ رضائے الٰہی رضائے محمد صلے اللہ علیہ وسلم اصل مقصد ہے۔ رضائے اللہ و رسول میں حسن اور نور ہے ـــــ اسی نور اور حُسن سے نسبت و تصور۔ حُب سے تعبیر ہے اور اللہ و رسول سے ماسویٰ۔ مجاز کہلاتا ہے۔ خواہ اس میں کسی عورت سے نسبت و تعلق ہو۔ دونوں صورتوں میں برسرِ عمل شہوت ہی ہوتی ہے۔ البتہ پاکیزہ خیال۔ پاکیزہ تصور سے پاکیزہ شہوت۔ یا پاکیزہ روح کا اثر ظاہر ہوتا ہے۔ اور کثیف تصور سے کثیف شہوت۔ کثیف روح کا اثر ظاہر ہوتا ہے ـــــ اور یہ قوت ہر انسان میں موجود ہے۔ انسان نے اس قوت کو کسی نہ کسی تصور میں متحرک رکھنا ہے۔ اولیائے کاملین میں یہی شہوت۔ روح برسرِ عمل رہتی ہے۔ اور عام انسان میں بھی یہی شہوت۔ روح برسرِ عمل رہتی ہے ـــــ حُب حقیقی میں۔ روح پاکیزہ ہوکر مشاہدات اسرارِ الٰہی۔ مشاہدۂ محمدی۔ مشاہدۂ الٰہی حاصل کرتی ہے۔ اور جب تک اس نور سے قوی نسبت نہ ہو۔ اور انسان اپنے تصورات میں مجازی کیفیات کو داخل کرے۔ یا مجازی کیفیات کی طرف متوجہ رہے۔ تو اسکے دل میں مجازی محبوب کی طلب زور کرتی ہے چونکہ تصورات۔ مشاہدات۔ اور نسبت میں روح (شہوت) ہی برسرِ عمل ہے ـــــ اسلئے شاعر نے اسی کیفیت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ کہ روح کو کسی مجازی محبوب سے نسبت رکھکر روح میں ہیجانی کیفیت پیدا کرنے سے ایک عمل ہوتا ہے۔ اسی عمل کے ساتھ جب تصور حقیقی کو سامنے رکھا تو اس صورت میں مشاہدۂ حقیقی حاصل ہوتا ہے۔ یعنی اس عمل سے ذہن میں وجدانی قوت کا اثر پیدا ہوتا ہے۔ جیسے سماع سے مدہوشی۔ اسی طرح مجازی حسن بھی سماع کا کام دیکر ذہن میں مدہوشی پیدا کرتا ہے۔ حال۔ جذب۔ استغراق۔ یہ کیفیتیں بھی اسی ہیجانی اثر کے تابع ظاہر ہوتی ہیں ـــــ بعض اولیا سماع کو پسند کرتے ہیں۔ تو اس سے مراد۔ گانے کی لطیف آواز سے خون (شہوت۔ یا روح) میں ہیجان پیدا ہوجاتا ہے تو انسان پر مدہوشی طاری ہوجاتی ہے۔ دماغی فعل (جو انسانی حرکت اور کنٹرول سے وابستہ ہے) معطل ہوجاتا ہے۔ اگر ذہنی کیفیت کمزور ہو تو انسان پر وجد طاری ہوجاتا ہے۔ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

قوتوں کو سلب کر دیا۔ مجھے اپنی "انا" کا بھی احساس نہ رہا۔ جہاں کسی فقیر کا سنا اسکے پاس گیا۔ چار سال میں لگا تار فقیروں کے پیچھے پھرا ـــــ بالآخر اس دور کا انجام ہوا"

آپ فرماتے ہیں "میں ناکام ہو گیا ـــ اپنی ناکامی پر میں نے فیصلہ کیا۔ کہ دنیا نے مجھ

(بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ) اور بے خودی کے عالم میں سر دھنتا اور زمین پر لوٹنا شروع کرتا ہے۔ اسے حال کہتے ہیں۔ یہ کمزور علامت ہے اور اولیا پر یہ کیفیت طاری ہو۔ تو اس حال میں انکا شعور۔ انکی روح روحانی تجلیات کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے۔ تو انہیں جس مقام میں انکا مرتبہ ہو اسکا مشاہدہ ہو جاتا ہے۔ اگر ذاتِ الٰہی تک قرب حاصل ہوا ہو تو انہیں مدہوشی میں جلالِ الٰہی کا مشاہدہ ہو جاتا ہے۔ لیکن مدہوشی کے عالم میں انکا وجود ساکن رہتا ہے۔ کوئی حرکت انسے سرزد نہیں ہوتی۔ اسی عالم میں وہ اولیا جنہیں فنائے الٰہی حاصل ہو سبحانی ما اعظم الشانی پکارتے ہیں۔ دراصل یہ پکار ہوش و حواس سے باہر ہوتی ہے ـــــ اور یہ تاثر روح رحمانی کے فنائے الٰہی کا مظہر ہوتا ہے جیسے قطرہ سمندر میں فنا ہو کر سمندر کی ہیئت اختیار کرتا ہے مگر قطرے کی اپنی وجودی ہیئت سمندر میں فنا ہو کر بھی باقی رہتی ہے یہ پکار بشری حیثیت کی نہیں بلکہ فنا کی حیثیت میں ہوتی ہے۔ فنا کی حیثیت میں ولی کی پکار خود ذاتِ الٰہی سے منسوب ہوتی ہے ـــــ جسے جذب سے تعبیر دیا جاتا ہے۔ اور مدہوش کیفیت کو استغراق کہا جاتا ہے۔ بعض اولیا جب ان پر تجلیاتِ نورِ محمدی صلے اللہ علیہ وسلم کا نزول ہوتا ہے۔ اس وقت بھی استغراق طاری ہوتا ہے۔ جس میں ولی پر حقیقت محمدی کا انکشاف ہوتا ہے۔ اور صاحب فنائے الٰہی ولی پر کبھی تجلیاتِ الٰہی کا نزول ہوتا ہے۔ تو اسے دیدارِ الٰہی حاصل ہو جاتا ہے ـــــ اور بعض اولیا پر ایسی تجلیات وارد ہوتی ہیں۔ مگر جذب طاری نہیں ہوتا۔ وہ ہوش و حواس میں قائم رہتے ہیں۔ اسوجہ سے کہ انہیں تزکیہ و مجاہدہ سے قوی قوتِ ذہن و قلب حاصل ہوتا ہے اور وہ ہر نوری تجلیات کو برداشت کرتے ہیں انہیں سالک کہا جاتا ہے۔ یہی کیفیت حُب سے تعلق رکھتی ہے ـــــ کہ ولی کے ذہن و قلب پر تجلیاتِ الٰہی اور انوار محمدی کا ہر لمحہ نزول ہوتا ہے اور وہ اس سوز میں مسرور رہ کر یکسو ہو جاتا ہے۔ اور ابتدائی دور میں جب طالب حق کا تزکیہ و مجاہدہ کامل نہ ہو اسکی شہوانی قوت میں کثافت ہو تو اسکی طبیعت مجازی محبوب کی طرف مائل ہو جاتی ہے۔ اور محبوب کا تصور اس پر کبھی غالب آ جاتا ہے تو جب تک۔ روحانی پاکیزگی اور لطافت کامل نہ ہو۔ طالب مجازی محبوب کی طلب بھی کرتا ہے۔ اس حال میں کہ وہ دنیادار ہوتا ہے اور ایسے فعل کو احسن قرار دیکر اسکے حصول کو جائز قرار دیتا ہے۔ لیکن طالبِ حق کیلئے سوائے اللہ و رسول کی رضا کے مجاز کا حصول احسن نہیں ہوتا ـــ اسکے لئے۔ طالب کو تزکیہ مجاہدہ (روزہ۔ فاقہ) سے شہوت (روح حیوانی) کو پاکیزہ بنانا ہوتا ہے۔ تاکہ مجاز کی خواہش و طلب باقی نہ رہے ـــــ

سے دعا کی۔ میں بھی اسے تین طلاق دیتا ہوں۔ کھانا پینا چھوڑ دیا۔ عزیز۔ رشتہ دار۔ دوست سب پریشان ہو گئے۔ ایک ہفتہ تک بغیر کھائے پیئے پڑا رہا۔ آخر ایک زرگر دوست میرے پاس آیا۔ اور کہنے لگا" مبارک ہو میں نے تیرے لئے ایک حسین دوشیزہ کا رشتہ حاصل کیا۔ بہت مالدار ہے" ___ میں چلایا" تو میرا دوست ہو کر میرے زخموں پر نمک پاشی کرتا ہے"۔ کہنے لگا" یہ تیری بھول ہے۔ اگر تجھے محبوب سے محبت ہے۔ تو وہ تیرے دل میں ہے۔ وہ تجھ سے جدا نہیں۔ اگر تجھے اسکا جسم چاہیے۔ تو اس سے بہتر جسم دوں گا" ___ ایسے لگا جیسے کسی نے میرے ذہن کو جھنجوڑا ___ مجھے ہوش آیا۔ اور بھوک محسوس ہوئی۔ سمجھ میں بات آئی۔ کہ محبت ایک سوز[1] اور درد کا نام ہے۔

یارب دعائے وصل نہ ہرگز قبول ہو　　　پھر دل میں کیا رہے گا جو تمنا نکل گئی

محبت فراق کا اصل نام ہے۔ بس حالت بدل گئی۔ اور ذہن پر خاموشی طاری ہو گئی۔"

اس حادثہ نے آپ کو زندگی کے ایک نئے اور اچھوتے رخ سے آشنا کیا۔ اب آپکے قلب وذہن کو ایک ایسے تصور کی تلاش ہوئی جو نہ مٹنے والا ہو۔

روحانی سفر (روحانی شخصیات جن سے قبلہ عالم محمد امینؒ سے قبل تعلق رہا)

یتیمی۔ فاقہ کشی۔ بے سروسامانی۔ مشکلات۔ بے خانماں خرابی۔ کٹھن حالات۔ عشقِ مجازی میں ناکامی کے چرکا نے آپ کی اُس فطری خواہش کیلئے مہمیز کا کام کیا۔ جسکے بارے میں آپ نے فرمایا۔" میں بچپن ہی سے حضورؐ کی زیارت کی شدید تڑپ رکھتا تھا ___ اکثر خوابوں میں کبھی چاند دیکھتا۔ کبھی سمندری جہاز پر حج کیلئے جاتا مگر سفر پورا نہ ہوتا۔ اور کبھی حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کو پہاڑی پر وعظ کرتے دیکھتا۔ اس موقع پر مجھ پر۔ دیوانگی طاری رہتی۔ اور میں فراقِ رسول

---

[1] اسی سوز اور درد نے آپکے اندر اشعار گانے کا شوق پیدا کر دیا۔ دل بھی مجروح اور اللہ نے آواز بھی دی تھی تو جب آپ جذبات کا اظہار اشعار گا کر کرتے تو عجب سماں بندھ جاتا۔ یہ اشعار مجازی رنگ لئے ہوتے۔ آپ فرماتے کہ اپنی تسکین کے ساتھ ساتھ میں فقرا اور مجذوبوں کو خوش کرنے کیلئے گاتا۔ جب میری اس صلاحیت کا شہرہ ہوا۔ تو دوست احباب مجھے مجلس کی رونق کیلئے لے جاتے۔

اللہ میں زار زار روتا۔‘‘

کٹھن حالات۔ عشقِ مجازی اور فطری خواہش نے آپ کو روحانیت کی طرف مائل کیا۔ اُس زمانہ میں کشمیر میں فقراؔ اور مجذوبوں کا دور دورہ تھا۔ آپ اُن کی طرف متوجہ ہوئے۔ آپ فرماتے ہیں۔ ’’حضور قبلہ عالم کی بیعت سے قبل مجھے بہت سے فقیروں سے ملنے کا موقع ملا۔ میں اکثر فقراؔ کے پیچھے پھرنے کا عادی تھا۔‘‘ اس سلسلہ میں آپ کا تعلق ریشی بٹ صاحب سے ہوا۔ اُن کے سلسلہ میں آپ نے فرمایا۔ ’’میرے ایک بزرگ تھے۔ بڑا جلالی چہرہ۔ شکل مثل شیر ببر کے تھی۔ میں چار سال انکی صحبت میں رہا۔ سرینگر سے تقریباً دس میل کے فاصلہ پر ایک گاؤں نوگام کے رہنے والے تھے۔ ان سے میری ملاقات ہوئی۔ بڑے جلالی فقیر تھے۔ مجھ سے بہت شفقت و محبت رکھتے۔ مجھے وظیفہ پڑھنے کیلئے دیا تھا۔ ویسے بمشکل ہی کسی کو مرید بناتے۔ شہر آتے تو جب تک شہر میں رہتے مجھے اپنے ساتھ رکھتے۔ بہت لوگ انہیں دعوت پر لے جاتے اور راتوں کو کشمیری قوال منگائے جاتے۔ ساری رات قوالی رہتی۔ صاحب لفظ تھے۔ بات کی اور پوری ہو جاتی۔ انکا طریقہ یہ تھا کہ جب کوئی سوالی حاجت لیکر آتا۔ یا تو خاموش رہتے تو سمجھا جاتا کہ فقیر موڈ میں نہیں۔ اور کبھی سائل کے سوال پر یک دم غصے سے لال پیلے ہو جاتے۔ کہتے میں خدا ہوں؟ تمہاری حاجت پوری کروں۔ گالیاں دیتے اور مار پیٹ کرتے۔ ایسا شخص خوش قسمت ہوتا اسکی حاجت فوراً پوری ہو جاتی ــــــ نماز ظاہراً نہ پڑھتے۔ مگر رات ہمیشہ جاگتے اور ذکر کرتے گزارتے۔ اُمی ہونے کے باوجود بڑی رمز کی بات کرتے۔ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ فصل کا موسم تھا۔ مدت سے بارش نہیں ہوئی۔ شہر آئے۔ تو میرے ایک دوست (وہ بھی انکا عقیدت مند تھا) جسکا نام محمد رمضان تھا سے کہا کہ چلو رزاق صاحب کے پاس چلنا ہے۔ اس وقت مجھے ساتھ نہ لیا۔ محمد رمضان کو ساتھ لیکر گئے ــــــ رزاق صاحب سرینگر سے دور ایک گاؤں موضع شوپیاں کے علاقہ میں رہتے تھے۔ انکی تعریف بھی ایسی ہی تھی۔ مشہور فقیر تھے۔ راتوں کو جاگتے۔ برف کے زمانہ میں گھر سے باہر کھیت میں بیٹھ جاتے۔ چودہ چودہ دن اسی طرح باہر بیٹھے رہتے۔ نہ کھانا نہ پینا نہ چلنا نہ پھرنا۔ برف ہوئی تو برف کے نیچے دب گئے۔ کئی دن اسی حالت میں

رہے۔ چاہا تو فوراً پانی ہوکر بہہ گئی۔ چاہے تو برف خود پگھل جائے تو اٹھ کر اندر آجائیں ـــــ جونہی ریشی صاحب شہر سے روانہ ہوئے۔ ادھر رزاق صاحب نے پکارنا شروع کیا۔ شیر آ گیا۔ ہوشیار۔ شیر آ گیا ہوشیار۔ آخر ریشی صاحب انکے پاس پہنچ گئے۔ بغیر سلام کلام۔ بغیر بات کئے آمنے سامنے بیٹھ گئے اور سانس بند کیا۔ چار دن مسلسل ایک دوسرے کو تکتے رہے رات دن ـــــ آخر چوتھے دن رزاق صاحب نے لمبا سانس لیکر چھوڑا۔ تھوڑی دیر ہوئی۔ کہ بادل چڑھ آئے اور موسلا دھار بارش شروع ہوگئی۔ رزاق صاحب نے خادموں کو پکارا کہ مہمان کیلئے کھانا لاؤ۔ ریشی صاحب اور محمد رمضان کو کھانا کھلایا۔ کھانا کھا کر ریشی صاحب نے رخصت مانگی۔ رزاق صاحب نے الوداع کہا۔ اور رخصت ہوگئے ـــــ تھوڑی دور گئے تو چھوٹا سا نالا عبور کرتے ریشی صاحب گر پڑے۔ کہنے لگے وہاں کچھ نہ چلی اب جاتے جاتے ہاتھ کر گیا ـــــ یہ قصہ ہمیں محمد رمضان نے آ کر بتایا۔"

قبلہ وکعبہ محمد نورالدین اویسی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ پیری کے بارے میں میرے وہی نظریات تھے جو عام لوگوں کے تھے۔ کہ فقیر وہی ہے جو دل کی بات بتائے یا کوئی معجزہ۔ کرامت کر کے دکھائے۔ ریشی صاحب کے بارے میں آپ نے ایک اور واقعہ سنایا۔ آپ نے فرمایا کہ میرا ایک لوہار دوست عبدالخالق تھا۔ اُس نے خود ذکر کیا۔ ریشی صاحب اسکی دکان پر آئے۔ اُس نے کہا حضرت میری بیوی بیمار ہے۔ وہ گالیاں دیتے تھے۔ انہوں نے کہا سالے ٹھیک ہوگئی ہے۔ چائے پلا۔ اُس نے کہا اچھا حضرت چائے پلاتا ہوں۔ اُس نے اُسی وقت چولہا جلایا۔ اس نے پانی وغیرہ ڈالا۔ اور کہا حضرت میں دودھ لینے جاتا ہوں۔ وہ سائیکل پر چڑھا اور گھر گیا۔ اور دیکھا کہ بیوی چلتی پھرتی ہے۔ اُس نے کہا کیا ہوا۔ اُس نے کہا کہ بس ٹھیک ہوگئی ـــــ وہ واپس دودھ لے کر آیا۔ ریشی صاحب نے کہا "سالے میری بات کا اعتبار ہی نہیں کیا۔ تو گھر بھاگ گیا۔ دیکھ آیا۔ اب اعتبار آیا ہے" ـــــ آپ نے فرمایا کہ یہ ناسوتی علم تھا ـــــ آپ نے فرمایا کہ میرا ایک پیر تھا۔ دریا کے پار اپنے پیر کے پاس جانے کیلئے اُسکے پاس شیر آتا۔ اور وہ اُس پر چڑھ کر جاتا تھا۔ اُسوقت ہم سمجھتے تھے کہ یہ بڑی کرامت ہے۔ کہ ایک شیر اسکو لینے کیلئے آتا ہے۔ لیکن بعد میں پتہ چلا کہ یہ کرامت نہیں

بلکہ ناسوتی علم تھا یہ کوئی ایسی چیز نہیں جسکو ولایت کے ساتھ شامل کیا جائے۔

قبلہ و کعبہ محمد نورالدین اویسیؒ فرماتے کہ اسی قسم کے واقعات میں نے بچشم دیکھے ـــــ اس زمانہ میں اکثر فقرا کا عمل زیادہ تر ذکر اور حبسِ نفس (نفس بند کرنا) ہوتا۔ جس میں فاقہ اور شب بیداری کثرت سے کرتے۔ ان واقعات کے ذکر کا مقصد صرف یہ ہے کہ یہ جاننا ضروری ہے کہ فقیری میں کس کس قسم کے کمالات شامل ہیں ـــــ یہاں ایک اور واقعہ کا ذکر کیا جاتا ہے ـــــ قبلہ و کعبہ پیر صاحب نے فرمایا ـــــ ایک زمانہ ہوا۔ کہ کشمیر میں مہینوں بارش نہیں ہوئی۔ کشمیر میں ایسے موقع پر ـــــ گاؤں کے لوگ مختلف مقامات سے جلوس کی شکل میں شہر آتے۔ اور دریائے جہلم جو سرینگر شہر کے درمیان سے گزرتا ہے۔ شہر کی حدود میں اس پر سات پل ہیں ـــــ تیسرے پل کے قریب شاہ ہمدان حضرت علی ثانی کی زیارت ایک قدیم مغل شاہی آستانہ ہے۔ لوگ یہاں سے دریا میں سے گھڑوں میں پانی لیکر۔ شہر کے شمالی جانب مغل شاہی قلعہ پر فقیر امیر مخدومی صاحب کی زیارت ہے۔ جو مخدوم صاحب کے نام سے مشہور ہے۔ یہاں ایک بڑے تالاب میں پانی ڈالتے۔ اور جب یہ تالاب کراماتی طور لبالب بھر جائے تو فوراً بارش ہو جاتی ـــــ ایسے ہی موقع پر دیہاتوں سے لوگ جوق در جوق جلوس کی شکل میں کلمہ پڑھتے۔ دریا سے پانی لیکر مخدوم صاحب کے تالاب میں ڈال کر واپس گاؤں جاتے۔ گاؤں میں خیرات چاول پکا کر تقسیم کرتے۔ ریشی صاحب بھی گاؤں گاؤں پھر کر لوگوں کو پانی بھرنے کیلئے بھیجتے اور ہمیں انکے متعلق روزانہ رپورٹ ملتی کہ آج ریشی صاحب فلاں گاؤں میں گئے ہیں ـــــ اسی دوران ایک دن میرے دوست عبدالخالق لوہار کی بیوی نے اپنے مکان کی کھڑکی سے دیکھا جلوس جا رہا ہے۔ اس میں ریشی صاحب بھی شامل ان کے ساتھ جا رہے ہیں۔ اس نے ریشی صاحب کو سلام کیا۔ عبدالخالق کا مکان جلوس کی راہگذر سڑک کے ساتھ تھا ـــــ شام عبدالخالق کی بیوی نے اپنے شوہر سے کہا کہ آج ریشی صاحب بھی جلوس میں شامل پانی بھرنے مخدوم صاحب کے گئے تھے۔ عبدالخالق نے کہا۔ وہ تو فلاں گاؤں میں آج نیاز دے رہے تھے جلوس کے ساتھ کیسے آئے۔ اس نے قسم کھا کر کہا۔ کہ میں نے خود دیکھا اور انہیں سلام کیا۔ انہوں نے اشارہ

سے جواب دیا۔اور اشارۃً ہونٹوں پر ہاتھ رکھ کر خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔صبح عبدالخالق دکان پر آئے۔ میں بھی دکان پر آیا۔تو کہنے لگے میری بیوی کہہ رہی تھی کہ میں نے ریشی صاحب کو جلوس کے ساتھ دیکھا مگر وہ تو گاؤں میں نیاز پکوار ہے تھے! آخر ہم نے تحقیق کی۔گاؤں کے آدمی آئے تو ہم نے اُن سے پوچھا کہ ریشی صاحب بھی اس دن پانی بھرنے گئے تھے۔تو انہوں نے کہا وہ تو سارا دن گاؤں میں نیاز پکوار ہے تھے۔ہم نے پوچھا کسی وقت گاؤں سے باہر گئے تھے۔انہوں نے کہا نہیں۔ صرف دوپہر کے وقت کہا۔ میں تھک گیا ہوں۔ میں مسجد میں لیٹ جاتا ہوں۔کوئی مجھے جگائے نہیں۔پس مسجد میں لیٹے اور اندر سے دروازہ بند کر دیا۔کچھ دیر بعد مسجد سے باہر نکل آئے۔ پھر کہیں نہیں گئے ـــــ اس سے معلوم ہوا یہی وقت تھا جب انہیں جلوس کے ساتھ دیکھا گیا ـــــ ایسا ہی ایک اور واقعہ قبلہ وکعبہ پیر صاحب نے ایک اور فقیر کا سنایا۔ان کا نام قادر صاحب تھا۔ایک ٹانگ سے لنگڑے تھے۔کشمیر کے مغربی علاقہ گلمرگ پہاڑ کے دامن میں ایک گاؤں میں رہتے تھے۔اس علاقہ میں گھاٹیاں تھیں۔ایک اونچی گھاٹی پر ان کی رہائش تھی۔ یہاں مکان بنا ہوا تھا۔یہ شخص رات کو گڑھا کھود کر اس پر ایک موٹا لٹھ باندھا ہوتا۔اس لٹھ کے ساتھ اپنی ٹانگیں باندھ کر گڑھے میں ساری رات الٹا لٹک کر ذکر کرنا۔ہمیشہ کا انکا معمول تھا۔شہر میں انکا ایک مرید تھا ـــــ یہ شدید بیمار ہوا۔بہت علاج کرایا۔آخر ڈاکٹر نے لاعلاج قرار دیا۔ہسپتال سے اُسے گھر لائے۔نہایت لاغر ہو چکا تھا ـــــ قبلہ وکعبہ محمد نورالدین اویسیؒ نے فرمایا کہ یہ شخص میرا واقف تھا ـــــ اس نے اپنی زبانی اپنا حال سنایا۔کہنے لگا میری حالت تھی نہ مرتا تھا نہ جیتا تھا۔زندگی سے سخت مایوس ہو چکا تھا۔شدید عذاب میں مبتلا تھا۔ایک دن میں سخت رویا۔اور روتے ہوئے پیر صاحب کو گالیاں دیں۔پیر بنا ہوا ہے مرید کی حالت تباہ ہوگئی اور وہ خبر بھی نہیں لیتا۔کہتا ہے۔ساری رات میں جاگ کر گزارتا ۔آدھی رات کا وقت تھا غنودگی طاری ہوئی۔دیکھتا ہوں پیر سامنے بیٹھا ہے۔اور گالیاں دے رہا ہے۔کہ تو مجھے گالیاں دے رہا تھا۔کہ میں تیری خبر نہیں لیتا ـــــ اب ٹھیک ہو جائے گا۔سامنے دیوار سے ناخن سے چٹکی بھر کر مٹی اٹھائی اور میرے منہ میں ڈال دی۔مٹی کھانی تھی کہ مجھ پر نیند طاری ہوگئی اور میں

بے ہوش ہو گیا۔صبح جاگا تو مجھے سخت بھوک لگ رہی تھی۔ میں عزیزوں کو پکارا کہ مجھے کچھ کھانے کو دو مجھے بھوک لگ رہی ہے۔اس وقت پرہیزی کھانا کچھ نہ تھا۔رات کا کھانا بچا ہوا تھا۔ میں نے کہا یہی دو۔عزیزوں نے سمجھا کہ آخری وقت ہے۔انہوں نے کھانا لا کر دیا۔جی بھر کر کھالیا۔اٹھا کپڑے بدلے اور بازار کی طرف نکل گیا۔ ایسا لگا کہ بالکل صحت مند ہو چکا ہے۔عزیزوں نے کیفیت دریافت کی۔اس نے رات کا تمام حال بتا دیا۔بیمار کی تصدیق کیلئے دیکھا تو واقعی جس جگہ فقیر نے ناخن سے مٹی اکھیڑی تھی۔اس جگہ صاف نظر آتا تھا۔کہ یہاں سے مٹی اکھیڑی گئی ہے ــــ اس کیفیت کو انتقالِ جسمانی کہا جاتا ہے۔طریقت کی اصطلاح میں اسے ''طے مقام'' کہا جاتا ہے۔کہ ایک آن میں مشرق سے مغرب تک جسمانی حالت میں انتقال کرنا۔یہ کرامت بھی ذکر۔حبسِ نفس اور شدید مجاہدہ سے حاصل ہوتی ہے۔یہ عمل بھی ناسوتی ہے۔جس میں شریعت کی پابندی شرط نہیں ــــ غیر مسلم بھی اگر کوئی وظیفہ نہ کرے۔اور اسی طرح شدید مجاہدہ کرے۔تو وہ بھی کسی حد تک دل کی بات بتانا۔دریا پر چلنا۔ہوا میں اڑنا۔اور جسم سے انتقال کرنے کی قوت حاصل کر لیتا ہے ــــ البتہ ذکر اور کلمہ طیبہ کے وظیفہ اور نفی اثبات لا الہ الا اللّٰہ کے شامل کرنے سے یہ مقام آسانی سے حاصل ہوتا ہے۔باقی کرامات غیر مسلم سے بھی بغیر شرعی پابندی ہوسکتی ہیں۔

قبلہ و کعبہ محمد نور الدین اویسیؒ نے قادر صاحب سے اپنی ملاقات کا احوال یوں سنایا کہ مجھے انکا ایک مرید انکے پاس لے گیا۔میں نے کہا کہ منہ سے تو مدعا کا اظہار نہیں کروں گا ــــ بہرحال کاغذ پر نوٹ کر کے دیا۔اُس نے کہا کہ تمہارا کام ہو جائے گا۔وہ تو ہوا نہیں ...... آپ نے فرمایا کہ کشمیر میں ہندو پنڈت بھی اکثر ایسے فقراءؑ کے آستانہ پر حاضری دیتے۔بعض نیک دل پنڈت ان فقراءؑ سے ارشاد بھی لیتے رہے۔کیونکہ یہ طریق ناسوتی ہے۔اس طریق سے ہندو پنڈتوں کو بھی تھوڑا بہت کمال حاصل ہو جاتا۔یہ ہندو حبسِ نفس کے ساتھ اللّٰہ ھو کا ذکر کرتے۔چونکہ حبسِ نفس سے روح میں لطافت پیدا ہوتی ہے۔اسلئے ایسے ہندو عامل بھی فقیر سمجھے جاتے ــــ علاقہ گاندربل (سرینگر سے پندرہ میل شمالی پہاڑوں کے دامن میں واقع ہے۔) سے پانچ میل آگے ایک پنڈت فقیر رہتا تھا۔

اس کا نام کیشو پنڈت (رکشہ پنڈت) تھا۔ وہ مثل مسلم فقیروں کے مشہور تھا۔دل کی باتیں۔غیب کی باتیں بتایا کرتا تھا۔لوگ اسے مسلم فقیر تصور کرتے تھے۔وہ بھی حبسِ نفس اور ذکر کا عامل تھا۔البتہ اس میں ہندوانہ طرزِ عمل نہیں تھا۔اسکے پاس ہندو مسلمان سب ہی حاجت روائی کیلئے آتے۔

مجاہدہ کے ذریعہ ناسوتی کرشمہ سازی کی مثال کیلئے آپ سرینگر کے ڈاکٹر بلونت سنگھ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے کہ وہ بھی حبسِ نفس اور ذکر اللّٰہ ھو کرتا۔ ویسے وہ شکل وصورت سے فقیر طرز کا آدمی نظر آتا۔اپنی ساری تنخواہ ہندو سادھوؤں کو مندر میں دے دیتا ـــــ اسکا طریق یہ تھا۔کہ بعض بیماروں کو مراقبہ کی شکل میں دیکھتا۔ماہر آپریشن کرنے والا تھا۔سر پر کپڑا ڈال کر مریض کو ایکسرے کی طرح دیکھتا۔اور آپریشن کے وقت پہلے کچھ دیر سانس بند کر کے ذکر خفی کرتا۔بعد میں آپریشن کرتا ـــــ آپ فرماتے۔دراصل یہ طریق ناسوتی ہے۔جس میں شدید مجاہدہ سے روح حیوانی لطیف ہو جاتی ہے۔جس سے یہ سارا عمل ظاہر ہوتا ہے۔ان میں بعض لوگ شریعت پر عامل نہ ہو کر خلافِ شرع چرس۔بھنگ۔شراب تک پیتے ہیں۔تو یہ سمجھا جاتا ہے۔کہ شریعت ظاہر ہے۔اور طریقت راز ہے۔ فقیر شراب پیئے تو یہ شرابِ معرفت ہے۔یہ سِرّ کی بات ہے۔جیسا ایک طالبِ حقیقت کا مقصد معرفتِ الٰہی حاصل کرنا یہ عمل ولایت میں شامل ہوتا ہے۔اور بغیر شریعت پر پابندی کے یہ عمل استدراجی کہلاتا ہے۔دراصل شریعت کی تابعداری کے بغیر ولایت حاصل ہونا ناممکن ہے کیونکہ شریعت کے احکام۔نماز۔روزہ۔حج۔زکوٰۃ۔تہجد۔نوافل الٰہی طریقِ علاج اصلاحِ نفس کیلئے ہے۔ بغیر اصلاحِ نفس انسان حقیقت کو پا نہیں سکتا ـــــ اور جب تک فقیر اجلاسِ محمدیؐ میں زیارت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے مشرف نہ کرائے فقیر کہلانے کا مستحق نہیں ہوسکتا۔ایسے بے عمل لوگوں کا بغیر علم فقیر کہلانا۔کچھ ان لوگوں کی نفس پرستی کے باعث ہے۔کہ یہ لوگ مصنوعی شہرت اور ناجائز طور دولت حاصل کرنے کیلئے فقیری کا روپ دھار لیتے ہیں۔اور کچھ لوگوں کی لاعلمی کے باعث۔کہ انہیں فقر۔ولایت کی حقیقت کا علم نہیں ـــــ قبلہ محمد نور الدین اویسیؒ فرماتے ہیں۔کہ اس زمانہ میں مجھے صحیح فقیری کا علم تو نہ تھا۔جہاں بھی کسی فقیر اور اسکی ناسوتی کرامات کا سنا۔اُن کے پاس پہنچ جاتا۔عام

لوگوں کی طرح ہندو اور مسلم فقیر کی بھی تخصیص نہیں ـــــ لیکن جب گوہر مقصود نہ پاتا۔ تو مایوسی طاری ہو جاتی۔ اسی دوران میں ریشی صاحب سے بھی قطع تعلق کر لیا۔

قبلہ و کعبہ محمد نور الدین اویسیؒ نے فرمایا۔ انہی مایوسی کے ایام میں میرے ایک فقیر دوست تھے۔ وہ حجام تھے۔ انہوں نے پوچھا کہ تم اب کیا چاہتے ہو ـــــ میں نے کہا۔ میری پیدائشی روح جاگ گئی ہے۔ اب میں سوائے زیارت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کچھ نہیں چاہتا۔ وہ مجھے گھر لے گیا۔ اور کسب القمر کا طریقہ بتایا کہ رات اٹھ کر چاند کا تصور کرو۔ ٹکٹکی باندھ کر اسکی طرف دیکھتے رہو اور وظیفہ پڑھتے جاؤ۔ اُس نے بتایا کہ جب آنکھ نہ جھپکنے کے ساتھ گھنٹہ دو گھنٹہ برابر چاند کو دیکھو تو چاند کے دو ٹکڑے ہوتے نظر آتے ہیں۔ ایک ٹکڑا معلق ہو جاتا ہے۔ دوسرا کان کے سامنے آجاتا ہے۔ معلق ٹکڑے میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی شبیہ مبارک نظر آتی ہے۔ اور کان کے ساتھ چاند کا ٹکڑا آنے سے کشف شروع ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے کسب القمر شروع کیا۔ اِس کسب میں میں نے چند کیفیتیں محسوس کیں۔ لیکن میں مطمئن نہ ہو سکا۔ ایک دن میں گھر سے باہر جا رہا تھا۔ میں نے درویش صاحب سے ایک ضروری کام کیلئے عرض کی۔ انہوں نے مجھ سے دو دن بعد کام کرنے کا وعدہ کیا۔ دو دن بعد انہوں نے وعدہ پر کام نہ کیا ـــــ میرے دل میں آیا جو آج وعدہ وفا نہ کر سکا کل کیا کر سکتا ہے۔ بس اُسے چھوڑ دیا ـــــ اور پھر مجذوب فقراُ کے پیچھے پھرنے لگا ـــــ آپ نے فرمایا اس زمانہ میں کشمیر میں مجذوب عام تھے۔ میں انکے پاس جاتا۔ مجذوبوں کا لوگ بڑا ہی احترام کرتے تھے۔ برخلاف اسکے یہ مجذوب میرا بڑا خیال رکھتے اور پیار و محبت سے پیش آتے۔ میرا بڑا احترام کرتے۔ اچھے سے اچھا کھانا کھلاتے۔ کہ یہ مہمان آیا ہے۔ جنگلوں میں انکے پاس جاؤں تو عزت سے بستر وغیرہ دیں۔ آپ نے ایک دفعہ ایک واقعہ سنایا۔ کہ ایک مجذوب تھے۔ جب وہ ہوٹل پر جاتے تو ہوٹل والا ان کیلئے خود اپنے ہاتھ سے مخصوص چائے بناتا۔ اور بڑی عقیدت سے بمع لوازمات پیش کرتا۔ لیکن وہ مجذوب خود پینے کی بجائے مجھے بڑا اصرار کر کے پلاتا۔ ہوٹل والا اس پر بڑا ناک بھویں چڑھاتا۔ کہ میں نے مجذوب کیلئے چائے بنائی اور یہ اسے پلاتا ہے۔ باقی عقیدت مند بھی مجھ

سے کد کھاتے۔ لیکن اس سلوک کے باوجود جب میں فیض کے بارے میں خیال کرتا۔ تو مجھے گالیاں دیتا۔ اور لوگوں کو کہتا کہ اسے دھکے دے کر نکال دو۔

مجذوبوں کے بارے میں آپ فرماتے کہ یہ مجذوب بظاہر پاگل نظر آتے مگر اندر سے باہوش ہوتے۔ آپ نے بتایا کہ ایک دفعہ میں ایک مجذوب کے پاس گیا۔ وہاں ایک شخص سے ایک اور مجذوب کی بڑی تعریف سنی۔ تو ادھر جانے کا پروگرام بنالیا۔ لیکن جب ہم وہاں سے جانے لگے۔ تو اس نے باآواز بلند کہا کہ وہاں سے بھی خالی ہاتھ لوٹے گا۔ اسکا حصہ کہیں اور ہے ــــ حالانکہ اُسے ہمارے پروگرام کا کوئی علم نہ تھا۔

جلد ہی آپ ان مجذوبوں سے بھی اکتا گئے۔ آپ نے فرمایا کہ میں ان کی بڑی خدمت کرتا۔ وہ بھی میرا بڑا خیال رکھتے۔ لیکن فیض عطا کئے جانے کا کہنے پر وہ گالیاں نکالتے اور مجھے مجلس سے نکال دینے کیلئے کہتے ــــ آپ نے مزید فرمایا کہ میں ان مجذوبوں سے مایوس ہو کر جلد ہی ان سے اکتا گیا ــــ ان مجذوبوں سے جھگڑتا۔ اور ان کو مارتا۔ کشمیر میں چونکہ بڑی سردی ہوتی تھی۔ اسلئے مسجد کے فرش کو گرم کرنے کا بندوبست کیا جاتا ــــ یہ مجذوب مسجد کے فرش پر لیٹے ہوتے۔ جب میں دیکھتا کہ جماعت ہو رہی ہے اور یہ نماز بھی نہیں پڑھتے تو میں ان کو مارتا اور مسجد سے اٹھا کر باہر پھینک دیتا[1]۔ میرے ماموں اور خالو مجھے ایسا کرنے سے منع کرتے .... آپ نے فرمایا کہ میں قطعاً مایوس ہو گیا۔ یہ میرے اس دور کا آخری حصہ تھا۔

---

[1] یہ خصوصیت آپکو اپنے والد صاحب سے ورثہ میں ملی تھی۔ آپ فرماتے کہ میرے والد وہابی ٹائپ تھے۔ ایک دفعہ ایک مجذوب جو باتیں وغیرہ نہیں کرتا تھا۔ بازار میں میرے والد صاحب کے پاس آ کر اس نے کہا امام دین مجھے قہوہ پلاؤ۔ والد صاحب بڑے خوش ہوئے۔ انکا اُس زمانہ میں کوئی مسئلہ تھا۔ انہوں نے سوچا کہ شاید مجذوب دعا کرے گا تو مسئلہ ٹھیک ہو جائے گا۔ قہوہ بنا کر بڑے سلیقہ سے کیتلی پیش کی۔ تو اُس نے کیتلی انکے منہ پر دے ماری۔ آپ نے فرمایا کہ میرے والد صاحب کو غصہ آ گیا۔ اور مجذوب کو گالیاں دیں کہ میں تمہارے کہنے پر تمہارے لئے قہوہ لے کر آیا ہوں اور تم نے کیتلی میرے منہ پر ماری ہے ــــ انہوں نے مجذوب کو مارنا شروع کیا۔ وہ نالی میں (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

قبلہ عالم مولوی محمد امینؒ قطب الاقطاب سے بیعت

قسمت کیا ہر ایک کو قسامِ ازل نے ۔ جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا

عَنْ عَبْدِاللّٰہِ ابْنِ عَمْرِوا بْنِ الْعَاصِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّے اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ کَتَبَ اللّٰہُ مَقَادِیْرَ الْخَلَائِقِ قَبْلَ اَنْ یَّخْلُقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِخَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَۃٍ (صحیح مسلم)۔ عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے خلقت کی تقدیر کو لکھ دیا ہے۔ آسمان و زمین کے پیدا کرنے سے پچاس ہزار برس پہلے۔

قبلہ و کعبہ محمد نور الدین اویسی رحمتہ اللہ علیہ ازل سے منتخب تھے۔ والدین کا اوائل عمری میں سر سے سایہ اٹھ جانا۔ زمانہ کی چیرہ دستیاں۔ معاشی پریشانیاں۔ فاقہ کشی۔ دکانوں کے تھڑوں پر سونا۔ نقرا اور مجذوبوں کی مجالس۔ جنگلوں میں پھرنا۔ چلہ کشی۔ نقرا اور مجذوبوں سے گوہر مقصود کی عدم دستیابی ___ اور آخر میں مایوسی۔ یہ تمام وہ نشانِ راہ تھے۔ جو منزل کی طرف راہنمائی کر رہے تھے۔ یہ حالات و واقعات کا تانا بانا آپ کو بالآخر وہاں لے گیا۔ جس کیلئے آپ کو ازلی طور منتخب کیا گیا تھا۔

قبلہ و کعبہ محمد نور الدین اویسیؒ نے فرمایا کہ 1939ء کا واقعہ ہے کہ ایک دن میں مسجد سے نکل رہا تھا۔ تو راجہ سخی ولایت صاحب کو دیکھا۔ پگڑی پہنی ہے۔ سادہ لباس پہنے مسجد سے نکل رہے ہیں۔ میں نے محمد حنیف صاحب سے پوچھا ___ حنیف صاحب میرے بچپن کے دوست تھے۔ چار سال کا تھا والدہ فوت ہوگئی تھیں۔ انکی والدہ نے میری پرورش کی۔ اور میں انکے گھر کا ایک فرد ہو گیا ___ میں نے کہا کہ سخی ولایت تو عیسائی ہے یہ مسجد میں کیسے آئے۔ انہوں نے کہا کہ یہ مسلمان

(بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ) گر پڑا۔ وہاں اسے دبا کر مارا..... لوگوں نے چھڑایا۔ اور کہا کہ اسے نہ مارو۔ اسکی بددعا لگ جائے گی۔ آپ نے فرمایا۔ دو تین دن بعد میرے والد بیمار ہو گئے۔ اور ایک سال ہسپتال میں رہے ___ مجھے اب تک یہ یاد ہے کہ میں والدہ کے ساتھ وہاں جایا کرتا تھا۔ اور وہاں جو چاول مریضوں کو دیئے جاتے تھے۔ انکی عمدہ خوشبو آجتک دماغ میں بسی ہوئی ہے۔

ہو گئے ہیں اور فقیر ہیں ــــ میں حیران ہوا یہ شخص کیسے مسلمان ہوا۔ اسکے والد عیسائی مبلغ تھے۔ یہ خود بھی کٹر عیسائی تھے۔ مسلمان کیسے ہوئے۔ حنیف صاحب نے کہا ایک مولوی صاحب ہیں انہوں نے مسلمان بنایا ــــ وہ ولی ہیں۔ میں نے کہا وہ مجذوب ہیں یا بات کرتے ہیں۔ کہنے لگے وہ بڑے عالم صاحبِ ہوش سالک ہیں ــــ انکے پاس آتے ہیں۔ میں نے بھی بیعت ١ کی ہے۔ میں نے کہا مجھے بھی ان سے ملا دو۔ کہنے لگے جب آئیں گے بتا دوں گا۔ میں اب بے چینی سے مولوی صاحب کا

---

١ طریقت کے اصول کے مطابق۔ سلسلہ میں داخل ہونے کیلئے۔ سلسلہ کے ولی کی بیعت ضروری ہے ــــ طریقت میں بیعت کا جواز۔ قرآنی آیات سے حاصل کیا جاتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ ط (پارہ ۲۶ سورۃ ۴۸ آیت ۱۰) ــــ تحقیق جن لوگوں نے آپکے دستِ مبارک پر بیعت کی۔ انہوں نے اللہ سے بیعت کی ــــ یہاں بیعت میں حقیقی تصور حضور صلے اللہ علیہ وسلم پر اپنی جانیں قربان کرنے کیلئے۔ آپ کی غلامی اختیار کرنا ہے۔ یعنی جو حکم آپ فرمائیں۔ اس حکم کی تعمیل میں اپنی جان بھی قربان کر دیں ــــ گویا کسی ذات کی اطاعت و فرمانبرداری۔ اور تقلید میں۔ اُس ذات سے نسبت قائم کرنے کیلئے۔ اسی کے حکم کے تحت عمل جاری رکھنا۔ بیعت کا حقیقی مقصود و منشا ہے۔ قرآن حکیم میں ایک اور جگہ بیع کی مزید وضاحت ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ط ــــ وَمَنْ اَوْفٰی بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَیْعِکُمُ الَّذِیْ بَایَعْتُمْ بِهٖ ط (پارہ ۱۱ سورۃ ۹ آیت ۱۱۱) اللہ نے خرید لیں مومنوں سے انکی جانیں۔ انکے اموال۔ اس خرید میں جان و اموال فروخت ہوا ــــ جب جان فروخت ہوئی۔ تو وہ اپنا مالک نہ رہا۔ بلکہ اب غلام بنا ــــ غلام کیلئے اپنے آقا کے حکم کے تحت چلنا لازمی ہے ــــ اس فروخت کو بیعکم کہا گیا۔ طریقت میں بیعت بھی اسی قرآنی تصور کے تحت آتی ہے۔ بیعتِ رضوان کے علاوہ حدیث رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے بعض اوقات صحابہؓ سے بیعت لینا۔ عورتوں سے بیعت لینا بھی ثابت ہے ــــ اسلئے سنت کے مطابق بیعت جائز و لازم ہے ــــ اسی اصول کے تحت قائم مقام رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بھی اپنی اطاعت و تقلید کیلئے بیعت کرتا ہے ــــ اور اصولِ طریقت میں ایک ولی سے نسبت مستحکم کرنے۔ اسکے فیض سے استفادہ کا حق دار بننے کیلئے بیعت کی جاتی ہے ــــ المختصر بیعت۔ صرف رجسٹر میں نام درج کرانا۔ ہاتھ پر ہاتھ رکھنا۔ یا چند الفاظ یا دعا پڑھنا نہیں۔ بلکہ بیعت سے مراد اپنی جان۔ رضائے الٰہی۔ رضائے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیلئے ایک رہبر کامل و اکمل کے ہاتھ فروخت کرنا ہے ــــ لہٰذا ولی کی یہ ذمہ داری ہو جاتی ہے کہ وہ طالب کو حصولِ مقصد۔ معرفتِ الٰہی کی تکمیل کرائے۔

انتظار کرنے لگا ۔۔۔ حنیف صاحب اس علاقہ گاندربل کے وائل گاؤں میں رینجر متعین تھے ۔۔۔ ایک دن شہر آئے کہنے لگے مولوی صاحب گاندربل آئے ہیں۔ کل تم آنا تجھے ملادوں گا۔ میں نے رات مشکل سے گزاری۔ حنیف صاحب پہلے دن ہی وائل چلے گئے ۔۔۔ دوسرے دن میں علی الصبح ڈاک لاری پر وائل حنیف صاحب کے کیمپ پہنچا۔ میرے ساتھ ڈاکٹر حفیظ بھی وائل گئے۔ دل میں کچھ خوشی بھی تھی۔ کہ میں کسی بزرگ سے ملنے جارہا ہوں۔ امید ہے اب میری تمنا بھر آئے گی۔ حنیف صاحب کے کیمپ پہنچا تو دل پر غم کا شدید دھکا لگا۔ انہوں نے کہا کہ مولوی صاحب کل واپس تشریف لے گئے ہیں۔ ایسے محسوس ہوا۔ جیسے بدن سے کوئی روح نکال کر لے گیا۔ اور مجھ پر سکتہ طاری ہو گیا ۔۔۔ دل میں حنیف صاحب پر غصہ آیا۔ اس شخص نے میرے سکون کو برباد کر دیا ۔۔۔ وہ میرے غصے کو جانتے تھے۔ سمجھے یہ اب کوئی فساد کرے گا۔ کہنے لگے کوئی بات نہیں۔ وہ پھر آئیں گے تو ملاقات ہو جائے گی۔ میں نے پوچھا انکا دولت خانہ کہاں ہے۔ کہنے لگے لولاب میں ۔۔۔ لیکن مجھ پر دیوانگی چھا گئی۔ میں اٹھا اور پہاڑ کی طرف رخ کیا۔ کہا۔ کہاں جارہے ہو۔ میں نے کہا میں اسی حالت میں پیر صاحب کے گھر جاتا ہوں۔ اسی راستہ سے جاؤں گا۔ کہنے لگے دیوانہ ہو گیا ہے۔ یہ راستہ بڑا کٹھن ہے۔ تم اسطرح وہاں پہنچ نہیں سکتے۔ میں بضد ہوا۔ آخر انہوں نے مجبوراً کہا۔ رات یہاں رہو۔ صبح میں۔ سیدھے راستہ سوپور کی طرف سے آدمی ساتھ دیکر بھیج دوں گا۔ میں مجبور ہو گیا۔ دن اور رات بے چینی اور اضطراب سے گزارا۔ صبح حنیف صاحب کہنے لگے تم انتظار کرو۔ میں گاندربل سخی صاحب رینجر کے پاس جارہا ہوں۔ وہاں میں نے کلکتہ سے آیا ہوا ایک پارسل چھڑانا ہے۔ واپس آکر تمہارا بندوبست کر دوں گا ۔۔۔ حنیف صاحب سخی صاحب کے پاس گئے۔ اور میرا بھی ان سے ذکر کیا۔ انہوں نے کہا۔ اُسے میرے پاس بھیج دو۔ میں اس سے خود بات کروں گا۔ حنیف صاحب واپس آئے۔ اور سخی صاحب کا پیغام دیا۔ میں اُسی وقت وائل سے روانہ ہو کر سخی صاحب کی خدمت میں پہنچا۔ میں انکو جانتا تھا۔ انکا چھوٹا بھائی محمد نذیر (مظفر شائق) میرے ساتھ مشن سکول میں پڑھتا تھا ۔۔۔ سخی صاحب گھر میں بیٹھے تھے۔ دیکھا کہ سادہ لباس میں فقیرانہ انداز میں تشریف رکھتے ہیں۔

میں حاضر ہوا۔ سلام کیا۔ اندر بلایا اور ماجرا پوچھا۔ میں نے کہا میں مولوی صاحب سے ملنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے فرمایا۔ وہ دور رہتے ہیں۔ اکثر میرے پاس تشریف لاتے ہیں۔ صبر کرو۔ انتظار کرو۔۔۔۔۔ میں انکا مرید ہوں۔ اور انہوں نے مجھے کسی کو درود شریف بتانے کی اجازت دی ہے۔ بہتر ہے۔ کہ فی الحال تم مجھ سے درود شریف لے لو۔ چالیس روز پڑھو۔ اس دوران پیر صاحب تشریف لائیں تو تم بیعت ہونا۔۔۔۔ آپ نے فرمایا کہ سخی صاحب کے پوچھنے پر کہ تم کیا کرتے رہے ہو۔ میں نے کسب القمر اور دوسری کیفیات بتائیں۔ انہوں نے کہا تم غلط راستے پر چلے گئے ہو۔ یہ ناسوتی بات ہے۔ آپ نے فرمایا مجھے اس پر خار تو بڑی چڑھی لیکن خاموش رہا۔۔۔۔

قبلہ وکعبہ محمد نور الدین اویسیؒ نے فرمایا کہ پہلے میرا طریق یہی ہوتا۔ کہ دل میں بات رکھی۔ فقیر نے بتائی تو ٹھیک ورنہ واپس چلا آتا۔ کہ یہ فقیر نہیں۔ اب وہ بات نہ رہی۔ بس سینہ میں اضطراب کہ کب پیر صاحب کے قدموں میں سر ڈال دوں۔ تاہم سخی صاحب کی توجہ نے گونہ سکون پیدا کر دیا۔ میں نے درود شریف کی اجازت مانگی۔ فرمانے لگے دو طرح کا درود شریف ہے۔ ایک گیارہ سو ہے دوسرا پانچ ہزار۔ تم جو چاہو لے لو۔ میں نے کہا میں پانچ ہزار درود شریف پڑھوں گا۔۔۔۔ انہوں نے درود خضری صَلَّی اللّٰهُ عَلٰی حَبِیْبِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَسَلَّمْ کی اجازت دی۔ اور پڑھنے کا طریق بتایا۔ کہ چالیس روز تک یہ درود شریف پڑھو۔ آپ نے فرمایا کہ درود شریف لے کر میں بڑا مسرور ہوا۔ گویا مجھے کائنات کے خزانے مل گئے۔ بلاشبہ آج مجھے میرے خوابوں کی تعبیر مل گئی۔ میری تمناؤں۔ آرزوؤں کے بار آور ہونے کی امید پیدا ہو گئی میں سخی صاحب سے درود شریف لے کر رخصت ہوا۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ گاندربل سے شہر تقریباً تیرہ میل کے فاصلہ پر تھا۔ میں نے فیصلہ کیا۔ کہ میں گھر تک پیدل سفر کروں گا۔ اور درود شریف یاد کرتا جاؤں گا۔ تاکہ گھر پہنچ کر میں مراقبہ میں پڑھوں۔ دو میل سفر کیا تھا۔ کہ درود شریف یاد ہو گیا۔ مگر آگے چلنے کی ہمت نہ رہی۔ دل میں خیال آیا چلو تجربہ کرتے ہیں۔ کہ گھر تک مجھے کوئی تانگہ مل جائے۔ خاصی دیر ہو چکی تھی۔ اسوقت شہر جانے

کیلئے تانگہ ملنا مشکل تھا۔لیکن تھوڑی دور گیا۔تو سامنے سے ایک تانگہ والا شہر سے واپس گھر آ رہا تھا ـــــ گاندربل سے شہر تک تانگہ ہی چلتا تھا۔ جو سواریاں شہر چھوڑ کر واپس گاندربل آجاتا۔تانگہ شہر سے سواریاں چھوڑ کر واپس جا رہا تھا۔میرے قریب پہنچ کر تانگہ رُک گیا۔تانگہ بان نے پوچھا کہاں جا رہے ہو۔میں نے کہا شہر جا رہا ہوں۔اُس نے تانگہ موڑ لیا۔اور مجھے بٹھالیا۔حالانکہ اسکے لئے شہر جا کر واپس گاندربل آنا وقت طلب تھا۔وہ خاموش مجھے تانگہ پر بٹھا کر مہاراج گنج شہر تک لے آیا۔ کہنے لگا میں نے واپس جانا ہے۔آگے امیرا کدل جاؤں۔تو پھر واپس نہ جا سکوں گا۔اسلئے آپ یہاں اتر جائیں۔یہاں سے شہر تک تانگہ مل جائے گا۔میں نے اسے کرایہ دیا۔لیکن اُس نے کرایہ نہ لیا۔کہنے لگا۔کہ ایسے وقت میں۔میں شہر سے سواریاں لیکر نہیں آتا۔یہ محض تمہارے لئے آ رہا ہوں۔ میں اپنی مرضی سے آیا ہوں اسلئے کرایہ نہیں لوں گا۔میں نے شکریہ ادا کیا ـــــ اس واقعہ سے میرے یقین کو تقویت ملی۔دوسرے تانگہ پر گھر پہنچا تو میں بہت مسرور تھا۔

آپ نے فرمایا کہ سوچا نماز عشا کے بعد مراقبہ شروع کروں گا ایک گھنٹہ تک پانچ ہزار درود شریف پورا کرلوں گا ـــــ اسی اثنا میں ایک دوست نے سینما جانے کی دعوت دی۔سوچا۔چلو سینما دیکھ لیتے ہیں۔واپسی پر درود شریف پڑھوں گا۔اس میں زیادہ وقت نہیں لگے گا۔سینما چلا گیا۔ رات گیارہ بجے فارغ ہوئے۔بارہ بجے عشا کی نماز پڑھ کر درود شریف شروع کیا۔تسبیح پاس تھی۔ ایک گھنٹہ گزرا بمشکل ایک ہزار درود شریف پورا ہوسکا۔ساتھ ہی نیند غلبہ کرنے لگی۔دو گھنٹے گزرے تو دو ہزار سے کم پورا ہوا۔نیند بھی شدت اختیار کرنے لگی۔اب میں گھبرایا۔کہ ایسے میں درود شریف پورا نہ کرسکوں گا۔نیند کا اثر زائل کرنے کیلئے چائے کی پتی کھائی۔سر پر پانی ڈالتا رہا۔آخر صبح کی اذان ہوئی۔میرا درود شریف پورا ہوا۔میں وظائف پڑھنے کا عادی تھا۔میں خیال کرتا رہا کہ تھوڑی دیر میں پانچ ہزار پورا کرلوں گا۔مگر معلوم ہوا۔کہ اس درود شریف کو پورا کرنے میں پانچ گھنٹے صرف ہوں گے۔بہر حال میں نے ارادہ پختہ کرلیا۔کہ بلا ناغہ ہر روز پانچ ہزار پورا کروں گا۔اسی دن پیلس ـــــ مہاراجہ ہری سنگھ کے محل سے آدمی آیا۔کہ آج پیلس میں کام شروع ہوگیا۔تمہیں بلایا ہے۔میں نے

سوچا اگر کام پر گیا۔ تو درود شریف پورا نہ ہو سکے گا۔ میں نے کام پر جانے سے انکار کر دیا۔ لیکن مجھے مجبوراً کام پر جانا پڑا۔ دن بھر اسی درود شریف کے خیال اور ورد میں رہا۔ گھر پہنچتے ہی کھانا کھا کر سیدھا مسجد میں گیا۔ اور رات بارہ ایک بجے تک مراقبہ میں درود شریف پڑھتا رہا۔ اور یہی میرا معمول رہا۔ کہ میں رات مسجد میں گزارتا ـــــ چالیس دن پورے ہوئے۔ میں نے سخی صاحب کو خط لکھا۔ کہ چالیس دن پورے ہوئے۔ اب کوئی اور وظیفہ بتائیں۔ انہوں نے فرمایا۔ وظیفہ یہی ہے۔ اور یہ مستقل عمر کے ساتھ ہے۔ چالیس دن صرف استحکام کیلئے ہوتا ہے۔ یہی درود شریف پڑھتے رہو۔ میں حسب الحکم تعمیل میں مشغول ہوا ـــــ

قبلہ و کعبہ محمد نور الدین اویسیؒ نے فرمایا کہ آخر وہ ساعت آئی جسکے لئے میں مدتوں جنگلوں اور ویرانوں کی خاک چھانتا رہا ـــــ جب اس اکرم الاکرمین نے مجھ پر احسانِ عظیم فرمایا۔ مجھے وہ محبوب عطا ہوا۔ جسکے بعد کسی محبوب کی طلب باقی نہ رہی ـــــ مجھے وہ خضرِ راہ ملا ـــــ جس کے بعد کسی خضر کی ضرورت باقی نہ رہی۔ مجھے وہ وسیع خزانوں کا شہنشاہ ملا۔ کہ اگر ابراہیم ادھم کو نصیب ہوتا۔ وہ شہنشاہی چھوڑ کر جنگلوں کی خاک نہ چھانتا ـــــ فداہ امی وابی ـــــ روحی وجسدی ـــــ ایک دن دوپہر کے وقت میں مسجد میں مراقب تھا۔ کہ سخی صاحب تلاش کرتے مسجد پہنچے اور نوید سنائی کہ پیر صاحب تشریف لائے ہیں۔ گویا سکندر کو آبِ حیوان ۱ کا پتا مل گیا۔ میں پروانہ وار دوڑا ـــــ آپ ہوٹل میں تشریف فرما تھے ـــــ سادہ سی غیر معروف ہستی۔ مگر۔

وہ رعب حسن تھا غالب بوقتِ دید جمال ہم اپنا حال اشاروں میں بھی سنا نہ سکے

دیدار ہوا۔ گویا کائنات کی سب سے بڑی نعمت ملی ـــــ میں آپکی پرنور ہیئت دیکھ مبہوت ہو گیا ـــــ السلام علیکم عرض کی۔ آپ نے شفقت سے مصافحہ کیا۔ قریب بٹھایا۔ حضور میری طرف دیکھتے رہے۔ میں خاموش بیٹھا رہا۔ آپ کے چہرۂ مبارک پر نظر جمانے کی جرات نہ ہوئی۔ قبلہ سخی صاحب

---

۱ آبِ حیات

نے سفارش فرمائی ــــ کہ نورالدین کافی دنوں سے آپ کی ملاقات کا خواہش مند ہے۔ درود شریف پڑھتا ہے۔اب آپکی خدمت میں حاضر ہے۔حضور قبلہ عالمؒ نے فرمایا ــــ کیا چاہتے ہو۔ میں کچھ نہ کہہ سکا۔سوائے اسکے۔اِنّـَالِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيۡهِ رَاجِعُوۡنَ ۔فرمایا ایسا ہی ہوگا۔مراقبہ درود شریف جاری رکھو۔میرا تصور قائم کرو ــــ اس حقیر ذرہ کو آغوش میں لیا ــــ بیعت فرمائی ــــ تھوڑی دیر ہوٹل پر قیام فرما کر۔قبلہ سخی صاحب کے ساتھ گاندربل تشریف لے گئے ــــ طبیعت میں اتنا سرور و مستی پیدا ہوئی ــــ میں خود کو بھول گیا۔میں اس کیفیت کا اندازہ نہیں کر سکتا۔میں کچھ سوچ بھی نہ سکا ــــ میں کیا ہوں ــــ کہاں ہوں ــــ یہ ایک ساعت تھی ــــ جو میری لطیف ترین ساعتوں میں ایک ساعت تھی ــــ جو نہ کبھی زندگی بھر پہلے نصیب ہوئی ــــ نہ بعد میں ــــ میں بہت خوش تھا ــــ خوش نصیب تھا۔مجھے ایک ایسا محبوب ملا۔جو میری روح کے ذرہ ذرہ پر چھا گیا ــــ میں شاداں و فرحاں گھر آیا ــــ بس طبیعت یہ چاہے ــــ کہ میں تصور یار میں ہمیشہ گم ہو جاؤں۔

آپؒ فرماتے ہیں۔کہ ''میرے محبوب کی حُب نے میرے دل سے تمام خواہشوں کو ختم کر ڈالا۔اسکے بعد میں نے نہ گھر بنانے کا خیال کیا۔نہ دنیاداری کے حصول کو مدِّ نظر رکھا۔اور یہی جذبہ تھا۔جو مجھے شادی کرنے کی خواہش میں حائل ہوا۔اور میں نے شادی کرنے کی خواہش ترک کردی۔

آپ نے ایک دفعہ فرمایا کہ میں نے فقیری میں بڑے تجربے کئے ہیں۔کیونکہ میں اس سلسلہ میں بہت سے لوگوں کے پیچھے پھرتا رہا ہوں ــــ آپ نے فرمایا میرا اچھا فقیر۔میرا ماموں فقیر ــــ میں نے تجربہ کیا اور دیکھا کہ مولوی محمد امینؒ جیسا کوئی نہیں!

اب یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اُس سلسلہ کا مختصر تعارف کرایا جائے جس سلسلہ میں آپ الحاج مولوی محمد امین رحمتہ اللہ علیہ قطب الاقطاب کے ذریعہ داخل۔بیعت ہوئے۔آپؒ ''سلسلہ اویسیہ'' کے ایک روشن آفتاب تھے۔

سلسلہ اویسیہ کا مختصر تعارف

سلسلہ اویسیہ کی نسبت امام العاشقین حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ سے ہے۔آپ

معرفت ومحبوبیت میں اعلیٰ وارفع مقام رکھتے ہیں۔آپ فنافی اللہ تھے۔فنافی اللہ ہونے سے آپ کی ولایت کی تکمیل ہوگئی ـــــ اور فرمودۂ رسول اللہ ﷺ اس کی سند ہے۔سلسلہ اویسیہ اویسی نسبت سے معرفت کی صحیح راہ پر چلنے والا۔اور انجام پر پہنچانے والا ہے ـــــ چونکہ یہ سلسلہ ظاہر طور محسوس نہ ہوا۔اسلئے اس سلسلہ کو''عنقا'' سے تعبیر دیا گیا۔''عنقا'' سے مراد غائب ـــــ یعنی ظاہراً اس سلسلہ کا وجود ظاہر نہیں یعنی اگر کسی ولی کو یہ فیض حاصل ہے۔تو وہ باطنا۔جیسے حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو نسبت حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے تھی۔اسی طرح اس سلسلہ کا ہر ولی حضور صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت خواجہ اویس قرنیؒ سے باطنی نسبت رکھتا ہے۔

قبلہ وکعبہ محمد نورالدین اویسیؒ نے فرمایا کہ''حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو باطنی طور پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فیض وارشاد حاصل تھا۔اور آپکا علم وعرفان بھی کسی پر ظاہر نہ ہوا۔بلکہ مخفی رہا۔اور آپکے بعد آپکا سلسلہ بھی اسی مخفی طریق پر جاری رہا۔چنانچہ ہر زمانہ میں اس سلسلہ کی اصلیت کسی کو معلوم نہ ہوسکی۔'' (علم العرفان)

زمانہ میں کچھ ایسے فقراُ بھی ہوئے ہیں۔جنکو براہ راست حضور ﷺ سے بغیر کسی پیر کی بیعت وارشاد کے زیارت (خواب میں یا بالمشاہدہ) حاصل ہوئی۔جس میں انہیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے ارشاد عطا ہوا۔ایسے لوگ بھی اپنے آپ کو اویسی کہتے ہیں۔بسبب اسکے کہ انہیں بھی حضرت خواجہ اویس قرنیؓ کی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے براہ راست (وہبی طور) فیض عطا ہوا۔حقیقت میں یہ لوگ طرزِ اویسی کی بنا پر''اویسی'' کہلاتے ہیں۔یہ اصل اویسی نہیں ـــــ ایسے فقراُ مشہور چار سلاسل قادریہ۔چشتیہ۔نقشبندیہ۔سہروردیہ سے منسلک رہے۔اور ان کو ان سلسلوں سے ارشادات اور بیعت ملی۔لہٰذا ایسے سلسلوں میں اویسی نسبت اضافی ہے۔خالص نہیں ـــــ اسی طرح روحی فیض حاصل کرنے والے حضرات ـــــ یعنی وہ لوگ جنہوں نے کسی بزرگ۔شیخ سے۔اس کی حیات میں نہیں۔بلکہ اسکی موت کے بعد اسکی روح سے فیض حاصل کیا ہو۔بھی اویسی کہلاتے ہیں۔کہ انہوں نے اویسی طریقہ سے اس ولی سے فیض حاصل کیا ـــــ اگرچہ اُن میں اور اس بزرگ میں

زمانہ کا بُعد تھا۔

اصل اور حقیقی اویسی وہ ہیں جن کو حضرت خواجہ اویس قرنیؒ سے نسبت ہے ـــــ بظاہر آپکا کوئی خلیفہ نہیں ہوا ـــــ حضرت شاہ عبدالطیف بھٹائیؒ کے زمانہ تک کسی ولی کو اویسی ولی کے نام سے شہرت نہیں ہوئی ـــــ اور خواجہ اویس قرنیؒ کا سلسلہ حضرت شاہ عبدالطیف بھٹائیؒ تک عنقا رہا ـــــ بلکہ حضرت شاہ عبدالطیف بھٹائیؒ کی اویسی نسبت سے بھی اکثر لوگ بے خبر ہیں ـــــ اور آپ کو اپنے دادا عبدالکریم بلھڑیؒ سے قادری سلسلہ کا فیض۔ خلافت حاصل تھی۔ اسکے علاوہ براہ راست حضرت خواجہ اویس قرنیؒ سے فیض اویسیہ سے سرفراز ہو کر انہیں خلافت اویسی عطا ہوئی۔ اور وقت کے قطب الاقطاب ولی اکمل ہوئے۔ آپ نے اپنی زندگی میں ظاہراً کسی کو فیض اویسی سے مستفید نہیں کیا ـــــ عرصہ دراز کے بعد آپکے آستانہ پر حضرت شاہ لونگ سندھیؒ حاضر ہوئے۔ طویل مجاہدات کے بعد حضرت شاہ عبدالطیف بھٹائیؒ نے آپکو باطنی خلافت عطا کی ـــــ حضرت شاہ لونگ سندھیؒ کی حیات میں حضرت سید محمد عارف اروڑویؒ آپکے آستانہ پر حاضر ہوئے۔ اور طویل مدت بعد اپنے مرشد شاہ لونگ سندھیؒ سے اُن کو سلسلہ کی خلافت عطا ہوئی تو آپکی ذات سے سلسلہ۔ اویسی سلسلہ کے نام سے مشہور ہونے لگا ـــــ اس حالت میں بھی۔ زمانہ حال تک۔ حضرت لونگ فقیرؒ۔ اور حضرت شاہ محمد عارف اروڑویؒ کے متعلق واضح۔ تاریخ مشہور عام نہیں۔ کہ یہ سلسلہ حضرت شاہ عبدالطیف بھٹائی رحمتہ اللہ علیہ کے سلسلہ سے اویسی سلسلہ جاری ہے ـــــ سوائے اسکے کہ جب مولانا محمد نور الزمان شاہؒ کو حضرت شاہ محمد اروڑویؒ سے خلافت اویسیہ منتقل ہوئی تو سلسلہ اویسیہ کے ظاہر نشان سے دنیا متعارف ہوئی۔ جب حضرت محمد نور الزمان شاہؒ سے مولانا محمد امینؒ کو اور پھر ان سے محمد نور الدین اویسیؒ کو سلسلہ اویسیہ کی خلافت عطا ہوئی تو یہ سلسلہ روزِ روشن کی طرح ''سلسلہ اویسیہ'' کے نام سے مشہور ہوا۔

قبلہ و کعبہ محمد نور الدین اویسی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا۔ کہ سلسلہ اویسیہ چونکہ لوگوں پر ظاہر نہ ہوا۔ اسلئے اس سلسلہ کا زیادہ چرچا نہیں ہوا۔ دوسرے یہ کہ سلسلہ اویسیہ کے ولی سے ناسوتی کرامات کا اظہار نہیں ہوتا۔ کیونکہ کرامات زیادہ تر عالمِ ناسوت میں ہوتی ہیں ـــــ سلسلہ اویسیہ کے

ولی ناسوتی کرامات کو اہمیت نہیں دیتے۔ بلکہ ملکوتی کمالات کا صدور اصل ولایت ہے۔ وہ طالبانِ حق کو صراطِ مستقیم کے اسرار و آثار سے بالمشاہدہ مراتب دیگر ذاتِ الٰہی کی معرفت میں کامل و اکمل کر دیتے ہیں ـــــ اسلئے ایسے ولی کی عام شہرت نہیں پائی جاتی ـــــ تیسرے سلسلہ اویسیہ میں تزکیہ و مجاہدہ کا کوئی خاص عمل نہیں سوائے اتباعِ شریعت کے۔ جس طرح باقی سلسلوں میں۔ ذکر واذکار۔ خفی و جہر سے ہوتا ہے۔ نہ ہی اس سلسلہ میں طریقت کا کوئی لباس متعین ہے۔ جس سے طریقت کی علامت کا اظہار ہوتا ہو ـــــ

قبلہ وکعبہ محمد نور الدین اویسیؒ نے فرمایا کہ سلسلہ اویسی کو ''قلندری'' بھی کہا جاتا ہے۔ وجہ اسکی یہ ہے کہ اویسی طالب کو حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی محبوبیت کے سبب عالمِ ناسوت کی اکتالیس منزلیں طے نہیں کرنی پڑتیں۔ بلکہ وہ انہیں پھلانگ کر سیدھا اجلاس محمدی صلے اللہ علیہ وسلم میں داخل ہوتا ہے۔ قلندری فارسی لفظ ہے۔ قلندر کا لفظ فارسی میں الٹی چھلانگ لگانے والے بازی گر سے اخذ کیا گیا ہے۔ عام طور پر یہ لفظ بندر نچانے والے بازی گر سے منسوب ہے کہ بندر الٹی چھلانگ لگاتا ہے۔ چونکہ سلسلہ اویسیہ کا ولی بھی عالمِ ناسوت کو پھلانگ کر سیدھا اجلاس محمدیؐ میں داخل ہوتا ہے۔ اسلئے اس سلسلہ کو قلندری سے موسوم کیا گیا ہے۔

سلسلہ اویسیہ کی خصوصیتِ محبوبیت یہ ہے۔ کہ سلسلہ اویسیہ کا درود پڑھنے والا مبتدی۔ جب اویسی سلسلہ کا درود پڑھتا ہے۔ تو پہلی بار درود شریف پڑھنے کے ساتھ ہی۔ وہ باطنا اجلاس محمدیؐ میں حاضر ہو جاتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ بعض حالات میں کمزوریِ قلب اور تزکیہ و مجاہدہ نہ ہونے کی وجہ سے فوری طور پر خود اسکا مشاہدہ نہیں کر سکتا ـــــ

سلسلہ اویسیہ کے ولی کو محبوبیت اویسی کی وجہ سے اجلاسِ محمدیؐ میں داخل ہونے کی اجازت کی ضرورت نہیں۔ چوبیس گھنٹوں میں جتنی بار چاہے۔ اسکے لئے دروازہ کھلا ہوتا ہے۔ وہ بلا اجازت اجلاسِ محمدیؐ میں داخل ہو سکتا ہے۔ قبلہ وکعبہ محمد نور الدین اویسیؒ فرماتے ہیں۔ کہ اسی محبوبیت کے لحاظ سے اویسی فقیر کو اس کی لغزشوں پر رعایت دی جاتی ہے۔ مگر اس رعایت کے اعتبار سے

آداب کی پابندی بھی سخت ہے ــــــ جتنا اعلےٰ مقام ــــــ اتنا ہی آدابِ طریقت کو ملحوظ رکھنا از بس ضروری ہے ــــــ یہ حقیقت ہے۔ کہ جہاں تک حُب کا تعلق ہے۔ طالب کیلئے حب کے آداب بھی اہم ہیں ــــــ جب پیر اکمل کی بیعت میں اپنی ذات کو فروخت کر ڈالا۔ تو انسان کیلئے لازم ہے۔ کہ اپنی تمام خواہشات سے دست بردار ہو۔ پھر یہ امر مانع ہے۔ کہ طالب ماسویٰ سے محبت کرے۔ ورنہ حُب کامل نہیں۔ حضوری ممکن نہیں ــــــ حُب کے بعد مقام نازک آتا ہے۔ کہ فقیر آداب کو ملحوظ رکھتے ہوئے۔ کسی لغزش۔ کسی گناہ کا مرتکب نہ ہو ــــــ یہ خلافِ ادب ہے ــــــ مبتدی ہو تو رعایت دی جاتی ہے۔ اور اس لغزش کا سبب۔ تزکیہ سے دور ہونا۔ جو مشاہدہ میں مانع ہوتا ہے۔ لہٰذا ضروری ہوتا ہے۔ کہ تزکیہ کیلئے فقیر کو جسمانی تکلیف کے ابتلا میں ڈالا جائے۔ جسمانی اعتبار سے یہ عمل فقیر کیلئے تکلیف کا سبب بنتا ہے ــــــ تاوقتیکہ اسطرح کے تزکیہ سے اسکی خواہشات میں پاکیزگی آجائے ــــــ تاکہ آئندہ لغزش کا احتمال نہ ہو ــــــ اور کامل کیلئے۔ کوئی معمولی لغزش یا گناہ۔ اس حد تک قابلِ مواخذہ ہوتا ہے۔ کہ اسے مراتب سے گرایا جاتا ہے۔ اور ایسے فقیر پر شدید ابتلا ڈالی جاتی ہے۔ جسکے لئے کٹھن ریاضت و مجاہدہ کا بار ڈالا جاتا ہے۔ ایسے مقام پر فقیر کیلئے طریقت کے آداب پل صراط کے مانند ہوتے ہیں۔ کہ ذرا سی لغزش پر بھی مواخذہ کیا جاتا ہے ــــــ اور پھر ایسے مقام پر جب ولی پر اسرار منکشف ہوں۔ وہ خود بھی محتاط اور لغزشوں سے پاک ہوتا ہے۔ مگر یہ راہِ طریقت کٹھن صورت اختیار کرتی ہے۔ اس مقام پر ولی ہر ماسویٰ سے کنارہ کش۔ اور محتاط ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں سلسلہ اویسیہ میں باقی طریقوں کے مقابلہ میں شریعت کی پابندی۔ تزکیہ۔ مجاہدہ کو زیادہ اہمیت دی جاتی ہے۔ البتہ اس سلسلہ میں ایک پیر اکمل کی محبوبیت و مقبولیت کے باوصف سلسلہ کے ولی کو یہ رعایت حاصل ہے کہ اسے ولایت سے خارج نہیں کیا جاتا۔ سوائے اسکے کہ اسے مراتب سے گرا کر ابتلا میں ڈال کر تزکیہ کرایا جاتا ہے۔ اور تزکیہ کی تکمیل پر ابتلا سے نکال کر دوبارہ اپنے مراتب پر پہنچایا جاتا ہے۔ ہاں یہ امر پیر اکمل کی مرضی پر ہی منحصر ہوتا ہے۔ کہ وہ اپنے مرید پر ابتلا ڈالے یا باطن کی طرف سے ابتلا ڈالی جائے تو پیر اکمل کی سفارش سے اس کی ابتلا میں ــــــ کمی کی جائے۔

قبلہ وکعبہ محمد نورالدین اویسی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے خواجہ اویس قرنیؓ کو انکی حُب کی وجہ سے محبوبیت کا مقام عطا کیا ـــــ یہ محبوبیت آپکے تابعین کے ورثہ میں آتی ہے ـــــ حضرت خواجہ اویس قرنیؓ سے نسبت رکھنے والے ـــــ نسبت کا مظاہرہ نہ کریں اویسی نہیں کہلا سکتے ۔ اس نسبت کا مظاہرہ یہی ہے کہ اپنی جان ۔ اپنے مال ۔ اپنی اولاد ۔ اپنی ہر شے سے زیادہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنا ـــــ وہ یہ کہ طریق اویسیہ میں اپنے ہر کاروبارِ زندگی میں تصور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ہر لمحہ قائم رکھنا ۔ اس تصور کا عمل سے اہتمام کرنا ـــــ اپنے کاروبار ۔ اپنی آسائش ۔ اپنی راحت پر درود مراقبہ حضوریٔ تصورِ رسول کو مقدم سمجھنا ۔ اس حال میں کوئی دن آپ ؐ پر درود ۔ چند ساعت مراقبہ ۔ چند ساعت یاد سے خالی نہ جائے ۔ کوئی رات ایسی نہ ہو جو اوراد ـــــ وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ اور صبح کو مراقبہ ۔ درود ۔ قرآن ـــــ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا سے خالی نہ ہو ۔

سلسلہ اویسیہ کا مختصر شجرہ یوں ہے ۔

حضور پاک حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

↓

حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ

↓

حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی رحمتہ اللہ علیہ

↓

حضرت شاہ لونگ سندھی رحمتہ اللہ علیہ

↓

حضرت شاہ محمد عارف اروڑوی رحمتہ اللہ علیہ

↓

حضرت سید مولانا محمد نورالزمان شاہ رحمتہ اللہ علیہ

↓

حضرت الحاج مولوی محمد امین رحمتہ اللہ علیہ

↓

حضرت محمد نورالدین اویسی رحمتہ اللہ علیہ

اب شجرہ میں شامل سلسلہ اویسیہ کی برگزیدہ ہستیوں کا مختصر ذکر کیا جاتا ہے ۔

حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ

امام العاشقین حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ جن کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنا دوست اور خیر التابعین فرمایا ہے۔ یمن کے قصبہ قرن میں رہتے تھے۔ آپ کا نام "اویس" اور والد کا نام عامر اور کنیت ابو عمر تھی۔ آپکی ابتدائی زندگی کے واقعات سے دنیا بے خبر ہے۔ آپکے والد بچپن ہی میں فوت ہو چکے تھے۔ آپکی ایک عمر رسیدہ نابینا والدہ تھیں۔ جو کہ چلنے پھرنے سے معذور تھیں۔ جنکی خدمت میں آپ دن رات مصروف رہتے۔ جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر بیچنے اور اونٹوں کی رکھوالی سے آپ کو جو دو درہم حاصل ہوتے۔ اسی سرمایہ سے اپنی گزر بسر کرتے۔ اس میں سے جو بچ جاتا اسے راہ خدا میں خرچ کر دیتے۔ اور روایت ہے کہ اللہ رب العزت کے دربار میں عرض کرتے۔ اے رب العالمین اگر کوئی بھوکا پیاسا اور ننگا مر جائے تو مجھ سے باز پُرس نہ کرنا۔

قبلہ وکعبہ نور الدین اویسیؒ نے فرمایا" آپ کی طبیعت ابتدا سے ہی تلاشِ حق کی طرف مائل تھی۔ اسلئے اکثر اوقات تنہائی و بے خودی واستغراق میں گزارتے۔ اس جذب وعمل کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ آپ پر باطنی آثار کا انکشاف ہوتا رہا۔ چونکہ یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دورِ جہاں بانی کا زمانہ تھا اور آپ تک بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاداتِ شریعت (علمائے اسلام کے ذریعہ) پہنچتے۔ اور آپ میں ان ارشادات کے سننے سے عشقِ رسول کا جذبہ بڑھتا گیا۔ چونکہ والدہ کی خدمت کا اور کوئی ذریعہ موجود نہ تھا۔ کہ انہیں تنہا چھوڑ کر خدمتِ رسول صلے اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوتے اس فراق نے آپکے جذبۂ محبت میں اور بھی اضافہ کیا۔ اور آپ پر اسقدر جذبِ محبت طاری ہوا۔ کہ خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کو باطنی طور زیارت سے مشرف فرما کر فیضِ باطنی عطا کیا۔"

حضرت خواجہ اویس قرنیؓ کا جذبۂ عشق [1] یہاں تک بڑھا۔ کہ دنیا سے بے نیاز ہو گئے۔

---

[1] جذبۂ حُب اور فنائے محمدی کیا ہے؟ اور اسکا کیا تقاضا ہے؟۔ قبلہ وکعبہ محمد نور الدین اویسی رحمۃ اللہ علیہ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں۔ کہ اتباع بغیر جذبۂ حب کے کامل نہیں۔ اور حُب اس وقت تک کامل نہیں۔ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

امام غزالیؒ لکھتے ہیں ''امام ہمام مقتدائے امت حضرت خواجہ اویس قرنیؓ دنیا سے اس قدر بے نیاز تھے۔ کہ دنیا دار انہیں دیوانہ خیال کرتے تھے۔'' لڑکے آپ کو دیوانہ سمجھ کر آوازے کستے اور پتھر مارتے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ غنیۃ الطالبین میں لکھتے ہیں ''کہ لڑکے جب آپ کو پتھر مارتے تو آپ اُن سے کہتے کہ اگر تم پتھر مارنے سے مجبور ہو تو مجھے چھوٹے چھوٹے پتھر مارا کرو۔ تا کہ میں زخمی نہ ہو جاؤں۔ اور میں نماز ادا کرنے سے عاجز نہ آ جاؤں'' ـــــ اس سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ کہ آپ کو شریعت کی کس حد تک پاسداری تھی۔ اور آپکی نسبت سے عشقِ رسولؐ اور شریعت کی بطریق احسن پابندی سلسلہ اویسیہ کی امتیازی خصوصیات ہیں۔

(بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ) جب تک کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت۔ دائمی تصور۔ کو مستقلاً دل میں قائم نہ کیا جائے کہ بغیر اس تصور کے کسی تصور۔ کسی خواہش کو ذہن و قلب میں نہ سمایا جائے۔ نہ انکی طرف توجہ کی جائے ـــــ یہ تصور فنائے محمدیؐ سے تعبیر ہے ـــــ اور جسے فنائے محمدیؐ حاصل نہیں اسکا عمل کامل نہیں ـــــ اس فنا کا اثر یہ ہے۔ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کو ہر شے سے محبوب رکھا جائے۔ اس حُب کا تقاضا ہے۔ کہ طالبِ حق محبوب کے تصور کے سوا۔ کسی شے کی طرف توجہ نہیں کرتا۔ نہ کسی شے کو پسند کرتا ہے۔ سوائے محبوب کے حکم کے کسی حکم کو خاطر میں نہیں لاتا۔ یہی تعمیلِ حکم شریعت سے تعبیر ہے کہ جب تک جذبۂ حُب شریعت کے عمل میں شامل نہ ہو۔ شریعت کا عمل کامل نہیں ہو سکتا ـــــ اس سے بڑھکر جذبۂ حُب کا مقام ـــــ خالص محبت ـــــ ایک خالص جذبہ۔ ایک خالص تاثیر ہے۔ جو انسان کے ہر عمل کو خالص کر دیتا ہے ـــــ اور اس جذبہ میں سوائے۔ تصور و یکسوئی۔ انہماک و استغراق اور وجدان کے کوئی عمل شامل نہیں ـــــ یہ ایک درد ہے ـــــ جس میں نہ عمل ہے۔ نہ یہ عمل سے پیدا ہوتا ہے سوائے اسکے کہ انسان حُب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں۔ اپنی تمام خواہشات کو قلب و ذہن سے نکال کر صرف محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے نسبت ـــــ لگاؤ ـــــ تمنائے دیدار میں دل میں ایک درد پیدا کرے ـــــ جس میں سوائے کائنات کی ہر لذت سے لاتعلقی اور محبت کے جذبہ میں۔ دل کی گہرائیوں سے ـــــ صرف ـــــ صرف۔ ایک آہ! نکلے۔ حقیقتاً یہی آہ ـــــ تمام عمل کی اصل ہے ـــــ اور جب طالبِ حق اپنی محبت میں کامل ہو کر۔ ایک خالص درد اپنے سینے میں پاتا ہے تو پھر اس درد کو قائم رکھنے کیلئے۔ ہر لمحہ تصورِ محبوب میں مشغول رہتا ہے۔ اسکی زندگی کے تمام امور اسی تصور کے دائرے میں مقید ہو جاتے ہیں۔ وہ اپنے محبوب کے تصور کو ایک لمحہ اوجھل نہیں ہونے دیتا ـــــ حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی ذاتِ عالی مرتبت نے اسی حُب کا مظاہرہ کیا۔

آپؓ کے عشق رسولؐ کی اس سے بڑی اور کیا شہادت ہوگی کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی فرطِ محبت میں آکر اپنے پیراہنِ مبارک کے بند کھول کر سینہ مبارک یمن کی طرف کر کے ارشاد فرماتے ___ اِنِّیْ لَاَ جِدُ نَفَسَ الرَّحْمٰنِ مِنْ قِبَلِ الْیَمَنِ (میں بوئے خدا یمن کی طرف سے پاتا ہوں) ___ حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ "یمن میں ایک اللہ کا بندہ اویس میرا دوست ہے۔" صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو قدرتی طور اشتیاق و تجسّس ہوا۔ انہوں نے عرض کی کہ اویسؓ کبھی آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر نہیں ہوئے۔ آپ نے فرمایا لَا یَدَعُ بِالْیَمَنِ غَیْرُ اُمٍّ ۔ انکی والدہ ضعیف العمر ہیں۔ انکی خدمت انہیں یہاں آنے سے مانع ہے ___ بعض بزرگانِ اکرام نے حضرت خواجہ اویس قرنیؓ کی حاضریٔ دربار حضور صلے اللہ علیہ وسلم میں مانع "ماں" سے مراد "اُم الانوار" لیا ہے۔ کہ آپ نورِ اولین (اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ)۔ نورِ محمدیؐ میں ایسے محو و مستغرق تھے کہ دیدارِ ظاہری کی طلب و ضرورت نہ رہی ___

قبلہ و کعبہ محمد نور الدین اویسیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ نہ اویسؓ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا تھا۔ نہ آپؐ نے اویسؓ کو اوران کے حالات کو دیکھا تھا۔ لیکن آپؐ نے اویسؓ کے حالات کی آگاہی دی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ اویسؓ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا باطنی رابطہ قائم تھا۔ جس رابطہ کے تحت حضرت خواجہ اویس قرنیؓ کو براہ راست نسبتِ باطنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تھی اور آپؐ کا فیض جیسے اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھا۔ اسی طرح حضرت خواجہ اویس قرنیؓ کو بھی حاصل تھا اسی فیض سے حضرت خواجہ اویس قرنیؓ کو عرفانِ الٰہی حاصل ہوا۔

اسی دورِ فراق میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ظاہراً پردہ فرما گئے۔ آپؐ نے حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کو وصیت فرمائی کہ میرا جبہ اویس قرنیؓ کو پہنچا دینا۔ اور ہماری امت کی بخشش کی دُعا کیلئے کہنا۔ آپ نے انکی خاص نشانی بتائی۔ کہ انکے ہاتھ کی پشت پر برص کا ایک درہم کے برابر نشان ہے۔ بیماری تو دور ہوگئی۔ لیکن انکی دُعا سے یہ نشان باقی رہ گیا ہے۔ کہ رحمتِ خداوندی کی یہ یاد دلاتا

رہے۔ حضورؐ کے وصال کے کچھ عرصہ بعد حضرت خواجہ اویس قرنیؓ کی والدہ بھی وفات پا گئیں۔ دیگر اصحاب کی طرح حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کو انکی تلاش رہی ۔۔۔ آخر یہ تلاش بارآور ہوئی۔

قبلہ وکعبہ محمد نورالدین اویسیؒ نے فرمایا'' حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے یمن جا کر حضرت خواجہ اویس قرنیؓ کو تلاش کیا۔ یمن میں عام لوگ حضرت خواجہ اویس قرنیؓ سے شناسا نہ تھے۔ قرن میں بھی جہاں انکی سکونت تھی بہت کم لوگ آپکی خصوصیت سے آگاہ تھے۔ بالآخر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نشاندہی پر انہوں نے حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو جنگل میں پا لیا۔ حضرت عمر وحضرت علی رضی اللہ عنہما نے آپکو جبہ مبارک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپکا پیغام دیا۔ حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے جبہ مبارک لے کر بارگاہِ الٰہی میں دُعا کی۔'' کہ یا الہ العالمین تیرے محبوب کا تحفہ مجھے ملا ہے۔ اور انکا پیغام امت کی نجات کیلئے تیری بارگاہ میں دعا مانگنے کا ہے۔ اے اللہ میں یہ جبہ مبارک اسوقت تک پہنوں گا۔ جب تک اُمتِ محمدیہ کو بخش نہ دے۔'' انہیں سجدہ میں زیادہ دیر ہوگئی تو اصحابِ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو تشویش ہوئی کہ شاید وصال نہ کر گئے ہوں۔ وہ قریب پہنچے تو آپ نے سر سجدہ سے اٹھایا اور کہا اگر آپ ادھر نہ آتے تو میں تب تک سر سجدہ سے نہ اٹھاتا جب تک مجھے ساری امت کی بخشش کا مژدہ نہ سنا دیا جاتا۔ بہر حال اب بھی کافی امت (قبیلہ ربیعہ ومضر کی بکریوں کے بالوں کے برابر) [1] کی ہدایت ونجات کی بشارت ملی۔''

حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ کا زمانہ مخلوق سے کنارہ کشی میں گزرا۔ آپ کے معمولات کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے۔ کہ حضرت ربیع بن خثیمؒ کے دل میں حضرت خواجہ اویس قرنیؓ کی زیارت کی خواہش پیدا ہوئی۔ وہ انکے ہاں گئے تو دیکھا کہ آپؓ صبح کی نماز ادا کر رہے

---

[1] یہ دونوں قبائل بکریوں کی تعداد کی وجہ سے مشہور تھے۔ پھر ان قبائل کی بکریاں اپنے بالوں کی کثرت کی شہرت رکھتیں تھیں۔ ایک بکری کے جسم پر بالوں کا تصور کیجئے۔ پھر ربیعہ ومضر کی تمام بکریوں کے بالوں کا اندازہ لگائیں ۔۔۔ چونکہ ان بکریوں کیلئے زمانہ کی قید نہیں۔ اسطرح ان قبائل کی ازل تا ابد جنم لینے والی بکریاں بھی اس تعداد میں شامل کریں ۔۔۔ چشم تصور بھی حیران ہے۔ اللہ رب العزت کی اپنے محبوب کے عاشق کی دعا پر عطا کی!

ہیں۔ نماز سے فارغ ہو کر وظائف و درود میں مشغول ہو گئے۔ حضرت ربیعؒ منتظر تھے کہ فارغ ہوں تو ملاقات کروں۔ لیکن حضرت خواجہ اویس قرنیؓ ہمہ تن عبادت میں مشغول و مستغرق رہے۔ یہاں تک کہ ظہر کا وقت آ گیا۔ آپ نے ظہر کی نماز ادا کی۔ پھر درود و تسبیح میں مستغرق ہو گئے۔ پھر عصر کی نماز ادا کی۔ اور شام کی نماز کے وقت تک تسبیح میں مشغول رہے۔ شام کی نماز ادا کی۔ نماز ادا کی تو عشا کی نماز تک مستغرق رہے۔ علیٰ ہذا القیاس تین دن اور تین راتیں نہ فارغ ہوئے۔ نہ کچھ کھایا۔ نہ پیا۔ نہ سوئے۔ چوتھی رات شاید نیند کے کچھ آثار آپکو محسوس ہوئے۔ کہ حضرت ربیعؒ نے سنا کہ آپ دعا فرما رہے ہیں کہ اللہ میں پناہ چاہتا ہوں بہت سونے والی آنکھ اور بہت ذلیل و خوار پیٹ سے ـــــ حضرت ربیع رحمتہ اللہ علیہ جو پہلے ہی حیران تھے۔ جب یہ راز و نیاز سنے تو ششدر رہ گئے۔ اور یہ سوچ کر واپس چلے گئے کہ میرے لئے یہی سننا اور دیکھنا کافی ہے ـــــ

روایت ہے کہ حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے زمانہ میں مدینہ تشریف لائے۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے زمانہ میں جنگ صفین میں بھی شریک ہوئے۔ اسکے بعد مصدقہ طور پر آپ کے حالات کے متعلق کچھ پتا نہیں چلتا ـــــ آپکے مزارِ مقدس کے بارے میں مختلف روایات ہیں۔

قبلہ وکعبہ محمد نور الدین اویسیؒ اپنی معرکتہ الآرا کتاب ''علم العرفان'' میں لکھتے ہیں'' جہاں تک حضرت خواجہ اویس قرنیؓ کی ولایت و عرفان کا تعلق ہے۔ آپ نے اپنے عرفانِ الٰہی میں بدرجہ اکمل تکمیل کی تھی۔ اس امر کیلئے اتنی شہادت کافی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے عہدِ حیات میں آپکی خوبیاں بیان فرمائیں۔ یہ خوبیاں صرف آپکی افضلیت۔ قربِ الٰہی اور آپکے کمالِ عمل کی بنا پر تھیں۔ اس امر کی شہادت بھی حضور کا ردائے مبارک تحفۃً عطا کرنا اور امت کی دعا کیلئے فرمائش کرنی کافی ہے'' ـــــ

آپ فرماتے ہیں'' جس طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد آپؐ کے اصحاب حضرت ابو بکر صدیقؓ سے سلسلہ نقشبندیہ کی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے باقی سلاسل کی نسبت ہے۔ اسی

طرح حضرت خواجہ اویس قرنیؓ سے سلسلہ اویسیہ کی نسبت ہے۔"

حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی رحمتہ اللہ علیہ

حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ کے آباواجداد ہرات سے تعلق رکھتے تھے۔آپ ہالا حویلی کے مقام پر ۱۱۰۲ھ بمطابق ۱۶۸۹ء کو سید کاظمی خاندان میں شاہ حبیب اللہؒ کے گھر پیدا ہوئے۔آپ کے والد شاہ حبیب اللہؒ۔دادا شاہ عبدالقدوسؒ اور پردادا شاہ عبدالکریم بلہڑیؒ یہ سب سلسلہ قادریہ کے باکمال ولی تھے۔

حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ کے زمانہ میں سیاسی افراتفری کا دور دورہ تھا ـــــ سلطنت مغلیہ کی زوال پذیری۔نادر شاہ کا حملہ۔ملکی سیاست میں اقوامِ مغرب کی بے جا مداخلت۔مقامی حکمرانوں کی خانہ جنگی نے سیاسی ابتری پیدا کردی تھی۔جسکے لازماً شدید منفی اثرات سماجی۔اقتصادی اور مذہبی زندگی پر مرتب ہوئے۔اسکے علاوہ بڑے بڑے جاگیرداروں۔زمینداروں۔سیدوں۔پیروں۔صوفیوں اور قلندروں کے بھی سندھ کی سیاسی۔سماجی اور مذہبی زندگی پر بڑے بے پایاں اثرات تھے۔اسطرح اس دور میں سیاسی ابتری۔اقتصادی بدحالی۔سماجی ناہمواری کے ساتھ ساتھ مذہبی حالت بھی دگرگوں تھی۔اس سلسلہ میں قبلہ وکعبہ محمد نورالدین اویسیؒ فرماتے ہیں "گزشتہ صدیوں میں ہندوستان میں اسلام کا خروج سندھ کے راستہ ہی ہوتا رہا۔لیکن پے در پے انقلابی حملوں کے باعث سندھ میں اسلامی شریعت اپنی اصلی ہیئت میں نہ رہ سکی اور مسلمانوں میں اسلامی عقائد مختلف رسومات کی صورت پکڑ گئے تھے۔"

شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ کچھ عرصہ بالا حویلی رہے۔بعد میں اپنے والد کے ہمراہ کوٹری چلے آئے۔قبلہ وکعبہ محمد نورالدین اویسیؒ فرماتے ہیں۔"آپ کو اپنی ابتدائی زندگی میں ہی فطرت سے لگاؤ اور دنیوی مشاغل سے تنفر کا جذبہ حاصل تھا۔باوجود خاندانی وقار اور عوام کی سیّد پرستی کے بھی آپ نے اپنے آپ کو ان اثرات سے علیحدہ رکھا۔آپ اکثر تنہا اور خاموش زندگی بسر کرتے۔جوں جوں آپ بلوغت کی حد تک پہنچے آپ زیادہ تر فقیر سیرت لوگوں سے صحبت رکھنے لگے۔اور بلوغت کے بعد آپ

سندھ کے ملحقہ علاقوں ۔ملتان ۔جیسلمیر ۔کاٹھیاوار ۔لسبیلہ اور مکران میں صوفیا اور ہندو سادھوؤں کی صحبت میں رہے۔جس سے آپ نے ہر طبقہ کے لوگوں کا جائزہ لیا۔اسی طرح عوام کی زندگی کا بھی مطالعہ کرتے رہے۔قدرت نے آپکو جہد وفکر کا مادہ فطری طور عطا کیا تھا۔اسلئے آپ نے اسی جذبہ کو اپنا رہنما بنا کر تفکر واستغراق میں تلاشِ حقیقت شروع کر دی۔آپ فطری شاعر تھے۔لیکن یہ امر مسلمہ ہے کہ آپکو کوئی ایسا عالم سوائے اپنے خاندان کے افراد کے میسر نہ ہوا جو آپکی رہنمائی کے قابل ہوتا۔ اس سلسلہ میں آپکو جو کچھ حاصل ہوا وہ اپنے بزرگوں سے حاصل ہوا ـــــ جنکی صحبت میں شاہ عبداللطیفؒ کے فطری وجدان میں جوش پیدا ہوا۔اور آپ نے لوگوں کے حالات زندگی کا معائنہ کرنے کے بعد شاعرانہ رنگ میں اصلاح شروع کی۔''

شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ کا مطبوعہ کلام ''شاہ جو رسالو'' کے نام سے سندھی زبان میں چھپا ہے۔آپ کی وفات ۱۱۶۵ھ بمطابق ۱۷۵۲ء ہوئی اور آپ کا مزار ''بھٹ شاہ'' میں ہے۔سندھ کے کلہوڑا حکمران غلام شاہ نے آپکی قبر پر ۱۷۵۴ء میں ایک خوبصورت روضہ تعمیر کرایا۔آپکے والد شاہ حبیبؒ کی تربت مبارک بھی اسی احاطہ مزار میں ہے۔آپکا مزار پاک قدیم زمانہ ہی سے مرجع خلائق ہے۔پاکستان کے وجود میں آنے کے بعد مختلف سربراہانِ حکومت وہاں حاضری دیتے رہے۔اور مزار کی تعمیر وتزئین میں خصوصی دلچسپی لیتے رہے۔

شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ کے کلام کے دنیا کی اکثر زبانوں میں تراجم ہو چکے ہیں۔آپ نے عوامی رومانی کہانیوں سسی پنوں۔عمر ماروی۔سورٹھ رائے ڈیاچ نور اور جام تماچی۔لیلا چنیسر۔مومل رانو۔سوہنی مہینوال کے ذریعہ حقیقت ومعرفت کے رموز واسرار جس دلکش انداز میں نظم کئے ہیں۔وہ اپنی مثال آپ ہیں۔انکا پیغام کسی خاص طبقہ وخطہ کیلئے نہیں۔بلکہ وہ تمام بنی نوع انسان کی حقیقت و معرفت کی طرف راہنمائی کرتے ہیں۔آپ فرماتے ہیں۔

جي تون بيت ڀانئين،سي آيتون آهين

نيو من لائين،پريان سندي پارڏي

(جن کو تم شعر سمجھتے ہو وہ حقیقت میں آیتیں ہیں۔ کیونکہ وہ روح کو دوست (خدا) کی طرف لے جاتے ہیں۔)

عشق و محبت کے بغیر حقیقت و معرفت کی منزل تک پہنچنے کا تصور بھی محال ہے۔ شاہ عبدالطیف بھٹائیؒ اس سلسلہ میں ارشاد فرماتے ہیں۔

چاڑَمَ کٹج چاڑسين ، ريُ وسيلي وڏ

لانس تهين لڏ،عشق جنهين جي اگ ۾

جس کا مرشد عشق ہے۔ وہ ضرور منزل مقصود پر پہنچے گا۔ بغیر وسیلے کے آگے بڑھو اور اپنے آپ کو بالکل بھلا دو۔

نهائيڙَ کان نينهين،لسک منهنجا سرين،

سترِي سارو ڏينهن،پاهَ ياٹ نہ کيلدي

اے میرے دوست اگر محبت سیکھنی ہے۔ تو بھٹی سے سیکھو جو تمام وقت جلتی رہتی ہے۔ لیکن بھاپ باہر نہیں نکالتی۔

شاہ عبدالطیف بھٹائیؒ کے کلام پر ملکی اور غیر ملکی محققین نے بڑا تحقیقی کام کیا ہے۔ ''شاہ عبدالطیف اکیڈمی'' میں آپکے ارشادات و فرمودات کی شرح و تفسیر پر بڑا وسیع کام ہو رہا ہے ـــــ قبلہ و کعبہ محمد نور الدین اویسیؒ ارشاد فرماتے ہیں۔ ''اتنا وسیع کاروبار صرف حضرت شاہ صاحب کے مجازی تصورات کی تحقیق پر پھیلا ہوا ہے ـــــ اتنی طویل مشقت میں ان مفکرین نے حضرت شاہ بھٹائی صاحب کی ذات کو صرف اسی حد تک پہچانا ہے کہ شاہ عبدالطیف بھٹائی رحمتہ اللہ علیہ ایک عظیم مفکر ـــــ عظیم مجاہد ـــــ عظیم محقق ـــــ اور ''درویش صفت صوفی شاعر'' تصور کئے جاتے ہیں ـــــ انکی شاعری میں بلاشبہ آثار حکمت کا عکس پایا جاتا ہے۔ جس وجہ سے انہیں درویش صفت صوفی شاعر تصور کیا جاتا ہے۔ لیکن انکی درویش صفت خصوصیات میں۔ ان کے کمالاتِ ولایت تک ابھی کوئی ذہن میسر نہیں۔ جو اِنکے کمالات باطنی کے آثار کو پہنچ کر انکی ولایتِ عظمٰی کے آثار کی نشاندہی کر سکے۔

تاحال آپکی حقیقی صفتِ ولایت عام نظروں سے اوجھل ہے۔''

متذکرہ سلسلہ میں قبلہ وکعبہ محمد نورالدین اویسیؒ نے ڈاکٹر نبی بخش بلوچ صاحب سابق وائس چانسلر سندھ یونیورسٹی وسابق چیئرمین شاہ عبداللطیف اکیڈمی سے خط وکتابت کی ۱۵ جون ۱۹۸۸ء کے ایک خط میں ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں۔

''(۱) شاہ عبداللطیف کے جد امجد لال محمد شاہ غالباً سہروردی طریقے کے تھے۔ انکے فرزند شاہ عبدالکریم پہلے بزرگ تھے۔ جو قادری طریقہ میں داخل ہوئے۔ انکے بعد انکے فرزند پھر انکے فرزند پھر انکے فرزند حبیب اللہ شاہ (شاہ عبداللطیف کے والد) قادری طریقے میں تھے۔ شاہ عبداللطیف طریقت میں اپنے والد بزرگوار سے فیض یافتہ تھے۔ اور اسطرح وہ بھی سلسلہ قادری سے وابستہ تھے۔

(۲) البتہ شاہ عبداللطیف بعد میں اویسی طریقے کی طرف مائل ہو گئے۔ انہوں نے اس سلسلہ میں ٹھٹھہ کے بڑے عالم مخدوم محمد معین کو خط لکھا اور استفسار کیا کہ آیا اویسی طریقہ موافق شرع ہے اور یہ کہ اہل مماتی حضرات سے بھی کسبِ فیض کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ مخدوم محمد معین نے اسکا جواب اثبات میں دیا۔

(۳) اسکے علاوہ اور کوئی چیز ضبطِ تحریر میں نہیں ہے۔ البتہ یہ کہ میر الحسن خان سانگی جو شاہ عبداللطیف کے سوانح نگار ہیں نے اپنی کتاب ''لطائف لطیفی'' میں لکھا ہے کہ شاہ عبداللطیف کو اویسی طریقہ سے انس تھا۔

(۴) جہاں تک شاہ عبداللطیف کے اپنے کلام سے استدلال کیا جا سکتا ہے۔ تو وہ یہ ہے کہ انکے سارے کلام میں اللہ باری تعالٰی کی توحید کے بعد اگر انہوں نے کسی سے عشق کیا ہے تو وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس ہے جس سے یہ اخذ ہوتا ہے کہ انہوں نے اویسی طریقہ پر گویا آنحضرت کو اپنا روحانی مرشد ورہبر بنالیا تھا۔

(۵) ''جناب لونگ فقیر'' شاہ عبداللطیف کے کافی بعد گزرے ہیں۔ شاید ایسا ہی ہو جیسا آپ نے لکھا ہے۔ کہ وہ اویسی طریقہ پر شاہ عبداللطیف صاحب سے فیض یافتہ تھے۔ قادری سلسلے میں شاہ عبداللطیف

کے کسی خلیفہ کا علم نہیں ہے۔"

قبلہ و کعبہ محمد نور الدین اویسیؒ فرماتے ہیں کہ " حضرت شاہ عبد الطیف بھٹائیؒ کے کمالاتِ ولایت پر محققین عبور نہیں پا سکے۔ انکے اشعار کی تفسیر میں انکے باطن تک رسائی پانا۔ ابھی انکے احاطۂ علم و تحقیق سے ماورٰی ہے ـــــ شاہ عبد الطیفؒ خود کو اویسی کہلاتے تھے ـــــ لیکن انکی اویسیت کو ان کی شاعری سے پہچاننے کی کوشش کی گئی" ـــــ ویسے حضرت شاہ عبد الطیف بھٹائیؒ کو حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ سے جو باطنی نسبت حاصل تھی اسکا اشارہ آپ کے چند اشعار میں بھی ملتا ہے۔ قبلہ و کعبہ محمد نور الدین اویسیؒ "علم العرفان" میں لکھتے ہیں " جو مرتبۂ مصطفوی (انتخابی) آپکو قدرت سے پیدائشی حاصل تھا وہ براہ راست حضرت خواجہ اویس قرنیؓ سے حاصل تھا۔ چنانچہ اسکی تائید آپ کے اشعار سے ہوتی ہے۔

ويجهو ونج مَ واٽ کي، کهج ڏنه کواٽ

اُجهي سنجهان آٽ، اويسي ٿي آءُ تون

ترجمہ: شاہراہ کے نزدیک نہ جاتو، الٹی راہ کی طرف چلو

تکالیف سے لال ہو کر، اویسی بن کر آتو

اس شعر میں شاہ صاحب نے حقیقی جذب محبت اور دائمی استغراق و مشاہدہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ کہ اس میں شک نہیں کہ راہِ سلوک میں ایک ولی سالک کو ظاہری (دنیوی) باطنی (اُخروی) پہلو یکساں طور پر لازم رکھنے ہوتے ہیں۔ کہ شریعت کے حدود کے اندر رہ کر دنیا کے امور بھی سرانجام دے۔ اور حقیقت کی راہ کی طرف گامزن ہو۔ یہی طریق انسان کو صراط اللہ۔ یا صراط مستقیم کی طرف لے جاتا ہے۔ اس راہ کو شاہراہ سے مراد لیا گیا ہے۔ کہ شریعت کی تابعداری اور دنیوی امور کی انجام دہی کے ساتھ شاہراہِ حقیقی پر چلنا۔ انسان کو اللہ تک پہنچاتا ہے۔ یہاں انسانی مقصود صرف اللہ کو پانا ہوتا ہے۔ لیکن شاہ صاحب اسی طریق کے ساتھ انسانی قلب میں ایک جذبِ بے خودی طاری کرنا چاہتے ہیں۔ کہ تو مقصود سے خالی ہو۔ تو اپنی جستجو صرف اپنی غرض کو پوری کرنے کیلئے نہ رکھ بلکہ اپنی جستجو میں

جذب بے خودی طاری کر کہ تجھے اپنا مقصود بھی بھول جائے۔ تیری محبت میں شوق وصل نہ ہو۔ تو محبوب کی طرف سے منہ پھیر کر الٹی راہ چل کہ تو اپنے ہر قدم پر محبوب سے دور ــــ فراق میں پڑ جائے۔ کیونکہ تیری محبت کا انجام اگر وصل محبوب پر ہوا۔ تو تیری محبت کی موت واقع ہو گی۔ اور جو تو محبوب سے دور۔ فراق۔ درد و کرب میں پڑا رہے۔ تو لازمی طور۔ نہ محبوب سے ہمکنار ہو گا۔ نہ تیری محبت ختم ہو گی۔ بلکہ ہجر و فراق کی لذت تیری محبت میں ایک کیف بے خودی و سرمستی پیدا کرے گی۔ جس بے خودی و لذت پر ہزار جان قربان کہ جذبہ محبت میں حیاتِ ابدی پیدا ہوتی ہے۔ تو اسکا سبق حضرت خواجہ اویس قرنیؒ سے سیکھ کہ اپنی عمر میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے قرب حاصل نہ کیا۔ اور فراقِ یار کی لذت نے اسقدر بے خودی و سرمستی پیدا کر دی۔ کہ اپنا کوئی مقصود ہی نہ رکھا۔ اور جذبِ محبت میں اپنے آپکو اس قدر فنا کر دیا کہ دندانِ مبارک توڑ کر من کل الوجود فنا و بقا حاصل کی اور یہی بقا ازلی ابدی کیفیت میں آپ کو حاصل رہی۔ حضرت شاہ صاحبؒ کا اشارہ اسی سلسلہ کی طرف ہے۔ کہ طریق اویسی اختیار کرتا کہ تو اپنے نصب العین کی کلی طور تکمیل کر سکے۔ لہٰذا حضرت شاہ صاحب کا مسلک بھی اویسی رہا۔ اور اسکا لازمی نتیجہ یہی ہے۔ کہ مثل حضرت خواجہ اویس قرنیؒ آپ کو بھی باطنی نسبت سے حضرت خواجہ سے ہی فیضِ مراتب حاصل ہوا۔ گویا حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی رحمتہ اللہ علیہ کی نسبت براہ راست حضرت خواجہ اویس قرنیؒ سے تھی اور حضرت خواجہ کے بعد آپ کی امانت براہ راست حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ کو حاصل ہوئی۔''

جس طرح حضرت خواجہ اویس قرنیؒ کی نسبت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہی براہ راست تھی۔ اسی طرح شاہ عبداللطیف بھٹائی صاحب کی نسبت حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ سے تھی۔ آپ براہ راست حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ سے فیض اویسی سے سرفراز ہوئے۔ اور انہیں خلافت اویسی عطا ہوئی اور وقت کے قطب الاقطاب ولی اکمل ہوئے۔ قبلہ و کعبہ محمد نور الدین اویسی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ''آپکی نسبت براہ راست حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ سے تھی۔ جہاں بیعت ظاہری کی ضرورت نہ تھی۔ اور ظاہری طور شریعت کی پابندی۔ امر

بالمعروف ونہی عن المنکر کیلئے طریق قادری میں اپنے والد سے بیعت حاصل تھی۔ ورنہ آپ کو وہبی طور مراتب حضرت خواجہ اویس قرنیؓ سے ہی حاصل تھے۔

حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ کا بھی بظاہر کوئی خلیفہ (قائم مقام) نہیں پایا گیا۔ چنانچہ آپکے اسم گرامی میں بھٹائی لفظ سے یہ امر ظاہر ہوتا ہے کہ ''امانت دار'' سندھی میں بھٹائی امانت دار کو کہتے ہیں۔ بھٹائی اونچے مقام والے کو بھی کہتے ہیں۔ سو باطنی طور پر آپکا مقام اونچا تھا۔ اور ظاہر طور اس کیفیت کو آپکے مقامِ سکونت سے نسبت دی گئی کہ آپ ایک اونچے مقام پر سکونت پذیر تھے جہاں اونچے اونچے ٹیلے تھے۔ اور ایک اونچے ٹیلے پر آپکا مزار بھی واقع ہے۔ مگر حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ کے ایک شعر میں اس کی تصریح موجود ہے۔ ترجمہ۔ میرے پاس ایک امانت ہے جو میرے بعد ایک شخص ''لونگ'' کو ملے گی ـــــ یہ امانت آپکا فیض نبوت تھا۔ جسکے لئے آپ کو اپنے وقت میں کوئی اہل ہستی میسر نہ ہوسکی۔ اور یہ فیض۔ امانت آپکے پاس رہی۔ آخر کافی عرصہ بعد ایک ہستی ''لونگ'' نام سے پیدا ہوئی۔ جنکے لئے یہ امانت مختص تھی۔'' (علم العرفان از محمد نورالدین اویسیؒ)

حضرت شاہ لونگ سندھی رحمتہ اللہ علیہ

حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی رحمتہ اللہ علیہ کے کسی خلیفہ کا انکے دورِ حیات میں تاریخ سے پتا نہیں چلتا۔ اُنکی وفات کے کئی سال بعد ایک مجذوب فقیران کے آستانہ پر چھ سال حاضری دیتا رہا ـــــ یہ مجذوب فقیر شاہ لونگ سندھیؒ تھے۔ انکے بارے میں قبلہ وکعبہ محمد نورالدین اویسیؒ لکھتے ہیں۔

''حضرت شاہ لونگ سندھیؒ شاہ لونگ فقیر کے نام سے بھی مشہور ہیں۔ آپ موضع خیر پور میرس میں ایک عام خاندان کے فرد تھے۔ آپکی طبیعت بھی ابتدا سے مائل بہ فطرت تھی۔ آپکو بھی ایک فطری وجدان حاصل تھا۔ اور اکثر یادِ حق میں جہد وفکر میں مستغرق رہتے۔ گو زمانہ کی عدم توجہی۔ اور عوام میں فطری لگاؤ نہ ہونے کے باعث ان حضرات کے صحیح حالاتِ زندگی کا پتہ نہیں چل سکتا۔ تاہم ان سے قریبی تعلق رکھنے والوں میں سینہ بہ سینہ جو روایات چلی آئی ہیں۔ ان سے قدرے مٹے ہوئے نقوش کا نشان ملتا ہے۔ ان میں بھی مختلف عقائد اور صحیح عمل نہ ہونے کی وجہ سے اصل حالات کی شکل تبدیل

ہوگئی ہے۔ لیکن ان متبدل نقوش سے بھی آپکے حقیقی رجحانات کا قدرے اندازہ لگ جاتا ہے۔ حضرت شاہ لونگ فقیرؒ کے بہت کم حالات کا پتہ چلتا ہے۔ کیونکہ آپکی زندگی گمنام حالت میں گزری۔ جو کچھ ملتا ہے۔ وہ صرف شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ کی پیشگوئی سے اور کچھ آپکے سجادہ نشینوں کی روایات سے۔ آپ اپنے علاقہ میں گمنام زندگی بسر کرتے رہے۔ آپ اتنے عالم بھی نہ تھے۔ کہ تبلیغی سلسلہ میں آپکی شہرت ہوتی۔ اور نہ ہی ظاہری طور آپ میں فقیرانہ نشان پائے جاتے تھے۔ جس سے عقیدت مندوں کا ہجوم ہوتا۔ ویسے آپکے والد نے انکی اندرونی کیفیت کا اندازہ کرلیا کہ آپکے قلب میں ایک حقیقی جذب کے آثار پائے جاتے ہیں۔ آپ لونگ صاحب کو لیکر پیر پگاڑا ١ کے پاس بیعت کرنے کیلئے لے گئے۔ لیکن انہوں نے بیعت کرنے سے انکار کردیا کہ اس لڑکے کیلئے میرے پاس فیض نہیں۔ بلکہ انہیں باطنی طور شاہ عبداللطیفؒ سے فیض حاصل ہوگا۔ آخر آپکے والد آپکو واپس گھر لے آئے۔ آپکے والد بھی عام طبقہ کے لوگوں میں سے تھے۔ اسلئے شاہ لونگ صاحب کی تعلیم کا کوئی سلسلہ نہ چل سکا۔ اور آپ اپنے گھر کے کام کاج میں ہی مصروف رہے۔ کچھ عرصہ بعد آپکے والد کا انتقال ہوگیا۔ آپکے بھائی بھی تھے۔ والد کی وفات کے بعد آپ سے بھائیوں کا سلوک اچھا نہ رہا۔ آخر گھر چھوڑ کر بھٹ شاہ کے علاقہ میں آئے۔ یہاں محنت مزدوری کرنے لگے۔ آپ اکثر شاہ عبداللطیف صاحبؒ کی زیارت پر ہی رہتے۔ اور وہیں پر آستانہ کی جاروب کشی کرتے اور پانی بھرتے رہتے۔ آخر یہی معمول آپکا مدتوں رہا۔ کہ زیارت پر مستقل قیام رکھا۔ صبح وشام پانی بھرنا اور جھاڑو دینا آپکا کام تھا۔ روٹی ملی کھالی۔ ورنہ فاقہ کشی میں ہی گزر جاتا۔ یہاں تک کہ چھ سال کا عرصہ گزرا۔ اس زمانہ میں آپ پورے تزکیہ مجاہدہ میں رہے۔ آخر جب آپکا مجاہدہ اور جذب انتہا کو پہنچا۔ تو شاہ عبداللطیفؒ کی روحانی توجہ سے آپ پر روحانی انکشافات کا باب کھلا۔ یہاں تک کہ براہ راست شاہ عبداللطیفؒ نے باطنی طور آپ کو بیعت کرلیا اور اپنی امانت آپ کے سپرد کردی۔ روایت ہے کہ شاہ صاحبؒ کے مزار پر اس وقت ایک صاحبِ حال ولی موجود تھا۔ شاہ لونگ صاحبؒ کے آنے کے بعد جبکہ آپ نے اپنا

---

١ پیر پگاڑا کے اجداد میں سے جو اس وقت موجود تھے۔

رجوع شاہ صاحب کی طرف کیا۔ اور کافی مدت تزکیہ ومجاہدہ میں مصروف رہے تو شاہ صاحب نے اسی صاحبِ حال فقیر کے ذریعہ آپ کی آزمائش کی اوران سے کہا کہ اسے مسجد کے قریب لے جا کر کہہ دو یہاں تمہارا مقصد حل ہوگا۔ چنانچہ جب زمین کھودی تو ایک خزانہ برآمد ہوا۔ لیکن لونگ صاحب نے خزانہ حاصل کرنے کی خواہش نہ کی۔ دوسری بار اسی طرح شاہ صاحب نے اپنے سجادہ نشین سے باطنی طور کہا۔ کہ اسے لے جاؤ اور اپنی تمام مرید مستورات دکھا کر کہو۔ کہ ان میں سے جسے تم نکاح میں لانا چاہتے ہو۔ لو اور خزانہ بھی لے کر یہاں سے چلے جاؤ۔ لیکن لونگ صاحب نے ان سے بھی لاتعلقی ظاہر کی۔ کہتے ہیں کہ بار بار سوال وجواب سے سجادہ نشین صاحب تنگ آگئے اور لونگ صاحب کو لے کر شاہ صاحب کے مزار کے اندر دھکیل کر کہہ دیا کہ ''لو اب خود اسے [1] پوچھو کہ کیا چاہتا ہے۔ میں اس پیغام بری سے باز آیا''۔ شاہ لونگ صاحبؒ کا جذب بھی اب حد کو پہنچ چکا تھا۔ تو آپ وجودِ تمثیلی (روح حیوانی) کے ساتھ ظاہر ہوئے۔ اور آپ پر توجہ ڈالی۔ جس سے شاہ لونگ صاحب کا قلب کھل گیا اور مکاشفہ شروع ہوا۔'' (نور العرفان)

قبلہ وکعبہ نے ارشاد فرمایا کہ ''شاہ عبداللطیف بھٹائی صاحب نے تمام منازل اسی عالم میں طے کرادیں۔ اور خلافت عطا کر کے حکم دیا۔ کہ خیر پور میرس میں جا کر فیضِ اویسیہ کا اجرا کرو۔ چنانچہ شاہ لونگ سندھی صاحب خلافتِ اویسیہ لیکر خیر پور تشریف لائے۔ اور شہر کے قریب ایک مقام

---

[1] یہ روایت سجادہ نشین شاہ لونگ سندھی صاحب کی ہے۔ لیکن شاہ عبداللطیف صاحب کے سجادہ نشین کی روایت میں صرف اتنا اختلاف ہے کہ آپ (لونگ) ہمیشہ آستانہ پر جھاڑو دیا کرتے۔ ایک دن سجادہ نشین صاحب نے کہا۔ کہ جاؤ ہمارے اصطبل میں گھوڑوں کی لید صاف کرو۔ تو لونگ صاحب نے انکار کیا۔ اور کہا۔ کہ میں نے صرف ایک ہی آستانہ کی خدمت لی ہے۔ یہاں سے فرصت نہیں۔ کہ دوسری طرف رخ کروں۔ تو سجادہ نشین صاحب نے تھپڑ مارا۔ لونگ صاحب نے تھپڑ کھا کر سیدھے مزار کے اندر نہایت کرب واضطراب سے فریاد کی۔ آپ کی فریاد میں شدت کا درد تھا۔ اس فریاد کا اثر یہ ہوا۔ کہ شاہ صاحبؒ تمثیلی جسم کے ساتھ لونگ صاحبؒ کے سامنے ظاہر ہوگئے اور اسی وقت توجہ دیکر تمام مراتب عبور کرا کے صاحبِ مشاہدہ کردیا۔ بیعت کی اور ظاہری طور سند لکھ کردے دی اور حکم دیا کہ اپنے مقام خیر پور جا کر خلافت چلاؤ۔

پر قیام فرمایا ـــــ مشہور ہے۔ سندھی لوگ سخت پیر پرست واقع ہوئے ہیں ـــــ ان کے قیام کے ساتھ ہی لوگوں کا ہجوم حاضری دینے آنا شروع ہوا۔ ان میں کتنوں کو فیض ملا۔ اسکا تاریخی مواد نہیں ملا ـــــ البتہ حضرت شاہ لونگ سندھیؒ کے مجاوروں سے یہ بات معلوم ہوئی (جو میں نے اپنی تحقیق سے خبر پائی) کہ حضرت شاہ لونگ کے دربار میں کثرت سے لوگ خدمت میں مامور تھے۔ جو صرف فیضِ ولایت کیلئے حاضر ہوتے تھے'' ـــــ

قبلہ وکعبہ محمد نورالدین اویسیؒ ''علم العرفان'' میں رقمطراز ہیں ''اور سلسلہ اویسیہ کا خالص فیض عام لوگوں کو حاصل ہونے لگا۔ آپ کے خلفا کی تعداد کا علم نہیں ہوسکا۔ معلوم ہوا۔ کہ اوچ بلوچ کے مقام پر آپکا ایک خلیفہ ہوا ہے۔ اور ایک خلیفہ اکبر آپ کے قائم مقام روڑی (سندھ) سے جنوب مشرق کی طرف آٹھ میل دور شاہ شکر گنج سے دو میل کے فاصلے پر ایک پہاڑی علاقہ اروڑ میں۔ کالکا مندر کے عین مقابل۔ حافظ قاری شاہ محمد عارفؒ ہوئے ہیں۔''

حضرت شاہ محمد عارف اروڑوی رحمتہ اللہ علیہ

حافظ شاہ محمد عارف اروڑویؒ ایک برگزیدہ علمی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ آپ نے مروجہ عقلی و نقلی علوم کا کلی علم حاصل کیا۔ آپ اپنے خاندان کے دیگر بزرگوں کی طرح بلند پایہ عالم۔ حافظ اور بہترین قاری تھے۔ آپ صرف ایک عالم ہی نہ تھے۔ بلکہ حقیقت سے بھی انتہائی لگاؤ تھا۔ تبلیغ سے ماسویٰ آپکا وقت عبادت اور ذکر و اذکار میں گزرتا۔

قبلہ محمد نورالدین اویسیؒ نے ارشاد فرمایا'' آپ نے سنا خیر پور میں کوئی مجذوب صاحبِ کمال ولی مشہور ہیں۔ جنکے آستانہ پر ہزاروں لوگ حاضری دیتے ہیں ـــــ شاہ محمد عارف صاحب کا ارادہ ہوا۔ کہ دیکھیں یہ کون شخص ہے۔ جسکی اتنی شہرت ہے۔ دل میں گزرا۔ کہ بحث و مناظرہ کریں۔ شاہ صاحب، حضرت شاہ لونگ سندھی صاحب کے آستانہ پر پہنچے ـــــ یہ تو ولی اکمل تھے۔ عارف صاحب لونگ صاحب سے ملے مگر جو احترام ولی کیلئے ہوتا ہے۔ وہ نہ تھا۔ انہوں نے ایسا ہی انداز اختیار کیا۔ سمجھے یہ بھی کوئی شعبدہ بازی ہے۔ لونگ صاحب نے خود ہی مباحثہ چھیڑا۔ چند سوالوں میں

عارف صاحب خاموش ہو گئے ـــــ پھر لونگ صاحب نے علمِ طریقت کی وضاحت فرمائی۔ قلب تو علم القرآن سے منور تھا ہی۔ نوری توجہ نے قلب کو متاثر کیا۔ سرِ تسلیم خم کر دیا۔ کچھ عرصہ بعد آپ نے درس و تدریس کا سلسلہ بند کر دیا۔ اور لونگ صاحب کے آستانہ پر ایک گداگر کی حیثیت میں حاضر ہو کر۔ اسی آستانہ پر مستقل سکونت اختیار کی۔ اس طرح اپنے تمام علم کی نفی کر کے علمِ باطنی کے حصول میں اسی آستانہ کی گدائی قبول کر لی''۔ جب تک اپنے علم اور ذات کی نفی نہ ہو حقیقت و معرفت کا حصول ناممکن ہے۔ قبلہ و کعبہ نے اس سلسلہ میں ایک واقعہ ارشاد فرمایا جس کو بیان کرنا خالی از حکمت نہ ہوگا۔ آپ نے فرمایا۔ '' سیالکوٹ میں ایک مشہور محدث مولانا عبدالحکیم تھے۔ قرآن و حدیث کی تفسیر کیا کرتے تھے۔ اپنی زندگی کا ہر لمحہ اسی تفسیر قرآن و حدیث اور تدوین حدیث میں گزاری۔ کہتے ہیں کہ ایرانی قلموں کی تراش کا ڈھیر لگا ہوا تھا۔ وصیت کی تھی کہ اسی ڈھیر کو جلا کر میرے غسلِ میت کا پانی گرم کیا جائے۔ ایک دن آپکے سامنے قصیدہ غوثیہ کا نسخہ آیا۔ آپ نے پڑھا۔ اُٹھا کر پھینک دیا۔ کہ اس میں نہ شاعری ہے۔ نہ علم ہے۔ ماورائے عقل باتیں ہیں۔ جو شرک کی حد تک پہنچتی ہیں ـــــ آپ کو قصیدہ غوثیہ پسند نہ آیا۔ یہ وہ عالم تھے۔ کہ ایک دن تدوینِ حدیث میں مصروف تھے۔ دروازہ پر دستک ہوئی۔ پوچھا کون ہے ـــــ! جواب ملا۔ خضرِ وقت آپ سے ملنا چاہتا ہے ـــــ آپ نے فرمایا ـــــ فرصت نہیں میں مصروف ہوں۔ شاہانہ ٹھاٹ تھا۔ حریر و کمخواب کا لباس۔ لذیذ و مقوی کھانے اور مشروبات سے گھر مالا مال تھا ـــــ انہیں اپنے علم کی کمالیت پر فخر و ناز تھا ـــــ رات سوئے ـــــ صبح اُٹھے ـــــ وضو کیا ـــــ نماز شروع کی تو تلاوت یاد نہیں آتی۔ سبحانک اللہ ۔ الحمد للہ ۔ کلمہ شریف پڑھتے ہیں تو یاد نہیں آتا۔ کوئی لفظ قرآن کا یاد نہیں آتا۔ کچھ سمجھ نہ سکے۔ اسی عالمِ پریشانی میں بے ساختہ بازاروں میں دوڑتے ہیں۔ راستہ میں ایک موچی جوتے گانٹھ رہا تھا۔ مولانا کو دیکھ کر کہا ـــــ مولانا! دیکھا۔ انکے کلام پر حرف لانے کا نتیجہ۔ جو انکے کلام کو ناقص سمجھا۔ اپنے علم سے بھی گئے۔ موچی کے پاس آئے۔ پوچھا۔ مجھ پر کیا گزری۔ کیا خطا ہوئی۔ موچی نے کہا۔ رات قصیدہ غوثیہ کی بے ادبی کی تم نے ـــــ کہ اس میں کلمہ شرک اور بے معنی مضمون ہے۔

یہ قصیدہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کا ہے۔تم نے انکے علم کی تنقیص کی۔انہوں نے تمہارا سالم علم سینہ سے نکال کر سینہ خالی کر دیا ــــ مولانا سیالکوٹی پر حیرت واضطراب طاری ہوا۔کہا کیا تم میری مدد کرو گے۔مجھے بتاؤ کہ میں اب کیا کروں۔موچی نے جواب دیا۔میں تو کچھ کہہ نہیں سکتا۔البتہ دہلی کی فلاں محلہ کی مسجد میں جاؤ۔وہاں امام مسجد کے آگے رو۔شاید وہ تمہاری مدد کر سکیں۔ اسکے بغیر اور کوئی نہیں جو غوث الاعظمؓ کے آگے بول سکے۔مولانا صاحب اسی حال میں دہلی روانہ ہو گئے ــــ محلہ کا پتہ کر کے مسجد میں پہنچے۔عشا کی اذان ہوئی ــــ نماز باجماعت ادا ہوئی۔انہیں تو لفظ بھی یاد نہ آتا تھا۔نماز کیا پڑھتے!۔امام صاحب نماز سے فارغ ہوئے۔تو مولانا صاحب نے اپنا تعارف کرایا۔امام صاحب نے تعظیم کی۔مولانا نے اپنی تمام داستان بیان کی۔امام صاحب نے فرمایا۔فی الواقع آپ نے گستاخی کی ہے۔ایسی حالت میں مشکل ہے۔کہ کوئی سفارش کی جرات کرے۔تاہم رات یہاں مسجد میں قیام کرو ــــ دیکھو میں آپکی بریت کیلئے کوشش کروں گا۔ میرے گھر کھانا تو کچھ نہیں۔میں معذرت چاہتا ہوں۔کہ میں آپکے لئے کچھ کھانے کو پیش نہ کر سکوں گا۔تاہم میں آپکے لئے حضور غوثِ اعظمؓ کے دربار میں عرضداشت پیش کروں گا۔امام صاحب مسجد سے رخصت ہو گئے۔اور مولانا صاحب عالمِ اضطراری اور پریشانی میں مضمحل ہوئے بیٹھ گئے۔ رات گہری ہو چکی۔تو مسجد کا دروازہ کھلا۔ایک خادم داخل ہوا۔اور مولانا کیلئے ابلے ہوئے شلغم لایا۔ کہ اسے تناول فرمائیں۔ہم سے یہی کچھ میسر ہو سکا ہے۔شلغم کی باس۔ایسے ذہن اور ایسی زبان کو جو لذائذ کی عادی تھی۔کیسے برداشت کرتی۔مگر پاسِ ادب تھا۔شلغم لئے۔اور کھانا شروع کئے ــــ پہلا ٹکڑا کھایا ہی تھا۔کہ ذہن کھل گیا۔قرآنی الفاظ کا تصور ابھرا۔تلاوت یاد آ گئی۔خوشی محسوس ہوئی۔ اور دوسرا ٹکڑا اٹھا کر کھا لیا۔تو علم ذہن میں عود کر آیا۔سات ٹکڑے شلغم کے کھائے تو تمام علم ذہن و قلب پر رواں ہو گیا۔اس حال میں کہ ان علوم کی حکمت و آثارِ باطنی بھی القا ہونے لگے۔مولانا صاحب کو انتہائی تسکین و مسرت حاصل ہوئی۔رات شکر و توبہ میں گزاری۔صبح امام صاحب تشریف لائے۔تو مولانا قدموں میں جھک گئے ــــ اور شکر گزار ہوئے۔امام صاحب نے فرمایا اَلْعِلْمُ

حِجَابُ الْاَکْبَر ۔علم بھی حجاب بن جاتا ہے۔اپنے علم کے کمال پر ناز کرنا۔اوراپنے علم کی تکمیل کو حرف آخر سمجھنا۔حجاب کا سبب بن جاتا ہے۔دیکھا آپ نے آپکے علم سے آگے بھی علم ہے۔جسکا آپ کوعلم نہ تھا۔جب تک اپنے علم کی تکمیل کی کامل سند نہ ہوکسی علم کی نفی کرنا جائز نہیں۔علم لامحدود ہے۔اسلئے اپنے علم کی تکمیل کی آخر حد نہ سمجھیں۔جس علم کی آپ نفی کرتے ہیں۔شاید اس علم کی حقیقت واضح ہو۔تو اس صورت میں الٰہی علم سے متعلق علم کی نفی جائز نہیں۔حضرت غوثِ اعظم نے آپکو معاف فرمادیا ـــــ جائیں اب اپنا کام مکمل کریں۔مولانا صاحب نے عرض کی۔کہ میرا علم نامکمل ہوکررہ گیا۔جوعلم ضائع ہو۔وہ علم کامل نہیں۔اسلئے استدعا ہے۔کہ مجھے بھی اس علم سے بہرہ ور فرمائیں جوضائع نہ ہونے والا ہو ـــــ امام صاحب نے فرمایا۔اس سلسلہ میں میں آپکی مدد نہیں کر سکتا۔البتہ میں ایک شخص کا بتاتا ہوں۔اسکے پاس جائیں اس سے حاصل کریں جوآپ ثابت قدم رہ سکیں ـــــ وہ شخص دہلی کے فلاں محلہ میں ایک مجذوب ولی ہے۔اس سے بظاہر غیر شرعی حرکات سرزد ہوتی ہیں۔جوشخص اسکے قریب ہو۔پتھر برساتا ہے۔گالیاں دیتا ہے ـــــ آپ ہر حال میں اس سے ملیں۔ممکن ہے۔آپکی طرف مائل ہو۔مولانا اس مجذوب کے پاس پہنچے۔تو اُس نے دیکھتے ہی پتھر مارنے اور گالیاں دینی شروع کردیں ـــــ ملاں تیرے پاس علم آچکا ہے۔آگے مت بڑھو۔ نازوں میں پلے ہوئے جسم خاک پرنہیں بیٹھ سکتے۔چلا جا۔میرے پاس نہ آنا ـــــ مولانا صاحب اب اصل حقیقت سمجھ چکے تھے۔پتھروں اور گالیوں کی پروانہ کرتے ہوئے۔قدموں میں گر پڑے۔تو مجذوب صاحب بدل گئے۔نہایت شستہ الفاظ میں باتیں کرنے لگے۔مولانا! میں تیار نہ تھا۔مگر امام صاحب بھی سفارش کرتے ہیں۔مگر یہ بات ذہن نشین کرلیں۔کہ اس راہ میں کٹھن مشکلات ہیں۔جو برداشت سے باہر ہیں۔برداشت کرنا ہوگا۔مولانا نے عرض کی بس آپ حکم دیں۔میں ہر حال میں تعمیل کروں گا ـــــ مجذوب نے کہا ـــــ آپکا ایک عمل ہوگا۔آپ چاندنی چوک میں بیٹھ جائیں۔ روزہ رکھیں۔صرف سبزی فروش کی دوکان سے سڑے ہوئے پتے اکٹھے کرکے اس سے افطار کریں۔ پھر ہم آئندہ حالات دیکھیں گے۔مولانا چاندنی چوک میں بیٹھ گئے۔گردآلود چہرہ۔میلے کچیلے پھٹے

کپڑے ـــــ لوگوں نے دیکھا۔ تو مشہور ہوا۔ مولانا تارک الدنیا ہو گئے ـــــ اسی حالت میں چالیس دن گزرے۔ چالیس دن بعد مجذوب صاحب تشریف لائے۔ کھل کھلا کر ہنسے۔ فرمایا۔ میں نے نفس کشی چاہی تھی۔ تمہارا نفس تو موٹا ہو گیا۔ خوش ہوا۔ ناز ہو گیا۔ لوگ تعریف کر رہے ہیں۔ عبدالحکیم فقیر ہو گیا۔ ابھی چالیس دن اسی حالت میں رہو۔ صبح مذبح سے اوجڑی لیکر سر پر اٹھا کر لایا کرو ـــــ تاکہ تمہارے سامنے گندگی کا ڈھیر لگے لوگ نفرت کریں۔ چالیس دن کا مزید چلہ دے دیا۔ مولانا صاحب نے ہمت نہ ہاری اور حکم کی تعمیل میں خوشدلی سے مصروف ہو گئے ـــــ چالیس دن کی طویل جدوجہد اور مشقت سے مولانا صاحب کی قوت جواب دے گئی۔ نڈھال ہو گئے۔ گوشت اُتر گیا۔ پنجر نظر آنے لگا۔ چالیس دن بعد مجذوب آئے۔ مولانا پر نظر ڈالی۔ بغیر بات کئے سیدھے گزر گئے۔ مولانا پر شاق گزرا۔ ہمت نے اور جواب دے دیا۔ چند دن فاقہ کشی کی حالت رہی۔ یہاں تک کہ انہوں نے جان لیا۔ کہ میرے علم کی تکمیل اب موت سے ہو گی۔ اچانک مجذوب صاحب پھر سامنے سے گزرے۔ تو چلا کر رو دیئے ـــــ اب تو رحم فرمائیں۔ اب تو جان نکل رہی ہے ـــــ اس پر مجذوب نے کہا حصولِ علم۔ حصولِ حق میں موت شہادت ہے۔ یہ مقام پسند نہیں! ـــــ مولانا کو اُٹھایا گلے سے لگایا۔ شفقت سے پیش آئے۔ ساتھ لے گئے۔ ٹھکانے پہنچے۔ توجہ دی تمام مراتب کھول دیئے۔ ایک آن میں مشاہدۂ ذاتِ الٰہی کرا دیا ـــــ"

متذکرہ واقعہ بیان کرنے سے مدعا یہ تھا کہ حضرت شاہ محمد عارف اروڑویؒ نے بھی حصولِ معرفت کیلئے اپنی ذات کی نفی کر کے شاہ لونگ سندھیؒ کی غلامی اختیار کر لی۔ آپ جنگل سے لکڑیاں لاتے۔ پانی بھرتے۔ جھاڑو دیتے اور ہمہ وقت لونگ صاحب کی خدمت میں مصروف رہتے۔ اسی دوران شاہ لونگ سندھیؒ نے راہِ ہدایت کی تبلیغ کیلئے جا بجا مسجدیں تعمیر کرائیں۔ آپ حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے۔

قبلہ محمد نورالدین اویسیؒ ارشاد فرماتے ہیں۔ "بعد میں حافظ قاری شاہ محمد عارف صاحب کو حج بیت اللہ کیلئے جانے کا حکم دیا۔ اس وقت شاہ صاحبؒ (لونگ صاحب) کو قدرت نے دنیوی جاہ

بھی عطا کیا تھا۔آپ کے پاس بے شمار دولت تھی ۔ چنانچہ حافظ صاحب کے ہمراہ تقریباً دس افراد کی ایک جماعت دیکر تقریباً ایک لاکھ روپیہ نقد دیا۔ کہ مدینہ منورہ میں زائرین کیلئے مکان تعمیر کریں۔ چنانچہ حافظ صاحب نے حج سے فراغت کے بعد مدینہ منورہ میں مکان تعمیر کرایا۔اس انتظام میں آپکو چھ سال کا عرصہ لگا۔ قضائے الٰہی سے آپکی جماعت میں سے ایک آدمی مدینہ منورہ میں وفات پا گیا۔ بالآخر تعمیری کام مکمل کر کے حافظ صاحبؒ واپس خیر پور میرس میں شاہ لونگ صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔لونگ صاحب نے خیریت پوچھی۔سب آدمی خیریت سے رہے؟ کھانے پینے رہنے کی کوئی تکلیف تو نہ ہوئی ؟ عارف صاحب نے عرض کی کہ فلاں مرید وہیں فوت ہو گیا ــــ شاہ لونگ سندھیؒ نے فرمایا ــــ ہم نے آدمی مارنے واسطے تمہارے ساتھ نہیں بھیجے تھے ۔تم اسکی نگرانی [1] نہ کر سکے ــــ جلالی حالت میں آپ نے فرمایا'' دور ہو یہاں سے'' اسی جلالی حکم کو سن کر حافظ صاحب آپکے آستانہ سے کچھ دور صحن میں بیٹھ گئے ۔ اسکے بعد نہ شاہ لونگ صاحب نے آپ سے التفات کیا۔ نہ حافظ صاحب اپنے مقام سے اُٹھے ۔تین سال لگا تار آپ اسی مقام پر بیٹھے رہے ــــ نہ بارش کا فکر نہ دھوپ کا فکر ــــ آخر فیصلہ کا وقت آن پہنچا۔لونگ صاحب نے عارف صاحب کو قریب بلایا۔ اُٹھا کر سینہ سے لگا لیا۔سینہ سے لگنا ہی تھا۔ کہ آپ پر عرفانِ الٰہی کے تمام دروازے کھل گئے ۔اور آپکے مقصود کی تکمیل ہو گئی ــــ خلافت عطا کی ۔ اور حکم دیا اپنے گھر اروڑ جاؤ۔وہاں پر قرآن و حدیث کا درس بھی جاری رکھو اور فیضِ باطنی کو بھی جاری کرو۔ ہم تم سے رخصت ہو رہے ہیں ــــ کچھ عرصہ بعد حضرت شاہ لونگ سندھیؒ کا انتقال ہوا۔اور آپ کا مزار خیر پور میرس میں ایک دیہات میں بنا ــــ حضور شاہ لونگ سندھیؒ صاحب کا انتقال ہوا اور حضرت شاہ محمد عارف صاحب سلسلہ اویسیہ کی خلافت لیکر اروڑ تشریف لائے ۔اور یہاں سے ظاہری باطنی علم کو جاری رکھا ــــ آپ اپنی باقی حیاتِ مبارکہ میں اسی مقام پر سکونت پذیر رہے اور یہاں ہی آپکا مزار مقدس ہے۔ آپکے خلفا میں سے حضرت سید محمد نور الزمان شاہ رحمتہ اللہ علیہ آپکے خلیفہ اکبر ہوئے ہیں۔

---

[1] اس میں ایک سِری نقطہ کی طرف اشارہ ہے۔

قبلہ وکعبہ محمد نورالدین اویسیؒ فرماتے ہیں۔ کہ ''اس سے قبل فقراً میں سلسلہ اویسیہ کے متعلق حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق۔ محبوبِ خدا۔ ولی کا تصور موجود تھا۔ مگر یہ سلسلہ عنقا تصور کیا جاتا تھا۔ کہ ظاہراً اس سلسلہ کا وجود ظاہر نہیں ــــ یعنی اگر کسی ولی کو یہ فیض حاصل ہے۔ وہ باطناً۔ جیسے حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی نسبت حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے تھی۔ ہر ولی حضور صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت اویس رضی اللہ عنہ سے باطناً نسبت رکھتا ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ سے حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی رحمتہ اللہ علیہ کے زمانہ تک کسی ولی کی اویسی ولی کے نام سے شہرت نہیں۔ اور جب یہ سلسلہ حضرت شاہ محمد عارف اروڑویؒ تک پہنچا۔ تو آپ کی ذات سے یہ سلسلہ اویسی سلسلہ کے نام سے مشہور ہونے لگا۔ اس حالت میں بھی۔ زمانہ حال تک۔ حضرت لونگ فقیرؒ۔ اور حضرت شاہ محمد عارف صاحب اروڑویؒ کے متعلق واضح تاریخ مشہورِ عام نہیں۔ کہ یہ سلسلہ حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ کے سلسلہ سے اویسی سلسلہ جاری ہے ــــ سوائے اسکے کہ جب عالیجاہ حضور سید مولانا محمد نورالزمان شاہ صاحبؒ کو حضرت شاہ محمد عارف صاحب اروڑویؒ سے خلافت اویسیہ منتقل ہوئی تو سلسلہ اویسیہ کے ظاہر نشان سے دنیا متعارف ہوئی۔''

حضرت مولانا سید محمد نورالزمان شاہ رحمتہ اللہ علیہ

آپ کی ولادت ۱۲۷۸ھ بروز جمعتہ المبارک میانوالی سے چوالیس کلومیٹر کے فاصلہ پر کوٹ چاندنہ (جو کہ اب کالاباغ سے تقریباً متصل ہے) میں سید نظام الدین شاہ جو کہ مشہدی کاظمی خاندان سے تعلق رکھتے تھے کے گھر ہوئی۔ ابتدائی تعلیم کیلئے حافظ عالم شیر کی درسگاہ میں آپ کو داخل کرایا گیا۔ ابھی آپ نے قرآن کریم بھی مکمل نہ کیا تھا کہ والد صاحب کی وفات سے یہ سلسلہ منقطع ہو گیا۔ لیکن آپ نے اپنی علم حاصل کرنے کی فطری خواہش میں والد کی وفات کے جاں گسل واقعہ کو بھی زیادہ عرصہ تک حائل نہ ہونے دیا۔ آپ اپنی والدہ ماجدہ کو اپنی ہمشیرہ اور بھائی کی خدمت میں چھوڑ کر۔ مزید تعلیم حاصل کرنے کیلئے کلور تحصیل عیسیٰ خیل تشریف لے گئے۔ وہاں آپ نے قرآن

کریم ختم کیا۔ نیز فارسی کی چند مروجہ ابتدائی کتب کی تکمیل کی۔ اُس زمانہ میں قصبہ چودھواں ضلع ڈیرہ اسماعیل خان میں ایک متبحر عالم مولانا فتح محمد رہتے تھے۔ ان سے چند کتابیں صرف کی اور چند رسائل نحو کے پڑھے۔ پھر تحصیل شاہ جمال ضلع ڈیرہ غازی خان کے ایک مجذوب عالم نصیر بخش سے نحو کی مزید کتابیں پڑھیں ـــــ علم کی مزید پیاس پھر آپ کو ہندوستان بلکہ دنیائے اسلام کی مشہور و معروف درسگاہ دارالعلوم دیوبند جسکی بنیاد مولانا محمد قاسم نانوتوی نے رکھی تھی لے گئی۔ وہاں کچھ عرصہ رہنے کے بعد آپ کانپور تشریف لے گئے۔ جہاں آپ نے مدرسہ فیض عالم میں مولانا احمد حسن کانپوری سے منطق۔ معقول اور فلسفہ کی تعلیم حاصل کی۔ جب مولانا صاحب حج بیت اللہ کیلئے تشریف لے گئے۔ تو اس ایک سال کے وقفہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے آپ نے علی گڑھ میں مولانا لطف اللہ صاحب سے علم ریاضی پڑھا۔ پھر دوسرے سال دورۂ حدیث ختم کر کے ۱۳۱۰ھ میں فارغ التحصیل ہوئے۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد گھریلو ضروریاتِ زندگی اور ذمہ داریوں کا احساس دامن گیر ہوا۔ اسی پریشانی میں کانپور کے ایک صائم الدہر۔ صاحبِ کمال درویش جو جنگل میں رہتے تھے کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تین دن درویش کی خدمت میں مصروف رہے۔ تیسرے دن درویش صاحب متوجہ ہوئے اور آنے کا سبب دریافت کیا۔ آپ نے اپنی مجبوریوں۔ پریشانیوں اور تفکرات سے آگاہ کیا۔ فقیر صاحب نے کھانا کھلایا اور کچھ کپڑے سی کر دیئے اور بشارت دی۔ ”جاؤ آج سے آپکے تمام مصائب کا خاتمہ ہو گیا“ ـــــ یہاں سے آپ مولانا احمد حسن کانپوری کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو وہاں مولانا احمد حسن امروہوی بھی موجود تھے۔ آپ کو دیکھتے ہی مولانا احمد حسن کانپوری نے فرمایا کہ آپ ہی کا ذکر ہو رہا تھا ـــــ استفسار پر انہوں نے بتایا۔ کہ حضرت امروہوی چونکہ جلسہ امتحان میں شریک تھے۔ اور آپکے کمالاتِ علمی دیکھ چکے ہیں۔ وہ امروہہ سے اسلئے تشریف لائے ہیں کہ آپ کو مدرس بنا کر امروہہ لے جائیں۔ آپ نے استاد کے حکم کی تعمیل میں ہاں کی۔ اور امروہہ تشریف لے گئے۔ مولانا احمد حسن امروہوی کے انتقال پر آپ کو صدارت پر مامور کیا گیا۔ لیکن آپ نے طویل عرصہ تک اس ذمہ داری کو نبھانے سے معذوری ظاہر کی۔ تو شیخ الہند مولانا محمود الحسن

دیوبندی سے متذکرہ عہدے کیلئے رابطہ قائم کر کے بلایا گیا۔لیکن جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ مولانا سید محمد نور الزمان شاہ صاحب اس عہدہ پر متمکن ہیں۔تو انہوں نے انکار کر دیا اور واپس تشریف لے گئے ـــــ کچھ عرصہ بعد آپ اس عہدے سے مستعفی ہو کر واپس کوٹ چاندنہ تشریف لے گئے اور وہاں سے درس وتدریس کا سلسلہ جاری کیا۔موضع قضات ضلع مظفر گڑھ کے لوگوں نے جب آپکا شہرہ سنا تو آپکے پاس آئے اور اپنے مدرسہ اسلامیہ کے انتظام وانصرام سنبھالنے کیلئے استدعا کی۔آپ نے انکے مجبور کرنے پر یہ ذمہ داری سنبھال لی۔ یہاں کچھ عرصہ آپ نے درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔اسکے بعد ڈیرہ غازی خاں میں ایک نوتعمیر مدرسہ اسلامیہ کی صدارت کیلئے مولانا محمود گنجوی آپ کو مجبور کر کے لے گئے۔اسکے کچھ عرصہ بعد چکی شیخ صاحب کے ایک بزرگ نے مجبور کیا۔کہ انکے ہاں سے درس وتدریس جاری کریں۔وہاں بھی آپ کافی لوگوں کو دینِ حق کی تعلیم سے بہرہ ور کرتے رہے۔لیکن کچھ عرصہ بعد واپس اپنے وطن لوٹ آئے۔

قبلہ محمد نور الدین اویسیؒ ''نور العرفان'' میں رقمطراز ہیں ''اعلیٰ حضرت مولانا سید نور الزمان شاہ صاحبؒ کو علوم دینی کے علاوہ علوم باطنی میں یکتائے روزگار علماء باطنی میں اونچا مقام حاصل تھا۔ابتداً آپ علم طریقت کے قائل نہ تھے۔لیکن قدرت نے آپ کو اس علم کے اجرا کیلئے ازلی طور پر منتخب کیا تھا۔آپ نے دورانِ مطالعہ قدیم اولیا کے مکتوبات کا مطالعہ کیا۔جس میں تزکیہ نفس۔تصور ومراقبہ کے اشغال کا ذکر ـــــ اور عالمِ باطنی کے اسرار ومعارف کی کیفیات کا ذکر تھا۔ آپ نے فطری تحریک کے تابع اس علم پر توجہ دی ـــــ اور بغیر کسی راہنمائی کے تصور ومراقبہ شروع کیا ـــــ شرعی اعتبار سے آپ مزکی قلب رکھتے تھے۔دورانِ مراقبہ آپ پر کیفیاتِ نوری کا نزول ہونا شروع ہوا ـــــ اسی مشاہدہ میں آپ کو حضوریِ شہنشاہِ کونین حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نصیب ہوئی۔آپ جاگتی حالت میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔اس وقت حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے آپ کو ایک مجذوب ولی نقشبندی شاہ مظفر شاہ کی خدمت میں حاضر ہونے کا حکم دیا'' ـــــ سید مظفر شاہ صاحب،سید غلام علی نقشبندی دہلویؒ کے خلیفہ تھے۔آپ مجذوب

فقیر تھے۔ دریائے سندھ کے کنارے ایک اونچے ٹیلے پر آپکی جھونپڑی تھی۔ آپ کسی سے بات نہ کرتے تھے اس وجہ سے ''چپ فقیر'' کے نام سے مشہور تھے۔ آپ یکم شعبان ۱۳۳۵ھ کو فوت ہوئے۔ آپکا مزار جناب محمد شمس الزمان صاحبؒ نے بنوایا۔۔۔ حضرت سید مظفر شاہؒ سے سید نور الزمان شاہ صاحبؒ کی ملاقات کا تذکرہ کرتے ہوئے قبلہ محمد نور الدین اویسیؒ فرماتے ہیں۔ ''چنانچہ بتعمیلِ ارشاد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ مجذوب شاہ مظفر صاحب دہلویؒ کے پاس پہنچے آپ انکی آمد کے منتظر تھے۔ آتے ہی استقبال کیا۔ اور فرمایا کہ ہمیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے آپکے بارے میں حکم ہوا ہے۔ چنانچہ آپ نے توجہ دی اور قلب میں وسعتِ نورانی پیدا کردی۔ اسکے ساتھ ہی حکم دیا۔ کہ ہمارا طریق قلندرانہ ہے۔ آپ عالم ہیں اور امت کو آپکی ضرورت ہے۔ اسلئے آپ اروڑ (روڑی) میں شاہ محمد عارف صاحبؒ کے پاس جاکر سلسلہ اویسیہ میں آپ سے بیعت کریں۔ وہ بھی ایک عالم اور صاحبِ سلوک ولی ہیں جو خلیفہ عربی حافظ قاری محمد عارف کے نام سے مشہور ہیں۔ چنانچہ آپ بلا تاخیر شاہ محمد عارف صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اروڑ پہنچتے ہی شاہ محمد عارف صاحبؒ نے استقبال کیا اور فرمایا۔ کافی مدت سے ہمیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپکے متعلق اطلاع فرمائی تھی۔ میں آپکے انتظار میں تھا۔ سبحان اللہ! انسان کو حق کی تلاش وجستجو کیلئے پیدا کیا۔ مگر خوش نصیب ہیں وہ مقدس ہستیاں۔ جنہیں حق کی راہنمائی حاصل ہو اور حقیقت خود انکی تلاش میں ہو۔ یہی کیفیت مصطفوی انسان کی عظمت کا نشان ہے۔

شاہ محمد عارف صاحبؒ نے آپ کو اپنے حلقہ ارادت میں لیکر بیعت کیا۔ اور تمام اصولِ طریقت اور تعلیم طریقت سے آگاہ فرمایا۔ اور آپ اللہ تعالیٰ اور حضور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عنایت کردہ عظمتوں کو ساتھ لیکر اپنے گھر تشریف لائے۔ اور امتِ محمدیؐ کو جوق در جوق صراطِ مستقیم۔ صراط اللہ پر دھکیلتے ہوئے لے جاتے رہے۔ آپ کی حالتِ استغراق میں اضافہ ہوتا رہا اور آپ اکثر استغراق کی حالت میں رہتے۔ اسکے باوجود طریق سلوک میں کچھ فرق نہ آیا۔ آپ ہمہ وقت درس وتدریس میں ہزاروں طالبانِ علم کو علم سکھاتے اور ساتھ ہی تزکیہ ومجاہدہ کرکے عرفانِ الٰہی کے مراحل

طے کراتے رہے۔شاہ محمد عارفؒ (المعروف خلیفہ عربی) اروڑوی نے انتقال فرمایا۔تو خلافت کلی طور حضرت سید مولانا نورالزمان شاہ صاحبؒ کو عطا ہوئی۔اور آپ قائم مقام کی حیثیت سے سلسلہ اویسیہ کے ولی اکمل ہوئے۔" (علم العرفان)

حضرت مولانا نورالزمان شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے کوٹ چاندنہ آ کر سلسلہ اویسیہ کا فیض عام کر دیا۔اور ہزار ہا بندگانِ خدا کو راہِ حقیقت سے روشناس کرایا۔آپ لوگوں کو توجہ دے کر آناً فاناً معرفتِ الٰہی میں اکمل کر دیتے تھے۔زیارتِ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جو گزشتہ ادوار بلکہ موجودہ دور میں بھی خواب میں ہونا ایک بڑی بات سمجھی جاتی ہے۔آپ بلکہ آپ کے فیض یافتہ ایک آن توجہ دیکر جاگتی حالت میں مشاہدہ کرادیتے تھے ـــــ اسکا دور ونزدیک شہرہ ہوا۔آپکی عظمت وجلالیت اور کرامات کے سینکڑوں واقعات ہیں۔ان میں سے صرف ایک چھوٹا سا واقعہ بطور نمونہ پیش ہے۔

علاقہ پٹھوہار میں اُس زمانہ میں ایک پیر صاحب تھے۔وہاں بھی حضرت سید نورالزمان شاہ صاحب کی متذکرہ خصوصیات کا شہرہ پہنچا۔کہ آپ ایک آن میں طالب کو حضوریِ مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کرادیتے ہیں۔اُن پیر صاحب کے ایک مرید کے دل میں بھی اس فطری خواہش نے انگڑائی لی۔اُس نے اپنے پیر صاحب سے عرض کی۔کہ جب وہ پیر صاحب اپنے مریدوں کو حضوری کراتے ہیں۔تو آپ بھی مجھے کرائیں۔انہوں نے اپنا مصنوعی بھرم قائم رکھنے کیلئے کہا۔اس میں ایسی کیا بات ہے ہم بھی کرادیتے ہیں۔مرید کو کہا کہ چالیس دن خلوت میں رہ کر یہ وظیفہ پڑھو دیدار ہو جائے گا۔چالیس دن کے چلہ کے بعد مرید نے عرض کی کہ حضور مجھے تو گوہر مقصود حاصل نہیں ہوا۔انہوں نے کہا کہ تم صحیح طریقہ سے چلہ نہیں کر سکے۔لازمی طور پر کوئی خامی رہ گئی ہے۔حالانکہ نام نہاد پیر صاحب کو خود یہ چیز میسّر نہ تھی مرید کو کیا کراتے۔لیکن جھوٹی انانیت کی وجہ سے اسے دوبارہ چلہ کیلئے کہا۔مرید بے چارا مستقل مزاجی سے مصروف رہا۔دوسری دفعہ بھی نتیجہ وہی نکلا جو کہ نکلنا تھا۔یعنی نہ کچھ ہونا تھا نہ ہوا۔تیسری دفعہ پیر صاحب نے پھر خلوت کرنے کا حکم دیا۔جب چار ماہ کی مسلسل چلہ کشی کے باوجود اُس مرید کو حضوریٔ اجلاس محمدیؐ تو کجا ایک جھلک بھی نظر نہ آئی تو اُس نے اکتا کر

اپنے پیر صاحب سے عرض کی۔ کہ آپ مجھے اجازت دیں کہ اب میں اُن حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوں جو حضوری کراتے ہیں۔ پیر صاحب نے مجبوراً اجازت دے دی۔ وہ شخص جب کوٹ چاندنہ حضرت نورالزمان شاہ صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو اُس وقت آپ محویت میں تھے۔ وہ خاموش بیٹھ گیا۔ بعد میں درس وتدریس کا سلسلہ شروع ہوا۔ فارغ ہوکر آپ نے اس شخص سے آنے کا سبب پوچھا۔ اُس نے اپنی تمام کہانی بلاکم وکاست عرض کی۔ آپ نے پوچھا تم چلہ کشی کے دوران کیا پڑھتے رہے۔ اُس نے بتایا ''درودِ ابراہیمی'' آپ نے فرمایا اچھا مسجد میں چلے جاؤ اور یہی درود شریف آنکھیں بند کر کے حسبِ سابق پڑھو۔ وہ شخص مسجد میں چلا گیا۔ اور مراقبہ میں درود شریف پڑھنا شروع کیا۔ عصر کے وقت حضرت نورالزمان شاہ صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور بصد مسرت واشتیاق عرض کی کہ میں اتنی قلیل مدت میں جاگتی حالت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت سے مشرف ہوا ہوں۔ بمہربانی مجھے اپنی غلامی میں لے لیجئے ــــــ یہ تو ایک عام مثال ہے جبکہ آپکے مریدوں میں معرفتِ الٰہی میں اکمل مریدوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ حضوری تو عام تھے۔

آخر یہ آفتاب علم وعرفان کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ کی تعمیل میں ۲۸ شوال ۱۳۴۲ھ کو غروب ہوگیا۔ اِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ وفات کے بعد آپ کی قبر مبارک اُس جگہ بنائی گئی۔ جسکی طرف اشارہ آپ اپنی حیاتِ مبارک میں وفات سے چند روز قبل کر چکے تھے۔ اسی سادہ مگر پُروقار مزارِ پُرانوار کے احاطہ میں آپ کی ازواجِ مطہرات اور نورِ نظر صاحبزادہ جناب فخر الزمان شاہؒ کی تربتِ مبارک بھی ہیں۔

آپ کے دو خلیفۂ اکبر تھے۔ ایک جناب فخر الزمان شاہؒ جو کہ آپکے فرزند تھے۔ جنہوں نے جملہ علوم ظاہری وباطنی کی تکمیل آپکے زیرِ سایہ پائی۔ آپکی وفات کے بعد سجادہ نشین کی حیثیت سے انہوں نے درس وتدریس اور بیعت وارشاد کا سلسلہ جاری رکھا۔ ہزارہا بندگانِ خدا آپ سے مستفید ہوئے۔ آپ کی ۱۹۵۲ء میں وفات کے بعد آپکے صاحبزادگان جناب شمس الزمانؒ، جناب بدر الزمانؒ اور جناب منیر الزمان صاحب نے فیض اویسی جاری رکھا۔ اور انکی رحلت کے بعد انکے صاحبزادگان

اور فیض یافتگان اس سرچشمہ حقیقت و معرفت سے ایک جہانِ عالم کو سیراب کر رہے ہیں۔

آپ کے دوسرے خلیفۂ اکبر جناب مولوی محمد امین رحمتہ اللہ علیہ ہیں۔ یہ بھی تقریباً بچپن ہی سے آپکے زیر سایہ رہے۔ آپ ہمہ وقت اپنے محبوب حضرت نور الزمان شاہ صاحبؒ کی خدمت میں مصروف رہے اور انتہائی کم عمری میں علم و عرفان کی تکمیل کر کے یکتائے روزگار ہوئے۔ جناب نور الزمان شاہ صاحبؒ نے وفات سے کچھ روز پیشتر اپنی قمیض مبارک اتار کر آپ کو پہنا دی۔ اور فرمایا کہ تمہارے ظاہری و باطنی علم کی تکمیل ہو چکی ہے۔ جاؤ اب لوگوں تک یہ علم و فیض پہنچاؤ۔ تمہارے تین پھل ہوں گے ـــــ حضرت مولانا محمد امین صاحبؒ حضرت نور الزمان شاہؒ کی تجہیز و تکفین کے بعد اپنے وطن کشمیر کی طرف روانہ ہوئے۔ اور پھر یہاں سے حقیقت و معرفت کا یہ ماہِ کامل تمام دنیا کو منور کرنے لگا۔

الحاج مولوی محمد امین رحمتہ اللہ علیہ

آپ کا شجرۂ نسب مشہور صحابی حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ حضرت دحیہ کلبیؓ کا شجرہ پانچویں پشت پر کعب سے جا ملتا ہے۔ جو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے اجداد قبیلہ قریش حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ذریت سے ہیں۔ آپ کے والد کا اسم گرامی رحیم الدین تھا۔ آپکا خاندان پنجاب سے نقل مکانی کر کے کشمیر کے علاقہ شاردا ـــــ دراوہ میں مستقل سکونت پذیر ہوا۔ آپ ۱۹۱۰ء میں موضع شاردا تحصیل کرناہ (موجودہ ضلع نیلم تحصیل شاردا) میں پیدا ہوئے۔ چونکہ آپ ایک اعلیٰ علمی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ اسلئے آپ نے ابتدائی تعلیم ـــــ ناظرہ قرآن حکیم اور فارسی کی چند ابتدائی کتابیں اپنے والد صاحب سے جو وقت کے مشائخ اور صاحبِ بصیرت فقراً میں تھے پڑھیں۔ اس دور دراز جگہ میں آپ کی علمی تشنگی کی آبیاری ناممکن تھی۔ آپکے والد صاحب نے مزید تعلیم کیلئے گھر بار اور عزیز و اقربا کو خیر باد کہنے کی اجازت دی ـــــ آپ نے ضلع ہزارہ سے اپنی تعلیم کی ابتدا کی۔ پھر پنجاب اور پھر وہاں سے وسط ہند تک جہاں بھی کسی جید عالم کی شہرت سنی پہنچ گئے۔ اسطرح آپ نے قرآن و حدیث۔ فقہ۔ منطق۔ تاریخ و حکمت اور فلسفہ کی تعلیم حاصل کی۔ تعلیم کی یہ

طلب وعشق آپ کوکشاں کشاں دیو بند اور امروہہ کی مشہور زمانہ درسگاہوں میں لے گیا۔ دارالعلوم دیو بند سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے دارالعلوم امروہہ میں داخلہ لیا۔ یہ دارالعلوم مشہور زمانہ عالم مولانا محمد نورالزمان شاہؒ کی زیرنگرانی چل رہا تھا۔ آپ علوم ظاہری و باطنی میں یکتائے روزگار تھے۔ تھوڑے ہی عرصہ بعد محمد امین صاحب نے اپنا ظاہر و باطن آپکے سپرد کر دیا۔ آپ نے حصولِ علم و حصولِ طریقت میں لاثانی محنت و مجاہدہ کیا ـــــ یہ تعلق یہاں تک بڑھا کہ آپ پل بھر کیلئے بھی حضرت نورالزمان شاہؒ سے جدائی کا تصور نہ کر سکتے تھے۔ نگرانی کے کام کے سلسلہ میں شاہ صاحب کو دہلی۔ دیو بند اور دیگر مختلف شہروں میں جانا پڑتا تھا۔ ایک دفعہ شاہ صاحب دہلی تشریف لے گئے۔ چونکہ آپ ان دنوں بہت مصروف تھے۔ اسلئے وہاں ایک مولانا کے سپرد کرکے آپکو کہا کہ تم ان سے اس کتاب کی تکمیل کرو۔ چار و ناچار آپ کو سرِ تسلیم خم کرنا پڑا۔ شاہ صاحب واپس امروہہ تشریف لے گئے۔ لیکن محمد امین صاحب کو صبر کا یارانہ رہا۔ سبق کی طرف دھیان دینے کا تو تصور ہی محال ہو گیا۔ فراقِ یار میں محسوس کیا کہ ایک پل نہ گزار سکوں گا۔ دیوانہ وار امروہہ کی طرف روانہ ہو گئے ـــــ جب شاہ صاحب کے پاس پہنچے تو دیوانوں کی سی حالت بنی ہوئی تھی۔ انہوں نے استفسار کیا کہ یہ کیا حالت بنا رکھی ہے۔ ہم تو تمہیں دہلی چھوڑ آئے تھے۔ عرض کی مجھے کسی علم کی ضرورت نہیں۔ میں آپ کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ صرف اپنے قریب رہنے دیں۔ آپ اب یا تو مجھے بے حال کریں ـــــ یا مجھے باحال کر دیں۔ کہ میں ''فنا'' ہو جاؤں ـــــ شاہ صاحب آپکی حالت دیکھ کر بڑے متاثر ہوئے۔ انہوں نے کہا کہ کشمیری جنگل میں چلے جاؤ اور خلوت کرو۔ آپ جنگل میں چلے گئے۔ ایک قبر کے پاس التحیات کیلئے جگہ تھی۔ آپ وہاں ہی مراقب ہو گئے۔ طویل سفر سے جسم چور چور۔ فاقہ سے نقاہت اور اضطراری کیفیت۔ جسم و دل بس میں نہ تھا ـــــ چونکہ سامانِ خورد و نوش تو تھا نہیں۔ دو دن اور دو راتیں اسی طرح گزر گئیں۔ تیسری رات نقاہت سے غشی طاری ہونے لگی۔ حواس جواب دے گئے۔ سمجھے کہ نامۂ اجل آیا ہی چاہتا ہے ـــــ لیکن یہ تو مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْتَ مُوْتُوْا کا مقام تھا۔ اچانک ایک نورانی عالم ظاہر ہوا۔ دیکھتے ہیں کہ ایک سنہری ریل انکے قریب آ کر ٹھہرتی ہے۔ جس میں سے

محمد نورالزمان شاہ صاحب متبسّم حالت میں اترتے ہیں۔قریب آکر تحسین فرماتے ہیں اور واپس گاڑی میں بیٹھ کر تشریف لے جاتے ہیں۔کچھ وقفہ کے بعد پھر ریل اسی انداز سے آتی ہے۔اب کی بار حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ تشریف لاتے ہیں۔وہ بھی خوش ہوکر گلے لگاتے ہیں اور ریل گاڑی میں بیٹھ کر واپس تشریف لے جاتے ہیں۔تھوڑے وقفہ کے بعد ریل گاڑی پھر آتی ہے۔اب اس میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم حضرت خواجہ اویس قرنیؓ اور حضرت نورالزمان شاہؒ کی معیت میں تشریف لاتے ہیں۔حضور کمال محبت وشفقت فرماتے ہیں۔اور ارشاد فرماتے ہیں۔''محمد امین اب تمہاری ولایت کی تکمیل ہوگئی۔جاؤ اب علمِ دین کی تکمیل کرو'' ـــــ اسکے بعد آپ حضرات واپس تشریف لے جاتے ہیں۔ہوش میں آنے کے بعد تمام عالم نورانی محسوس ہوتا ہے۔نہ نقاہت۔نہ درد نہ اضطراب۔شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے ـــ آپ نے تبسّم فرما کر فرمایا''اب تم باحال ہوگئے'' ـــــ اسکے بعد محمد امینؒ نے اپنی زندگی کا وظیفہ شاہ صاحب کی خدمت بنالیا۔آپ دن رات اُنکی خدمت میں مصروف رہتے۔شاہ صاحب جب خانگی مصروفیات کی وجہ سے دارالعلوم امروہہ کی سرپرستی چھوڑ کر کوٹ چاندنہ تشریف لے گئے۔تو آپ بھی کوٹ چاندنہ آگئے۔آپکی علمی بصیرت۔عشق ومحبت اور خدمتِ پیر کو دیکھتے ہوئے صاحبزادہ صاحب کے عقیدت مندوں کو گمان گزرا کہ کہیں ''کشمیری'' خلافت نہ لے جائے۔انہوں نے آپ کو تنگ کرنے۔محبوب سے دور بھگانے بلکہ جان سے مارنے کیلئے مختلف حربے اختیار کئے۔لیکن آپ ان باتوں سے لاتعلق اپنی دھن میں مگن رہتے۔آپکی علمی استطاعت۔بالغ نظری اور محبت وعقیدت کو دیکھ کر شاہ صاحب نے ایک دفعہ فرمایا''لوگ تو مجھے خلافت دینے کے متعلق مشورے دے رہے ہیں۔لیکن تمہارا یہ انداز دکھا رہا ہے۔خلافت دینے کا فیصلہ شاید تمہارے حق میں ہو'' ـــــ جب شاہ صاحب اپنے آخری ایام میں علیل ہوئے۔تو محمد امینؒ نے اپنی تمام علمی مصروفیات۔عبادت ومراقبہ ترک کردیا۔اور ہر وقت آپ کی تیمارداری میں مصروف رہتے۔نہ کھانے کا ہوش۔نہ پینے کا ہوش۔نہ سونے کا۔آخر فیصلہ کا وقت آگیا۔شاہ صاحب نے اپنی قمیض اتار کر محمد امین صاحب کو دی کہ یہ قمیض پہن لو یہ تمہاری خدمت کا صلہ ہے۔

اسکے چندروز بعد شاہ صاحبؒ اپنے منبع حقیقی سے جا ملے۔ حضور قبلہ محمد امینؒ شاہ صاحب کی تجہیز و تکفین کے بعد علم و عرفان کی اکملیت کے ساتھ اپنے وطن کو لوٹے۔ آپ کو اُسوقت خط (داڑھی۔ مونچھ) بھی نہیں آیا تھا ـــــ آپ کی عدم حاضری میں آپ کے والدین وفات پا چکے تھے۔ آپ نے یہاں پہنچ کر اپنے بھائیوں اور دیگر عزیزوں کو سلسلہ میں داخل کیا ـــــ کچھ عرصہ یہاں قیام کے بعد آپ نے اپنی آبائی جائیداد اپنے بھائیوں میں تقسیم کر کے موضع کاشیراہ میں جگہ خرید لی اور وہاں پر ہی مستقل سکونت اختیار کر لی۔

آپ کی آمد کے ساتھ ہی سلسلہ اویسیہ بڑی تیزی سے کشمیر میں پھیلا۔ اور لوگوں کو پتہ چلا کہ فقر کا تعلق ناسوتی عالم سے نہیں بلکہ اسکی ابتدا عالمِ ملکوت سے ہوتی ہے۔ آپکے مریدین میں حضوریِ اجلاس محمدیؐ تو لاتعداد تھے ہی۔ معرفتِ الٰہی میں اکمل بھی خاصی بڑی تعداد میں تھے۔ آپکی علو مرتبت کا اندازہ لگانا محال ہے۔ اسکی کسی حد تک جھلک آپکے مریدین کے واقعات سے جو کہ ''نور العرفان'' میں مذکور ہیں۔ سے لگایا جاسکتا ہے۔ مثلاً صرف دو واقعات نقل کئے جاتے ہیں۔

الحاج مولوی محمد امین رحمتہ اللہ علیہ کے لڑکپن کا زمانہ تھا۔ کہ آپ پوٹھوہار کے علاقہ میں تشریف لے گئے۔ وہاں آپ کی ملاقات ایک ''پیر صاحب'' سے ہوئی۔ عام پیشہ ور فقیروں کی طرح حقیقی فقیری سے اسکا بھی کوئی تعلق نہ تھا۔ لیکن بزعم خود اپنے آپ کو بہت پہنچا ہوا تصور کرتا تھا۔ اور ظاہر ہے لوگوں کو بیعت بھی کرتا تھا۔ آپ نے اُس سے پوچھا کہ کیا آپ لوگوں کو بیعت کرتے ہیں۔ اُس نے جواب دیا ہاں۔ آپ نے استفسار کیا کہ بیعت تو معرفتِ الٰہی کیلئے کی جاتی ہے۔ کیا آپ لوگوں کو بامشاہدہ عرفانِ الٰہی دیتے ہیں؟ اگر یہ نہیں تو کم از کم مریدین کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت تو کراتے ہی ہوں گے؟ ان پیر صاحب نے کہا یہ امر محال ہے۔ ایسا ہو نہیں سکتا۔ سوائے اسکے کہ نماز اور وظیفہ پڑھیں۔ یہ سن کر قبلہ محمد امینؒ نے فرمایا کہ تم بیعت کر کے لوگوں کو دھوکہ دے رہے ہو۔ تمہارا مقصود صرف نذر نیاز ہے ـــــ اگرچہ یہ بات بڑی تلخ تھی۔ لیکن چونکہ حقیقت تھی۔ اسلئے پیر صاحب خاموش ہو گئے ـــــ بعد میں اُنکو خیال آیا کہ اس لڑکے نے جو باتیں کی ہیں وہ یونہی

تونہیں کی جاسکتیں۔ یہ سوچ کروہ رات کوآپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور کہا کہ تم نے جو باتیں کی ہیں۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ تم حقیقت سے باخبر ہو۔ کیا تم زیارت کرا سکتے ہو؟ آپ نے ارشاد فرمایا ہاں اگر تم چاہو تو کرا سکتا ہوں ـــــ آپ نے اُسے مراقبہ میں بٹھا کر درود شریف پڑھنے کیلئے کہا۔ تھوڑی دیر میں اسے مشاہدہ شروع ہوا۔ اور محمد امینؒ نے اسے اجلاس میں داخل کرا کے زیارت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے مشرف فرمایا ـــــ ''پیر صاحب'' زاروقطار رونے لگے۔ وہ اپنے سابقہ فعل اور کارگزاری پر نادم تھے۔ کہ فقیری سے نابلد ہونے کی وجہ سے لوگوں کو محض دھوکا دیتے رہے۔

ایک دفعہ محمد امین رحمتہ اللہ علیہ سٹیٹ سبجیکٹ حاصل کرنے کے سلسلہ میں وادی کرناہ تشریف لے گئے۔ وہاں ایک نمبردار آپکا مرید تھا۔ رات کو اُسی کے گھر قیام کا فیصلہ کیا۔ آپکی آمد پر نمبردار نے حضور کو ایک کمرہ میں بٹھایا۔ تھوڑی دیر کے بعد اُس نے عرض کی کہ آپکے لئے ایک دوسرے کمرہ میں بندوبست کر دیا ہے۔ آپ ادھر تشریف لے چلیں۔ آپ نے کہا کہ نہیں میں یہاں ہی ٹھیک ہوں۔ نمبردار نے بتایا۔ بات اصل میں یہ ہے کہ اس کمرہ میں ایک عیسائی رینجر ٹھہرا ہوا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ جناب کی شان میں نازیبا کلمہ کہے۔ آپ نے فرمایا کہ اُسکو آنے دو ہم اسکی کسی بات کو محسوس نہیں کریں گے ـــــ شام کے وقت رینجر آیا۔ جونہی کمرے میں داخل ہوا۔ نمبردار صاحب نے حفظِ ماتقدّم کے طور پر آپکا تعارف کرایا۔ کہ یہ کوئی گستاخانہ کلام نہ کرے۔ کہ ''یہ میرے پیر صاحب ہیں۔'' لیکن ہوا وہی جسکا نمبردار کو خدشہ تھا۔ رینجر نے فوراً کہا '' یہ پیر ٹھگ ہوتے ہیں۔'' یہ سن کر نمبردار غصہ سے لال پیلا ہو گیا۔ اور قریب تھا کہ وہ رینجر کو اٹھا کر کمرے سے باہر پھینک دیتا۔ کہ آپ نے اشارے سے اُسے منع فرمایا۔ نمبردار اٹھ کر باہر چلا گیا۔ رینجر کپڑے وغیرہ تبدیل کر کے انگیٹھی کے پاس آبیٹھا اور اُس نے طنزیہ طور پر گفتگو شروع کی۔ لیکن آپ نرمی سے جواب دیتے۔ جب بات نے طول کھینچا۔ تو آپ نے فرمایا کہ آپ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سچے پیرو ہیں۔ آپکو تو ان سے سچی محبت ہوگی۔ اور لازماً حضرت عیسیٰؑ کو بھی آپ سے محبت ہوگی۔ اُس نے کہا ''ہاں'' آپ نے کہا کہ آپ یہ کریں کہ حضرت عیسیٰؑ مجھے دکھائی دیں اور کہیں کہ آپکا دین سچا

ہے۔ تو میں بمع اپنے تمام مریدین کے آپکا مذہب قبول کرلوں گا ـــــ اگر آپ یہ نہ کر سکیں اور حضرت عیسیٰؑ آپ کو یہ کہہ دیں کہ دینِ مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم سچا ہے۔ تو تمہیں اسلام میں داخل ہو کر ہمارا مرید بننا ہوگا ـــــ کہو یہ شرط منظور ہے ـــــ رینجر صاحب یہ بات سنکر سناٹے میں آگئے۔ بلاسوچے سمجھے یہ کہہ دیا "منظور ہے" ـــــ آپ نے فرمایا کہ آپ کوشش کریں کہ ہم عیسائی ہونا قبول کریں۔ وعدے کو آئندہ پر چھوڑ دیا گیا۔ اس بات سے وہ رینجر متاثر ہوا۔ اور گفتگو کا انداز بدلا ـــــ صبح محمد امینؒ سرٹیفکیٹ لینے کیلئے چلے گئے۔ واپس آئے تو نمبردار نے بتایا کہ رینجر صاحب کو اچانک دورے پر جانا پڑا۔ جاتے وقت انہوں نے اس امر پر افسوس کا اظہار کیا۔ کہ دوبارہ آپ سے ملاقات نہ ہو سکی۔ اور سوا روپیہ نذرانہ دیا۔ آپ نے وہ نذرانہ قبول فرمایا۔ اور رینجر کے ایمان کیلئے دعا فرمائی ـــــ اس واقعہ کو ایک سال کا عرصہ گزر گیا۔ ایک دن حضور مولوی محمد امینؒ لنگیٹ میں اپنے ایک مرید سمندر میر ذیلدار کے گھر تشریف لائے۔ حسن اتفاق سے وہ رینجر بھی اس علاقہ میں ٹرانسفر ہو کر آیا تھا ـــــ وہ آپکی آمد کا سنکر آیا اور کہا کہ آپ اپنی شرط پوری کریں۔ کہ حضرت عیسیٰؑ مجھے بشارت دیں تو میں اسلام قبول کرلوں گا۔ آپ نے رینجر صاحب کو کہا کہ مسجد میں جائیں اور حضرت عیسیٰؑ کا تصور کر کے آنکھیں بند کر کے بیٹھ جائیں ـــــ رینجر صاحب مسجد گئے۔ اور حضرت عیسیٰؑ کا تصور شروع کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد اُن پر غنودگی طاری ہوئی۔ اس غنودگی میں انہوں نے ایک وسیع باغ دیکھا۔ وہاں انہیں ایک بزرگ ملے۔ جنہوں نے اپنا نام شاہ لونگ سندھی بتایا۔ وہ اُنکو ایک باغ میں لے گئے۔ وہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف فرما تھے۔ حضرت شاہ لونگ سندھیؒ نے ان سے تعارف کرایا۔ رینجر صاحب بہت خوش ہوئے۔ اتنے میں انکی نظر سامنے پڑی تو وہاں ایک ہستی کو دیکھا۔ ان کی پر جلال شخصیت کو دیکھ کر رینجر صاحب پر ہیبت طاری ہوگئی اور زبان گنگ ہوگئی۔ حضرت عیسیٰؑ نے یہ کیفیت دیکھ کر تبسم فرمایا۔ اور تعارف کراتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ "یہ نبی آخرالزماں حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ پر ایمان لانا ضروری ہے۔ آپ پر ایمان لاؤ۔" رینجر صاحب مراقبہ سے فارغ ہو کر حضور الحاج مولوی محمد امینؒ کے قدموں میں گر پڑے۔ اور کلمہ شریف پڑھانے

کی استدعا کی ــــ اور اپنا جسم و جان حضور کے سپرد کر دیا ــــ یہ شخصیت راجہ سخی ولایتؒ کی تھی۔

الحاج مولوی محمد امین رحمتہ اللہ علیہ کی کیمیا اثر توجہ۔ کمالات ملکوتی اور اسوۂ حسنہ سے متاثر ہو کر سرزمین کشمیر میں سلسلہ اویسیہ بڑی تیزی سے پھیلا۔ ہزار ہا بندگانِ خدا آپ کے ذریعہ علم و معرفت میں کامل واکمل ہوئے۔ آخر کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ کے قانون الٰہی کی تعمیل میں۔ آپ مخلوق خدا کی رہنمائی کیلئے ایک کامل اکمل جماعت ترتیب دے کر ۱۷ ذوالحجہ ۱۳۸۸ھ بمطابق ۱۷ مارچ ۱۹۶۸ء کو واصل الی الحق ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ یہ جماعت آپکے مشن کو آپ کے بعد بھی جاری و ساری رکھ کر دُعائے اویسی کی تکمیل کا باعث بنے گی۔

آپ کے خلفا میں سے خواجہ عبدالکریمؒ اور راجہ سخی ولایت خانؒ جو کہ بڑے اولوالعزم ولی تھے۔ اور جنکی وجہ سے کثرت سے لوگ سلسلہ اویسیہ میں داخل ہوئے۔ آپکی حیاتِ مبارکہ میں فوت ہو گئے۔ الحاج مولوی محمد امین رحمتہ اللہ علیہ قطب الاقطاب کی وفات کے بعد جناب امین الدین صاحب سجادہ نشین اور آپ کے دیگر صاحبزادگان نے کاشیراہ سے۔ جبکہ ڈاکٹر محمد رمضانؒ نے مگرمل باغ سرینگر سے۔ وادیٔ کشمیر اور انڈیا میں سلسلہ رشد و ہدایت جاری رکھا ــــ پاکستان۔ براعظم یورپ ۔ افریقہ اور امریکہ میں آپ کے خلیفہ جناب محمد نور الدین اویسیؒ قطب الاقطاب کے ذریعہ کثرت سے طالبانِ حق فیضِ اویسی سے مستفید ہوئے۔ اور اس سرچشمہ رشد و ہدایت اور معرفت سے ایک جہاں سیراب ہوا۔ اور یہ فیض اپنی پوری جولانی سے تاابد جاری رہے گا۔ آپ کے فیض یافتگان انسان کو اس کے مقصدِ حقیقی سے روشناس کرا کے "یُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ" کا سلسلہ تا قیامِ قیامت جاری رکھیں گے۔ انشاء اللہ۔

خلوت اور مشاہدۂ حضوری

قبلہ و کعبہ محمد نور الدین اویسی رحمتہ اللہ علیہ کا گزشتہ صفحات میں سلسلہ اویسیہ میں الحاج مولوی محمد امین رحمتہ اللہ علیہ سے بیعت ہونے کا تذکرہ ہوا۔ اسکے بعد سلسلہ اویسیہ کا مختصر تعارف کرایا گیا۔ اب پھر قبلہ محمد نور الدین اویسیؒ کے حالات بیان کئے جاتے ہیں۔

بیعت ہونے کے بعد قبلہ ہر وقت تصورِ یار میں گم رہتے ـــــ رات کو مراقبہ میں مصروف رہتے۔ اور دن کو بھی جو وقت میسر آتا ورد درود شریف ہوتا۔ اسطرح ایک سال کا عرصہ گزر گیا۔ آپ فرماتے کہ میں یہ سمجھتا تھا۔ مراقبہ میں اجلاسِ محمدیؐ کا مشاہدہ ہوگا۔ لیکن ایک سال گزرا۔ مجھے اس قسم کا مشاہدہ ایک لمحہ کیلئے بھی نہ ہوا۔ آپ جناب راجہ سخی ولایتؒ سے بار بار گلہ کرتے۔ کہ زینت مشاہدہ کرتی ہے۔ راجہ علی اکبر کا کمسن بچہ نظیر احمد مشاہدہ کرتا ہے۔ جسے دیکھو اجلاس کی باتیں کرتا ہے۔ مگر میں بار بار شب و روز محنت کے کھلتا نہیں۔ ان لوگوں نے مجھ جتنی محنت بھی نہیں کی۔ پھر بھی یہ لوگ سب کچھ دیکھتے ہیں۔ سخی صاحب دلاسہ دیتے ـــــ قبلہ و کعبہ مذا قاً فرماتے کہ

ع چارہ گر بھی مجھے بیمار ملا قسمت سے

سخی صاحب خود بھی لطیفہ اخفا میں گرفتار رہتے۔ انہیں بھی جب ضرورت محسوس ہوتی۔ کبھی جوائے سے اور کبھی علی اکبر سے مراقبہ کراتے۔

راجہ سخی ولایت خانؒ آپ سے فرماتے کہ حضور قبلہ عالمؒ کی خدمت میں پیش ہو کر۔ خلوت میں بیٹھنے کی استدعا کرو۔ خلوت میں زیارت ہو جائے گی ـــــ لیکن آپ فرماتے کہ جب حضور قبلہ عالم تشریف لاتے۔ تو آپ کے سامنے سوال کرنے کی نہ جرات ہوتی ـــــ اور نہ ادب ہی اجازت دیتا کہ ہم اپنی طرف سے کوئی فرمائش کریں ـــــ لیکن جب سلسلہ کے لوگوں میں سے جسے دیکھو کھلا ہوا ہے۔ چھوٹے چھوٹے بچے بھی اجلاس کی کیفیتیں مشاہدہ کرتے ہیں۔ تو مجھ میں بھی زیارتِ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تڑپ بڑھ جاتی۔ کیونکہ یہ تڑپ بچپن ہی سے میرے اندر موجود تھی۔ میں قبلہ سخی صاحب سے کھلنے کی التجا کرتا۔ بلکہ شکایتی انداز میں مطالبہ بھی کرتا۔ آخر قبلہ سخی صاحب نے وعدہ کیا کہ اب پیر صاحب تشریف لائے۔ تو تمہارے لئے خلوت کی سفارش کروں گا۔ وہ خلوت میں بٹھائیں گے تو تم کھل جاؤ گے۔ آخر وہ خوش کن گھڑی بھی آ گئی ۔ کہ قبلہ محمد امینؒ بمع اہل و عیال گاندربل تشریف لائے۔ اور کچھ دنوں کیلئے وہاں قیام رکھا۔ اسی دوران حضور قبلہ عالم اور سخی صاحب شہر آئے۔ آپ ایک ہوٹل میں تشریف فرما تھے۔ محمد نور الدین اویسیؒ حضورؒ کی خدمت میں حاضر

ہوئے۔سخی صاحب نے سفارش کی ـــــ محمد امین صاحب ؒ نورالدین اویسی صاحب کی کثرت درود خوانی۔مراقبہ کرنے میں جدوجہد اور والہانہ عقیدت ومحبت سے بڑے خوش تھے۔حضور قبلہ محمد امین ؒ نے ارشار فرمایا۔"نورالدین!کل تم گاندربل میں آکرخلوت کرو۔" آپ کیلئے یہ امرانتہائی مسرت کا تھا ـــــ آپ فرماتے ہیں کہ یہ مہینہ اگست کا تھا ـــــ ساون کی پُر فضائرت تھی۔کشمیر جنت نظیر کی فضا واقعی جنت کا سماں پیدا کررہی تھی۔ان دنوں میں مہاراجہ کے محل میں کام کررہا تھا ـــــ کام زوروں پر تھا۔میں بغیر اطلاع کام چھوڑ کر گاندربل روانہ ہوگیا۔اپنے دوستوں سے میں نے کہا۔میں گاندربل چلہ کرنے جارہا ہوں۔میرے لئے روزانہ۔کھانے پینے کا سامان۔گوشت سبزی۔مکھن ڈبل روٹی وغیرہ ڈاک گاڑی کے ذریعہ بھیجتے رہنا ـــــ گاندربل حضور قبلہ عالم کی خدمت میں حاضر ہوا۔آپ بمع اہل وعیال۔گاندربل کے پار گاؤں میں ایک ٹھیکیدار کے مکان میں سکونت پذیر تھے۔ کھانے پینے کا اپنا بندوبست کررکھا تھا۔حضور قبلہ عالم اسی جگہ کھلے سبزہ زار میں تشریف رکھتے تھے۔ میں حاضر ہوا۔تو فرمانے لگے۔تم آگئے۔میں نے عرض کی جناب نے وعدہ فرمایا تھا۔میں پیلس میں کام چھوڑ کر آیا ہوں۔فرمانے لگے کام کیوں چھوڑ دیا۔یہ کام کا سیزن (موسم) ہے۔بعد میں کام بند ہوجائے گا۔بہتر ہے تم فی الحال اپنا کام کرو۔بعد میں خلوت کرنا ـــــ میں سخت گھبرا گیا۔کہ ملی نعمت سے محروم ہوگیا ـــــ میں نے عرض کی۔حضور میں اب واپس گھر نہ جاؤں گا۔خلوت نہ ہوئی تو جنگل کی راہ لوں گا ـــــ مجھے کاروبار کی ضرورت نہیں ـــــ چاہے مجھے فاقہ سے گزارنا پڑے۔ساتھ ہی قبلہ سخی صاحب کے آگے ہاتھ جوڑے۔کہ میری سفارش فرمائیں۔قبلہ سخی صاحب نے میری سفارش فرمائی۔حضور راضی ہوگئے۔فرمانے لگے۔اچھا ـــــ جاؤ۔ندی میں غسل کرو ـــــ اور ساتھ والی مسجد میں بیٹھ جاؤ۔دیکھو یا کامیاب ہوکر نکلو۔یا مرکر نکلو ـــــ کھانا وغیرہ کچھ نہیں ملے گا ـــــ یہاں سب لوگ بے نماز ہیں۔انکا کھانا تمہارے لئے ٹھیک نہ ہوگا۔دن رات اسی مسجد میں قیام کرو ـــــ میں نے عرض کی کہ مجھے اپنا کھانا پکانے کی اجازت دیں۔میں نے شہر سے۔اپنا سامان منگوانے کا بندوبست کررکھا ہے۔فرمانے لگے۔کیا منگواؤ گے۔میں نے کہا ـــــ گوشت سبزی۔مکھن ڈبل

روٹی۔آپ نے تبسّم فرمایا ـــــ فرمانے لگے۔خلوت کیلئے آئے ہو۔یا سیر وتفریح کیلئے۔میں نے عرض کی کہ کھانے کے بغیر کیسے گزر ہو سکے گی۔فرمانے لگے۔خلوت میں فاقہ بہتر ہے۔ایک وقت شام کو ہمارے گھر سے تمہارا کھانا آئے گا۔بس چوبیس گھنٹے کا روزہ ہوگا۔جاؤ مسجد میں بیٹھو ـــــ میں نے ندی پر آکر غسل کیا۔مسجد کے پاس پہنچا اندر نگاہ ڈالی۔تو طبیعت پریشان ہوگئی۔مسجد ویران تھی۔یہاں دور تک چنار کے درخت پھیلے ہوے تھے۔جگہ پر سناٹا چھایا تھا۔مکان اردگرد کوئی بھی نہ تھا۔اندر مسجد کے نمی کی وجہ سے لاوا جما ہوا تھا۔چٹائیاں بوسیدہ تھیں۔اور نمی کی بو آرہی تھی۔اندر داخل ہوا۔تو اندھیرا تھا۔باہر نظر ڈالی۔تو ساون کی پُر فضا بہار دیکھ کر۔دل ڈولنے لگا ـــــ شدید بے چینی و اضطراب طاری ہوا ـــــ آخر فیصلہ کیا۔کہ اس تنہا خوفناک جگہ رہنا مشکل ہے۔پیر صاحب نے تو کہا تھا۔کہ فی الحال اپنا کام کرو ـــــ بہانہ تو ہے ہی۔نماز ظہر ادا کر کے بغیر ملے گھر چلا جاؤنگا ـــــ یہ فیصلہ کر کے نماز ظہر ادا کی۔فارغ ہوا تو پھر باہر کی فضا پر نظر پڑی۔جی بہت گھبرایا۔کہ فوراً یہاں سے بھاگ جاؤں۔پھر خیال آیا کہ بھاگ کر حضور قبلہ عالم کو کیا منہ دکھاؤں گا ـــــ محسوس ایسا ہوا کہ بدن چور چور ہے۔اسی کشمکش میں نیند نے بھی غلبہ کیا۔سوچا تھوڑی دیر سو جاتا ہوں پھر بھاگ جاؤنگا۔عصر کے وقت جاگا تو طبیعت سخت بے چین تھی۔باہر کی فضا دیکھ کر ایسے معلوم ہوتا تھا۔میں حبسِ دوام میں قید ہو گیا ہوں۔تیار ہو گیا ـــــ سوچا عصر کی نماز پڑھ لوں۔آخر اٹھکر باہر نالہ پر وضو کر کے آیا۔عصر کی نماز کیلئے کھڑا ہو گیا۔نماز ادا کی۔تو طبیعت میں اچانک سکون پیدا ہوا۔جگہ مانوس ہوگئی۔ایسا لگا میں مدت سے اس مسجد میں ٹھہرا ہوا ہوں۔طبیعت لگ گئی۔اور بیرونی فضا کا اثر یکسر زائل ہو گیا۔دل مراقبہ کی طرف مائل ہو گیا ـــــ بس مراقبہ شروع کر دیا۔آنکھیں بند کر کے سر پر چادر ڈال دی۔اور بیرون ماحول سے علیحدہ ہو گیا۔رفتہ رفتہ محویت طاری ہوگئی اور میں درود شریف میں مشغول ہو گیا۔شام قریب ہونے لگی تو مچھروں کا شور ایسے سنائی دیا۔جیسے کوئی مشین چل رہی ہے۔مچھر کاٹنے لگے ـــــ شام ہوگئی مغرب کی نماز ادا کی تو فوراً شور بند ہو گیا۔دیکھا تو مسجد میں ایک مچھر بھی نہیں رہا ـــــ دل کو سکون پیدا ہوا ـــــ عشا کے قریب حضور قبلہ عالم کے چھوٹے بھائی محمد اسماعیل صاحب

چاول اور ساگ کھانے کیلئے لائے۔ یقین جانیئے اس کھانے میں اتنی لذت محسوس کی کہ بیان نہیں کر سکتا۔ کھانے سے فارغ ہو کر نماز عشاادا کر کے۔ پھر مراقبہ میں مشغول ہوا ـــــ رات گہری ہونے لگی۔ تو مسجد میں چلنے کی آوازیں آنے لگیں۔ میں خوفزدہ ہوا۔ کہ شاید یہ ویران مسجد جنات کا مسکن ہو گی۔ میں نے ہمت نہ ہاری۔ مراقبہ میں مشغول رہا۔ اچانک کوئی بھاری چیز میری پیٹھ سے ٹکرائی۔ تو اندازہ ہوا۔ کہ مسجد میں کثرت سے چوہے جمع ہیں۔ آدھ گھنٹہ اسی دوڑ دھوپ میں گزرا۔ کہ یہ سلسلہ بھی ختم ہو گیا۔ سب چوہے مسجد سے بھاگ گئے۔ اب میں اطمینان سے مراقبہ میں مشغول ہو گیا۔ صبح ہو گئی۔ مگر میں نے اب باہر کی نسبت مسجد کے اندر سکون محسوس کیا۔ حضور قبلہ عالم تشریف لائے۔ آواز دی۔ میں نے السلام علیکم عرض کیا۔ آپ کے ساتھ خواجہ عبدالکریم صاحب بھی تشریف لائے ـــــ پوچھنے لگے۔ نورالدین کیا حال ہے۔ میں نے عرض کی مطمئن ہوں ـــــ فرمانے لگے ہاں میں نے تیرا اطمینان دیکھ لیا ـــــ تم ظہر کے وقت ہی یہاں سے بھاگ رہے تھے۔ میں ندامت سے خاموش ہو گیا ـــــ فرمانے لگے تم اندر چلے گئے۔ باہر شیطان کھڑا تمہیں توجہ دے رہا تھا۔ کہ یہاں سے بھاگو۔ میں تمہارے ارادہ کو دیکھ رہا تھا ـــــ تم بھاگنے کا فیصلہ کر چکے تھے۔ ظہر کے بعد تم سو گئے۔ تو مجھے تمہاری حالت پر ترس آ گیا۔ میں نے شیطان کو بھگا دیا ـــــ ورنہ تم اس وقت گھر میں شرمندگی اور ندامت میں ڈوبے اور پریشان ہوتے۔ اچھا اب تم اطمینان سے اپنا عمل جاری رکھو۔ تم سے پہلے ایک مرید دو دن خلوت کر کے اس مسجد سے جا چکا ہے۔ تم بھی محنت کرو۔ بس ہم جا رہے ہیں۔ جناب خواجہ عبدالکریمؒ سے فرمایا۔ نورالدین کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے پیش کرو۔ خواجہ صاحب مراقب ہوئے۔ تھوڑی دیر بعد کہا۔ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے کل دوبارہ پیش کرنے کا حکم دیا ـــــ اسکے بعد حضور قبلہ عالم تشریف لے گئے۔ اور میں مسلسل سوائے وضو اور نماز ادا کرنے کے مراقبہ کرتا رہا۔ شام پھر حضور قبلہ عالم تشریف لائے۔ مسجد میں داخل ہوتے ہی فرمانے لگے ـــــ ہاں مسجد میں آج نور نظر آ رہا ہے۔ میں نے عرض کی حضور اب تو مجھے اندھیرے میں۔ دیوار میں گھاس کے تنکے بھی نظر آ رہے ہیں ـــــ فرمانے لگے اچھا ـــــ پھر تو اچھی علامت ہے! تھوڑی دیر بیٹھ کر توجہ دی۔ فرمایا۔

کہ ہم ایک دو یوم کیلئے باہر جارہے ہیں۔ تم اطمینان سے عمل جاری رکھو اور رخصت ہو گئے ــــ شام ہوئی روزہ کھولا۔ اسماعیل صاحب کھانا لائے ــــ کھانا کھایا۔ نماز ادا کی۔ پھر مراقبہ شروع کیا ــــ تو حیران ہوا ــــ ہر طرف اندھیرا گھپ طاری ہے کچھ نظر نہیں آرہا ــــ تین دن اسی عالم میں گزرے۔ حضور قبلہ عالم پھر تشریف لائے۔ کیفیت پوچھی۔ میں نے عرض کی۔ کہ اب مجھ پر اندھیرا چھا گیا ہے۔ اب کچھ بھی نظر نہیں آرہا۔ رات آپ نے توجہ دی ــــ سات دن گزر گئے۔ اس عرصہ میں حضور قبلہ عالم نے ایک اور درود شریف سوا لاکھ پڑھنے کو بتایا۔ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ۔ مگر نور کا ایک ذرہ بھی مشاہدہ میں نہ آیا۔ آخر میں نے نادانی میں کہا۔ کہ حضور

ع تہی دستاں قسمت راچہ سود از رہبر کامل

میری قسمت میں حضوری نہیں۔ بہتر ہے۔ کہ میں خلوت ترک کردوں۔ اور کام پر چلا جاؤں۔ حضور نے منع فرمایا۔ اس حالت میں تم جا نہیں سکتے۔ خبردار یہاں سے جانا مت۔ صبر سے کام لو۔ اور خلوت جاری رکھو ــــ اور یہ درود شریف هُوَ اِلٰهُ هُوَ اَللّٰهُ اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ۔ سوا لاکھ پورا کرو۔ اسکے ساتھ ہی آپ نے فرمایا کہ آج کے بعد کھانا کچھ نہیں ملے گا۔ صرف روزہ کھولنے کیلئے۔ ایک پیالی چائے بھیج دیں گے۔ اسکے بعد حضور قبلہ عالم کے چھوٹے بھائی محمد اسماعیل صاحب چائے کی ایک پیالی لا کر دیتے۔ میں روزہ کھول لیتا۔ اور پھر مراقبہ میں مشغول ہو جاتا ــــ میں نے درود شریف شروع کیا۔ تین دن تک سوا لاکھ پورا کیا۔ اس عرصہ میں بمشکل روضہ مطہرہ میں حضور قبلہ عالم کا تصور قائم ہو سکا۔ آگے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نہ دکھائی دیں۔ حضور قبلہ عالم رات تھوڑی دیر تشریف لاتے اور توجہ دیتے۔ کوشش۔ یکسوئی کے باوجود میں اجلاس کی کیفیت مشاہدہ نہ کر سکا۔ پانچ دن اور گزر گئے۔ پانچویں دن جناب محمد اسماعیل صاحب چائے لیکر آئے۔ تو ہنس کر فرمانے لگے۔ تیری قسمت اچھی ہے تیرا کام بن گیا۔ میں نے دیکھا۔ کہ رات پیر صاحب تجھے کندھے پر اٹھا کر ایک دریا سے پار لے جارہے ہیں۔ اب تُو کامیاب ہو جائے گا ــــ رات حضور

قبلہ عالم تشریف لائے۔فرمانے لگے نورالدین اب کافی دن تمہیں خلوت کیے ہو گئے۔آج رات تم قطعاً سونا نہیں۔اور دل لگا کر مراقبہ کرو ـــــ جو کچھ دیکھو صبح مجھے بتا دینا۔خود تشریف لے گئے۔ عشا کے بعد میں بھی یکسوئی کے ساتھ درود شریف پڑھنے میں مشغول ہوا۔رات کے آخری حصہ میں اجلاس کی کیفیت صاف ہوگئی۔اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا وجودِ اطہر مجھ پر ظاہر ہوا ـــــ میں حضورؐ کے پیش ہوا۔میرے سامنے دو گلاس پیش کئے گئے۔ایک میں سفید رنگ کا اور دوسرے میں سرخ رنگ کا شربت تھا۔حکم ہوا۔ان میں سے جو گلاس چاہو پیئو۔میں نے سرخ رنگ شربت کا گلاس اُٹھایا اور ایک دو گھونٹ پئے ہی تھے۔کہ حضور قبلہ عالم جو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے دائیں طرف کھڑے تھے۔آپ کے ہاتھ میں ایک عصا تھا۔اس سے اشارہ کر کے فرمایا۔وہ دوسرا پیئو۔میں نے سرخ رنگ شربت چھوڑ کر سفید رنگ شربت جو مانند دودھ تھا۔سارا گلاس پی لیا۔اور ایک طرف ایستادہ قرار کیا۔ اسی حالت میں صبح ہوگئی۔میں نے نماز ادا کی اور پھر مراقبہ میں مشغول ہوا۔تو اب صاف حضورؐ اجلاس میں نظر آرہے تھے۔اسکے ساتھ ہی کچھ اور بھی مناظر مشاہدہ میں آئے۔سورج چڑھا۔تو حضور قبلہ عالم تشریف لائے حالانکہ اس سے قبل آپ کبھی صبح کے وقت نہ آتے تھے۔پوچھا کیا حال رہا؟۔میں نے سارا قصہ سنایا۔فرمایا۔اچھا ہوا سفید شربت پی لیا۔ورنہ تو مجذوب ہو جاتا۔اچھا تمہارا مقصد پورا ہوا ـــــ بس نکلو یہاں سے اور خوشخبری کے ساتھ گھر جاؤ ـــــ

قبلہ محمد نورالدین اویسیؒ نے فرمایا کہ مسجد سے باہر آئے اور حضور قبلہ عالم کے ڈیرہ پر پہنچے۔وہاں قبلہ سخی صاحب بھی آئے ہوئے تھے۔انہوں نے تبسّم فرماتے ہوئے مبارک باد دی ـــــ اجلاس کی کیفیت پوچھی۔میں نے بیان کی۔حضور قبلہ عالم نے فرمایا۔نورالدین نے سرخ شربت پیا۔مگر ہم نے اسے باز رکھا۔ورنہ یہ مجذوب ہو جاتا تاہم دو گھونٹ کا اثر باقی رہے گا ـــــ کھانا لایا گیا۔تو مرغ پکا ہوا تھا۔کھانا سے فارغ ہو کر میں نے مکان والے سے پوچھا۔ٹھیکیدار صاحب یہ مرغ آج کس کی مہمانی کے لئے پکایا گیا تھا؟اس نے کہا کسی کیلئے نہیں۔یہ تمہارے لئے پکایا گیا ہے۔رات قبلہ پیر صاحب نے حکم دیا تھا۔کہ کل میں اس مجاہد کو خلوت سے نکالوں گا۔اسکے لئے کھانا

پکا کر رکھنا ـــــ یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ کل حضور قبلہ عالم کے گھر سے پیغام آیا تھا۔ کہ کسی ضروری امر کی وجہ سے آپ جلد واپس گھر تشریف لائیں۔ کل آپ نے گھر جانا ہے۔ میں نے اندازہ کیا۔ کہ قدرت نے یہ سبب کر دیا۔ کہ حضور کو فوری طور گھر جانا پڑا۔ تو مجھے ایک رات میں فارغ کر دیا۔ ورنہ ممکن تھا کہ اگر حضور قبلہ عالم کا یہاں زیادہ ٹھکانہ ہوتا۔ تو معلوم نہیں کتنی دیر مجھے قبض میں رکھ کر مشقت کراتے ـــــ قبلہ محمد امین صاحب سے یہ پوچھنے پر کہ آپ نے نکالنا تھا۔ تو پہلے کیوں نہ نکالا۔ اتنی محنت سے میرا کچومر نکال دیا ـــــ آپ نے پیار سے فرمایا۔ بیوقوفا تو نہیں جانتا ـــــ تیری محبت وعقیدت کو دیکھ کر میں نے تجھے ایسا بنایا۔ کہ جب تک تو زندہ ہے تو کبھی خطا نہ کھائے گا۔ نہ اس سلسلہ سے الگ ہو گا۔ تجھے مستقل فقیری عطا کی گئی ہے۔ اب رخصت ہو ہم نے بھی آج ہی یہاں سے روانہ ہونا ہے۔ میں حضور کے قدموں پر سر رکھ کر آپ سے اجازت لیکر نہایت شاداں ومسرور گھر کی طرف روانہ ہوا۔

''حُب پیر''۔ عطائیگی مشاہدہ دوئم اجلاسِ محمدیؐ

قبلہ محمد نور الدین اویسی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے کہ شریعت وطریقت میں اصل چیز ''حُب'' ہے ـــــ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمان اسی حقیقت کی نشاندہی کرتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ ۔(متفق علیہ) آپ کا یہ فرمان ایک کسوٹی ہے۔ جس سے کھرے اور کھوٹے کی ایک لحہ میں پہچان ہو جاتی ہے۔ کہ جب تک ایک شخص اپنے ماں باپ، اپنی اولاد بلکہ تمام انسانوں سے زیادہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے محبت نہیں کرے گا۔ وہ مومن نہیں کہلا سکتا ـــــ گویا ایمان کی سند بغیر حُب کے نہیں ہو سکتی ـــــ یہی اصول وفارمولا ایک طالب۔ ایک مرید کیلئے ''نائب رسول'' کی اطاعت وتابعداری کیلئے ہے۔ کہ جب تک ایک طالب تمام دنیا اور اسکی مشمولات بلکہ خود اپنی ذات سے زیادہ ''نائب رسول'' ـــــ ''ولی اکمل'' سے حُب نہ رکھے وہ اپنی محبت کے دعوئی میں صادق نہ ہو سکتا ہے اور نہ ہی یہ ''محبت خام'' اسکے لئے چنداں سود مند ہو سکتی ہے۔

قبلہ محمد نور الدین اویسیؒ فرمایا کرتے تھے کہ طریقت میں تزکیہ ومجاہدہ کی اہمیت مسلمہ ہے

لیکن اصل چیز ''حُبِ پیر'' ہے۔آپ فرماتے کہ یہ حقیقت ہے اور میرا تجربہ ہے کہ تزکیہ و مجاہدہ سے مراتب نہیں ملتے۔مراتب ''محبت پیر'' سے عطا ہوتے ہیں۔محبت پیر کی کرشمہ سازی اور کیمیا اثری کا اندازہ اس واقعہ سے لگائیں ــــ ایک دفعہ قبلہ محمد امینؒ بمع محترمہ مائی صاحبہ کے سرینگر تشریف لائے۔آپ عبدالکریم سپرنٹنڈنٹ پولیس کے مہمان ہوئے۔آپ ہفتہ بھر ٹھہرے۔اسی دوران عبدالکریم صاحب بمع اہل وعیال کے آپ سے بیعت ہوئے۔انکے علاوہ بھی شہر کے بہت سے لوگ بیعت ہوئے۔عبدالکریم صاحب کی رہائش قلعہ ہری پربت میں تھی۔جو شہر سے سات آٹھ میل کے فاصلہ پر تھا۔آخری روز قبلہ مولوی محمد امینؒ شہر تشریف لائے۔اور سب مریدوں سے ملے۔کہ کل وہ سیدھے گھر روانہ ہو جائیں گے۔عصر کا وقت تھا کہ سب مرید مل کر آہستہ آہستہ رخصت ہو گئے۔لیکن قبلہ محمد نورالدین اویسیؒ وہاں ہی ٹھہرے رہے۔اُسوقت قبلہ محمد امین صاحب بازار میں عبدالکریم صاحب کی موٹر میں بیٹھے تھے۔انہوں نے نورالدین صاحب کو مخاطب کر کے کہا۔''نورالدین تم جاؤ۔اب ہم بھی جارہے ہیں۔'' آپ نے عرض کی کہ حضرت جی نہیں بھرا۔کچھ دیر اور مجھے اپنی رفاقت کا موقع عنایت فرمائیں۔اس پر قبلہ محمد امین صاحب نے فرمایا جب سب لوگ چلے گئے تم بھی چلے جاؤ۔تمہارا دل کیوں نہیں بھرا ــــ آپ نے عاجزی کے ساتھ عرض کی کہ تھوڑی دیر آپکے ساتھ رہوں گا ــــ محمد امین صاحب نے جواب دیا۔ہم نے رات عبدالکریم کے گھر ٹھہرنا ہے ــــ قبلہ محمد نورالدین اویسیؒ نے بڑے جذباتی انداز میں یہ واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا۔''میں نے عرض کی کہ حضور مجھے بھی ساتھ لے جائیں۔چند لحہ توقف فرمایا۔اتنی دیر میں عبدالکریم صاحب کار میں بیٹھ کر کار چلانے لگے۔میں نے ایسی حالت میں جیسے گداگر پیسہ لینے کیلئے پیچھا کرتے ہیں۔کار کے پیچھے بھاگنا شروع کیا۔عبدالکریم صاحب نے کار روکی۔قبلہ محمد امینؒ نے فرمایا اگر عبدالکریم اجازت دیں۔پھر جگہ دور ہے۔رات وہاں ٹھہر نہیں سکتے۔واپس کیسے آؤ گے۔'' قبلہ محمد نورالدین صاحب نے عرض کی حضور اسکی فکر نہ کریں۔میں پیدل واپس آجاؤں گا ــــ عبدالکریم صاحب نے اس پر کہا کہ کار میں جگہ نہیں۔جنوں نے فوراً یہ عقدہ حل کر دیا۔آپ نے کہا مجھے ڈگی میں پیچھے بٹھا دو۔اس پر

عبدالکریم بھی ہنسے۔اور آپ کو کار میں بٹھا دیا۔ بازار سے کار تھانہ کی طرف لے گئے۔کار سے اتر کر عبدالکریم تھوڑی دیر کیلئے تھانہ میں گئے۔محمد امین صاحب اور نورالدین صاحب کار ہی میں بیٹھے رہے۔ ہر دو صاحبان خاموش تھے ـــــ محمد نورالدین صاحب کی خاموشی دو وجوہ سے تھی۔ایک تو یہ دھڑکا لگا ہوا تھا۔کہ کہیں تھانہ سے واپسی پر عبدالکریم صاحب ساتھ لے جانے سے انکار نہ کر دیں۔ کہ یہاں تک رفاقت کافی ہوگئی۔اور دوسری بات جو پریشانی کا زیادہ باعث تھی۔کہ کہیں میرے محبوب کو میری یہ مجنونانہ حرکت ناگوار نہ گزری ہو۔اسی سوچ و بچار میں غلطاں و پیچاں تھے کہ اچانک جناب محمد امینؒ نے فرمایا ''نورالدین تو میرے ساتھ آیا ـــــ تیرے دل میں میرے لئے محبت ہے ـــــ میں تجھ سے خوش ہوا۔اچھا آج میں تجھے اسکا انعام دوں گا۔'' جناب قبلہ محمد نورالدین صاحب نے فرمایا کہ یہ سنکر میری حالت خوشی سے ایسے ہوئی۔جیسے میرا اسکڑا ہوا جسم پھیل گیا۔میرا رُواں رُواں مسرور ہو گیا۔مجھ سے جدائی (فراق) کا خوف دور ہو گیا۔تھوڑی دیر کے بعد عبدالکریم صاحب تھانہ سے واپس آئے۔اور پھر گاڑی میں بیٹھے اور گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔جب اُس وسیع و عریض کوٹھی میں داخل ہوئے۔تو قبلہ محمد امین صاحب نے عبدالکریم صاحب سے فرمایا۔آپ اندر تشریف لے چلیں۔ہم باہر لان میں باتیں کریں گے۔لان میں ایک بنچ پر بٹھا کر آپ نے فرمایا کہ نورالدین مراقبہ کر اور تصور بیت اللہ کا کر ـــــ جناب نورالدین صاحب فرماتے ہیں کہ ''میں مراقبہ میں بیٹھا تصور بیت اللہ کا کیا۔معاً مجھے ایک وسیع دریا نظر آیا۔حضورؒ فرماتے ہیں کچھ نظر آیا ـــــ میں خاموش ہو گیا۔سوچا بیت اللہ تو نہیں دیکھ رہا ہوں۔میں تو کچھ اور دیکھ رہا ہوں۔پھر فرمایا بتا کیا نظر آ رہا ہے۔ میں نے عرض کی حضور مجھے بیت اللہ نہیں نظر آ رہا ـــــ مجھے تو ایک دریا نظر آ رہا ہے۔فرمانے لگے ٹھیک ہی تو دیکھتا ہے۔تصور بیت اللہ اسی طرح ہوتا ہے۔یہ دریائے توحید ہے۔اب میں کشتیاں دیکھتا ہوں۔حضور قبلہ عالم سامنے تشریف لائے اور مجھے ایک کشتی ـــــ سنہری کشتی میں سوار کر گئے۔ اندر لے گئے تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم تخت پر جلوہ فرما ہیں۔میں کیفیت بتا تا رہا۔فرمانے لگے بس کر ـــــ یہی تیرا انعام ہے۔اب تو دوئم اجلاس محمدیؐ ـــــ دریائے توحید میں داخل ہو گیا۔ یہ مقام

قطبوں ۱؎ کا ہے۔ یہاں قطب جمع ہوتے ہیں۔ جا اب مزے کر ـــــ اٹھ اور گھر چلا جا'' ـــــ قبلہ محمد نور الدین اویسیؒ نے یہ واقعہ بیان کرتے فرمایا کہ ''میں وہاں سے نکلا اور خوشی سے بھاگتا ہوا شہر تک آیا۔ راستہ میں جو سرور مجھے حاصل ہوا۔ اُس لذت کو بیان نہیں کر سکتا'' ـــــ آپ نے اپنے دوستوں کو یہ واقعہ سنایا کہ آج پیر صاحب نے انہیں چند منٹوں میں وہ مقام عطا کر دیا۔ جس کیلئے سالوں محنت و تزکیہ کیا جاتا تو نہ مل سکتا۔

''حُب پیر'' ـــــ حقیقی سرمایہ معرفت

ایک دفعہ قبلہ محمد نور الدین اویسی غمِ روزگار کے ہاتھوں سخت تنگ تھے۔ اس پر مستزاد یہ کہ شدید قبض بھی طاری تھی۔ اور مشاہدہ بالکل بند ـــــ آپ نے جناب مولوی محمد امینؒ کو خط لکھا جس میں اپنی بیکاری۔ مشاہدہ بند ہونے کا واویلا کیا ـــــ آپ نے جواباً لکھا۔ کہ خط کا تفصیلاً جواب دوبدو ملاقات پر ہوگا ـــــ کچھ عرصہ بعد حضور محمد امین صاحب سرینگر تشریف لائے۔ آپ کا قیام محمد حنیف صاحب کے گھر تھا۔ وہاں زائرین اور بیعت ہونے والوں کا تانتا بندھا ہوا تھا۔ آپ ایک علیحدہ کمرے میں تشریف فرماتے تھے۔ باری باری لوگ آتے اور فیض حاصل کرتے۔ آپ نے محمد نور الدین صاحب کو بھی طلب فرمایا۔ آپ حاضر ہوئے۔ تو محمد امین صاحب نے خط کے مندرجات کے پیشِ نظر استفسار کیا۔ ''تو کیا چاہتا ہے۔؟'' بھلا عاشق محبوب و مقصود کے اس سوال پر کیا کہے۔ قبلہ محمد نور الدین اویسیؒ فرماتے ہیں ''مجھ پر ایک کیفیت طاری ہوئی۔ دل میں بہت سوالات لیکر حاضر ہوا مگر

۱؎ دوم اجلاس محمدیؐ میں تمام اقطاب جمع ہوتے ہیں۔ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم احکام بین الاقطاب تقسیم فرماتے ہیں۔ آپؐ شہ نشین ہوتے ہیں اور مرتبہ صدیقی پر قطب الاقطاب ہوتے ہیں۔ آپؐ سے احکام قطب الاقطاب کو، قطب الاقطاب سے قطب عالم کو، وہ قطب الارشاد کو، وہ قطب المدار کو وہ قطب سلاطین کو وہ قطب الاوتاد کو اور وہ قطب الابدال کو۔ اور قطب الابدال ابدال اور محافظ تک پہنچاتے ہیں۔ انہی احکام کے مطابق ظاہر حالات رونما ہوتے ہیں ـــــ بعض پیش آمدہ حالات میں اقطاب اپنی رائے کے حق میں بحث و مباحث کرتے ہیں اور جسکی رائے صائب ہوتی ہے اسکی منظوری ہوتی ہے۔

آپکی توجہ سے میرا ذہن ایسا ڈھل گیا۔ کہ زبان سے کچھ کہنے کیلیئے الفاظ نہ ملتے تھے۔'' آپ کو خاموش دیکھ کر قبلہ محمد امین صاحب نے ارشاد فرمایا'' خاموش کیوں ہو۔ بتاؤ کیا چاہتے ہو؟ ــــــ دولت چاہتے ہو۔ تو ابھی مالا مال کردوں گا۔'' قبلہ نورالدین صاحب نے بتایا کہ میں نے محسوس کیا کہ ابھی دولت میں غرق کردیں گے۔ فوراً کہا کہ'' حضرت مجھے دولت نہیں چاہیے۔'' فرمایا'' پھر کیا چاہتا ہے؟''۔ نورالدین صاحب نے اپنے محبوب کو مائل بہ کرم دیکھا تو عرض کی'' اسوقت میں آپکی خدمت میں حاضر ہوں۔ میری خواہشیں مٹ گئیں ــــــ اب میں کچھ نہیں چاہتا۔ صرف آپ سے آپکو چاہتا ہوں۔'' فرمانے لگے'' اچھا جا میں تمہارا ہو گیا!'' ــــــ اسکے بعد اب کس چیز کی تمنا ہو سکتی تھی۔

ع دونوں جہاں کو مانگ لیا تم سے تجھ کو مانگ کے

قبلہ و کعبہ محمد نورالدین اویسیؒ نے فرمایا'' یہ وقت تھا کہ پھر میرے دل میں کسی دنیا کی خواہش نے سر نہ ابھارا۔ بس میرے دل میں ایک پیرِ اکمل کی محبت جاگزیں ہوئی۔ اسکے بعد حضور نے مجھے اکثر اپنی بارگاہ میں باریابی کا موقع بخشا۔ نہ میں مراقبہ کرتا ہوں۔ نہ کسی دولت کی تمنا کرتا ہوں۔ بس ایک دردِ پیرِ اکمل کا سینہ میں بس گیا ــــــ اسکے بعد یہی میرا عمل رہا ایک زمانہ ہوا۔ مجھ پر لطیفۂ اخفا کا غلبہ ہو گیا۔ یہ صرف حضور پرنور کی شفقت کا اثر تھا۔ مجھے بے محنت نوازتے رہے ــــــ''

حضور الحاج مولوی محمد امینؒ جب سرینگر تشریف لاتے تو محمد نورالدین صاحب اپنا سب کاروبار چھوڑ کر حضور کی خدمت میں حاضر ہو جاتے۔ ایک دفعہ آپ شہر تشریف لائے۔ رمضان کا مہینہ تھا۔ واپسی پر محمد نورالدین صاحب سوپور تک ساتھ گئے۔ وہاں سے اُن کا ارادہ گھر کی طرف واپس جانے کا تھا۔ لیکن دریائے جو دوعطا طغیانی پر تھا۔ حضور آپ کو اپنے ساتھ گھر لائے۔ اور فرمایا'' تم ہر وقت نہ کھلنے [1] کا واویلا کرتے رہتے ہو۔ یہاں رہ کر خلوت کرو۔ تاکہ قلب قوی ہو

---

[1] مشاہدہ کی بندش یا اس پر پردہ خاص وجہ سے ڈالا جاتا ہے۔ مثلاً طالب۔ مرید جذب کا شکار ہو کر اپنی دنیاوی مصروفیات اور ذمہ داریوں سے کنارہ کش نہ ہو جائے۔ یا اُس سے کچھ ایسے کام لینے ہوتے ہیں۔ کہ وہ مراتب میں مگن ہو کر وہ کام ہی سرانجام نہ دے سکے۔

جائے۔تم پر نور کا غلبہ ہے۔اسلئے لطیفہ اخفا میں پھنسے ہو"۔۔۔۔

قبلہ وکعبہ محمد نور الدینؒ نے بتایا۔کہ لطیفۂ اخفا ایک سیاہ نورِ محمدیؐ ہے۔جو طالب کو کثرتِ انوار کی تجلیات وارد ہونے پر خود بخود آ جاتا ہے۔اسکی وجہ یہ ہوتی ہے کہ جب اللہ و رسول اور پیر اکمل کی خوشنودی طالب کو ہو جائے۔تو چونکہ طالب کا مجاہدہ کامل نہیں ہوتا۔اسوجہ سے قلب پر تجلیات آنے سے طالب مجذوب ہو جاتا ہے۔مگر سلسلہ اویسیہ میں مرید کو مجذوب ہونے نہیں دیا جاتا۔اسلئے اس پر "لطیفہ اخفا" سیاہ نور چھا جاتا ہے۔اور جب تک طالب کا تزکیہ کامل نہ ہو جائے وہ اسی نور میں محصور رہتا ہے۔سلسلہ اویسیہ میں مجاہدہ شرط نہیں اسلئے پیر اکمل کی توجہ سے رفتہ رفتہ تزکیہ ہو کر طالب کا قلب خود بخود قوی ہو کر لطیفۂ اخفا سے نکل آتا ہے۔اور اسکا مشاہدہ مثلِ آفتاب ہو جاتا ہے۔۔۔۔پیر چاہے تو ایک آن میں اخفا سے نکال سکتا ہے۔لیکن ایسے مرید پیر کی نظر میں محبوب ہوتے ہیں۔انہیں معلوم ہوتا ہے۔کہ طالب ثابت قدم ہے۔اور ہمیشہ کیلئے سلسلہ میں اسے دائم کیا جاتا ہے۔اسلئے وہ فوراً کھولنے کا خیال نہیں کرتے۔مرید اس حالت میں بھی۔صابر و ثابت قدم رہتا ہے۔اسکی محبت کو اس فیض سے جلا ملتی ہے۔اور اُسکی حُب پائیدار ہو جاتی ہے۔اسطرح وہ حُب کی پائیداری کے سبب اور محبوب بنتا ہے۔اور اسے بلا محنت۔بلا مشاہدہ۔مفت میں مراتبِ عالی مل جاتے ہیں۔باوجود لطیفۂ اخفا میں ہونے کے۔اسکا خیالی مراقبہ مثلِ اصل ہوتا ہے۔القائی طور۔جو کچھ بغیر نور۔دیکھتا ہے۔اس میں اور اصل میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔یہاں تک کہ وہ ذاتِ الٰہی میں فنا بھی (روحانی اعتبار سے) حاصل کر لیتا ہے۔۔۔۔اسکی توجہ بھی اصل توجہ کی طرح با اثر ہوتی ہے کہ اسکی توجہ سے طالب فوراً اجلاس محمدی صلے اللہ علیہ وسلم کا حضوری ہو جاتا ہے۔۔۔۔

جناب الحاج مولوی محمد امینؒ نے محمد نور الدین صاحب کو بیرون حجرہ میں خلوت میں بٹھا دیا۔۔۔۔ماہِ صیام کے دن تھے۔نمازِ تراویح پڑھ کر آپ نے توجہ دی اور اندرون خانہ تشریف لے گئے۔۔۔۔قبلہ وکعبہ محمد نور الدینؒ نے بتایا کہ توجہ پڑتے ہی آپ بے خود ہو گئے۔یہ خبر تک نہ رہی کہ کہاں ہیں۔۔۔۔اتنے میں حضور کے برادرِ اصغر محمد اسماعیل صاحب نے ہلایا۔۔۔۔آپ یہ سمجھے کوئی حکم

لائے ہیں۔لیکن جب انہوں نے کہا کہ سحری کھاؤ۔تو حیران ہو کر آپ نے کہا کہ ابھی بڑا وقت ہے۔لیکن جب انہوں نے صحیح صورتحال بتائی تو حیران رہ گئے کہ رات کیسے ایک آن میں گزر گئی۔آپ اٹھے اور سحری کھائی ــــ تھوڑی دیر بعد نماز فجر ادا کر کے آپ مراقبہ میں مشغول ہو گئے۔ آپ نے فرمایا کہ میں آسمانوں کی وسعتوں میں پرواز کر رہا تھا۔میں یہ سمجھا کہ ابھی چند منٹ ہی ہوئے ہیں۔کہ پھر اسماعیل صاحب نے جگا دیا ــــ کہ اٹھو افطار کرو۔آپ نے کہا کہ ابھی تو سحری کھائی ہے افطار کس طرح کر لیں۔کیونکہ آپ کی دانست میں تو مراقب ہوئے ابھی چند منٹ ہی گزرے تھے۔آپ متحیر ہوئے۔کہ اتنی جلدی دن گزر گیا ــــ اور افطار ہو گیا ــــ تھوڑی دیر کے بعد حضور جب تشریف لائے تو آپ نے اس واردات کا ذکر ان سے نہ کیا۔نمازِ تراویح آپ کی اقتدا میں ادا کی۔نماز پڑھا کر آپ اندر تشریف لے گئے۔اور محمد نورالدین صاحب نے مراقبہ شروع کیا۔ اور پھر پرواز کرنے لگے۔لیکن یہ معلوم نہ ہو سکا کہاں ہوں ــــ کہاں جا رہا ہوں ــــ بس تھوڑی ساعت گزری کہ اسماعیل صاحب نے جگا دیا۔کہ سحری کھاؤ ــــ آپ نے فرمایا کہ ''تین دن مسلسل اسی حالت میں گزرے۔نہ رفع حاجت کو گیا۔نہ وضو کیا۔نہ نماز دن کی ادا کی۔بس یہ معلوم ہوا تین لمحوں میں تین دن گزر گئے''۔تیسری رات گزری۔پھر یہی واردات گزری۔سحری کھائی۔حضور تشریف لائے۔تو آپ نے عرض کی کہ حضور میں نے تین دن نماز ادا نہیں کی۔مجھ پر جذب طاری ہو جاتا ہے۔میں آسمانوں کی وسعتوں میں خود کو پرواز کرتے دیکھتا ہوں اور کچھ مشاہدہ نہیں ہوتا۔مجھے معلوم ہوتا ہے ــــ ''میں بیمار ہو گیا ہوں'' ــــ میں اب خلوت نہیں کرتا۔میں سوپور جا کر۔ڈاکٹر غلام محمد سے علاج کراؤں گا۔حضور نے یہ سن کر تنبیہ فرمائی۔کہ تم ہرگز خلوت چھوڑ کر نہیں جا سکتے۔تم پر جذبی کیفیت طاری ہے۔تمہارے حالات بہت اچھے ہیں۔کچھ دن خلوت جاری رکھو۔لیکن آپ بضد تھے۔کہ میں خلوت نہیں کرتا۔میں علاج کرانے جاؤں گا ــــ حضور نے مجبوراً اجازت دے دی ــــ محمد نورالدین صاحب خلوت چھوڑ کر سوپور ڈاکٹر غلام محمد کے پاس چلے آئے۔وہاں پہنچ کر علاج کا بھول ہی گئے۔ڈاکٹر نے خوب خدمت کی۔مرغ انڈے کھلائے۔دوسرے روز آپ

گھر واپس آ گئے۔

چند دن گزرے۔ راجہ علی اکبر صاحب فارسٹر نورالدین صاحب کو ملے۔ انکی ڈیوٹی کاشیراہ کے قریب کسی گاؤں میں تھی۔ انہوں نے بتایا کہ میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے تمہارا سارا واقعہ بیان فرمایا۔ پیر صاحب تم سے سخت ناراض تھے۔ تم انکی مرضی کے خلاف خلوت چھوڑ کر بھاگ آئے ____ قبلہ محمد نورالدین صاحب نے بتایا کہ میں ان دنوں مبتدی تھا۔ آداب فقر سے نابلد تھا۔ میری دانست میں۔ میری حرکت کوئی محسوس کرنے والی حرکت نہ تھی ____ یہ بات سنکر مجھ پر سکتہ طاری ہوا۔ کہ "حضور مجھ سے ناراض ہو گئے ہیں۔" میرے دل پر شدید رنج طاری ہوا۔ راجہ صاحب سے رخصت ہو کر۔ میں محمد حنیف کے گھر آیا۔ اور جہاں حضور تشریف (اپنی آمد پر) رکھا کرتے تھے۔ اسی جگہ دیوان خانہ میں ایک کونہ میں غمزدہ حالت میں مراقبہ شروع کیا ____ چند لمحے گزرے تھے۔ کہ بیت اللہ میں دریائے توحید کا مشاہدہ کھل گیا۔ میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے پیش ہو گیا۔ یہاں حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ بھی تشریف فرما تھے۔ آپ متبسّم ہوئے۔ اور حضور قبلہ عالم نے مجھے ایک لباس عنایت فرمایا ____ میں مراقبہ سے فارغ ہوا۔ قلب پر سکون اور مسرت طاری تھی۔ سمجھا کہ راجہ صاحب نے غلط کہا ہے اگر ایسا ہوتا۔ تو حضور مجھے لباس نہ عنایت فرماتے۔"

کچھ دنوں بعد الحاج مولوی محمد امین "قطب الاقطاب سرینگر تشریف لائے۔ آپ محمد حنیف صاحب کے دیوان خانہ میں تشریف فرما تھے۔ محمد نورالدین صاحب بھی حاضر ہوئے ____ قبلہ و کعبہ نے فرمایا کہ حضور مجھے دیکھتے رہے۔ زبان مبارک سے کچھ ارشاد نہ فرمایا۔ میں بھی شرم و ندامت کے باعث کچھ کہہ نہ سکا ____ رات مجلس کے بعد میں نے ڈرتے ڈرتے ____ عرض کی کہ راجہ علی اکبر کی زبانی معلوم ہوا کہ حضور مجھ سے ناراض ہیں۔ میں بہت غمزدہ ہوں۔ مجھے معاف فرما دیں۔ حضور نے معنی خیز نظروں سے مجھے دیکھا ____ فرمایا۔ ہم تم سے سخت ناراض تھے۔ تم نے ہمارے حکم کے خلاف شیطان کے بہکانے پر بلاوجہ خلوت چھوڑ دی۔ یہ امر ہمارے لئے شدید ناراضگی کا باعث ہوا۔ تم گھر سے نیچے اتر رہے تھے۔ ہم مکان پر تمہیں جاتا دیکھ رہے تھے۔ تمہاری حرکت پر غصہ آیا۔ اور تمہارے

سینہ سے فقیری کی ساری گٹھڑی اٹھالی ـــــ مگر اٹھاتے وقت۔ تمہارے قلب پر نظر پڑی۔ تو اس میں دیکھا کہ وہاں صرف میری ہی حُب ہے۔ تو فقیری واپس سینہ میں داخل کر دی۔ تمہیں تمہاری حُب نے بچا لیا۔ تمہاری حُب کو دیکھ کر ہم خوش ہو گئے کہ یہ حرکت تمہاری فقیری سے لاعلمی کے باعث ہوئی۔ اب تم غم نہ کرو۔ ہم تم سے راضی ہیں۔ مگر فقیری کے ساتھ علم بھی حاصل کرو۔

قبلہ محمد نور الدین اویسیؒ نے جذباتی انداز میں فرمایا ''سبحان اللہ ایک ولی اکمل کے کلامِ معجزہ نما۔ میرا مقدر بن گئے ـــــ آپ ہی نے مجھے حُب بخشی۔ اسکے بعد میں جانتا ہوں کہ حصولِ فقر میں میں نے کبھی تزکیہ ومجاہدہ سے کچھ حاصل نہ کیا۔ سوائے قبلہ عالم فداہ امی وابی کی نظرِ کرم اور خوشنودی کے۔ حضور مجھ سے خوش ہوتے رہے۔ اور یہی حُب۔ یہی خوشنودی میری فقیری کا سرمایہ بنا۔''

اسی طرح کا ایک اور واقعہ ہے۔ جو اس حقیقت کا عکاس ہے کہ پیر سے حُب ہی اصل معرفت ہے۔ اور طریقت میں ''پیر'' کے مقابلہ میں کوئی رشتہ وقعت نہیں رکھتا۔ اور اسکی شان میں بے ادبی۔ گستاخی ناقابل برداشت ہے۔ ایک دفعہ قبلہ عالم الحاج محمد امین رحمتہ اللہ علیہ شہر میں محمد حنیف صاحب کے دولت خانہ پر مجلس مریدان میں پلنگ پر بیٹھے گفتگو فرما رہے تھے۔ حضور قبلہ عالم کے قریب ہی راجہ سخی ولایت خانصاحب اور محمد لطیف ایڈووکیٹ (محمد حنیف صاحب رینجر کے چھوٹے بھائی) بھی بیٹھے تھے ـــــ ان ہر دو صاحبان میں اکثر اوقات بحث ومباحث ہوتا رہتا تھا ـــــ اسی دوران سخی صاحب اور محمد لطیف صاحب کے درمیان بحث چھڑ گئی۔ حضور قبلہ عالم نے محمد لطیف صاحب سے کہا مسٹر (حضور لطیف صاحب کو پیار اور عزت سے مسٹر کے القاب سے پکارتے تھے) اصل مسئلہ اسطرح ہے۔ اس پر لطیف صاحب حضور قبلہ عالم سے بھی بحث میں الجھ گئے ـــــ جناب محمد نور الدین اویسیؒ کیلئے یہ چیز انتہائی تکلیف دہ تھی۔ آپ سے یہ حرکت برداشت نہ ہو سکی کہ کوئی شخص یا مرید ''آپ'' کے پیر کے نظریہ سے اتفاق نہ کرے۔ اسلئے آپ نے دخل در معقولات دیکر لطیف صاحب کو سختی سے ٹوکا۔ لطیف صاحب چونکہ طبیعت کے انتہائی سخت تھے۔ انہیں آپکا دخل دینا ناگوار گزرا۔ قبلہ چاہتے بھی یہی تھے۔ کہ کوئی راستہ جھگڑے کا نکل آئے ـــــ آپ بحث میں سخت الفاظ

استعمال کرتے رہے۔لطیف صاحب کو بھی غصہ آ گیا۔اور وہ بھی سختی پر اتر آئے۔اسی اثنا میں ایک واقعہ پیش آیا۔جو جلتی پر تیل کا سبب بنا۔کہ ایک دوست اچانک کمرے میں داخل ہوا ـــــ لطیف صاحب کے پاس ایک کرسی تھی۔جس پر حضور قبلہ عالم کی چادر رکھی تھی۔لطیف صاحب نے اسے کرسی پر بیٹھنے کیلئے کہا۔وہ حضور قبلہ عالم کی چادر پر بیٹھ گیا۔یہ امر قبلہ وکعبہ نور الدین ؒ کی برداشت سے باہر تھا۔آپ نے لطیف صاحب کو جان بوجھ کر درمیان میں ٹوکنا شروع کیا۔وہ بھی آپ کی سخت کلامی برداشت نہ کر سکے۔اور غصہ پر اتر آئے۔اور نتیجہ ہاتھا پائی پر آ ہی گیا۔آپ اٹھے اور لطیف صاحب پر حملہ کر دیا۔لڑائی شروع ہو گئی ـــ سخی صاحب آپ کی حرکات کو دیکھ رہے تھے۔کہ قبلہ نور الدین زبردستی جھگڑا مول لے رہے ہیں۔اور حضور قبلہ عالم کی موجودگی اور ادب کا بھی احساس نہیں کیا ـــــ لیکن انہوں نے نادانستگی میں یہ محسوس نہ کیا۔کہ لطیف صاحب کا بحث کرنا خلاف ادب تھا۔اور پھر حضور کی چادر پر کسی کو بٹھانا ـــــ یہ انکے خیال میں نہ آیا ـــــ آخر قبلہ نور الدین اور لطیف صاحب کی سخت لڑائی شروع ہو گئی۔لطیف صاحب گالیوں پر اتر آئے۔اتنی دیر میں شریف صاحب (لطیف صاحب کے چھوٹے بھائی) بھی آ گئے۔وہ بھی لطیف صاحب کی حمایت مین آپ سے لڑنے پر اتر آئے۔یہ دونوں آپ سے لڑ رہے تھے۔کہ ڈاکٹر حفیظ صاحب اٹھے اور شریف صاحب کو دھکا دیکر دور پھینک دیا۔اور لطیف صاحب سے آپکی حمایت میں الجھ پڑے۔آخر باقی اہل مجلس نے بیچ بچاؤ کر کے معاملہ ٹھنڈا کر دیا ـــــ سخی صاحب قبلہ نور الدین کے لطیف صاحب سے جان بوجھ کر جھگڑا کرنے پر ناراض ہو گئے۔اور حفیظ صاحب کو بھی برا بھلا کہنے لگے کہ تم نے بڑے بھائیوں کے ساتھ گستاخی اور بے ادبی کی ہے ـــــ سخی صاحب نے حضور قبلہ عالم کے سامنے شکایتاً سخت مخالفت کی کہ میں دیکھ رہا تھا۔کہ نور الدین جان بوجھ کر لڑائی مول لے رہا تھا۔اس نے زیادتی کی ہے۔حضور قبلہ عالم پہلے تو خاموش رہے پھر فرمایا۔آپ نور الدین سے بازپرس کریں۔اُس نے کیوں ایسا کیا۔ہم اس معاملہ میں دخل نہیں دیتے ـــــ سخی صاحب بھی سوچ میں پڑ گئے۔کہ حضور قبلہ عالم نے آپ کے خلاف ناراضگی کا اظہار نہیں کیا۔آخر جب لطیف صاحب چلے گئے۔سخی صاحب نے آپ کو اور حفیظ

صاحب کو بلایا۔اور پہلے حفیظ صاحب سے پوچھا۔کہ تم نے کیوں نورالدین کی حمایت میں بڑے بھائی پر حملہ کر دیا۔انہوں نے کہا حق کے مقابلہ میں اپنے بھائی کی کوئی اہمیت نہیں سمجھتا۔بھائی جان چونکہ ایک تو حضور قبلہ عالم کی حقیقت کو تسلیم نہیں کر رہے تھے۔اور دوسری بے ادبی کہ ایک دوست کو پیر صاحب کی چادر پر بٹھایا۔یہ چیز نورالدین کیلئے نا قابل برداشت تھی۔میں نے اسلئے حق کا ساتھ دیکر نورالدین کی حمایت کی ـــــ سخی صاحب کو ہوش آ گیا۔کہ قبلہ و کعبہ نورالدین اویسی کا فعل بالکل درست اور تقاضائے محبت کے عین مطابق تھا ـــــ اور وہ خاموش ہو گئے ـــــ ایک سال تک لطیف صاحب قبلہ محمد نورالدین صاحب اور محمد حفیظ صاحب سے ناراض رہے اور نہ بولے ـــــ آخر صلح ہو گئی۔حضور قبلہ عالم اکثر قبلہ نورالدین صاحب کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ نورالدین آدھا مجذوب ہے۔اس نے شراب کا گھونٹ پیا ہے۔قبلہ و کعبہ فرماتے کہ میرا کوئی عمل نہیں۔صرف پیر سے حُب ہی اصل معرفت سمجھتا ہوں۔

قبلہ محمد نورالدین اویسیؒ کی زبانی ایک چھوٹا سا واقعہ جسکا بیان یقیناً بصیرت افروز ہو گا ـــــ ڈوگرہ عہد حکومت میں راجہ سخی ولایت خانؒ مظفر آباد میں بطور رینج آفیسر متعین تھے۔ایک بار الحاج مولوی محمد امینؒ انکے ہاں تشریف لائے۔محمد نورالدین صاحب بھی آپ کے ہمراہ تھے ـــــ آپ سفر اور مہمات میں محمد نورالدین صاحب کو اکثر اپنے ہمراہ رکھا کرتے تھے ـــــ ایک شام آپ دونوں سیر کیلئے نکلے۔پھرتے پھراتے وہاں ایک مشہور زیارت پر پہنچے۔مغرب کا وقت تھا۔زیارت کے قریب مسجد تھی۔یہاں مغرب کی نماز ادا کی۔نماز سے فارغ ہو کر زیارت میں مزار کی طرف چلے گئے۔زیارت کے ساتھ سجادہ نشین کا مسکن تھا۔مکان کے سامنے برآمدہ میں سجادہ نشین جو کہ بھاری بھرکم وجود کے مالک تھے بیٹھے ہوئے تھے۔سامنے آگ کا بڑا الاؤ جل رہا تھا۔ایک بڑا سا حقہ پاس تھا۔سجادہ نشین کے مرید یا عقیدت مند سامنے آ کر سجادہ نشین کو سجدہ کرتے ـــــ اور سجادہ نشین اُنکی پیٹھ پر ہاتھ پھیرتے۔مرید حقہ میں چرس بھر کر سجادہ نشین کو کش لگواتے۔بعد میں مرید زور کا کش لگا کر "یا علی" کا نعرہ لگا کر مست ہو جاتا اور حقہ سجادہ نشین صاحب کے آگے کرتا ـــــ تو آپ بھی زوردار

کش لگا کر دھواں آسمان کی طرف اڑا کر ''علی'' کا نعرہ لگاتے۔ گویا چرس کی مستی میں حواس باختہ ہو کر ''علی'' کا نعرہ لگانا۔ اظہارِ ولایت تھا ــــــ حضور مولوی محمد امین صاحب اور نور الدین صاحب مزار پر فاتحہ پڑھ کر الاؤ سے دور برآمدے میں ایک طرف بیٹھ گئے۔ یہاں مٹی کا چار پانچ انچ اونچا تھڑا بنا ہوا تھا۔ بدقسمتی سے آپ جونہی وہاں بیٹھے اسی وقت ایک آوارہ بازاری شخص آیا۔ اور سجادہ نشین کو سجدہ کیا۔ اُس نے پیٹھ پر ہاتھ پھیرا۔ مرید نے حقہ میں چرس بھری۔ خود کش لگایا ــــــ اور اپنے پیر صاحب کو بھی کش لگوایا۔ اور ان پر مستی طاری ہوگئی۔ اسی چرس کے نشہ میں مرید کی نظر آپ پر پڑی۔ غضبناک ہو گیا۔ اور کہا تھڑے سے نیچے اترو۔ دیکھتے نہیں یہ سرکار کی گدی ہے۔ یہ لوگ آداب نہیں جانتے سیدھے چلے آتے ہیں بیٹھنے کی تمیز نہیں!۔ سجادہ نشین نے اُسے چپ کرایا اور کہنے لگا جانے دو یہ لوگ آداب سے ناواقف ہیں۔ جناب محمد امین صاحب کی توجہ اسطرف نہ تھی ــــــ وہ یہ نہ سمجھے کہ یہ کس سے مخاطب ہے۔ محمد نور الدین صاحب یہ بات سنکر آگ بگولا ہو گئے۔ دیوانگی کے عالم میں اٹھ ہی رہے تھے کہ مرید اور گدی نشین کو اٹھا کر دے ماروں۔ کہ حضور کی آپ پر نگاہ پڑی۔ آپ نے ''ہوں'' کہہ کر غصہ سے محمد نور الدین صاحب کی طرف دیکھا ــــــ آپ فرماتے ہیں اس سے میرا خون یک لخت سرد ہو گیا۔ جیسے مجھ پر سکتہ طاری ہوا۔ دماغ ماؤف ہو گیا۔ خاموش گم سم بیٹھا رہا۔ حضور قبلہ عالم بھی اپنی جگہ بیٹھے رہے.... جب اُس نے میری حالت دیکھی۔ اور دیکھا کہ حضور بھی اپنی جگہ سے نہیں ہلے۔ تو کچھ محتاط ہو گیا ــــــ مرید کو خاموش کر دیا ــــــ تھوڑی دیر بعد حضور اٹھے اور فرمانے لگے چلو نور الدین اب دیر ہو رہی ہے۔ واپس چلتے ہیں۔ میں حضور کے سامنے باادب ہو گیا۔ انکے آگے جھک گیا ــــــ سجادہ نشین نے اندازہ کر لیا کہ یہ کوئی بزرگ ہیں۔ کہنے لگا آپ بیٹھ جائیں۔ لنگر تقسیم ہو رہا ہے آپ بھی کھانا کھائیں۔ حضور نے فرمایا۔ آپ کی صحبت میں جو کچھ ہم نے کھایا۔ اتنا ہی کافی ہے ــــــ اور وہاں سے اٹھ کر روانہ ہوئے۔ مجھ پر سکتہ طاری تھا۔ میں خاموش حضور کے پیچھے پیچھے وہاں سے نکلا۔ راستہ میں نہ حضور قبلہ بولے نہ میں نے ہی بات کی۔ دل پر غم کا شدید بوجھ پڑا تھا۔ اسی حالت میں سخی صاحب کے ڈیرے پر پہنچے۔

قبلہ محمد نور الدین اویسیؒ مغموم ایک طرف بیٹھ گئے۔ سخی صاحب نے امین صاحب سے پوچھا کہ آپ کہاں کہاں تشریف لے گئے تھے۔ قبلہ محمد امین صاحب نے بتایا کہ فلاں زیارت پر گئے تھے۔ اس پر سخی صاحب نے کہا۔ وہاں بڑا ہجوم رہتا ہے۔ قبلہ محمد نور الدین صاحب نے فرمایا کہ یہ بات سنکر یہ میری قوت سے باہر تھا کہ میں خاموش رہوں۔ میں حضور کی خدمت کے آداب کو بھی ملحوظ نہ رکھ سکا۔ بے ساختہ میں بے ادبی پر اتر آیا۔ اور چیخ کر۔ صاحبِ زیارت سجادہ نشین اوران آوارہ چرسیوں پر برس پڑا۔ اور غلیظ گالیاں دینا شروع کر دیں۔ سخی صاحب حیران و مبہوت مجھے دیکھتے رہے۔ مجھے ڈانٹ دیا۔ کہ خبردار فقیروں کی شان میں سخت الفاظ مت کہو۔ انکا یہ کہنا تھا۔ کہ میں اور بھڑ گیا اور سخت گالیاں دینا شروع کیں۔ سخی صاحب بھی خاموش ہو گئے۔ کیونکہ حضور قبلہ عالم بھی خاموش میری حرکت دیکھ رہے تھے۔ آخر جب میرا غصہ ٹھنڈا ہوا۔ تو پوچھنے لگے کہ کیا معاملہ ہوا۔ حضور قبلہ عالم نے فرمایا۔ اسی سے پوچھو ـــــ میں نے تمام ماجرا کہہ سنایا۔ حضور نے فرمایا۔ آج نور الدین کے ہاتھوں سخت حادثہ ہونا تھا۔ مگر میں نے اسے روکا۔ یہ مجذوب ہے۔ اس میں تحمل نہیں۔ میں خاموش سر جھکائے اندر ہی اندر غصہ میں جلتا رہا۔ آخر حضور قبلہ عالم نے صبر و تحمل اور راز سینہ میں چھپانے کا ایک نصیحت آموز سبق دیا۔ جس سے مجھے سکون حاصل ہوا۔ ورنہ ارادہ تھا کہ میں کچھ کر بیٹھتا ـــــ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں حضور قبلہ عالم کی شان میں کوئی ہلکا سا لفظ برداشت نہ کر سکتا تھا۔ کسی نے نادانستہ طور پر آپ کی شان میں کوئی گستاخی کی تو میرا دماغ شل ہو جاتا۔ اور میں بے قابو ہو جاتا۔ پھر مجھے حضور کی موجودگی میں آداب کا بھی خیال نہ رہتا۔ ایسے اور بھی متعدد واقعات ہیں جو اس ضمن میں بیان کئے جا سکتے ہیں۔ لیکن ان سے صرفِ نظر ہی مناسب ہوگا۔

قبلہ محمد نور الدین اویسیؒ چونکہ تجربات سے اس بات کو سمجھ چکے تھے۔ کہ فقیری کی اصل۔ کلید حُب پیر ہی ہے۔ اسلئے جو پیر بھائی بھی آپ سے رہنمائی کا طالب ہوتا۔ آپ اسے اس پارس سے ضرور باخبر کرتے جو مسِ خام کو کندن بنا دیتا ہے ـــــ ایک دفعہ جناب مولوی محمد امینؒ راجہ محمد لطیف خان صاحب کے گھر تشریف لے گئے۔ آپکے ہمراہ راجہ صاحب کے اکثر عزیز اور دوسرے

مرید بھی تھے۔راجہ فیروز ۱ خان مرحوم حضور سے بے حد محبت وعقیدت رکھتے تھے۔حق گو آدمی تھے۔ دورانِ سفر انہوں نے قبلہ محمد امینؒ سے عرض کی کہ نورالدین صاحب نے مجھے پیر کو خوش کرنے کا گُر بتایا ہے۔آپؒ نے پوچھا ہمیں بھی بتاؤ کیا گُر بتایا ــــ کہنے لگے۔نورالدین صاحب کہتے ہیں۔کہ اگر فقیری لینی ہے۔تو جو کچھ میں بتاؤں۔ویسے کرو۔میں نے اسی گُر سے فقیری حاصل کی ہے۔وہ یہ کہ میں اکثر حضور کی صحبت میں رہتا۔حضور جب رات بستر پر استراحت فرماتے تو میں پاؤں دباتا۔ تاوقتیکہ حضور سو جاتے۔میری خواہش رہتی کہ میں رات بھر حضور کے قدموں میں رہوں۔کسی وقت حضور نیند سے بیدار ہوتے تو پوچھتے نورالدین تم ابھی نہیں سوئے۔حضور پھر خاموش ہو جاتے۔اسی طرح دیر رات گئے کبھی جاگتے تو انہیں محسوس ہوتا کہ میں حضور کے پاؤں دبا رہا ہوں۔میں نے محسوس کیا کہ اس بات سے حضور خوش ہوتے ہیں۔اور میں جانتا ہوں۔کہ حضور مجھ حقیر سے بہت خوش تھے۔اس خوشنودی کے سبب حضور قبلہ عالم نے اس سگِ در پر بے حد عنائتیں فرمائیں۔اور کئی شدید لغزشوں پر مجھ پر عفو وکرم فرمایا ــــ راجہ فیروز خان صاحب نے بتایا کہ آپ نے مجھے بتایا۔ جب پیر صاحب تشریف لائیں۔اور جب رات سوئیں تو تم ان کے پاؤں دباؤ۔جب حضور سو جائیں تم بھی اس جگہ سو جاؤ۔پلنگ سے نیچے نہ اترنا ــــ رات قبلہ عالم مراتب کی سیر میں ہوتے ہیں۔اسی سیر میں اگر جاگ گئے۔تو انہیں خیال آیا کہ تم ابھی خدمت میں مصروف ہو۔تو وہ مراتب کی سیر میں تمہیں بھی ساتھ لے جا کر اونچے مقام پر پہنچادیں گے ۲۔یہ سنکر حضور محمد امینؒ نے تبسّم فرمایا۔

---

۱ جناب راجہ فیروز خان صاحب کے صاحبزادے پروفیسر لیاقت حسین صاحب ریٹائرڈ پرنسپل ہیں۔انہوں نے بتایا کہ بچپن میں وہ خاصے کمزور تھے۔قبلہ محمد نورالدین اویسیؒ ایک دفعہ انکے گھر تشریف لائے انہوں نے آپ کو دیکھ کر فرمایا کہ یہ پروفیسر بنے گا ــــ حالات وقرائن کے پیش نظر یہ ناممکنات سے لگتا تھا۔لیکن ولی اکمل کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ حرف بحرف پورے ہوئے۔

۲ قبلہ وکعبہ محمد نورالدین اویسیؒ فرمایا کرتے تھے کہ فقیر کی مثال جسطرح مثنوی مولانا روم میں لکھا ہے کشتی بان کی ہے۔ کہ مسافر کشتی میں سوار ہوتا ہے اور سو جاتا ہے۔کشتی بان اس کشتی کو منزل مقصود کی طرف لے (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

فرمانے لگے۔ فیروز خان اچھا گُر تھا۔ پر تم نے راز فاش کر دیا۔

قبلہ محمد نورالدین اویسیؒ فرماتے کہ خدا گواہ ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ میں نے اگرچہ ابتدائی دور میں شدید مجاہدہ کیا۔ مگر میں نے دیکھا۔ کہ پیر کی خوشنودی سے وہ مقام ملتا ہے جو مدتوں محنت و مجاہدہ سے نہیں ملتا ـــــ لہٰذا مرید کیلئے لازم ہے کہ پیر کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے پیر کی خدمت کیلئے ہر لحہ مستعد رہے۔ یہ تعلق تا قیامت باقی رہتا ہے۔ یہی تعلق یوم حشر حضورؐ کے لواء الحمد کے سایہ میں آنے کا واحد ذریعہ ہو سکتا ہے۔ جو زندگی میں پیر کی خوشنودی حاصل کرنے میں کامیاب ہوا۔ وہ آخرت میں بھی کامیاب ہوگا۔ کہ روز حشر اسے پیر کی صحبت و رفاقت میسر ہوگی۔ پیر لوأالحمد کے سایہ میں ہوگا تو مرید بھی پیر کے ساتھ ہوگا ـــــ پیر عرش کے سایہ میں ہوگا تو مرید کو بھی اپنی جماعت میں ساتھ رکھے گا ـــــ پیر ذاتِ الٰہی کے نور کے سایہ میں ہوگا تو مرید کو بھی ساتھ رکھے گا ـــــ اسکے لئے ضروری ہے زندگی میں اپنے پیر سے حُب کو حاصل کیا جائے۔ اور بعد انتقال پیر کی آل اولاد[۱] سے

(بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ) جاتا ہے۔ اور منزل پر پہنچ کر مسافر کو اٹھاتا ہے ـــــ یا اسکی مثال ایک شاہین کی ہے۔ کہ جسکا بسیرا ہمالیہ کی بلند و بالا چوٹیوں پر ہوتا ہے۔ شکار کیلئے جب وہ میدان میں اترتا ہے۔ تو وہاں اسکے پاؤں کے ساتھ ایک چیونٹی چمٹ جاتی ہے۔ اور جب وہ شکار کرنے کے بعد واپس ہمالیہ کی چوٹیوں پر جاتا ہے۔ تو وہ چیونٹی اسکے پاؤں سے چمٹی اس بلند مقام پر پہنچ جاتی ہے۔ جہاں اس چیونٹی کے پہنچنے کا تصور بھی محال ہے۔ یہی معاملہ ایک پیر اور مرید کا ہوتا ہے۔ مرید بے خبر سویا ہوا ہوتا ہے۔ اور پیر اسکی کسی بات۔ فعل پر خوش ہو کر اُسے کہاں سے کہاں پہنچا دیتا ہے ـــــ محمد ہمایوں صاحب جو کہ قبلہ و کعبہ محمد نورالدین اویسیؒ کے پاکستان میں اولین مریدین میں سے ہیں نے ایک واقعہ سنایا کہ ایک دفعہ قبلہ پیر صاحب کے ساتھ وہ ایبٹ آباد میں مانسہرہ روڈ پر جو پل ہے وہاں سے دربار اقدس کی طرف آ رہے تھے۔ قبلہ و کعبہ لنگڑا لنگڑا کر چل رہے تھے۔ اس وجہ سے آپ نے ہمایوں صاحب کے کندھے پر ہاتھ رکھا ہوا تھا۔ آپ نے دوران گفتگو فرمایا اگر پیر چاہے تو ایک پل میں مرید کو کہاں سے کہاں پہنچا دے۔ ہمایوں صاحب نے بتایا کہ آپ نے جونہی یہ ارشاد فرمایا میں نے محسوس کیا کہ میں کہاں سے کہاں پہنچ گیا ہوں۔ اور پیر صاحب کے ساتھ لٹکے جا رہا ہوں ـــــ حیرانگی سے انکی زبان گنگ ہوگئی۔

[۱] قبلہ و کعبہ محمد نورالدین اویسیؒ کو الحاج مولوی محمد امینؒ سے جو عشق تھا وہ تو یقیناً مثالی تھا ہی۔ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

محبت و خدمت کا جذبہ کامل رکھا جائے۔ یہ محبت و خدمت قیامت تک قائم رہے۔تب ہی محبت و خدمت کامل ہوگی۔پیر کی محبت کو قبر میں ساتھ لے جائے۔

پیر بھائیوں کی مدد و اعانت میں کمر بستہ رہنا

قبلہ محمد نور الدین اویسیؒ اپنے پیر بھائیوں سے بڑی محبت رکھتے تھے اور ہر مشکل اور ضرورت کی گھڑی میں انکی ظاہری و باطنی امداد کیلئے تیار رہتے تھے۔اصل میں یہ محبت ''محبتِ پیر'' محبوبِ حقیقی سے محبت کا شاخسانہ تھی ـــــ محبت کی حقیقت پر روشنی ڈالتے ہوئے آپ فرماتے ہیں ـــــ یہ حقیقت ہے کہ مُحبّ محبوب کے تصور میں مگن رہتا ہے۔اور اسکی زندگی کے تمام امور اسی تصور کے دائرے میں مقید ہو جاتے ہیں۔وہ اپنے محبوب کے تصور کو ایک لحہ او جھل نہیں ہونے دیتا ـــــ ہاں۔قانونِ فطرت ہے۔کہ انسان زمین پر صرف زندہ حالت میں رہ سکتا ہے۔زندگی کے دوام و قیام کیلئے۔سامانِ زندگی کی فراہمی بہر حال انسان پر لازم ہے ـــــ جسکے لئے جستجو لازم ہے۔مگر خیال رہے ـــــ اس جستجو میں اپنے محبوب کے تصور کو ایک لحہ بھول جانا ـــــ ''خلافِ ادب'' تصور ہوگا ـــــ یہ انسانیت کے قتل کے مترادف تصور کیا گیا ـــــ کہ ایک سانس محبوب کے تصور کے سوا ـــــ کفر کے برابر ہے۔لہذا ضروری ہے۔کہ انسان اپنی ہر خواہش کی تکمیل میں۔محبوب کے تصور۔اور جذبۂ حُب کے درد سے قلب و ذہن کو خالی نہ رہنے دے۔یہی وہ طریق ہے جس سے شریعت کی تکمیل ہوتی ہے ـــــ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ؗ (پارہ ۸ سورۃ ٦ آیت ١٦٢) انسان اپنے ہر عمل میں تصورِ حقیقی۔تصورِ محبوب کو شامل رکھے۔تو اسکا ہر عمل کامل

(بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ) اسکے ساتھ ساتھ آپؒ سے متعلقہ ہر ہر شے اور ہر ہر شخص سے آپکی محبت و عقیدت دیدنی تھی ـــــ متعلقین سے یہ محبت و عقیدت الحاج مولوی محمد امینؒ کی وفات کے بعد اور بڑھ گئی۔آپ محترمہ مائی صاحبہ اور انکی اولاد سے انتہائی محبت و عقیدت رکھتے تھے۔اور انکا ہر طرح سے دھیان رکھتے تھے ـــــ محترمہ مائی صاحبہ آپ کو اپنا بیٹا سمجھتیں۔اور خطوط و رقعات میں اسکا برملا اظہار فرماتیں ـــــ جناب سید نور الزمان شاہؒ کی آل سے بھی آپ بڑی محبت رکھتے۔آپکے قول و فعل سے اکثر و بیشتر اسکا اظہار ہوتا۔

اور نفع بخش ہوسکتا ہے ـــــ قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہِ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ کی اصل تفسیر اسی حقیقت کی نشاندہی کرتی ہے۔ کہ حکم میں حُب کا تصور دیا گیا ہے ـــــ یہ ایک خاص عمل ہے جس کی بنیاد۔ محنت پر رکھی گئی۔ اور یہی محنت ایک نقطۂ حب سے محبت میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ اور ایسا فرد یحببکم اللہ کے وعدے کے مطابق خود محبوب بن جاتا ہے۔ یہ مقام محبوبیت۔ اعلےٰ وارفع مقام ہے۔ اس مقام کا تصور۔ عقل وبصر سے نہیں قلب وشعور سے کیا جاتا ہے ـــــ کہ اللہ تعالیٰ اس تصور کو رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَ رَضُوْاعَنْہُ کے الفاظ سے ادا کرتا ہے۔ کہ ایسے طالبانِ حق کی رضامندی۔ خود ذاتِ الٰہی کو بھی مقصود ہوتی ہے۔ کہ بندہ اللہ سے راضی ہوتا ہے۔ وہ رضامندی یہی ہے کہ جس فرد نے اپنی تمام خواہشات کو اللہ ورسول کی رضا پر قربان کر دیا۔ تو اللہ اسے سوال عطا کرتا ہے ـــــ کہ اب جو تو چاہے پورا کیا جائیگا ـــــ وَاَعْطِنِیْ سُؤَالِ اسی کیفیت کی طرف اشارہ ہے ـــــ کہ بندہ جو مانگے وہ پورا کر دیا جائیگا ـــــ اسی طرح کا ایک واقعہ قبلہ وکعبہ محمد نورالدین اویسیؒ نے سنایا۔ ابھی آپ کو سلسلہ اویسیہ میں داخل ہوئے چند ماہ وسال ہوئے تھے ـــــ محمد شریف صاحب ـــــ جنکے گھرانا سے آپ کا تعلق تادمِ آخر رہا۔ بلکہ اسی خاندان ہی کا آپ اپنے آپ کو ایک فرد سمجھتے تھے۔ اور محمد شریف صاحب اور ڈاکٹر عبدالحفیظ صاحب سے آپکا تعلق سگے بھائیوں سے بھی دو چند تھا ـــــ میٹرک کا امتحان دے رہے تھے (یہ خود بھی اور انکے بھائی محمد حنیف صاحب حضوری اور بامشاہدہ تھے)۔ اُس زمانے میں یہ امتحان پنجاب یونیورسٹی لیتی تھی۔ یونیورسٹی کی طرف سے جب یہ اطلاع ملی۔ کہ آپکا امتحانی سنٹر لاہور ہوگا۔ تو شریف صاحب اور انکے دیگر اہل خانہ بھی پریشان ومتفکر ہوئے۔ وجہ ایک تو یہ تھی۔ کہ لاہور گھر سے خاصا دور۔ دوسرے سفر کی صعوبت اور رہائش کا مسئلہ۔ اور تیسرے آمدورفت میں وقت کا زیاں اور تیاری کیلئے وقت کا نہ ملنا ـــــ محمد حنیف صاحب نے قبلہ محمد نورالدین اویسیؒ سے جو انکے ہم عمر، ہم جماعت اور پیر بھائی تھے سے کہا کہ وقت بھی انتہائی قلیل ہے۔ بظاہر مسئلہ حل ہونا ممکن نہیں۔ لیکن یہ معاملہ ہر صورت میں حل ہونا چاہیے ـــــ چونکہ ظاہری کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوسکتی تھی۔ اسلئے آپکو معاملہ پیش کرنے کیلئے زور دیا۔ قبلہ محمد نورالدین صاحبؒ

نے اجلاس محمدیؐ میں درخواست کی۔ کہ شریف صاحب کا امتحانی سنٹر بہر صورت سرینگر ہونا چاہیے۔ پیر صاحب نے بتایا کہ پہلے تو اجلاس میں میری درخواست کو منظور کرنے میں مخالفت ہوئی۔ لیکن آپ بضد رہے کہ یہ کام ہر حال میں ہونا چاہیے۔ لہٰذا آپ نے سرینگر کیلئے منظوری حاصل کر لی۔ کہ اسلامیہ ہائی سکول میں حاضر ہوں۔ آپ نے مراقبہ سے فارغ ہو کر کہا کہ اب سفر کرنے کی ضرورت نہیں۔ انکا سنٹر سرینگر میں ہونا منظور ہو گیا ہے۔ صرف لاہور ایک چٹھی لکھ دو۔ کہ ہمارا سنٹر سرینگر کیا جائے۔ قبلہ محمد نور الدین اویسیؒ یہ بتا کر اپنے گھر چلے گئے۔ دوسرے دن جب آپ محمد حنیف صاحب کے گھر پہنچے تو پتہ چلا کہ محمد شریف صاحب امتحان دینے کیلئے لاہور چلے گئے ہیں۔ یہ سنکر آپ ناراض ہوئے کہ اسکا سنٹر سرینگر ہو چکا ہے۔ اب وہاں جا کر کیسے امتحان میں شامل ہوں گے ـــــ ہوا بھی یہی کہ یونیورسٹی سے چٹھی آئی کہ شریف صاحب کا امتحانی سنٹر اسلامیہ ہائی سکول سرینگر منظور ہوا ہے۔ لہٰذا اب اسلامیہ ہائی سکول امتحان دیں ـــــ اُدھر شریف صاحب لاہور پہنچے۔ تو یونیورسٹی والوں نے انہیں امتحان میں شامل کرنے سے انکار کر دیا۔ اس بنا پر کہ تمہاری درخواست کو بلا جواز ہم نے منظور کر کے سنٹر سرینگر کر دیا۔ لہٰذا اب آپ یہاں امتحان نہیں دے سکیں گے ـــــ اِدھر چٹھی کو دیکھ کر محمد لطیف صاحب بھی فکر مند ہوئے۔ کہ اب لاہور میں شریف صاحب شامل امتحان نہیں ہو سکیں گے۔ آخر قبلہ محمد نور الدین اویسیؒ پر زور ڈالا کہ اب پھر کچھ کرو ـــــ آپ نے فرمایا کہ میری عادت تھی کہ بعض اوقات ایسے معاملات اجلاس میں پیش کرتے وقت۔ اگر معاملہ کی درستی میں نامنظوری کا اظہار ہوتا۔ تو میں جھگڑے کی حد تک بضد ہوتا۔ کہ یہ معاملہ ہر حال میں طے ہونا چاہیے۔ بعض اوقات اس حرکت پر میری سرزنش بھی ہوتی ـــــ بہر حال میں معاملہ طے کئے بغیر نہ رہتا ـــــ اس موقع پر کیفیت کچھ ایسی ہی تھی۔ آپ سے کہا گیا کہ ابھی تم نے سرینگر سنٹر تبدیل کرنے پر ضد کی اب دوبارہ لاہور سنٹر ہونے پر پھر ضد کرتے ہو ـــــ آپ نے کہا کہ شریف صاحب لاہور چلے گئے ہیں۔ اگر وہاں شاملِ امتحان نہ ہو سکے تو انکا امتحان میں ناکام ہونا یقینی ہے۔ اسلئے انکا سنٹر لازمی طور پر اب لاہور ہونا چاہیے ـــــ منظوری ہوئی ـــــ ادھر شریف صاحب کو جب شامل امتحان کرنے

سے انکار کیا گیا ___ تو آپ رجسٹرار کے پاس چلے گئے اور اُس سے کہا کہ اگر مجھے یہاں امتحان میں شمولیت کی اجازت نہ ملی تو میں سرینگر بروقت کیسے پہنچ سکوں گا۔ اسلئے مجھے اجازت دی جائے۔ رجسٹرار نے فوراً بطورِ خاص اجازت دے دی ___ ایسے لاتعداد واقعات ہیں۔ جن میں قبلہ محمد نور الدین اویسیؒ کے مریدوں سے بھی ایسی کیفیات دیکھنے میں آئیں۔ کہ بلاشبہ۔ وَاَعْطِنِیْ سُوْالِ۔ کہ کسی کی موت پر۔ اسکی زندگی۔ عمر درازی کی التجا کی۔ اور وہ قبول ہوئی ___ یہ ایسے واقعات ہیں۔ جن کا ذکر عام حیثیت میں نہیں کیا جا سکتا ___ لیکن ایسے واقعات کی اَلْعُلَمَآءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَآءِ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ کی حدیث سے تائید ہو جاتی ہے۔

قبلہ محمد نور الدین اویسی رحمتہ اللہ علیہ ابتدا ہی سے جہاں اپنے پیر بھائیوں کی مدد[1] اور رہنمائی کیلئے ہمہ وقت مستعد رہتے تھے۔ وہاں یہ بھی برداشت نہ کرتے تھے۔ کہ کسی پیر بھائی کی کوئی دل آزاری کرے۔ چاہے دل آزاری کرنے والا آدمی کتنا ہی صاحبِ اختیار یا محترم ہو۔ اس سلسلہ میں ایک چھوٹا سا واقعہ یقیناً بصیرت افروز ہوگا۔

ارسلان خان صاحب سلسلہ اویسیہ کے بڑے جلیل القدر بزرگ تھے۔ الحاج مولوی محمد امین رحمتہ اللہ علیہ کے مریدوں میں انکا تزکیہ و مجاہدہ اور انکی توجہ مثالی تھی۔ اپنے پیر بھائیوں میں بڑے احترام کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ ایک دفعہ ایک محفل میں احباب بیٹھے ہوئے تھے۔ ارسلان خان صاحب نے راجہ علی اکبر صاحب فارسٹر کو کوئی کام کہا ہوا تھا۔ جو وہ کسی وجہ سے نہ کر سکے۔ ارسلان خان صاحب نے جب اُن سے متذکرہ کام کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے دیری کیلئے عذر پیش کیا۔ ارسلان خان صاحب بڑے جلالی بزرگ تھے۔ اُن کو غصہ آ گیا۔ کہ تم نے میری

---

[1] قبلہ وکعبہ محمد نور الدین اویسیؒ اس بات پر بڑا زور دیا کرتے کہ دوستی کا تقاضا یہ ہے کہ دوست کی ضروریات کا اندازہ لگا کر اُسکی مدد کی جائے ___ اُسکو کہنے کی ضرورت نہ پڑے۔ آپ اس بات کی حوصلہ افزائی فرماتے۔ کہ مریدین آپس میں دوستی رکھیں۔ اور ضرورت کے وقت ایک دوسرے کے کام آئیں ___ لیکن اس میں سنتِ صدیقی کو پیش نظر رکھیں کہ پتا بھی نہ چلے اور کام آئیں ___ کہ دوست کے دل میں احسان مندی کا شائبہ تک پیدا نہ ہو۔

بات کو اہمیت نہیں دی۔ انہوں نے منہ پر ہاتھ پھیر کر کہا اچھا میں تمہیں دیکھ لوں گا۔ راجہ علی اکبر صاحب بھی سہم گئے اور باقی احباب بھی خاموش ہو گئے۔ لیکن قبلہ محمد نور الدین اویسی رحمتہ اللہ علیہ اگرچہ نوجوان ہی تھے۔ اور سلسلہ میں بھی اتنے پرانے نہ تھے۔ ان سے یہ برداشت نہ ہو سکا۔ انہوں نے ارسلان خان صاحب سے مخاطب ہو کر کہا تم کیا کر لو گے۔ میں دیکھتا ہوں تم کیا کرتے ہو۔ تم اپنے آپ کو کیا سمجھتے ہو؟..... آپ نے یہ بات غصہ اور جذبات سے کہی۔ قدرتی بات تھی کہ آواز بلند ہو گئی۔ اور جناب محمد امین رحمتہ اللہ علیہ کے کانوں تک پہنچی۔ انہوں نے پوچھا کہ نور الدین کیا بات ہے۔ آپ نے بتایا کہ ارسلان خان راجہ علی اکبر کو دھمکاتا ہے۔ کیا یہ کسی اور پیر کا مرید ہے؟۔ اور ہم کسی اور کے......؟ محمد نور الدینؒ کی بات سنکر محمد امین رحمتہ اللہ علیہ کو بھی غصہ آ گیا اور آپ نے ارسلان خان صاحب سے انتہائی ناراضگی کا اظہار کیا۔ اور معاملہ زدو کوب تک پہنچ گیا۔ ارسلان خان صاحب کو بھی اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ اور انہوں نے معافی مانگ لی۔ اور پھر وہی شفقت، پیار و محبت کی فضا۔ جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔

ع اُنکے غصے میں ہے دلسوزی، ملامت میں ہے پیار

قبلہ محمد نور الدین رحمتہ اللہ علیہ کا یہ غصہ اور ناراضگی ذاتیت کی وجہ سے نہ تھی۔ بلکہ اصولی اور پیر بھائیوں کے احترام و محبت کے باعث تھی۔ جہاں تک ارسلان خان صاحب کی عزت و احترام کا تعلق تھا۔ اُس میں کوئی کمی نہ ہوئی۔ نہ ہو سکتی تھی۔

خصوصی توجہ و تربیت

جناب مولوی محمد امین رحمتہ اللہ علیہ قطب الاقطاب اس حقیقت سے باخبر تھے۔ کہ محمد نور الدین اویسیؒ سلسلہ اویسیہ کے وہ ماہِ کامل ہیں۔ جنکی تابانی سے دنیا منور ہو گی۔ آسمانِ ولایت پر انہی کا ڈنکا بجے گا۔ انکی جود و عطا سے ان گنت لوگ مستفید ہوں گے۔ اور ان سے نورِ ہدایت حاصل کر کے لاتعداد سیارے بنی نوع انسان کی راہِ حقیقت کی طرف راہنمائی کریں گے۔ اسلئے شروع دن سے ہی آپ خصوصی توجہ کا مرکز و محور رہے۔ محمد امین رحمتہ اللہ علیہ جب بھی کسی سفر یا مہم میں تشریف لے

جاتے آپ کو ساتھ رکھتے۔ تیرہ دن تک آپ کو خلوت میں رکھ کر تزکیہ ومجاہدہ کرایا گیا۔ اس کے علاوہ بھی مختلف اوقات میں خلوت میں بٹھا کر خصوصی توجہ دی گئی۔ اس طرح فقیری کے اسرار ورموز سے آشنا کر کے مستقبل کی عظیم ذمہ داریوں کے لئے تیار کیا جاتا رہا۔ متذکرہ سلسلہ میں چند واقعات بطور مثال پیش ہیں۔

جناب محمد امینؒ ''امام مہدی کے قافلہ[1]'' کو دیکھنے کیلئے تشریف لے گئے۔ محمد نورالدین صاحب کو سلسلہ میں داخل ہوئے بمشکل تین سال ہوئے تھے۔ اور آپ کا ابھی لڑکپن کا دور تھا ــــــ چونکہ بانڈی پورہ تک لاریاں جاتی تھیں اسلئے وہاں تک تو بہت سے افراد آپ کے ساتھ گئے۔ شہر کے لوگوں کی تو وہاں سے واپسی ہوگئی۔ قبلہ محمد امین رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ خواجہ عبدالکریمؒ اور ارسلان خانؒ رہ گئے۔ آپ نے قبلہ محمد نورالدین اویسی صاحب کو ساتھ چلنے کا حکم دیا۔ آپ نے عرض کی کہ میرے پاس سفر کا کرایہ بھی نہیں۔ اس پر ارشاد ہوا کہ تم میرے ساتھ چلو گے۔ ہم گھر واپسی تک کا کرایہ دیں گے ــــــ تمہارا کرایہ کھانا پینا میرے ذمہ ہے ــــــ اصرار کر کے آپ کو ساتھ لے جانا اس حقیقت کا غماز ہے۔ کہ آپ کو ساتھ رکھنے میں عظیم مقصد کارفرما تھا۔

قبلہ محمد امینؒ اس دوران جہاں شدید توجہ دیتے وہاں وقتاً فوقتاً آپ کی تربیت واستعداد کی آزمائش بھی فرماتے ــــــ اسی متذکرہ مہم میں آپ ایک تانگے پر تشریف فرما تھے۔ محمد نورالدین صاحب تانگے میں پچھلی سیٹ پر بیٹھے تھے۔ راستہ میں ایک شخص ملا۔ جو کہ بالکل برہنہ تھا۔ محمد امینؒ نے اُسے دیکھ کر سوال کیا۔ کہ نورالدین یہ شخص تمہیں کیسا لگتا ہے۔ آپ نے کہا کہ یہ دیوانہ ہے۔ اس پر محمد امین صاحب نے فرمایا۔ اسے دیکھو۔ آپ نے عرض کی کہ پیشاب کر چکا ہوں۔ پانی نہ ملنے کی وجہ سے استنجا نہیں کر سکا۔ اس پر محمد امین صاحب نے فرمایا۔ میں جو کہتا ہوں۔ مراقبہ میں دیکھو۔ آپ نے مراقبہ کیا۔ اور دیکھا کہ اجلاس میں وہ شخص موجود ہے۔ اُس نے سبز لباس زیبِ تن کیا ہوا ہے۔ جو اُسے بڑا جچ رہا ہے۔ آپ نے صورتِ حال بتائی کہ یہ تو ولی ہے۔ اس پر امین صاحب نے آپ کے

---

[1] تفصیل آگے آئے گی۔

مشاہدہ کی تصدیق کی اور وضاحت فرمائی کہ یہ علاقہ سوپور کا محافظ ہے۔ یہ بھی اسی سلسلہ میں قافلہ کے انتظار میں گشت کر رہا ہے ـــــ ہم تمہارا امتحان لینا چاہتے تھے کہ آیا تمہارا تصور حقیقی ہے یا خیالی۔ اب تم رفتہ رفتہ پختہ ہوتے جا رہے ہو۔

قبلہ محمد امین رحمتہ اللہ علیہ اکثر ایسے مریدین کیلئے جو نہ کھلتے یا جنکا مشاہدہ واضح نہ ہوتا یا کوئی اور رکاوٹ یا مشکل ہوتی آپ کو توجہ اور رہنمائی کیلئے فرماتے ـــــ غلام نبی رفوگر میر واعظ کشمیر احمد صاحب (المعروف عمہ صاحب) کا مرید تھا۔ راجہ سخی ولایت صاحب کے ذریعہ سلسلہ میں داخل ہوا۔ اور جب قبلہ عالم محمد امین صاحب تشریف لائے۔ تو ان سے بیعت ہوا۔ ایک دن غلام نبی نے مراقبہ میں دیکھا کہ وہ مسجد نبوی کے ممبر کے پاس کھڑا ہے۔ ممبر پر ایک نورانی صورت بیٹھی ہے۔ اسے گمان ہوا یہ مولوی احمد صاحب ممبر پر بیٹھے ہیں۔ خیال ہوا کہ یہ میرے پہلے پیر بھی یہاں ہیں۔ اسے یہ ہستی مولوی احمد صاحب کی شکل میں نظر آئی۔ مراقبہ چھوڑ دیا۔ دل میں مسرت ہوئی کہ مجھے روضہ شریف کا مشاہدہ ہو گیا۔ دوسری شام پھر مراقبہ میں بیٹھا تو اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔ بہت کوشش کی مگر بے سود۔ کچھ نظر نہ آیا۔ پریشان ہوا۔ اور قبلہ عالم کو خط لکھا کہ میں مشاہدہ میں کامیاب ہوا تھا۔ مگر پھر مشاہدہ بند ہوا۔ آپ نے جواب میں فرمایا۔ تمہاری عقل نے غلط راہنمائی کی ہم شہر آئیں گے تو بات ہوگی ـــــ حضور قبلہ عالم کسی جگہ سفر پر گئے ہوئے تھے۔ نور الدین صاحب بھی ہمراہ تھے۔ واپسی پر آپ شہر تشریف لائے۔ تو غلام نبی بھی حاضر ہوا۔ اور آپ کو اپنے گھر جو کہ محلہ ناؤپورہ میں تھا تشریف لانے کی دعوت دی۔ رات اور بھی بہت سے مرید موجود تھے ـــــ قبلہ عالم محمد امینؒ نے فرمایا۔ نور الدین جاؤ غلام نبی کو علیٰحدہ لے جا کر توجہ دو ـــــ آپ غلام نبی کو دوسرے کمرے میں لے گئے۔ توجہ دی فوراً کھل گیا۔ اور پھر وہی کیفیت بیان کی کہ مولوی عمہ صاحب ممبر پر بیٹھے ہیں۔ آپ نے ذرا اور توجہ دی۔ تو کہنے لگا نہیں۔ میں غلط سمجھا یہ تو حضور قبلہ عالم ہیں۔ محمد نور الدین صاحب نے وضاحت فرمائی۔ کہ اسی خیال نے تیرے مشاہدہ میں رکاوٹ ڈال دی تھی۔ آپ نے غلام نبی سے کہا کہ حضور قبلہ عالم کے پیش ہو جاؤ۔ اور ان سے عرض کرو۔ کہ مجھے اجلاسِ محمدیؐ میں داخل کر دیں۔ حضور قبلہ عالم

ممبر سے اترے اور اسے اجلاسِ محمدی میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرادی ــــ بعد میں آپ نے اسے مراقبہ سے ہٹایا اور حضور قبلہ عالم کے پاس دوسرے کمرے میں لے آئے۔اور بتایا کہ اسکا معاملہ درست ہو گیا ہے۔حضور نے غلام نبی سے فرمایا اگر مولوی احمد صاحب تجھے دکھانے والے ہوتے تو پہلے ہی دکھا دیتے۔غلام نبی نے معافی مانگی کہ حضور میری ناسمجھی کے باعث ایسا ہوا ــــ دوسرے دن حضور قبلہ عالم گھر تشریف لے گئے۔قبلہ محمد نورالدین اویسیؒ ان دنوں اپنے ماموں کے گھر ستھو بر برشاہ محلہ نقاش پورہ میں رہتے تھے۔غلام نبی کا محلہ ناؤپورہ یہاں سے قریب ہی تھا۔اسکی دکان بھی گھر کے قریب نالہ کے پل پر تھی۔دوسرے دن آپ وہاں تشریف لے گئے۔وہ بیٹھا ہوا تھا۔احتراماً اٹھا۔آپ کے آنے سے بہت خوش ہوا۔اور بتانے لگا کہ آپ لوگوں کے جانے کے بعد رات کو میں نے مراقبہ کیا۔تو میں نے بہت سی عجیب کیفیتیں مشاہدہ کیں۔وہ کیفیتیں بتانے لگا۔آپ بھی خوش ہوئے۔اور حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ کے مصداق جوش میں آکر فرمایا۔اچھا چل اسی جگہ مراقبہ شروع کر۔اور دیکھ کیا دیکھتا ہے۔آپ اسے بیت اللہ میں لے گئے۔اور لمحہ بھر میں توجہ دیکر بیت اللہ میں دریائے توحید میں دوم اجلاس کا مشاہدہ کرادیا۔

ع ابتدا کا جب یہ عالم ہے انتہا کا عالم کیا ہوگا

عبدالعزیز راتھر صاحب محکمہ ابریشم میں ملازم تھے۔گردوں کی تکلیف تھی۔ڈاکٹر نے آپریشن کے ذریعہ ایک گردہ نکالنے کا مشورہ دیا۔ہر طرف سے مایوس ہو کر قبلہ عالم محمد امینؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔آپ نے درود شریف پڑھنے کی تلقین کی ــــ اور جناب محمد نورالدین اویسیؒ اور راجہ علی اکبر صاحب فارسٹر کو انہیں پیش کرنے کیلئے کہا ــــ چند ایام میں راتھر صاحب تندرست ہو گئے ــــ چونکہ وہ آپ کے قریب ہی محلہ بربرشاہ میں رہتے تھے۔اسلئے آپ سے خصوصی تعلق ہو گیا اسکی ــــ وہ آپ کے پیچھے پڑ گئے۔کہ میں کھلتا نہیں۔مجھے زیارت کراؤ ــــ ایک دن نورالدین صاحب اور راتھر صاحب نے قریبی مسجد میں نمازِ مغرب ادا کی۔راتھر صاحب نے موقع مناسب جان کر پھر فرمائش کی۔اور کہا کہ آج مسجد میں مراقبہ کریں گے۔مجھے پیش کرو۔آپ بھی موج میں

آئے۔ کہا مراقبہ کرو۔ اور جو نظر آئے بتاؤ۔ تھوڑی دیر میں اسے مشاہدہ شروع ہو گیا۔ کہنے لگا مجھے روضہ شریف نظر نہیں آتا۔ صرف اونٹوں کی ایک قطار نظر آتی ہے۔ آپ تو سمجھ گئے کہ یہ مسجد نبوی کے ستون ہیں۔ آپ نے فرمایا اچھی طرح دیکھو۔ یہ اونٹ نہیں ہیں۔ راٹھر صاحب نے کہا واقعی اونٹ نہیں روضہ شریف ہے۔ آپ نے اسی پر بس کی۔ اور اسے سمجھایا کہ مشاہدہ تو تمہارا کھل گیا ہے۔ اب اسی طرح مراقبہ کیا کرو۔ خود کام بن جائے گا۔

قبلہ وکعبہ محمد نور الدین اویسیؒ کا سوتیلا ماموں نور محمد دس نمبر کا بدمعاش تھا۔ شہر کے تمام شرابی اسکے شاگرد تھے۔ بڑا دلیر تھا۔ وہ پشاور تک لڑنے کیلئے جاتا۔ وہ چونکہ شراب کا رسیا تھا۔ اکثر شراب کے نشے میں دھت ہو کر پڑا رہتا ___ انکی بیوی اور عزیز واقربا اکثر اوقات اُن کو اٹھا کر گھر لاتے ___ نور محمد کی بیوی قبلہ وکعبہ سے کہتی کہ اسکا کچھ کرو۔ یہ روزانہ نالیوں میں پڑا رہتا ہے ___ آپ کو بھی ماموں کی ان حرکات پر غصہ آتا۔ اور آپ باوجود ماموں ہونے کے اُسے گالیاں دیتے ___ ممانی کی آپ سے التجا اور آپ کے غصہ کا نتیجہ تو لازماً نکلنا ہی تھا ___ آپ کی توجہ کیوں نہ اثر کرتی جب عام لوگوں کیلئے حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ تھے تو عَشِیْرَتَکَ کیلئے کیوں نہ ہوتے ___ اس توجہ کی کرشمہ سازیاں دیکھیں۔ کہ کیا سے کیا بنا دیا ___ ایک روز آپکا ماموں نور محمد آپکے پاس آیا۔ اور کہا یار میں نے تمہارے پیر کو خواب میں دیکھا ہے۔ کہ شہر کے باہر بڑی عید گاہ کے پاس جہاں زیارت ہے وہاں بہت سے لوگ ریل کی پٹڑیاں بچھا رہے ہیں۔ تو یہ تمہارا پیر وہاں ڈائریکٹر جنرل ہے۔ وہ لوگوں کو حکم دیتا ہے کہ اِدھر پٹڑی بچھاؤ اُدھر پٹڑی بچھاؤ۔ لوگ کہتے ہیں کہ امام مہدی علیہ السلام آنے والے ہیں۔ یہ ریل کی پٹڑیاں انہیں کیلئے بچھائی جا رہی ہیں ___ اتنے میں فوج آئی۔ یہ سیاہ رنگ کے خوفناک شکل کے لوگ ہیں جنکے ہاتھوں میں نیزے ہیں۔ وہ لوگوں کو پکڑتے اور مارتے ہیں۔ کہ یہ گناہگار ہیں۔ اسی اثنا میں ایک خوفناک شکل کا آدمی میری طرف بڑھا۔ اور کہتا ہے مارو اُسکو۔ وہ مجھے نیزہ مارنے لگا۔ میں خوفزدہ ہوا ___ پیچھے سے آواز آئی نہ نہ اسے مت مارو۔ اُس شخص نے مجھے چھوڑ دیا۔ میں پیچھے مڑ کر دیکھتا ہوں۔ وہ ایک دراز قد۔ خوبصورت۔ سفید پوش ہستی

ہیں۔میں نے اُن سے پوچھا کہ آپ کون ہیں۔کہ آپ نے مجھے ان سے بچایا۔میں اُنکی طرف جاتا ہوں۔وہ پیچھے ہٹتے ہیں۔جتنا میں اُن کی طرف جاتا ہوں اتنا ہی وہ پیچھے ہٹتے ہیں۔میں تیز دوڑتا ہوں تو وہ بھی اتنا تیز مجھ سے دور دوڑتے ہیں.....وہ پرواز کر کے میری آنکھوں سے اوجھل ہو گئے۔جاتے جاتے میری طرف کوئی چیز پھینک گئے۔میں نے اٹھا کر دیکھا تو وہ زبان کا ایک ٹکڑا تھا ــــــ خواب سن کر قبلہ وکعبہ سب کچھ سمجھ گئے۔فرمایا ہمارے پیر صاحب تشریف لائے ہوئے ہیں۔تو پیر صاحب کے پاس چل انہیں خواب بتا۔وہ تمہیں تعبیر بتائیں گے ــــــ آپ اسکو قبلہ عالم محمد امینؒ کے پاس لے گئے۔اور کہا کہ یہ میرا ماموں ہے۔دس نمبر کا بدمعاش ہے۔اس نے ایک خواب دیکھا ہے۔کہ اس نے آپ کو دیکھا ہے ــــــ انہوں نے اُسے کہا کہ تو اب بتا۔اُس نے خواب بتائی اور کہا اس کی تعبیر بتا[1] ــــــ قبلہ عالم نے فرمایا نورالدین اسکو درود شریف دے ــــــ اور اُس سے کہا کہ نور محمد یہ پڑھو تمہیں یہ خود تعبیر بتا دے گا ــــــ قبلہ وکعبہ محمد نورالدین اویسیؒ نے بتایا کہ میں نے اسے درود شریف یاد کرایا ــــــ اس نے آپ سے وعدہ کیا کہ آج سے شراب پینا چھوڑ دوں گا۔اور مستقل نماز پڑھوں گا ــــــ دوسرے دن حضور قبلہ عالم واپس تشریف لے گئے۔قبلہ وکعبہ بھی اُنکے ساتھ گئے۔واپسی پر آپ نے اُس سے دریافت کیا۔اُس نے بتایا کہ اس نے نماز پڑھی ہے۔رات شراب بھی نہیں پی۔درود شریف بھی پڑھا ہے ــــــ آپ بہت خوش ہوئے۔اور پوچھا کہ کیا مراقبہ بھی کیا ــــــ اُس نے بتایا مراقبہ نہیں کیا۔آپ کی طبیعت سُرور میں تھی۔اُسے مسجد میں لے گئے۔مغرب کی نماز ادا کی۔پھر مراقبہ میں بٹھایا اور توجہ دی۔وہ اتنا محو ہوا کہ عشا کا وقت ہو گیا۔نماز کیلئے صفیں باندھی جانے لگیں۔لیکن یہ نہ اٹھا۔لوگ اسے اٹھانے لگے۔آپ نے انہیں منع کیا کہ اسے نہ چھیڑو۔پتا نہیں اس نے شراب پی ہے۔میں اسے نماز پڑھانے کیلئے لایا تھا۔لیکن یہ شراب کے نشے میں دھت ہے۔اسے نہ چھیڑو یہ ہنگامہ کر دے گا۔لوگوں نے نماز ادا کی۔آپ نے بھی نماز ادا کی۔لوگ نماز پڑھنے کے بعد کن انکھیوں سے اسکی طرف دیکھتے باہر جائیں ــــــ جب سب لوگ چلے گئے تو قبلہ وکعبہ

---

[1] قبلہ محمد نورالدین اویسیؒ نے فرمایا کہ اسکے دل میں تو وہ احترام نہیں تھا جو ایک مرید یا عقیدت مند کے دل میں ہوتا ہے۔

نے فرمایا۔ کہ میں نے اُسے مکا مارا کہ ہوش میں آؤ۔ نشے میں تو نہیں ہو ـــــ وہ بولتا نہیں (اتنی جلدی ہوش میں کیسے آتا؟ آپ نے توجہ ہی ایسی زبردست دی تھی)۔ آپ نے کہا میں نے دیکھا کہ یہ ہوش میں نہیں آتا۔ تو میں نے سوچا اسے کچھ ہو ہی نہ جائے ـــــ اسے اٹھایا اور دروازے کی طرف آیا۔ تو جب باہر کی ہوا لگی تو اسے کچھ ہوش آیا۔ کہنے لگا یار میں تو ٹھیک ہی ہوں۔ میں تو تمہارے ساتھ ہی تھا۔ کدھر شراب پی ہے ـــــ آپ نے انجان بنتے ہوئے کہا تمہیں کیا ہو گیا تھا۔ تم نے نماز بھی نہیں پڑھی ـــــ اُس نے بتایا کہ مراقبہ کے ساتھ ہی مجھ پر غنودگی طاری ہوگئی۔ اسی عالم مدہوشی میں روضہ شریف دیکھا۔ پیر صاحب وہاں کھڑے تھے۔ مجھے روضہ شریف کے اندر لے گئے ـــــ اندر ایک دربار لگا ہوا تھا اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم تخت پر تشریف فرما تھے۔ آپ نے مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پیش کیا۔ آپؐ نے مجھ پر شفقت فرمائی ـــــ پھر پیر صاحب وہاں سے نکل کر مجھے بیت اللہ میں لے گئے..... میں نے بیت اللہ دیکھا۔ طواف کیا۔ وہاں سے مجھے بیت المقدس لے گئے۔ وہاں سے نکلا تو اونچی پرواز کرنے لگا۔ اور پھر بہت سی کیفیتیں دیکھیں۔ اگر تم نہ اٹھاتے تو میں اور بھی دیکھتا ـــــ اب تک نور میرے سامنے ہے۔ مجھے کچھ نظر نہیں آتا ـــــ آپ بڑے خوش ہوئے۔ آپ وہاں سے اسے ایک درود خوان دوست اللہ داد خان کے گھر لے گئے ـــــ مقصد یہ تھا کہ اسکے شراب کا وقت گزر جائے۔ وہاں آپ نے اُسے پھر مراقبہ کرایا۔ آدھی رات ہو چکی تھی۔ اللہ داد خان سے چائے کی فرمائش کی اس نے چائے بنا دی۔ مراقبہ میں مشغولیت کی وجہ سے کھانا بھی نہیں کھایا تھا۔ آپ نے اللہ داد خان سے کہا کہ کچھ کھانے کیلئے بھی دو ـــــ مگر اور کچھ میسّر نہ ہو سکا۔ اس پر نور محمد کہنے لگا۔ کہ میں دوکان سے ایک کیک لاتا ہوں۔ نور محمد بیکری کی دوکان کرتا تھا کہنے لگا مجھے نظر آتا ہے۔ کہ میرا نوکر محمد رجب باہر الماری سے کیک اٹھانا بھول گیا۔ الماری میں کیک پڑا ہوا ہے میں ابھی لاتا ہوں۔ وہ گیا۔ اور کیک اٹھا لایا۔ آپ بہت خوش ہوئے۔ کہ تھوڑے عرصہ میں تھوڑی سی توجہ سے اسکا مشاہدہ کتنا صاف اور صحیح ہو گیا ـــــ لیکن اس بات کا کھٹکا تھا کہ اسکے سابقہ دوست اسے ورغلائیں گے ضرور ـــــ ہوا بھی یہی کہ قبلہ عالم کسی مہم میں گئے تو محمد نور الدین صاحب کو ساتھ لے

گئے ــــ جب بھی وہ کسی مہم میں جاتے تو آپ کو ساتھ لے جاتے۔ وہاں کوئی کہتا کہ حضرت میرا یہ کام ہو جائے۔ تو آپ فرماتے نورالدین مراقبہ کرو۔ اور یہ معاملہ پیش کرو ــــ اس طرح اُس آدمی کا کام بھی ہو جاتا۔ اور آپ کی تربیت بھی ــــ قبلہ و کعبہ دو دن قبلہ عالم کے ساتھ رہے۔ تو وہ لوگ جو نور محمد کے ساتھی تھے اور اسکی موجودہ صورت حال اور دعاوی سے پریشان و جز بز تھے۔ کہ نہ اب یہ ہمارے ساتھ شراب اور لغو باتوں میں شریک ہوتا ہے۔ بلکہ الٹا کہتا ہے کہ میں فقیر۔ حضوری ہو گیا ہوں۔ اور لوگوں کو انکی باتیں اور انکے حالات بتانے اس نے شروع کر دیئے ہیں ــــ تو انہوں نے کہا کہ تم نے کیا فراڈ بنا رکھا ہے۔ تو اُس نے اُن کو ان کے حالات بتانے شروع کر دیئے۔ وہ بڑے حیران ہوئے۔ کہ یہ غیب کی باتیں بتاتا ہے۔ لیکن وہ یہ ماننے پر تیار نہ تھے کہ ایک شرابی بھی فقیر ہو سکتا ہے ــــ وہ اسکے پیچھے لگے ہوئے تھے۔ کسی طرح اسے بھلا پھسلا کر اور زور وزبر سے لے گئے اور شراب پلائی ــــ جب آپ واپس آئے۔ تو ایک آدمی ملا۔ جس نے کہا تمہارا مرید بہت دور پہنچا ہوا ہے۔ اور دور کی خبریں دے رہا ہے۔ گھر والے اُسے نالی سے نکال کر لے گئے ہیں ــــ آپ نے کہا تم اُس سے خار کھاتے ہو اور جھوٹ کہتے ہو۔ اُس نے کہا جاؤ اُسی سے پوچھ لو ــــ آپ نے فرمایا اس پر مجھے بہت غصہ آیا ــــ (اس غصہ اور دلسوزی میں بڑی زبردست توجہ ہوتی ہے۔ جسکا اثر فوری اور اٹل ہوتا ہے) ــــ آپ اس کے پاس پہنچے۔ اور اُس سے سختی سے پوچھا تم نے شراب کیوں پی۔ اس نے کہا تمہیں کس نے بتایا۔ آپ نے فرمایا فلاں آدمی نے۔ اس نے کہا کہ اس آدمی کی میرے ساتھ دشمنی ہے۔ وہ بکواس کرتا ہے۔ تمہیں شک ہے تو میری آزمائش کر لو۔ آپ نے اسے کہا کہ مراقبہ کرو اور جو کچھ میں پوچھوں وہ بتاؤ۔ آپ نے بتایا کہ مجھے بڑی ٹکنیک (Technique) آتی تھیں۔ میں نے ایسی چیزوں کے بارے میں پوچھا جنکے بارے میں کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا ــــ لیکن وہ ہر ایک بات ٹھیک بتا رہا تھا ــــ قبلہ پیر صاحب نے کہا میں نے یقین کر لیا۔ کہ مخالفین جھوٹ بولتے ہیں ــــ آپ نے فرمایا کہ بعد میں پتہ چلا کہ اُس نے حقیقتاً شراب پی تھی۔ لیکن اس کا مشاہدہ بالکل Clear تھا۔ اُس وقت تک مجھے پتہ ہی نہ تھا کہ یوں بھی ہوتا ہے ــــ آپ مسلسل

اُسکی نگرانی کرتے رہے ـــــ آپ کی نگرانی اور توجہ کا اثر تھا۔ کہ دشمنوں کے تمام حربے ناکام رہے۔ اور اسکی فقیری ہر حال میں قائم رہی ـــــ یہاں تک کہ قبلہ عالم محمد امینؒ قطب الاقطاب نے ایک دفعہ خوش ہو کر جوش میں آ کر فرمایا ـــــ "جاؤ۔ خواہ تم پر کچھ ہی واردات آئے۔ تمہاری فقیری۔ تمہارا مشاہدہ قائم رہے گا۔ تم اپنی طرف سے پرہیز پر قائم رہنے کی کوشش جاری رکھو" ـــــ اور واقعی اپنے بیگانے ہر ایک کو یہ باور کرنا پڑا۔ کہ نور محمد واقعی فقیر ہے ـــــ ناقابلِ یقین حقیقت کو تسلیم کرنے کے سلسلہ میں ایک چھوٹا سا واقعہ تحریر ہے ـــــ ایک دن اُس علاقہ کے تھانیدار نے راجہ سخی ولایت خانصاحب سے کہا کہ نور محمد دس نمبری ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ یہ ہمارا مرید ہے۔ اور حضوری ہے دیدار کرتا ہے ـــــ اُسکے کاغذات میرے پاس ہیں۔ یہ کبھی ہو سکتا ہے؟۔ ایسا قطعاً نہیں ہو سکتا ـــــ یہ کس اسلام میں ہے۔ کہ ایسے شخص کو دیدار ہو! ـــــ میں سید ہوں۔ میرے سامنے یہ باتیں کرتے ہو ـــــ انہوں نے کہا نہیں ہو سکتا تو نہ سہی ـــــ تو کیا ہمیں دے گا۔ جو کچھ کرنا ہے کر لے۔ وہ دس نمبری ہی سہی ـــــ انہوں نے اُس تھانیدار سے کہا آؤ ہوٹل میں بیٹھتے ہیں۔ وہاں تمہیں چائے وغیرہ پلائیں گے۔ وہ ہوٹل کی تیسری منزل میں ایک علیٰحدہ کمرے میں بیٹھ گئے۔ ہوٹل والے کو حقہ اور چائے کیلئے کہا ـــــ آپ نے فرمایا کہ وہ اپنی مونچھوں کو یوں کریں۔ تو میں نے آپ کی حرکات سے سمجھا کہ کسی کاروائی میں لگے ہوئے ہیں ـــــ تھوڑی دیر کے بعد کمرے کے دروازے پر ٹھک ٹھک ہوئی۔ پوچھا کون ہے۔ قبلہ و کعبہ محمد نور الدین اویسیؒ نے بتایا نور محمد۔ سخی صاحب نے کہا اچھا اندر آ جاؤ۔ وہ اندر آ گیا۔ انہوں نے پوچھا "اوئے تمہیں کس نے بولا ہے تم یہاں کیوں آئے؟" تو اس نے جواب دیا۔ کہ آپؒ ہی نے تو حکم دیا۔ میں دکان پر بیٹھا ہوا تھا۔ کہ نور محمد ہوٹل کے کمرہ نمبر 9 میں آؤ۔ تھانیدار آیا ہوا ہے۔ اس پر سخی صاحب نے تھانیدار کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کیا اب بھی کچھ شک ہے؟ ـــــ وہ حیران رہ گیا ـــــ نور محمد نے کہا تھانیدار صاحب جو باتیں میرے متعلق آپ نے کہی ہیں۔ وہ ٹھیک ہیں۔ کہ آپکے پاس میرے کاغذات ہیں۔ لیکن آدمی بدلنا چاہے تو بدل بھی سکتا ہے۔ آپ نے اس طرح کے لوگ نہیں دیکھے۔ تم نے ان کو پہچانا نہیں ـــــ واقعی اُس کو نور الدین

صاحب جیسی بظاہر عام سی ہستی جس نے اپنی کیمیا اثر توجہ اور نگرانی و راہنمائی سے اس مسِ خام کو کندن بنا دیا تھا کا علم نہ تھا ـــــ لیکن یہ واقعہ دیکھ کر۔ نور محمد جو اسکے ریکارڈ کے مطابق دس نمبری تھا کی فقیری سے انکار کی گنجائش نہ تھی۔

ایک دفعہ محمد نور الدین صاحب۔ قبلہ عالم محمد امینؒ اور راجہ سخی ولایتؒ کے ساتھ ریل گاڑی میں سفر کر رہے تھے ـــــ اُس زمانہ میں ریلوے انجن بھاپ سے چلتے تھے۔ اور اس مقصد کیلئے کوئلہ استعمال کیا جاتا تھا۔ اثناء راہ اتفاقاً محمد نور الدین صاحب نے کھڑکی سے سر نکال کر باہر دیکھا۔ تو انجن کے کثیف دھوئیں میں شامل ایک چھوٹا سا کوئلے کا ذرہ آپ کی آنکھ میں چلا گیا۔ شدت درد سے آپ کی آنکھ سرخ ہوگئی۔ آپ نے حضور قبلہ عالم سے اس تکلیف کا تذکرہ کیا۔ انہوں نے علم و حکمت کے باب وا کرتے ہوئے فرمایا ''میں کیا کروں۔ خود اپنا علاج کرو۔'' آپکے ذہن رسا کیلئے اشارہ ہی کافی تھا۔ آپ بات سمجھ گئے۔ آپ نے اسی حالت میں محمد امین صاحب کا تصور کیا اور اسی حالت میں آپ کا انگوٹھا آنکھ پر ملا۔ آنکھ کھولی تو محسوس ہوا کہ کچھ ہوا ہی نہیں۔

الحاج مولوی محمد امین رحمتہ اللہ علیہ تو آپ کو خصوصی توجہ دے ہی رہے تھے۔ آپ خود بھی سیکھنے اور تجربہ کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے۔ آپ نے کئی بار اس بات کا تذکرہ فرمایا کہ میں نے فقیری میں بڑے تجربے کئے ہیں ـــــ اور یہ انہی تجربات کا نچوڑ تھا کہ آپ نے اپنی تصانیف میں ''فقیری'' جس کو ''راز'' کہا جاتا تھا کی جس سائنٹیفک۔ آسان اور عام فہم انداز اور الفاظ میں وضاحت کی ہے۔ اسکی مثال نہیں ملتی۔

جب قبلہ عالمؒ چینی ترکستان سے کشمیر آنے والے قافلے کو دیکھنے کیلئے عبدالکریم صاحب۔ ارسلان خانصاحب اور محمد نور الدین صاحب کے ساتھ روانہ ہوئے۔ تو آپ قافلہ کے بارے میں بڑے متفکر تھے۔ کیونکہ اہل قافلہ کی بے سروسامانی۔ کھلا آسمان اور اس پر مستزاد بارش اور برفباری کا طوفان ـــــ آپ بار بار دعا فرماتے کہ اللہ تعالیٰ بارش بند کر دے۔ لیکن جوں جوں آپ دعا کرتے بارش تیز ہوتی جاتی ـــــ قبلہ و کعبہ محمد نور الدین اویسیؒ نے بتایا۔ ''قبلہ عالم محمد امین صاحب

کی یہ عادت شریف تھی۔ کہ دنیا کے کام میں فقیری کو استعمال نہ کرتے۔ بلکہ ہر کام میں تدبیر و حکمت کو استعمال فرماتے۔ اور جب معاملہ تدبیر سے باہر ہو تو پھر اپنے کسی مرید کو حکم دیتے کہ یہ معاملہ اجلاس میں پیش کرو۔ خود بھی اگر شدید بیمار ہوں یا کوئی مشکل وقت آپ پر آتا تو ظاہری اسباب سے کام لیتے۔ کبھی اپنے کام اجلاس میں پیش نہ کرتے۔ نہ مشاہدہ سے کیفیت کا اندازہ کرتے [1]۔ جب بار بار دعا کے وقت بارش میں شدت ہوتی۔ تو آپ نے اس امر کو کسی مصلحت کے تابع خیر سے منسوب کیا۔"

---

[1] قبلہ و کعبہ محمد نور الدین اویسیؒ نے اس حقیقت کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ طریقت میں معرفت کا اصول ہے ـــــ کہ ولی اکمل صاحبِ مشاہدہ۔ جب باطن کی طرف رجوع کرتا ہے تو اپنے مقام کے مطابق وہ تجلیاتِ الٰہی کے انوار میں غرق رہتا ہے ـــــ ولی اکمل سیدھا عالمِ لاہوت کا مشاہدہ کرتا ہے ـــــ عالمِ ناسوت۔ عالمِ ملکوت۔ عالمِ جبروت پر ولی کی نظر نہیں پڑتی ـــــ پھر آدابِ طریقت میں اعلیٰ مقام سے نظر ہٹا کر ادنیٰ مقام کی طرف توجہ کرنا۔ خلافِ ادب تصور ہوتا ہے ـــــ اور پھر اصولِ حُب کے تحت ولی اکمل۔ صاحبِ فنا۔ جب تجلیاتِ الٰہی میں غرق ہو۔ تو ایک طرف وہ ان تجلیات سے باہر نہیں نکلتا دوسری طرف مقامِ فنا میں۔ اُسکا ذاتی اختیار استعمال نہیں ہو سکتا۔ جب کہ وہ مقام فنائے ذاتِ الٰہی میں۔ رضائے الٰہی کا پابند ہو جاتا ہے۔ کہ "جو اللہ کی مرضی وہی ولی کی مرضی" ہو جاتی ہے ـــــ تیسرے اگر ولی اپنا اِختیار استعمال کرے۔ تو وہ "امر" گفتہٗ اُو گفتۂ اللہ بود کے مصداق۔ اپنا اختیار خود استعمال کرتا ہے۔ وہ اختیار بھی فنا کے اعتبار سے اللہ ہی کا اِختیار تصور ہوتا ہے۔ اس مقام پر ولی کی ذاتی حیثیت "گم" ہو کر اللہ کی ذات میں بقا حاصل کرتی ہے گویا۔ یہاں ولی کی ذات موجود نہیں رہتی ـــــ ایسی صورت میں ولی پر ہر لحہ تجلیاتِ الٰہی کا نزول رہتا ہے ـــــ وہ آنکھ بند کرے۔ تو اسے ذاتِ الٰہی کا مشاہدہ قائم رہتا ہے۔ اور اسی طرح عالمِ جبروت۔ عالمِ ملکوت کی ایسی ہی حیثیت ہے۔ کہ ولی ان مقامات میں داخل ہو۔ تو اسے انہیں مقامات کے انوار مشاہدہ میں آتے ہیں ـــــ اور جو ولی عالمِ ملکوت کے ابتدائی اجلاسوں میں (یعنی اجلاس محمدی صلے اللہ علیہ وسلم اور دریائے توحید میں) داخل ہو ـــــ وہ کسی معاملہ کو ان دو اجلاسوں میں پیش کرتا ہے ـــــ اور یہ جاننا چاہیے کہ امور دنیوی سے متعلق معاملات طے ہونا۔ عالم ناسوت سے متعلق ہیں ـــــ کیونکہ عالم ناسوت بھی ـــــ عالمِ ناس ۔ دنیا کے ملحق ہے۔ لہٰذا دنیا سے متعلق امور عالمِ ناسوت کے مقامات میں ہی طے کئے جاتے ہیں ـــــ عالمِ ملکوت ۔ خالص ملکوتی مقام ہے۔ جہاں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا دیدار حاصل ہوتا ہے ـــــ آدابِ طریقت میں درحقیقت اصولِ حُب کے تابع ۔ سوائے دیدارِ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اور کوئی فروعی تصور شامل (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

قبلہ محمد نورالدین اویسیؒ نے مناسب خیال کیا۔ کہ باطنی مصلحت دیکھوں کہ پس منظر میں کیا کیفیت ہے۔ آپ نے مراقبہ کیا۔ تو دیکھا کہ کشمیر کے شمالی پہاڑوں پر بڑی شدید برفباری ہوئی ہے۔ وجہ اسکی یہ تھی کہ انگریز حکومت نے روسی حکومت کی ناراضگی کے خوف سے ڈوگرہ مہاراجہ کو حکم دیا کہ قافلہ کو واپس بھیج دیا جائے۔ اگران احکامات پر عمل ہو جاتا۔ تو روسی حکومت واپسی پر اس قافلہ کے ساتھ بڑا ظالمانہ سلوک کرتی۔ لیکن قدرت کو یہ منظور نہ تھا۔ شدید برفباری اور راستے مسدود ہونے کی وجہ سے اس قافلہ کو سلطنت برطانیہ میں داخلہ کی اجازت مل گئی ــــ آپ نے تمام صورتِ حال سے قبلہ عالم محمد امینؒ کو مطلع کیا۔ اس اطلاع سے حضور آپ پر بہت خوش ہوئے۔ اور آپکو شاباش دی۔ کہ وقت پر تم نے اس امر کی اطلاع دی ورنہ ہم زیادہ متفکر رہتے۔

قبلہ عالم محمد امین رحمتہ اللہ علیہ کی خصوصی توجہ اور تربیت کو دیکھ کر راجہ سخی ولایتؒ بھلا کب

(بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ) رکھنا لازم نہیں۔ البتہ اصولِ حُب کے تابع ایک ولی اپنے پیر اکمل کے توسط سے معاملات پیش کر سکتا ہے۔ وہ بھی محبوبیت کی خصوصیت کے ساتھ۔ کہ ولی کو مقامِ محبوبیت حاصل ہوتا ہے ــــ ہاں یہ عمل ایک ولی کے مریدوں کے توسط سے ہی ہوتا ہے ــــ یہی صورت سلسلہ اویسی کی ہے۔ کہ سلسلہ اویسیہ کا ولی عالمِ ناسوت میں داخل نہیں ہوتا۔ بلکہ سیدھا عالمِ ملکوت میں اجلاس محمدیؐ میں داخل ہو جاتا ہے۔ اسلئے وہ کسی دنیوی معاملہ کو براہ راست اجلاس محمدی صلے اللہ علیہ وسلم میں اپنے پیر کے پیش کر دیتا ہے۔ پھر جیسا پیر یا حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے حکم ہوتا ہے ــــ ویسا ہی وہ معاملہ طے ہوتا ہے ــــ یہ اسلئے بھی۔ کہ ان دو اجلاسوں میں امورِ دنیوی سے متعلق معاملات بھی طے ہوتے ہیں ــــ انہیں ضوابط کے تحت۔ جیسا کہ بیان ہوا۔ حضور قبلہ عالمؒ کے مشاہدہ میں ہر لحہ تجلیات الٰہی سامنے آتے رہتے تھے۔ اس وجہ سے آپ اپنے مریدوں کو اجلاسِ محمدیؐ میں معاملات پیش کرنے کو فرماتے ــــ اور جہاں تک امورِ دنیوی کا تعلق ہے۔ اصولِ طریقت کے مطابق ایسے معاملات تدبیر و فہم سے طے کئے جاتے ہیں۔ البتہ اگر کسی مہم میں شدت ہو۔ کہ تدبیر و فہم سے طے نہ ہو سکیں تو ایسے امور اجلاسِ محمدی صلے اللہ علیہ وسلم یا دریائے توحید یعنی دوسرے اجلاس میں پیش کر کے طے کئے جاتے ہیں۔ امورِ دنیوی سے متعلق معاملات عام فقرا۔ جو عالمِ ناسوت کے مراتب میں ہوتے ہیں۔ وہی فقرا ایسے امور طے کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ۔ عالمِ ناسوت کے فقرا۔ بیماروں کا تندرست کرنا۔ دنیوی کام انجام دینا۔ مقدمات کا فیصلہ کرنا ــــ اس قسم کی کرامات کا ان سے صدور ہوتا ہے۔

پیچھے رہتے۔ وہ تو فنافی الشیخ اور آپکے خلیفہ تھے وہ نور الدین صاحب میں سعادت اور علو مرتبت کے نشان دیکھ چکے تھے۔ وہ آپ پر انتہائی شفقت اور مہربانی فرماتے اور انکا خاص خیال رکھتے۔ محمد نور الدین صاحب اکثر شہر سے ان کے گھر گاندربل حاضر ہوتے۔ کبھی یہ سفر سائیکل پر ہوتا۔ اور کبھی پاپیادہ آپ کھنچے چلے آتے۔ آپ ان کے ہاں دو دو تین تین دن ٹھہرتے۔ سخی ولایت صاحب آپ کو ساتھ رکھتے۔ وہ آپ کو اکثر مراقبہ کراتے اور امتحاناً مختلف حالات دریافت فرماتے۔ مثلاً کہتے بتاؤ میں کہاں ہوں۔ ایسی جگہ کا تصور دیتے جو کسی طرح بھی ذہن میں نہ آسکے۔ سوائے مشاہدہ کے۔ آپ بتاتے آپ فلاں جگہ پر ہیں ـــــ سخی صاحب اس جگہ کی کیفیت پوچھتے۔ آپ انہیں ہر کیفیت بلا کم و کاست بتاتے۔ پھر فرماتے اب بتاؤ میں کہاں ہوں۔ مشرق سے نکل کر مغرب میں چلے جاتے۔ آپ پوری کیفیت بتاتے۔ آپ کی مشاہدہ کی ہوئی کیفیت بالکل درست ہوتی ـــــ لطف کی بات یہ ہے۔ یہ سلسلہ ان ایام میں بھی جاری رہتا جب آپ لطیفہ اخفا میں غرق تھے۔ اس حالت میں آپ کھلے نور میں نہ دیکھ سکتے۔ صرف سلیٹی رنگ کے نور میں کیفیت محسوس ہوتی۔ لیکن یہ کیفیت بھی آپ سو فیصد درست بیان فرماتے۔

ایک دن اسی طرح آپ راجہ سخی ولایتؒ کے گھر میں تھے۔ محمد نور الدین صاحب نے حقہ بھر دیا۔ آپ حقہ پینے لگے۔ مزے میں تھے۔ فرمایا۔ مراقبہ کر میں توجہ [1] دیتا ہوں۔ محمد نور الدین صاحب نے مراقبہ شروع کیا۔ آپ حقہ کے کش لگا رہے ہیں۔ اور پوچھتے ہیں۔ میں کہاں ہوں؟

---

[1] قبلہ و کعبہ محمد نور الدین اویسیؒ بیان فرماتے ہیں۔ کہ راجہ سخی ولایت خان رحمتہ اللہ علیہ کی توجہ بڑی زبردست اور زود اثر تھی۔ اسکی اثر انگیزی کا اندازہ آپ اس واقعہ سے لگا سکتے ہیں ـــــ ایک دن قبلہ سخی صاحب عبد القادر لوہار (بندوقیں بنانے والے) کی دکان متصل پنجاب مسلم ہوٹل لال چوک سرینگر ـــــ پر تشریف رکھتے تھے۔ آپ اکثر اس دوکان پر بیٹھا کرتے تھے۔ یہاں اکثر طریقت پر بحث ہوتی رہتی تھی۔ ایک شخص آیا۔ اور کہنے لگا کہ آجکل یہاں حضوری ہونے کا بڑا چرچا ہے۔ کوئی پیر یہاں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت کراتے ہیں۔ انہوں نے زیارت کو آسان سمجھا ہے۔ ہر شخص کہتا پھرتا ہے۔ میں نے زیارت کی ہے۔ انکو دیکھو ان میں شریعت کی (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

___ محمد نورالدین صاحب نے بتایا کہ آپ اجلاس محمدی صلے اللہ علیہ وسلم میں ہیں۔ وہاں کی کیفیت بتائی۔ پھر پوچھا اب کہاں ہوں۔ آپ نے بتایا کہ دریائے توحید میں اجلاس محمدی صلے اللہ علیہ وسلم میں اور اسکی تفصیل بتائی۔ پھر پوچھا کہ اب بتاؤ کہاں ہوں؟ ___ آپ نے بتایا کہ آپ زمین پر نہیں ہیں۔ بلکہ آپ کسی اونچی جگہ پر ہیں۔ فرمانے لگے تم بھی اوپر چلو۔ محمد نورالدین صاحب نے بتایا کہ میری حالت یہ ہے۔ کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی جگہ ہے۔ میرا سر اوپر ہے۔ دھڑ نیچے لٹک رہا ہے۔ فرمانے لگے اوپر چڑھنے کی کوشش کرو۔ آپ کوشش کرتے ہیں مگر چڑھ نہیں سکتے۔ آپ نے سخی صاحب کو بتایا کہ کوشش کے باوجود اوپر نہیں چڑھ سکتا۔ فرمانے لگے۔ میرا ہاتھ پکڑو۔ آپ نے ہاتھ

(بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ) تابعداری کا کوئی عمل ہی نہیں۔ یہ سب جھوٹ معلوم ہوتا ہے۔ عبدالقادر نے محسوس کیا۔ کہ یہ شخص سخی صاحب کے سامنے کوئی مزید سخت کلامی نہ کرے۔ سخی صاحب خاموش بیٹھے تھے۔ غلام قادر نے فوراً تعارف کرایا۔ یہ سخی ولایت خان صاحب ڈی۔ ایف۔ او ہیں۔ اور اویسی سلسلہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ بہت بزرگ ہستی ہیں۔ وہ شخص سخی صاحب کو دیکھنے لگا۔ کہ ایک انگریز طرز کا آدمی۔ داڑھی مونچھ صاف۔ سر پر ہیٹ۔ جسم پر کوٹ اور پتلون ___ کہنے لگا آپ بھی ولی ہیں۔ آپ کو بھی زیارت حاصل ہوتی ہے۔ اسکے اندازِ کلام میں طنز تھا۔ سخی صاحب نے فرمایا۔ آپ کو کچھ شک ہے؟۔ کہنے لگا آپ جیسے شخص پر تو مجھے پورا شک ہے۔ آپ تو شریعت کے خلاف نظر آتے ہیں۔ سخی صاحب نے کہا آپ میری شکل کو چھوڑ دیں۔ آپ اپنی بات کریں۔ آپ یقین کرنا چاہتے ہیں ___؟ اس نے کہا میں تو یہ بات ماننے کے لئے تیار نہیں ___ سخی صاحب نے کہا۔ میں دعوے سے کہتا ہوں۔ کہ شریعت کی بات نہ کریں۔ دیکھنا ہے تو سامنے آئیں۔ وہ شخص تیار ہوگیا۔ آپ نے کہا۔ آنکھیں بند کریں۔ اور باطن کو دیکھیں۔ اُس شخص نے بیٹھے بیٹھے آنکھیں بند کیں۔ چند لمحہ آنکھیں بند کئے رہا۔ اچانک اچھل کر دور گرا اور بے ہوش ہوگیا۔ سخی صاحب نے بیٹھے بیٹھے توجہ دی۔ تھوڑی دیر بعد اُسے ہوش آیا۔ تو ہاتھ جوڑ کر سخی صاحب کے سامنے کھڑا ہوگیا۔ کہ میں بے خبر تھا۔ غلطی ہوئی۔ مجھے معاف کر دیں۔ پیر پکڑنے لگا۔ کہنے لگا اتنی دیر میں میں نے روضہ مدینہ منورہ سامنے دیکھا۔ جہاں آپ سبز چوغہ پہنے کھڑے تھے۔ آپ نے میری طرف روشنی ڈالی تو میں تاب نہ لا سکا غش کھا گیا۔ سخی صاحب نے فرمایا۔ کیا وہاں بھی میرے کوٹ پتلون لگا ہوا تھا؟ کہنے لگا وہاں عربی لباس تھا۔ بلاشبہ آپ ولی ہیں۔ اور آپکے پیر بھی صاحب کمال ولی ہیں۔ میں اب آپ سے بیعت کروں گا۔ سخی صاحب نے فرمایا۔ میں بیعت نہیں کرتا۔ جب پیر صاحب تشریف لائیں۔ تو بیعت کرنا۔ یہ شخص بیعت سے پہلے ہی حضوری ہوگیا۔

پکڑا تو اوپر اٹھا کر لے گئے۔سخی صاحب نے اب سوال کیا یہاں کیا نظر آ رہا ہے؟ آپ نے بتایا کہ یہاں صرف ایک عظیم نور نظر آ رہا ہے۔اور اسکی شناخت نہیں کر سکتا کہ یہ کیا ہے ـــــ آپ نے مزید کوشش کی۔مگر نہ دیکھ سکے۔آپ پر گھبراہٹ طاری ہوئی۔اس کا ذکر آپ نے سخی صاحب سے کیا۔ انہوں نے کہا بس کر مراقبہ چھوڑ دے۔آپ نے مراقبہ بند کر دیا۔سخی صاحب نے پوچھا تو سمجھا یہ کون سی جگہ ہے؟ آپ نے کہا میں نہیں سمجھ سکا۔فرمانے لگے یہ عرش تھا ـــــ آپ دم بخود رہ گئے ـــــ حضور قبلہ عالمؒ شہر تشریف لائے۔محمد حنیف صاحب کے دیوان خانہ میں تشریف فرما تھے۔کہ محمد نور الدین صاحب نے عرض کی کہ سخی صاحب نے مجھے توجہ دی۔اور عرش پر لے گئے۔حضور نے پوچھا وہاں کیا دیکھا۔آپ نے کیفیت بیان کی ـــــ وہاں شدید نور تھا۔اُسے دیکھ کر میں گھبرا گیا ـــــ حضور نے اس پر فرمایا۔تجھے تیری محبت بچاتی ہے۔تو مجذوب ہو جاتا۔مگر بچ گیا ـــــ سخی صاحب سے فرمانے لگے۔سخی جلد بازی کرتے ہو۔سینہ دیکھ کر دیا کرو۔(سخی صاحب خاموش رہے) ـــــ پھر قبلہ عالم خوش ہوئے ـــــ فرمانے لگے۔اچھا ٹھیک ہوا۔اب مراقبہ میں یہ جگہ دیکھا کر تجھے اسکی حقیقت صاف نظر آئے گی۔

راجہ سخی ولایت خانصاحب کی یہ جلد بازی بھی بے جا نہ تھی۔جہاں ظاہراً وہ یہ سب کچھ شفقت و محبت کی بنا پر کر رہے تھے وہاں حقیقتاً "یہ" باطنی تحریک کے زیر اثر ہو رہا تھا ـــــ دوسری جنگ عظیم جب اپنے جوبن پر تھی۔تو راجہ صاحب اکثر اوقات قبلہ محمد نور الدین صاحب کو مراقبہ میں بٹھاتے اور مختلف محاذوں کی صورتِ حال۔افواج کی نقل و حرکت۔فضائی حملوں کی روداد پوچھتے۔ اور آپ صحیح صورتِ حال اور کیفیت بتاتے جاتے ـــــ ایک دفعہ ایک محاذ پر اچانک صورتِ حال بدل گئی۔سخی صاحب نے قبلہ محمد نور الدین صاحب کو حقیقی وجہ معلوم کرنے کیلئے کہا۔آپ نے مراقبہ کر کے بتایا کہ یہ سب کچھ باطنی سسٹم کے تحت ہوا ہے۔وہاں محمد عبداللہ نامی آدمی کی ڈیوٹی لگی ہے۔ استفسار پر اُس آدمی نے اپنا تعارف کرایا۔اور بتایا اب میری ڈیوٹی اِدھر لگی ہے۔اور اپنے احکام بھی بتائے جسکی تصدیق اجلاس محمدیؐ سے بھی ہو گئی۔

اسی طرح سنٹرل ایشیا سے آنے والا قافلہ جب کشمیر سے ہو کر صوبہ سرحد اور مشرقِ وسطیٰ تک چلا گیا۔ تو اس دوران راجہ سخی ولایت خانصاحب محمد نورالدین صاحب کو مراقبہ کراتے اور اس قافلے اور اس میں شامل مخصوص ہستی کے بارے میں دریافت فرماتے۔ اور آپ مطلوبہ کیفیت بیان کرتے۔ آخری دفعہ محمد نورالدین صاحب نے مخصوص ہستی ''شاہ مردان'' کو مدینہ کے بازاروں میں خرید و فروخت کرتے دیکھا۔ یہ سلسلہ اس وقت ختم ہوا۔ جب قافلہ اور مخصوص ہستی کے بارے میں قبلہ عالم محمد امینؒ نے تجسس سے منع فرمادیا ـــــ شاید میں کچھ ناگفتنی باتیں بھی لکھے جارہا ہوں۔ اسلئے قلم کو لگام دیتا ہوں۔ اور اس موضوع پر ایک اور پہلو سے نگاہ ڈالتے ہیں۔

دنیا میں دو طرح کے لوگ ہوتے ہیں۔ ایک ایسے سلیم الطبع لوگ جو حقیقت کو بلا تامل تسلیم کر لیتے ہیں۔ اور دوسرا گروہ ایسے افراد کا ہوتا ہے۔ جو حقیقت کو دیکھ کر۔ پہچان کر بھی محض اپنی جھوٹی ''انا'' کی وجہ سے ضد میں آکر نہ صرف حقیقت کا انکار کرتے ہیں۔ بلکہ اسکی مخالفت میں ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں۔ تاریخِ عالم کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایسے لوگ دینِ حق کے آفتاب نصف النہار کو صاف اور شفاف آسمان میں عجیب وغریب بلکہ بعض اوقات احمقانہ حربے۔ دلائل استعمال کر کے بزعم خود نہ دیکھنے اور نہ ماننے کا کارنامہ سرانجام دیتے رہے۔ دیتے ہیں اور دیتے رہیں گے ـــــ ایسے افراد یقیناً ہر معاشرہ میں موجود ہوتے ہیں۔ ان سے ''مخصوص طریقہ'' ہی سے نبٹا جاسکتا ہے ـــــ قبلہ محمد نورالدین رحمتہ اللہ علیہ کو تبلیغ دین محمدیؐ میں ایسے لوگوں سے پالا پڑنا تھا۔ اسلئے آپ ابتدائی ایام ہی سے نہ صرف ان حضرات کو فوراً پہچان جاتے۔ بلکہ ان کی زنگ آلود ذہنیت کو بھی صاف کرنے کے فن سے آشنا تھے۔ اس خداداد صلاحیت کی نشوونما قبلہ عالم محمد امین رحمتہ اللہ علیہ کی توجہ سے بڑی تیزی اور بطریق احسن ہوتی رہی۔ اس سلسلہ میں ایک چھوٹا سا واقعہ یقیناً دلچسپی کا باعث ہوگا۔

قبلہ محمد امین رحمتہ اللہ علیہ جب دوسری بار چکار تشریف لے گئے۔ تو وہاں ایک دن نڑ گولی گاؤں جو کہ چکار سے دو تین میل کے فاصلے پر تھا۔ وہاں کے نمبردار نے آپکو دعوت دی۔ حضور وہاں

تشریف لے گئے۔ وہاں مخالف لوگوں نے بحث و مناظرہ کیلئے پونچھ کے ایک مشہور عالم کو بلایا جو کہ اپنے علاقہ میں ولی کی حیثیت سے بھی مشہور تھے ـــــ کہ وہ حضور قبلہ عالم سے بحث و مناظرہ کرے۔ تا کہ حضور بحث و مناظرہ میں ہار جائیں ـــــ جب یہ لوگ اپنے عالم کے ساتھ پہنچے ـــــ تو قبلہ محمد نور الدین صاحب نے فوراً پہچان لیا کہ یہ عالم کس نیت سے آیا ہے۔ قبلہ محمد امین صاحب واعظ فرما رہے تھے۔ مولانا صاحب بیچ میں بول پڑے۔ اور سوال کر ہی دیا۔ قبل اسکے کہ قبلہ عالمؒ اس بات کا نوٹس لیتے۔ جناب محمد نور الدین صاحب نے مولانا کو سختی سے ٹوکا۔ کہ ایسی مجلس میں۔ سوال کرنے سے پہلے آدابِ مجلس سیکھو۔ آپ جانتے نہیں کہ حضرت صاحب قرآن و حدیث کا درس فرما رہے ہیں۔ سوال کرنے کا یہ طریقہ نہیں۔ آپ ان کے وعظ میں قابلِ اعتراض نکات نوٹ کر لیں۔ جب وہ وعظ سے فارغ ہوں گے تب آپ سوال کریں۔ یہ طریقہ خلافِ ادب ہے۔ کہ تبلیغ دین میں رکاوٹ کر رہے ہیں ـــــ آپ نے اُسے بتایا کہ تمہارا سوال غلط ہے۔ بلکہ سوال اسطرح ہے اور اسکا جواب یہ ہے۔ مولانا صاحب جھجک گئے۔ آپ سے پوچھا آپ کون ہیں۔ آپ نے بتایا میں انکا غلام ہوں۔ اگر سوال کرنا ہے۔ پہلے مجھ سے کریں۔ میں تمہارے سوال کا جواب دوں گا ـــــ آپ نے اُسے ایسے سوالوں میں الجھایا۔ کہ وہ تنگ آ گیا۔ حضور قبلہ عالم وعظ بھی فرما رہے تھے۔ اور یہ معاملہ بھی دیکھ رہے تھے۔ آخر جب آپ نے مولانا صاحب کی جھنجھلاہٹ دیکھی۔ تو فرمایا۔ کہ نور الدین یہ کیا جھگڑا ہو رہا ہے۔ آپ خاموش ہو گئے تو حضور نے مولانا صاحب سے پوچھا کہ مولانا کیا بات ہے؟ ـــــ مولانا صاحب کہنے لگے کہ جناب میں اپنے علم کیلئے آپ سے کچھ پوچھنا چاہتا تھا۔ یہ لڑکا خواہ مخواہ درمیان میں حائل ہو رہا ہے۔ حضور نے فرمایا۔ آپ میرے قریب آئیں۔ بتائیں کیا پوچھنا چاہتے ہیں۔ حضور کا رعب اس قدر اس پر طاری ہوا۔ کہ بمشکل ہی کچھ کہہ سکا۔ اور مسئلہ بھی ایسا پوچھا جسکا کوئی سر پیر ہی نہیں۔ حضور نے فرمایا۔ بس اتنی بات تھی۔ یہ بات تو آپ کو اس لڑکے سے بھی مل سکتی تھی۔ آپ اسکی سن لیں۔ وہ آپ کو مطمئن کر دے گا۔ مولانا کہنے لگے۔ حضرت آپ وعظ فرمائیں یہ بات خلافِ ادب ہے۔ کہ میں دورانِ وعظ کچھ عرض کروں۔ انہوں نے برملا معافی مانگی کہ میں غلط

فہمی کا شکار ہوا۔ میں آپ کو پہچان نہ سکا ـــــ دوسرے دن مولانا صاحب حضور قبلہ عالم کے ہاتھ پر بیعت ہوئے ـــــ

جناب محمد نور الدین اویسیؒ حاصل کردہ علم و تربیت کو بلا جھجک استعمال فرماتے۔ اور یہ سب کچھ باطنی تحریک کے زیر اثر تھا۔ کہ علم و عمل کی بھٹی سے گزر کر آپ کندن بن جائیں۔ ایک دفعہ راجہ علی اکبر صاحب نے قبلہ محمد نور الدین صاحب سے درخواست کی کہ آپ قبلہ عالم محمد امین صاحب کے پاس جائیں۔ اور انہیں یہاں آنے کی دعوت دیں۔ آپ جب وہاں پہنچے تو معلوم ہوا کہ قبلہ عالم کی طبیعت انتہائی ناساز ہے۔ دو دن سے وجع الورق (کولہے میں درد) کی تکلیف میں مبتلا ہیں۔ شدید تکلیف تھی ـــــ آپ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور مدعا عرض کیا ـــــ کہ میں آپکو چکار لے جانے کیلئے حاضر ہوا ہوں ـــــ رات دیر تک آپ حضور کی خدمت میں حاضر رہے اور مٹھیاں دباتے رہے ـــــ بعد میں حضور قبلہ عالم اندرون خانہ تشریف لے گئے ـــــ قبلہ محمد نور الدین صاحب پر شدید بیقراری طاری تھی۔ ایک قبلہ عالم کی تکلیف اور دوسرا یہ احساس کہ اگر حضور چکار تشریف نہ لے جا سکے۔ تو ان لوگوں کو بڑی مایوسی ہو گی۔ عالمِ اضطراب میں علم و عمل اور توجہ کی کیمیا اثری نے راہ سجھائی۔ کہ اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ـــــ کہ دربارِ نبویؐ میں عاجزی کی جائے۔ کہ حضورؐ ہمیں بے حد مایوسی ہو گی۔ حضور قبلہ عالم کو شفا بخش دیں ـــــ صبح جب آپ بیدار ہوئے تو توقع بلکہ یقین تھا۔ کہ آپ ٹھیک ٹھاک ہوں گے۔ لیکن پھر بھی کان اندرون کی طرف لگے ہوئے تھے کہ حضور قبلہ عالم کی آواز سنوں۔ آپ مراقبہ میں مصروف تھے۔ نماز صبح کے بعد آپکی آواز آئی ـــــ سب کچھ حسب منشا تھا۔ حضور ٹھیک ٹھاک تھے۔ کچھ دیر بعد ناشتہ آیا۔ اور حضور قبلہ عالم تشریف لائے۔ دیکھا تو صحت مند حالت میں تھے۔ آپ کو دیکھ کر مذاقاً فرمایا ''تو نے پیش [1] کیا۔ میں اب اللہ کے فضل سے صحت مند ہوں۔ اب چلنے کی تیاری کرو۔''

---

[1] اسی طرح کا ایک واقعہ اس سگِ در کے ساتھ بھی پیش آیا۔ میں آپکی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ آپ بڑے سخت بیمار تھے۔ اور اتنے نڈھال تھے۔ کہ ہاتھ پاؤں ہلانے سے عاجز۔ رضائی اور دو کمبل کئے ہوئے (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ظہور امام مہدی علیہ السلام اور مہدیت

قربِ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی حضرت امام مہدی علیہ السلام کا ظہور ہے۔ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاتَذْهَبُ الدُّنْيَا حَتّٰى يَمْلِكَ الْعَرَبَ رَجُل " مِنْ اَهْلِ بَيْتِيْ يُوْاطِئُ اِسْمُهٗ اِسْمِيْ (جامع ترمذی)۔ حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ دنیا ختم نہ ہوگی حتیٰ کہ عرب کا بادشاہ ایک شخص بنے میرے گھر والوں میں سے جسکا نام میرے نام کے موافق ہوگا ـــــ کتب احادیث وسیر میں اسکی تفصیل موجود ہے ـــــ اس سلسلہ میں سنن ابوداؤد سے تین احادیث نقل ہیں۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْمَهْدِيُّ مِنْ عِتْرَتِيْ مِنْ وُلْدِ فَاطِمَةَ۔ کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا۔ مہدی میری نسل اور فاطمہ کی اولاد سے ہوں گے۔ اسی مضمون کی ایک روایت ابواسحٰق سے مروی ہے جس میں مزید تفصیل ہے۔ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ قَالَ قَالَ عَلِيٌّ" وَ نَظَرَ اِلَى ابْنِهِ الْحَسَنِ فَقَالَ اِنَّ ابْنِيْ هٰذَا سَيِّد" كَمَا سَمَّاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ سَيَخْرُجُ مِنْ صُلْبِهٖ رَجُل" يُسَمّٰى بِاسْمِ نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُشْبِهُ

(بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ) پڑے تھے۔ یہ صورت حال دیکھ کر میں بڑا پریشان ہوا ـــــ خدا جانے میرے ذہن میں کیا آیا۔ خود اپنی اس جسارت پر حیران ہوں ـــــ میں نے اپنے ہادی و ناصر کو آپؐ کے پیش کر دیا ـــــ آپ کی محبوبیت کے طفیل آپ کے ادنیٰ خدام کو بھی حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے شرف وشفقت عطا ہوتی ہے ـــــ لمحوں کی تو بات تھی ـــــ تھوڑی ہی دیر میں آپ اٹھ بیٹھے اور بھلے چنگے ہو گئے۔ اور گفتگو میں علم وحکمت کے موتی لٹانے لگے ـــــ دورانِ گفتگو آپ نے شاید اس عاجز کو بتانے کیلئے کہ تمہاری سادہ اور معصوم حرکت سے بے خبر نہیں (آپ اکثر فرمایا کرتے تھے۔ وہ پیر ہی نہیں ہو سکتا جو مرید کی ہر ہر حرکت سے باخبر نہ ہو)۔ فرمایا کہ تم نے توجہ دی۔ میں ٹھیک ٹھاک ہو گیا ـــــ آپ کے روئے پُر انوار کی قسم آپ کے وسیلہ سے ایک طالب کو جو فیوض وبرکات اور شرف حاصل ہوتا ہے۔ اسکا تصور بھی ناممکنات سے ہے ـــــ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔

فِی الْخُلُقِ وَلَا یُشْبِهُ فِی الْخَلْقِ ثُمَّ ذَکَرَ قِصَّةَ یَمْلَأُ الْاَرْضَ عَدْلًا ۔ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے صاحبزادے حضرت امام حسن کی جانب دیکھتے ہوئے فرمایا۔ میرا یہ بیٹا سردار ہے جیسا کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اِسکو نامزد فرمایا ہے اور عنقریب اِسکی نسل سے ایک شخص پیدا ہوگا جسکا نام تمہارے نبی کے اسم گرامی پر ہوگا۔ وہ تخلیق میں نہیں بلکہ اخلاق میں حضورؐ سے مشابہت رکھے گا۔ پھر زمین کو انصاف سے بھر دینے کا ذکر فرمایا۔ حضرت ابوسعید الخدری کی ایک اور روایت سے حضرت امام مہدی علیہ السلام کی ذاتی صفات اور خصوصیات کے بارے میں مزید معلومات مہیا ہوتی ہیں۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّے اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْمَهْدِیُّ مِنِّیْ اَجْلَی الْجَبْهَةِ اَقْنَی الْاَنْفِ یَمْلَأُ الْاَرْضَ قِسْطًا وَّعَدْلًا کَمَا مُلِئَتْ ظُلْمًا وَجَوْرًا یَمْلِکُ سَبْعَ سِنِیْنَ ۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مہدی مجھ سے ہوں گے جو کشادہ پیشانی اور اونچی ناک والے ہوں گے۔ زمین کو عدل سے یوں بھر دیں گے جیسے وہ ظلم سے بھر گئی ہوگی۔ وہ سات سال حکومت کریں گے۔

مختصراً یہ کہ آپ جگر گوشہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا کی اولاد میں سے ہوں گے۔ آپ کا نام محمد، والد کا نام عبداللہ اور والدہ کا نام آمنہ ہوگا۔ بیعت کے وقت آپ کی عمر چالیس سال ہوگی ـــــ اُس وقت عیسائی دنیا کے اکثر و بیشتر حصہ پر قابض ہوں گے۔ یہاں تک کہ ان کی حکمرانی خیبر تک ہو جائے گی۔ مسلمان خستہ و پریشان حال مدینہ منورہ میں سمٹ جائیں گے۔ وہ اس فکر میں سرگرداں ہوں گے کہ امام مہدیؑ کو تلاش کیا جائے۔ تاکہ ان کے ذریعہ مصائب والم اور دشمنانِ دین اسلام کے ظلم و بربریت سے نجات ملے ـــــ حضرت امام مہدیؑ اس وقت مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہوں گے۔ مگر اس اندیشہ کے پیش نظر کہ لوگ مجھ جیسے ضعیف و کمزور انسان کو اس عظیم الشان کام کی انجام دہی کے لئے تکلیف دیں گے۔ مکہ معظمہ تشریف لے جائیں گے۔

وقت کے اولیائے اکرام آپکی تلاش میں ہوں گے۔ اس وقت شام سے سات آدمی جو کہ

وقت کے قطب الاقطاب ۱؎ ہوں گے۔ وہ آکر آپکی نشاندہی کریں گے۔ لیکن آپ انکار کردیں گے کہ آپکو غلط فہمی ہوئی ہے۔ میں خلیفہ نہیں ہوسکتا۔ وہ پھر مشورہ کریں گے۔ اور پھر آپکی نشاندہی کریں گے۔ آپ بار بار انکار کریں گے۔ مسلمانوں میں شدید اضطراب ہوگا اور پھر جیسا کہ روایت ہے کہ بیت اللہ سے آواز آئے گی۔ هٰذَا خَلِيْفَةُ اللّٰهِ الْمَهْدِيُّ فَاسْمَعُوْا لَهٗ وَاَطِيْعُوْا ــــ یہ ایسی غیبی آواز ہوگی۔ جس کو خاص وعام سن لیں گے۔ اور آپ مجبوراً مسلمانوں سے بیعت لیں گے......

حضرت امام مہدی علیہ السلام کا ظہور حقیقت میں دشمنانِ دینِ متین کے خاتمہ اور اسلام کے عروج کی نوید ہوگی۔ جیسا کہ سنن ابوداؤد کی ایک حدیث ہے۔ عَنْ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ لَمْ يَبْقَ مِنَ الدَّهْرِ اِلَّا يَوْمًا لَبَعَثَ اللّٰهُ رَجُلًا مِنْ اَهْلِ بَيْتِيْ يَمْلَاُهَا عَدْلًا كَمَا مُلِئَتْ جَوْرًا حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر زمانہ کی زندگی سے ایک دن بھی باقی رہ گیا تب بھی اللہ تعالیٰ ایک ایسے فرد کو کھڑا کرے گا جو میرے اہل بیت سے ہوگا اور زمین کو انصاف سے ایسے بھردے گا جیسے وہ ظلم سے بھر گئی ہوگی۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی روایت میں امام مہدی علیہ السلام کی تشریف آوری کے بعد اسلام کی سربلندی اور آسودگی اور خوشحالی کی نوید کچھ ان الفاظ میں ہے۔ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ فَتَنْعَمُ فِيْهِ اُمَّتِيْ نِعْمَةً لَمْ يَنْعَمُوْا مِثْلَهَا قَطُّ تُؤْتِيْ اُكُلَهَا وَلَا تَدَّخِرُ مِنْهُمْ شَيْئًا وَالْمَالُ يَوْمَئِذٍ كُدُوْسٌ فَيَقُوْمُ الرَّجُلُ فَيَقُوْلُ يَا مَهْدِيُّ اَعْطِنِيْ فَيَقُوْلُ خُذْ۔ کہ مہدی کے زمانہ میں میری امت اسقدر خوش ہوگی کہ اس سے پہلے کبھی نہ ہوئی تھی زمین کا انکے زمانہ میں یہ حال ہوگا کہ جسقدر اس میں پھل پیدا کرنے کی صلاحیت ہے سب پیدا کرے گی کچھ حصہ بھی پھل کا باقی نہ رہیگا۔ مال کی اسقدر فراوانی ہوگی کہ انکے سامنے ڈھیر لگا ہوگا لوگ ان سے کہیں گے مہدی ہمیں مال دو جواب دیں گے جتنا جی چاہے لے لو۔ (سنن ابن ماجہ) اسلئے مسلمان اسکے بارے میں متجسس اور

۱؎ روئے زمین پر ایک وقت میں ایک ہی قطب الاقطاب ہوتا ہے۔ اُسکی وفات پر دوسرا آدمی اُسکی جگہ مقرر کیا جاتا ہے۔ لیکن ظہور مہدی کے وقت سات قطب الاقطاب ہوں گے۔

مشتاق رہے۔ تاریخِ عالم کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مختلف اوقات میں اصحابِ علم ونظر نے امام موصوف کے ظہور کی پیشین گوئیاں کیں۔ بلکہ کئی حضرات نے مختلف اوقات میں ظن و وہم یا عیاری سے مہدی ہونے کا دعویٰ بھی کیا۔

1942ء میں جب قبلہ محمد نورالدین اویسیؒ کو سلسلہ میں داخل ہوئے۔ بمشکل تین سال ہوئے تھے۔ کہ ایک اہم واقعہ رونما ہوا۔ خراسان کی جانب سے ایک قافلہ کشمیر میں داخل ہوا۔ یہ لوگ چینی ترکستان سے ہجرت کر کے آئے تھے۔ روسی کمیونسٹ حکومت نے محض اسلام اور اسلامی تمدن ترک کرنے سے انکار کی پاداش میں ان پر ظلم وستم کے پہاڑ ڈھادیئے۔ یہاں تک کہ یہ ہجرت پر مجبور ہوگئے۔ یہ قافلہ تقریباً چالیس ہزار نفوس پر مشتمل تھا۔ جو اپنا سب کچھ چھوڑ کر ہمالیہ کے طویل سلسلہء کوہ میں بھٹکتا ہوا۔ روسی حملہ آوروں سے لٹا پٹا خستہ حالت میں کشمیر میں داخل ہوا۔

قبلہ عالم محمد امین رحمتہ اللہ علیہ بار بار اس قافلہ کو دیکھنے کیلئے تشریف لے جاتے رہے۔ آپ قافلہ کے بارے میں بڑے متجسس اور فکر مند تھے۔ آپ کے تجسس وفکر مندی اور دیگر حالات و واقعات سے اکثر مریدین نے یہ اندازہ لگایا کہ شاید حضرت امام مہدی علیہ السلام اس قافلہ میں موجود ہیں۔ ان حضرات کا اندازہ اور سوچ کچھ اتنی بے جا بھی نہ تھی۔ کیونکہ قرائن وآثار کچھ ایسے ہی تھے۔ (۱) احادیث میں روایت ہے کہ وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَاَيْتُمُ الرَّايَاتِ السُّوْدَقَدْ جَآءَ تْ مِنْ قِبَلِ خُرَاسَانَ فَاْتُوْهَا فَاِنَّ فِيْهَا خَلِيْفَةَ اللّٰهِ الْمَهْدِيُّ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ دَلَائِلِ النُّبُوَّةِ)۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم خراسان کی طرف سے سیاہ جھنڈے آتے ہوئے دیکھو تو ان کے پاس حاضر ہو جانا کیونکہ ان میں اللہ کا خلیفہ مہدی ہوگا۔ روایت کیا ہے اسے احمد و بیہقی نے دلائل نبوت میں۔ اور ایک روایت میں ہے۔ کہ اِذَا جَآءَ عَسَاكِرُ" مِنْ جَانِبِ الْخُرَاسَانَ فَتَجَسَّسُوْ فَاِنَّ خَلِيْفَةَ اللّٰهِ الْمَهْدِيَّ فِيْهِمْ۔ اور جب ایک ولی اکمل قطب الاقطاب بھی اس تجسس میں بظاہر شامل ہو تو معاملہ کچھ نہ کچھ ضرور ہوگا۔ (۲) حضرت امام

مہدیؑ کے ظہور پر بیعت کی تاکید واہمیت تجسس کیلئے ممیز تھی۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا فَقَالَ فَاِذَا رَاَیْتُمُوْهُ فَبَایِعُوْهُ وَلَوْ حَبْوًا عَلَی الثَّلْجِ فَاِنَّهٗ خَلِیْفَةُ اللّٰهِ الْمَهْدِیُّ ـــــ جب تم اسے ظاہر ہوتے دیکھو تو گھٹنوں کے بل برف پر گھسٹ کر بھی جانا ہو تو اس کی بیعت کر لینا کیونکہ وہ مہدی خدا کا خلیفہ ہوگا۔ (سنن ابن ماجہ) (۳)
بامشاہدہ حضرات نے اُس دور میں امام مہدیؑ کے بارے میں مختلف احوال وکیفیات کا مشاہدہ کیا ـــــ (اگرچہ یہ امور متشابہات سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور یہ امور مصلحتِ الٰہی کے تابع مخفی رکھے جاتے ہیں۔)

قبلہ عالم محمد امین رحمتہ اللہ علیہ جب اس متذکرہ قافلے کو دیکھنے کیلئے تشریف لے گئے۔ تو جیسا کہ گزشتہ صفحات میں بیان ہو چکا ہے۔ کہ اگرچہ محمد نورالدین اویسی رحمتہ اللہ علیہ کی اوائل عمری تھی اور آپ سلسلہ میں بھی مبتدی ہی تھے۔ لیکن پھر بھی قبلہ عالمؒ باصرار آپکو ساتھ لے کر گئے۔ آپ نے جب عذر پیش کیا کہ میرے پاس کرایہ بھی نہیں ہے۔ تو جناب محمد امین صاحب نے ارشاد فرمایا۔ تم ہمارے ساتھ چلو ہم تمہارا گھر واپسی تک کا کرایہ خود دیں گے ـــــ اس میں جہاں اور کئی حکمتیں مضمر تھیں۔ وہاں ظہورِ مہدیؑ کی اصل حقیقت ـــــ جسکے ادراک میں بڑی بڑی ہستیوں نے ٹھوکریں کھائی ہیں۔ سے باخبر کرنے کیلئے ضروری تھا کہ قبلہ عالم محمد امینؒ ـــــ جنکو اس تمام کام کیلئے منتظم اعلےٰ مقرر کیا گیا۔ اور اب ظہور مہدیؑ کے متعلق جملہ انتظامات سلسلہ اویسیہ کے لوگ ہی اکثر وبیشتر سرانجام دیں گے ـــــ آپ کو اپنے ساتھ رکھ کر۔ خصوصی توجہ سے حقیقت کا ادراک کراتے۔

یہ آپ کی خصوصی توجہ ہی تھی کہ جہاں قبلہ عالم محمد امینؒ کے اکثر مریدین یہی سمجھتے رہے۔ کہ اس مخصوص قافلہ میں وہ ہستی مستور ہے۔ جو امام مہدیؑ کی حیثیت سے چالیس سال کی عمر کو پہنچنے پر ظہور کرے گی ـــــ بعد میں ''شاہ مردان'' کی صورت میں انہوں نے اس ہستی کی شناخت بھی کی ـــــ لیکن قبلہ محمد نورالدین اویسیؒ کا تجربہ ومشاہدہ الگ ہے۔ ابتدا ہی سے آپ کوشاں رہے کہ اس ہستی کا حلیہ مراقبہ میں دیکھوں۔ تاکہ قافلہ میں اس ہستی کو پہچان سکوں۔ لیکن جلد ہی بات آپکی سمجھ

میں آنا شروع ہوگئی ــــــ کہ جب آپ مراقبہ کرتے اور اُس ہستی کا حلیہ دیکھنے کی کوشش کرتے۔تو سامنے ایک عظیم نور آجاتا۔اوراس نور میں اس ہستی کا حلیہ صاف دیکھ نہ سکتے ـــــ حضور قبلہ عالم اس قافلے کو دیکھنے کیلئے محمد حنیف صاحب کے گھر بانڈی پورہ قیام فرماتھے ـــــ آپ نے اپنی اس کیفیت کا ذکر اُن سے کیا۔انہوں نے ارشاد فرمایا۔بیٹھو ہم توجہ دیتے ہیں۔مراقبہ کرو۔قبلہ محمد نورالدین صاحب نے حسب الحکم مراقبہ کیا۔کہ حضرت مہدی علیہ السلام کو دیکھوں۔مگر ہر بار آپ کے سامنے ایک ہستی آتی۔جسکے وجود سے ایک شدید نور نکلتا۔اور شدت نور میں آپ اس ہستی کی شکل نہ دیکھ سکتے۔یہ نور نا قابلِ برداشت ہوتا ـــــ

حقیقت حال کی وضاحت فرماتے ہوئے۔آپ نے مزید سہل اور عام فہم انداز میں فرمایا کہ ایسی کیفیت کو میں نے حضور قبلہ عالم کی توجہ سے مشاہدہ کیا۔کہ مجھے اُس مخصوص ہستی میں ایک نور نظر آیا۔میں اس ہستی کو دیکھنا چاہتا تھا۔مگر مجھے حضرت مہدی علیہ السلام آپ کی پشت میں نوری ہیئت میں مشاہدہ میں آتے تھے ـــــ یہ ایک مخفی شعائر ہے۔حضور قبلہ عالم جانتے تو تھے۔لیکن اس کا اظہار نہ فرماتے تھے ـــــ قبلہ محمد نورالدین اویسیؒ نے فرمایا امر واقع یہ ہے کہ جب امام مہدیؑ کا نور ایک پشت سے دوسری پشت میں منتقل ہوتا ہے تو وقت کے اولیا حضرت امام مہدیؑ کے نور کا مشاہدہ کرکے ان کے ظہور کی پیشین گوئی کرتے ہیں۔حالانکہ یہ ظہورِ مہدی نہیں بلکہ انتقالِ نورِ مہدیؑ ہے۔

ظہورِ مہدیؑ چونکہ راز ہے۔قدرت بھی اسکو راز ہی رکھنا چاہتی ہے۔اس سلسلہ میں ایک چھوٹا سا واقعہ جو اُس زمانہ میں پیش آیا۔صورتِ حال کی وضاحت کیلئے کافی ہوگا ـــــ قبلہ وکعبہ محمد نورالدین اویسیؒ نے بتایا کہ حضور قبلہ عالمؒ اپنے مریدوں میں حضرت امام مہدیؑ کے ظہور کے متعلق ذکر فرماتے تھے۔آپ کے مریدوں میں ایک مرید عمہ نامی تھا جو کہ درزی کا کام کرتا تھا۔ایک دن دکان پر بیٹھا تھا۔حضرت امام مہدیؑ کے بارے میں باتیں ہورہی تھیں۔کہ اسکی زبان سے حضرت امام مہدیؑ کے بارے میں چند ایسے الفاظ نکلے جو اس نے حضور سے سنے تھے۔مگر ان الفاظ کا تعلق راز سے تھا۔اس وقت اسکی دوکان پر ایک دیہاتی آیا۔اور ایک ڈبہ سامنے رکھا۔ڈبہ میں سرخ رنگ کا

کیمیائی مادہ بھرا ہوا تھا۔ دیہاتی نے عمہ درزی سے کہا۔ یہ ڈبہ رکھ لو۔ وہ حقہ پی رہا تھا۔ اچانک حقہ سے ایک چنگاری اٹھ کر ڈبہ میں گری ــــ ایک زوردار دھماکہ ہوا ــــ ڈبہ پھٹ گیا ــــ ایک ٹکڑا اُس کے گلے پر جا لگا ــــ گلے کی رگ کٹ گئی ــــ خون بہنے لگا۔ دھماکہ سن کر لوگ دوڑے۔ اسے اٹھا کر ہسپتال لے گئے۔ مگر وہ جانبر نہ ہو سکا۔ راستہ ہی میں دم توڑ دیا۔ قبلہ محمد نورالدین صاحب نے حضور قبلہ عالم کو اطلاع دی۔ آپ نے فرمایا۔ ہم نے غلام احمد کو دیکھا ہے۔ وہ جنت میں پہنچا ــــ مگر ذراسی کوتاہی اسے حادثہ کا شکار کر گئی۔ حضور قبلہ عالمؒ نے بھی افسوس کا اظہار کیا ــــ اور آئندہ ہر شخص کو ظہورِ مہدیؑ پر بحث کرنے سے منع فرمایا ــــ

قبلہ محمد نورالدین اویسیؒ کے مریدین میں سے کئی افراد نے اس مخصوص ہستی کی شکل میں حضرت امام مہدی علیہ السلام کا مشاہدہ کیا ــــ اس کی مثال ایسی ہے۔ جیسے کعبۃ اللہ ــــ کہ ہر فرد اللہ کی طرف توجہ کر کے کعبہ کی طرف رُخ کرتا ہے۔ بظاہر کعبہ ہے۔ مگر اس میں ظلِ اللہ ہے ــــ قبلہ وکعبہ کی اکملیت کی یہ بین دلیل ہے کہ آپ کے مریدین میں سے کئی نے امام مہدیؑ کے بارے میں مختلف ایسے احوال کا مشاہدہ کیا۔ جن کا اظہار افشائے راز میں آتا ہے۔ اس لئے احتیاطاً اجتناب کیا جاتا ہے۔

جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔ کہ متذکرہ مہم میں قبلہ عالم محمد امینؒ حنیف صاحب کے گھر ایک ہفتہ تشریف فرما رہے۔ اس دوران حضور قبلہ عالم اکثر مراقبہ میں بٹھا کر آپکو توجہ دیتے رہے۔ حقیقتِ مہدیت کو تو آپ سمجھ ہی گئے لیکن اس توجہ کا ایک اور کرشمہ سامنے آیا ــــ تین دن گزرے۔ حضور قبلہ عالم گھر سے باہر تشریف لائے۔ آپ آگے آگے تشریف لے جا رہے تھے۔ محمد نورالدین صاحب پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ آپ فرماتے ہیں۔ میں اپنے ہاتھ دیکھتا ہوں۔ مجھے محسوس ہوتا ہے۔ کہ یہ حضور قبلہ عالم کے ہاتھ ہیں۔ میں اپنے چہرے کو بھی حضور قبلہ عالم کا چہرہ محسوس کر رہا ہوں۔ اسوقت میری داڑھی نہیں تھی۔ مگر چہرے پر داڑھی محسوس ہو رہی ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے۔ کہ میں بھی حضور کا ہم شکل ہوں۔ یہ واقعہ ۱۹۴۲ء کا ہے۔ ۱۹۳۹ء میں میں حضور سے بیعت ہوا تھا۔ ابھی صرف تین

سال سے کم وقت گزرا تھا۔طریقتِ اویسیہ سے میں ابھی کاملاً واقف نہ تھا ـــــ میں اس حالت کو دیکھ کر گھبرا گیا۔ڈر کے مارے حضور قبلہ عالم سے یہ کیفیت بیان کرنے کی جرات نہ کر سکا۔شام قبلہ عالم نے پھر توجہ دی۔اور کیفیت وہی دیکھتا ہوں ـــــ آپ نے جھجکتے ہوئے محمد امین صاحب کے سامنے اپنی کیفیت عرض کی۔تو آپ نے پیار سے فرمایا کہ یہ "فنائے الشیخ" ہے ـــــ تم فنائے الشیخ کی کیفیت مشاہدہ کر رہے ہو۔یہ سنکر آپ کی حیرت و مسرت کی انتہا نہ رہی۔کہ حضور قبلہ عالم کی صحبت سے بلا مجاہدہ یہ نعمتِ عظمیٰ آپ کو نصیب ہوئی ـــــ

امتحان اور آزمائش

قبلہ محمد نورالدین اویسی رحمتہ اللہ علیہ کو اکملیت کے منصب عالیہ پر فائز کرنے کیلئے ابھی چند ایک مراحل سے گزرنا تھا۔آپ کو جملہ ظاہری و باطنی علوم سے مزیّن کر کے بطور امتحان ـــــ آزمائش ایک مخصوص علاقہ کی طرف تبلیغ و ترویج و فیض رسانی فیضِ سلسلہ اویسیہ کیلئے مامور کیا گیا۔تاکہ آپکی صلاحیتوں اور کمالات کا اظہارِ عام ہو ـــــ یہ علاقہ قبلہ و کعبہ کا دیکھا بھالا تھا۔کیونکہ یہاں آپکے دوست راجہ محمد لطیف خان صاحب رہتے تھے۔جیسا کہ گزشتہ صفحات میں بیان ہو چکا ہے۔کہ راجہ صاحب میٹرک تک نہ صرف آپکے ہم جماعت تھے۔بلکہ انتہائی قریبی دوست بھی تھے۔آپ چکار کے علاقہ کے ایک جاگیردار گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔قبلہ کے آپکے ساتھ تعلقات کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ ۱۹۳۲ء سے ۱۹۳۹ء تک ـــــ یعنی جب آپ ابھی قبلہ عالم محمد امینؒ سے بیعت نہیں ہوئے ـــــ سردیوں میں ادھر تشریف لے جاتے۔اور آپکا وہاں قیام خاصا طویل ہوتا ـــــ راجہ محمد لطیف خان صاحب کے والد راجہ علی اکبر خان صاحب اور انکا گھرانہ اہل حدیث مسلک کا حامی تھا۔لیکن اسکے ساتھ ساتھ حضرت فقیر اللہ بکوٹی سے بھی عقیدت رکھتے تھے۔

قبلہ محمد نورالدین اویسیؒ کے دوست راجہ محمد لطیف خان صاحب مذہب سے واجبی سا تعلق رکھتے تھے۔لیکن شومئی قسمت بعض مفاد پرست افراد کی دوستی نے ان کو "دہریہ" بنا دیا تھا ـــــ ظاہر ہے۔جب شریعت کی اہمیت نہیں تو طریقت سے لگاؤ قرین قیاس ہی نہیں ـــــ آپ طریقت

کے بارے میں بڑے متشدّد قسم کے خیالات کے مالک تھے۔قبلہ محمد نورالدین صاحب بیعت ہونے کے تھوڑے ہی عرصہ بعد حسب معمول وہاں تشریف لے گئے۔لیکن اب آپ ظاہراً نہ سہی۔ باطناً وہ نہیں رہے تھے۔۔۔۔ راجہ محمد لطیف خان صاحب کے معمولات۔ انکی کٹ حجتیاں شریعت وطریقت اور علماء حقیقت کے بارے میں انکے خیالات آپکے لئے قطعاً ناقابل برداشت تھے۔آپ ناراض ہوکر۔ ہمیشہ کیلیئے وہاں سے چلے آئے۔

لیکن قدرت خنداں کناں تھی۔۔۔۔ ۱۹۴۲ء میں قبلہ عالم محمد امینؒ نے آپ کو وہاں جانے کا حکم دیا۔تو ناچار جانا پڑا۔۔۔۔ سوچ و بچار میں غلطاں وہاں جا پہنچے۔۔۔۔ سیدھے راجہ محمد لطیف صاحب کے کمرے میں تشریف لے گئے۔وہ سورہے تھے۔آپ انکی چارپائی کے پاس خاموشی سے جا کھڑے ہوئے۔۔۔۔ آپکی توجہ کا اثر تھا۔ کہ ہڑبڑا کر فوراً جاگ اٹھے۔ جناب محمد نورالدین صاحب کو اپنے سامنے دیکھ کر آنکھیں ملنے لگے۔ کہ خواب تو نہیں دیکھ رہا۔ کیونکہ وہ آپ کی طبیعت سے واقف تھے۔ اور انہیں معلوم تھا۔ کہ آپ ناراض ہوکر چلے گئے۔واپسی کا تو سوال ہی نہیں۔۔۔۔ لیکن جب انہیں یقین ہوگیا۔تو انکی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا۔ بغلگیر ہوئے۔اور مسرت سے دیوانہ وار دوڑے ہوئے اندر چلے گئے کہ سب کو آپکی آمد سے مطلع کریں۔کہ ”نورالدین آگیا“۔سب گھر والے باہر آئے اور خوشی سے ملے۔۔۔۔ خوش کیوں نہ ہوتے۔آپ تین سال بعد دوبارہ اس گھر میں تشریف لائے۔

راجہ محمد لطیف خان صاحب نے جہاں اپنے جگری دوست کی آمد پر اظہارِ مسرت وتشکر کیا۔وہاں وہ اپنی گزشتہ باتوں۔جنکی وجہ سے آپ ناراض ہوکر چلے گئے تھے۔۔۔۔ پر نادم وپشیمان تھے۔اور بار بار معذرت کر رہے تھے۔۔۔۔ مونس و ہمدرد ملا۔تو فوراً اپنا احوالِ دل زبان پر لے آئے۔کہ آپ کے چلے جانے کے بعد۔حالات کے آہنی پنجے نے مجھے اپنی گرفت میں لے لیا۔کہ کچھ سجھائی نہیں دیتا۔۔۔۔ بتانے لگے کہ ستم ہائے زمانہ کا نشانہ بنا ہوا ہوں۔۔۔۔ شاید قدرت کو میری بے بسی و بے کسی پر ترس آگیا ہے۔کہ تم کو غیبی فرشتہ بنا کر بھیجا ہے۔۔۔۔ انہوں نے یاس وامید کی ملی جلی کیفیت سے آپ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا”سنا ہے تم فقیر ہوگئے ہو“ آپ نے ارشاد فرمایا”ہاں

میں فقیر ہو گیا ہوں"۔ حرفِ مدعا زبان پر آیا" پھر میری مدد کرو" ـــــ آپ نے فوراً حامی بھر لی ـــــ بحرِ جود و عطا جوش میں تھا ـــــ راجہ محمد لطیف صاحب تو اپنے بگڑے کاموں کے سنورنے کی آس لگائے بیٹھے تھے ـــــ دوسری طرف یہ بحرِ بیکراں انہیں حقیقی نعمتوں سے سرفراز کرنے کیلئے تیار ـــــ راجہ محمد لطیف صاحب کے نزدیک تو بگڑے حالات کا سازگار ہو جانا نعمتِ عظمیٰ تھی ـــــ انکا حقیقی دوست دل ہی دل میں مسکرا رہا تھا۔ کہ میرا دوست اپنی سادگی کی وجہ سے کیا بے وقعت چیز مانگ رہا ہے (کیونکہ اہل نظر کے نزدیک دنیا و مافیہا۔ تو مچھر کے پر کے برابر بھی وقعت نہیں رکھتے) ـــــ گدا تو اپنی سوچ اور حیثیت کے مطابق مانگے گا۔ لیکن شہنشاہ اپنی شان کے مطابق عطا کرے گا ـــــ آپ اسے وہ عطا کرنے والے تھے۔ جسکی بڑے بڑے صاحبِ نظر بھی انتہائی چلہ کشی اور محنت کے بعد بھی توقع نہیں کر سکتے ـــــ لیکن دینے کیلئے بھی تو بہانہ چاہیے ـــــ آپ نے فرمایا صرف ایک شرط ہے۔ کہ تمام لغویات سے پرہیز کرو گے اور "وظیفہ" پڑھو گے ـــــ راجہ صاحب کو کیا سمجھ کہ یہ وظیفہ دنیا و جہاں کے مصائب کے حل کی کنجی نہیں۔ بلکہ عالمِ ملکوت۔ عالمِ جبروت اور عالم لاہوت میں داخلے کی کلید ہے ـــــ دوسرے دن جمعرات کا دن تھا۔ حسب الحکم راجہ صاحب نے غسل کیا۔ اور وظیفہ یعنی درود شریف ایک سو ایک بار مکمل کیا۔ قبلہ محمد نور الدین صاحب ناز و نعم میں پلے عیش و عشرت سے بگڑے رئیس زادے کی فرمانبرداری اور اسکی کارکردگی سے بہت خوش ہوئے ـــــ رات عشا کے بعد آپ نے انہیں مراقبہ میں بٹھایا ـــــ تو مراقب ہونے کے ساتھ ہی انہوں نے کیفیت بتانی شروع کر دی۔ کہ پھول کا ایک گلدستہ نظر آ رہا ہے۔ اور اسکے گرد نور کا ایک ہالہ ہے ـــــ اصل میں تزکیہ نہ ہونے کی وجہ سے روضہ شریف گلدستہ کی شکل میں نظر آ رہا تھا ـــــ مسرت و اطمینان نے مہمیز کا کام کیا۔ دوسرے دن راجہ صاحب نے گیارہ سو سے زائد درود شریف پڑھا۔ رات کو قبلہ محمد نور الدین صاحب نے پھر انہیں مراقبہ میں بٹھایا۔ اور حضوری اجلاسِ محمدیؐ کر دیا۔ اپنے بے تکلف اور جگری دوست کی حقیقت کا کچھ کچھ ادراک کر کے راجہ صاحب حیرت کی تصویر بن گئے ـــــ "تو" اور "تم" کے القابات قصہٴ پارینہ بن گئے ـــــ اب تو آپکا صیغہ مستعمل ہونے لگا ـــــ اور اب آپکی

طرف پیٹھ پھیرنا جرم تصور ہونے لگا____

انسان بنیادی طور پر بے صبرا اور جلد باز واقع ہوا ہے____ جب اتنے انعامات بغیر مانگے مل رہے تھے۔ تو ایک چھوٹا سا معاملہ جسکے حل کی حامی بھر لی گئی تھی۔ کی کیا اہمیت اور مشکل تھی____ لیکن راجہ محمد لطیف صاحب دل کے ہاتھوں مجبور____ آخر حرف تمنا زبان پر لے ہی آئے کہ اب میرے رشتہ کے متعلق دعا کیجیے____ آپ نے ارشاد فرمایا اچھا کل دیکھیں گے____ دوسرے دن راجہ محمد لطیف صاحب کو اجلاس سے یہ احکام عطا کرا دیئے کہ تمہاری کامیابی لکھ دی گئی____ لیکن ان کی بے صبری اور سادگی ملاحظہ ہو____ عرض کی کہ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبِ کیلئے ثبوت ملنا چاہیے____ آپ نے کہا ایسا ہی ہوگا____ مزید اطمینان کیلئے اجلاس میں عرض مدعا کیلئے کہا____ قبلہ محمد نور الدین صاحب کی محبوبیت کے طفیل اسطرح کے سوال پر سرزنش کی بجائے ارشاد ہوا ''ایسا ہی ہوگا'' ____ باوجود اسکے راجہ صاحب تذبذب اور گومگو کی حالت میں تھے____ اور یہ حالت وکیفیت اتنی غیر فطری بھی نہ تھی____ کہ جس مسئلہ میں ہر کوئی انکاری بلکہ مخالف ہو____ یہاں تک کہ راجہ محمد لطیف صاحب کے والد نے قسم کھا رکھی ہو۔ کہ ہم یہ رشتہ ہرگز نہ ہونے دیں گے____ یہ رشتہ کیسے ہوگا؟ ____ راجہ محمد لطیف صاحب یاس وامید میں مبتلا۔ لیکن ہتھیلی پر سرسوں جم گئی۔ سب کچھ بتدریج اسی طرح وقوع پزیر ہو رہا تھا جسکی راجہ محمد لطیف صاحب نے آپ سے خواہش کی تھی۔

راجہ محمد لطیف صاحب کی ہمشیرہ گلنساءٔ بیگم عرصہ دراز سے ہسٹیریا کے مرض میں مبتلا تھیں۔ اور اب یہ مرض اپنی انتہائی شدت کو پہنچ چکا تھا۔ رات دن ان پر غشی کے دورے پڑتے۔ کوئی نہ کوئی آدمی ہر وقت ان کی نگرانی میں رہتا کہ کہیں کوئی حادثہ نہ ہو جائے____ قبل ازیں ان کی ایک بہن اس مرض میں مبتلا ہو کر فوت بھی ہو چکی تھی____ ہر طرح کے علاج کی غیر موثری کے باعث لاعلاج مرض جان کر انتہائی مایوسی کا عالم تھا____ راجہ محمد لطیف صاحب کو اب جب معین و مددگار یگانہ میسر آیا۔ تو انہوں نے اپنی ہمشیرہ کو تسلی دیتے ہوئے نوید سنائی کہ نور الدین صاحب فقیر ہو گئے ہیں۔ تیرے لیئے ان سے دعا کراؤں گا۔ تم صحت یاب ہو جاؤ گی____ لیکن گلنساء بیگم کے سامنے تو وہ پرانا

نورالدین تھا۔ اُسے تو اس نورالدین کا ابھی پتا نہیں تھا جسکی جھلک راجہ محمد لطیف صاحب دیکھ چکے تھے ـــــ اسلئے گلنساء بیگم نے طنزیہ طور پر کہا کہ میں نورالدین کو جانتی ہوں۔ یہ سارا سارا دن سینماؤں میں گزارتا رہا۔ اور یہاں پر بھی کیا شرارتیں نہیں کرتا رہا۔ ایسے فقیروں سے میری صحت ہوئی تو پھر مشکل ہی سے کوئی بیمار ہوگا ـــــ راجہ محمد لطیف صاحب نے فوراً اٹھ کر اسکے منہ پر ہاتھ رکھا۔ اور جذباتی انداز میں کہا۔ ایسا نہ کہو۔ تم نہیں جانتی۔ وہ واقعی فقیر ہیں۔ میں ان سے تمہارے لئے دعا کرنے کیلئے استدعا کروں گا ـــــ

راجہ محمد لطیف صاحب نے آپ سے گلنساء بیگم کی بیماری سے شفایابی کیلئے درخواست کی۔ آپ نے کہا ٹھیک ہو جائے گی ـــــ آپکا یہ کہنا ہی کافی تھا۔ لیکن انسان ہر لحاظ سے کمزور واقع ہوا ہے۔ اسلئے تشفی کیلئے آپ نے گلنساء بیگم کیلئے چند تعویذ لکھ کر دیئے ـــــ حالانکہ آپ کا یہ کہنا ہی کافی تھا۔ کہ کہا سو ہو گیا۔ کیونکہ ولی کا کہا۔ خدا کا کہا ہوتا ہے ـــــ بہر حال آپ نے کہا یہ تعویذ پلا دیں ـــــ ولی نائب رسولؐ کی حیثیت سے ظاہر و باطن کے خزانوں کا مالک ہوتا ہے۔ اسکی شان سے یہ بعید ہے کہ وہ مانگنے والے کو صرف اتنا ہی عطا کرے جتنا وہ مانگ رہا ہے۔ بلکہ وہ تو اتنا عطا کرتا ہے۔ کہ مانگنے والا تصور بھی نہیں کر سکتا ـــــ آپ نے تعویذات کے ساتھ ہی درود شریف لکھ کر دیا۔ کہ اسے کہیں کہ یہ درود شریف پڑھنا شروع کر دیں ـــــ گلنساء بیگم اپنے سابقہ علم و تجربات کی روشنی میں کہاں اس بات پر یقین کر سکتی تھی۔ اسلئے اُس نے پہلے تو اس بات کو درخورِ اعتنا نہ سمجھا ـــــ لیکن پھر اپنی فطری ذہانت کی وجہ سے سوچا کہ بغیر آزمائے ایک چیز کا سراسر انکار کر دینا شیوۂ علم و عقل تو نہیں ـــــ خیال کیا چلو دیکھیں نورالدین کی کیا حیثیت ہے۔ اگر آج رات مجھے دورہ نہ ہوا۔ اور میں سوئی رہی تو یقین کر لوں گی۔ کہ نورالدین بھی فقیر ہے۔ رات بعد عشا درود شریف بغیر تعداد کے پڑھا ـــــ بمشکل ایک سو سے زیادہ نہ پڑھا ہوگا۔ پڑھتے پڑھتے سو گئی۔ پھر صبح ہی اس کی آنکھ کھلی ـــــ حیران رہ گئی ـــــ دل میں خوشی اور تعجب کے ملے جلے اثرات پیدا ہوئے ـــــ سوچا کیا یہ ممکن ہے۔ کہ میں صحت یاب ہو جاؤں گی۔ اور کیا نورالدین کو اتنا کمال حاصل ہوا ہے ـــــ لیکن ہاتھ کنگن کو

آرسی کیا ـــــ

ولی اکمل کی کیا شان ہے ـــــ وہ لڑکی جو کہ آپ کو فقیر ماننے پر تیار نہیں ہوتی تھی۔ اُس پر آپ کے جود و عطا کی مختصر جھلک آئندہ صفحات پر پیش کی جائے گی ـــــ یہ تو سنتِ نبویؐ ہے کہ آپؐ نے اپنے جانی دشمنوں کو دنیا و آخرت کے خزانوں سے نوازا ـــــ وہ عمر بن خطاب جو آپ کو نعوذ باللہ قتل کرنے کیلئے آ رہا تھا۔ اسے فاروق اعظمؓ بنا دیا ـــــ وہ ابوسفیان جو کہ دشمنانِ دین حق کا سرخیل تھا ـــــ اور جس نے آپ کو تنگ کرنے اور شمع ہدایت کو گل کرنے کیلئے کیا کیا نہ منصوبے بنائے ـــــ فداہ امی وابی فتح مکہ کے دن اسکے گھر کو دارالامان بنا دیا۔ بلکہ اسکی نسل۔ خاندان کو خلافت اموی کی شکل میں امت مسلمہ پر ۴۰ھ تا ۱۳۲ھ تک شرف حکمرانی عطا کیا ـــــ نائب رسول ہونے کی حیثیت سے ولی اکمل کی یہی شان ہے جس کا مظاہرہ آپ نے گلنساء کے معاملہ میں فرمایا ـــــ وہ گلنساء بیگم جو آپ کو فقیر ماننے کیلئے قطعاً تیار نہیں۔ اُسے فقر و معرفت میں وہ بلند و بالا مقام عطا کر دیا۔ کہ بڑے بڑے جلیل القدر صاحب معرفت حضرات کیلئے باعثِ رشک ہے ـــــ اس میں ایک اور بات بھی محلِ غور ہے کہ ولی اکمل کی یہ شان ہوتی ہے۔ کہ وہ بغیر تزکیہ و مجاہدہ یا استحقاق کے جسکو چاہے ایک آن میں ذاتِ الٰہی کا مشاہدہ عطا کرے ـــــ بلکہ جس کو چاہے ایک پل میں اپنی طرح کا بنا سکتا ہے ـــــ اسی سلسلہ میں حضرت حسن بصریؒ اور نانبائی کا واقعہ صورتِ حال کی وضاحت کیلئے کافی ہے ـــــ جو قبلہ و کعبہ محمد نورالدین اویسیؒ نے قبلہ عالم محمد امینؒ کی زبانی بیان فرمایا۔ کہ حضرت حسن بصریؒ کے ایک رات مہمان آئے۔ مہمانوں کے کھانے کیلئے آپ کے پاس کچھ نہ تھا۔ آپ نے خادم کو نانبائی کے پاس بھیجا۔ کہ اُس سے ادھار روٹی لائے۔ رات بہت دیر ہو چکی تھی۔ خادم نانبائی کی دوکان پر پہنچا تو وہ دکان بند کر چکا تھا۔ خادم نے نانبائی سے کہا کہ حضرت حسن بصری صاحب کیلئے ادھار روٹی پکا دو۔ نانبائی نے جواب دیا کہ اب تندور بجھ چکا ہے۔ اس وقت روٹی نہیں پک سکتی۔ خادم حضرت صاحب کی خدمت میں خالی ہاتھ آیا۔ اور آپ کو نانبائی کے روٹی نہ دینے کا بتا دیا ـــــ حضرت حسن بصریؒ نے خادم کو پھر دوبارہ بھیجا اور فرمایا۔ نانبائی سے کہدو۔ کہ نازک مہمان ہیں انہیں روٹی کھلانا

ضروری ہے۔ اسلئے ہر حال میں روٹی پکا دے۔ خادم دوبارہ نانبائی کے پاس آیا۔ اور حضرت حسن بصریؒ کا پیغام دیا۔ نانبائی نے پھر روٹی پکانے سے انکار کر دیا ـــــ خادم پھر اس حال میں حضرت حسن بصری صاحب کی خدمت میں پہنچا۔ آپ کو از حد تشویش ہوئی۔ کہ مہمانوں کا بغیر کھانے کے رہ جانا اچھا نہ تھا۔ آخر حضرت حسن بصریؒ نے پھر خادم کو بھیجا۔ کہ جاؤ۔ نانبائی سے کہدو کہ ہم اسوقت روٹی دینے کے معاوضہ میں بہت کچھ دیں گے۔ اور جو کچھ تم مانگو تمہاری خواہش پوری کی جائے گی۔ خادم یہ پیغام لیکر نانبائی کے پاس پھر آیا۔ اور حضرت حسن بصری صاحب کا وعدہ سنایا۔ کہ آپ نے فرمایا کہ جو کچھ مانگو گے تمہیں دیں گے۔ نانبائی اٹھا خادم سے تصدیقاً پوچھا کہ کیا حضرت صاحب نے یہ فرمایا ہے کہ جو کچھ میں مانگوں مجھے دیں گے؟ ۔ خادم نے اس وعدہ کی تصدیق کر دی۔ کہ آپ اسی وعدہ پر روٹی مانگ رہے ہیں۔ یہ سنکر نانبائی اٹھا۔ تندور جلایا اور فوراً بہت ساری روٹیاں پکا کر خادم کو دے دیں ـــــ علی الصبح نانبائی حضرت حسن بصریؒ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ آپ درس و تدریس میں مصروف تھے۔ فارغ ہونے کے بعد حاجت مندوں کو خیرات دی۔ اسوقت نانبائی بھی پیش ہوا۔ عرض کی حضرت میں بھی حاجت مند ہوں۔ اُس نے یاد دلایا۔ کہ رات آپ نے وعدہ فرمایا تھا کہ مجھے بہت کچھ عنایت فرمائیں گے۔ اور جو کچھ میں مانگوں عنایت فرمائیں گے۔ آپ نے فرمایا بے شک میں نے یہی وعدہ کیا تھا۔ آپ نے خادم سے فرمایا۔ عطیات میں سے ایک اشرفی کی تھیلی نانبائی کو دیدو ـــــ نانبائی نے عرض کی حضور جو کچھ میں مانگتا ہوں۔ وہی مجھے ملنا چاہیے۔ آپ نے پوچھا تم کیا مانگتے ہو؟ نانبائی نے کہا حضور میں چاہتا ہوں کہ جیسے آپ ولی ہیں۔ ویسا ہی مجھے بنا دیں۔ حضرت حسن بصریؒ اسکی بات سن کر تعجب میں آ گئے کہ نانبائی کا مطالبہ نہایت اہم ہے۔ فرمایا کہ یہ مطالبہ سخت ہے۔ تم اس پر پورے نہ اتر سکو گے۔ تمہیں دولتِ دنیا کی ضرورت ہے۔ تمہارے ذمہ اہل و عیال کی پرورش ہے۔ ہم تمہیں اتنا دیں گے کہ پشتوں تک تم آسودگی سے زندگی بسر کر سکو گے۔ لہٰذا تم جتنی چاہو۔ دولت لے لو۔ یہ مطالبہ ترک کر دو۔ نانبائی اپنے مطالبہ پر بضد رہا کہ مجھے دولت کی ضرورت نہیں۔ اسلئے میرا مطالبہ پورا کر دیں ـــــ آخر حضرت حسن بصریؒ نے اسے غسل کرنے کا

حکم دیا۔ نانبائی غسل کر کے آیا۔ اور آپ نے اسے سفید چادر میں لپیٹا۔ سامنے بٹھا کر توجہ دی اور اسکی تمام منازلِ معرفت طے کرا دیں۔ لیکن ایک آن میں تجلیات الٰہی کا متحمل نہ ہو سکا۔ روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی ـــــ حضور نے خادم سے فرمایا اسے اسکے گھر لے جاؤ اور اس کے تجہیز و تکفین کا تمام انتظام خود مکمل کرو۔

محمد نورالدین اویسیؒ کی جود و عطا کا سلسلہ شروع ہوا ـــــ پہلے دن کے حالات تو گزشتہ بیان ہو چکے ہیں۔ دوسرے دن رات کو گلنساء صاحبہ نے درود شریف پڑھنا شروع کیا۔ تو کیفیات کا ورود شروع ہو گیا۔ گھبرا گئی۔ آپ راجہ محمد لطیف کے کمرہ میں تشریف فرما تھے۔ کہ راجہ محمد لطیف صاحب کا بھائی راجہ اصغر خان دوڑتا ہوا آیا۔ اور کہا گلنساء پر دورہ پڑا ہے۔ اور وہ نورالدین کو بلا رہی ہے۔ سب لوگ گھبرائے ہوئے تھے۔ آپ صورتِ حال سے واقف تھے۔ آپ گلنساء کے کمرے میں تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ وہ نماز میں سجدہ کی حالت میں پڑی ہے۔ آپ نے پوچھا کیا بات ہے؟ اُس نے بتایا کہ درود شریف پڑھنا شروع کیا تھا۔ کہ ساتھ ہی دورہ پڑا ـــــ وہ کیفیت کے ورود کو دورہ سمجھ رہی تھی۔ آپ نے پوچھا کیا نظر آ رہا ہے۔ کہنے لگی کہ میں ایک پُر جلال شخصیت کو دیکھ رہی ہوں۔ آپ نے اُسے تسلی دی اور اس ہستی کا حلیہ پوچھا۔ اُس نے قبلہ عالمؒ کا حلیہ بتایا۔ آپ نے اُسے کہا جہاں یہ جاتے ہیں۔ تم بھی جاؤ۔ میں بھی تمہارے ساتھ ہوں۔ گلنساء صاحبہ سیدھی اجلاس محمدیؐ میں جا پہنچی۔ اور اجلاس کی کیفیت بیان کرنا شروع کی ـــــ پل بھر میں حضوریئے اجلاس محمدیؐ ہو گئی ـــــ مراقبہ سے فارغ ہو کر اُس نے سر اٹھایا تو قبلہ محمد نورالدین صاحب کو دیکھ کر حیران رہ گئی۔ کیونکہ اجلاس میں تو آپ باطنی لباس اور ہیئت میں بڑی سج دھج کے ساتھ موجود تھے۔ اور یہاں آپ سادہ حالت میں تشریف فرما تھے۔ وہ ششدر و حیران آپ کو گھور گھور کر دیکھنے لگی۔ آپ نے فرمایا کہ اب تو تم ہوش میں ہو ـــــ اس نے حقیقت کو بزبانِ خاموشی تسلیم کیا کہ ؏ نورالدین صاحب ہیں بڑی شان والے ـــــ اور ادب سے سر جھکا لیا ـــــ

چند ایک روز کے بعد ایک دن آپ کی طبیعت سرور میں تھی۔ آپ نے گلنساء سے کہا میں

تمہیں بیت اللہ میں لے جاؤں گا۔ آپ نے بیت اللہ کا کوئی خیالی تصور نہ دیا۔ بلکہ اجلاسِ اول میں گلنساء کے ساتھ حاضر ہو کر بیت اللہ میں جانے کی اجازت چاہی۔ حضورؐ نے اجازت دے دی۔ آپ اسے پرواز کرا کے بیت اللہ لے گئے ـــــ لازمی امر تھا کہ وہ کعبہ شریف کے بجائے دریائے توحید کا مشاہدہ کرتی ـــــ یوں آپ نے چند لحموں میں اُسے دوم اجلاس محمدی صلے اللہ علیہ وسلم کا مشاہدہ کرا دیا۔ دوسرے روز بحر القیوم ۱ کا مشاہدہ کرا دیا۔ آپ کی توجہِ کیمیا اثری سے جو مشاہدات و مراتب کی سیر کا سلسلہ شروع ہوا تو تھمنے کا نام نہیں ! ـــــ آسمانوں کی سیر وہاں انبیاء اکرام اور مقربین فرشتوں سے ملاقات ۔ رموز و اسرار کے انکشافات ـــــ آسمانِ سوم میں حضرت عیسیٰؑ سے اور وہاں کے ملائکہ کے سردار بلون ۲ سے ملاقات ـــــ آسمانِ ششم میں حضرت ابراہیمؑ سے ملاقات ـــــ مختلف انبیاء اکرام گلنساء صاحبہ سے امتحاناً مختلف سوالات پوچھتے۔ جنکا جواب وہ آپ کی مدد و راہنمائی سے دیکر لائق انعام و تحسین ٹھہراتی ـــــ گلنساء تو یہ سب کیفیات مراقبہ میں دیکھ رہی ہوتیں۔ اور قبلہ کعبہ محمد نور الدین اویسیؒ کھلی آنکھوں اس کی رہنمائی فرماتے ـــــ اس سلسلہ میں

---

۱ بحر القیوم ایک روحانی مقام ہے جو کہ دریائے توحید کی طرح سمجھ لیں۔ یہ ایک سبز نوری سمندر ہے اسکے پار ایک سرسبز و حسین وادی ہے۔ جس میں ایک اونچے مقام پر ایک محل ہے۔ جہاں انبیاء اکرام کی صاحبزادیوں اور امہات المومنین۔ جنکی سردار حضرت فاطمۃ الزہراؓ ہیں کی خدمت میں باریابی کی سعادت و شرف حاصل ہوتا ہے۔

۲ حضرت بلُون تیسرے آسمان کے ملائکہ کے سردار ہیں۔ انکے پاس ایک رجسٹر ہے۔ جس میں ہر انسان کا نام۔ اسکا رزق۔ حالات زندگی اور معاملات کی مکمل تفصیل درج ہوتی ہے۔ اس رجسٹر میں اجلاسِ محمدی صلے اللہ علیہ وسلم میں حضوری اولیا کے نام۔ اور مراتب تحریر ہوتے ہیں۔ اس ملائکہ کے پاس وہ تمام احکام جمع ہوتے ہیں۔ جو لیلۃ البرات میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوتے ہیں۔ اور لیلۃ القدر کو دوم اجلاس محمدیؐ میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے پیش کئے جاتے ہیں ـــــ قبلہ و کعبہ محمد نور الدین اویسیؒ نے فرمایا۔ کہ لیلۃ البرات کے سلسلہ میں قرآنی آیت اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰهُ فِیۡ لَیۡلَةٍ مُّبٰرَکَةٍ (پارہ ۲۵ سورۃ ۴۴ آیت ۳) کا اشارہ اسی کیفیت کی طرف ہے۔ کہ قرآن کو لوحِ محفوظ سے آسمان سوم میں بلون ملائکہ پر تمام کا تمام نازل کر کے جمع رکھا گیا۔ اور اسی ملائکہ سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم پر موقع بہ موقع حضرت جبرائیل علیہ السلام آیات لیکر وحی کرتے رہے ـــــ

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اور شیخ علی بن الہیتیؒ کا واقعہ صورتِ حال کی وضاحت کیلئے کافی ہوگا ـــــ ایک دن شیخ عبدالقادرؒ ایک مجلس میں تشریف رکھتے تھے۔ آپ گفتگو فرما رہے تھے۔ کم و بیش دس ہزار کا مجمع تھا۔ اس میں شیخ علی بن الہیتیؒ جو کہ بڑے جلیل القدر صاحبِ جلال و جذب بزرگ تھے۔ بھی موجود تھے۔ وہ آپ کے سامنے چبوترے کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے کہ وہ اونگھنے لگے۔ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اچانک خاموش ہو گئے اور چبوترے سے نیچے اتر کر شیخ علی بن الہیتیؒ کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ جونہی شیخ علی بن الہیتیؒ بیدار ہوئے۔ وہ فوراً حضور کے سامنے انتہائی تعظیم و عقیدت سے جھک گئے ـــــ شیخ عبدالقادرؒ نے ان سے پوچھا ''کیا تم نے حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے؟'' انہوں نے اثبات میں جواب دیا۔ شیخ نے پوچھا ''تم سے حضورؐ نے کیا ارشاد فرمایا ہے؟'' انہوں نے جواب دیا ''مجھے آپ کی خدمت کا حکم دیا گیا ہے'' ـــــ بعد میں شیخ علی بن الہیتیؒ کے مریدوں نے ان سے سوال کیا کہ آپ نے شیخ عبدالقادرؒ کی اس قدر تعظیم کیوں کی؟ انہوں نے جواب دیا ''اسلئے کہ میں نے جو کچھ خواب میں دیکھا۔ وہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کھلی آنکھ سے دیکھ رہے تھے'' ـــــ

وہی گلنساء جسکے دل میں محمد نورالدین اویسی صاحب کیلئے قطعاً کوئی عزت و احترام نہ تھا۔ جب اُس نے آپ کی حقیقت کو پہچانا اور آپ کی جود و عطا کو دیکھا۔ تو وہ اب یہ برداشت نہ کر سکتی تھی کہ کوئی شخص آپ کے ادب و احترام میں معمولی سی بھی کمی و بیشی کرے۔ اس سلسلہ میں ایک چھوٹا سا واقعہ پیش ہے ـــــ

قبلہ عالم الحاج مولوی محمد امین رحمتہ اللہ علیہ کی چکار آمد پر ایک آدمی حاجی غلام محی الدین نے آپ سے درود شریف لیا۔ اُس نے درود شریف پڑھنا شروع کیا۔ تو اسے روضہ شریف نظر آنے لگا ـــــ لیکن بعض افراد میں حقیقت کو تسلیم کرنے کا ملکہ اپنی ضد۔ جہالت و انانیت کی وجہ سے کم ہوتا ہے ـــــ اُس نے کہا روضہ شریف کا تصور خیالی ہے۔ وجہ اسکی یہ بیان کی کہ کیونکہ میں نے اسے دورانِ حج دیکھا ہے ـــــ قبلہ عالمؒ نے قبلہ محمد نورالدین صاحب سے کہا کہ اسے بتاؤ؟ آپ نے

اُسے علیٰحدہ لے جا کر مراقبہ میں بٹھایا ـــــ پھر اُس نے روضہ شریف دیکھا اور وہی بات دہرائی کہ یہ تصورِ خیالی ہے۔آپ نے اس سے پوچھا کہ جس وقت تم نے حج کیا اور وہاں گئے تو کیا وہاں بہت سے لوگ نہیں تھے۔اُس نے جواب دیا ''ہاں موجود تھے''۔آپ نے پوچھا وہ نظر آتے ہیں؟ اُس نے کہا نہیں۔آپ نے اُسے سمجھاتے ہوئے کہا کہ اگر جو تمہارے ذہن میں روضہ شریف کا تصور ہے وہ ہوتا تو اُس میں لوگ بھی یقیناً ہوتے ـــــ لیکن وہ بڑا ضدی تھا۔اپنی بات پر اڑا رہا ـــــ گلنساء بھی یہ دیکھ رہی تھی۔اسکو غصہ آیا۔اُس نے کہا آ میں تمہیں سمجھاتی ہوں۔وہ اسے اپنے کمرے میں لے گئی۔اور کہا مراقبہ کرو ـــــ گلنساء نے توجہ دی تو اجلاس کی کیفیت نظر آنے لگی۔وہاں حضور صلے اللہ علیہ وسلم بھی موجود تھے ـــــ گلنساء نے پوچھا کہ کیا یہ خیالی تصور ہے۔اُس نے کہا رانی جی نہیں یہ تو اصل ہے یہ صحیح بات ہے ـــــ لیکن چونکہ اسکا نفس شرارت پر مائل تھا۔تو اس نے قبلہ وکعبہ محمد نور الدین صاحب کو بھی اجلاس میں موجود دیکھا ـــــ تو آفتاب نصف النہار کو بھی دیکھ کر جھٹلا رہا تھا کہ کیا یہ بودی والا [۱] بھی فقیر ہے ـــــ قبلہ وکعبہ جو کہ گلنساء کے صحبتی پیر تھے۔اُس سے زیادہ اُن کی عزت ومراتب کا کس کو علم ہوگا ـــــ وہ آپ کے بارے میں یہ القاب سن کر غصہ میں آپے سے باہر ہوگئی اور اسکی اس گستاخی پر ایک تھپڑ رسید کیا وہ بے ہوش ہوگیا۔جب اُسکے ہوش ٹھکانے ہوئے تو اُس نے کہا رانی تو نے تو مجھے مار ہی دیا تھا۔اُس نے کہا تم نے بکواس ہی اتنی بڑی کی تھی جسکی یہی سزا تھی ـــــ اسکا مشاہدہ ہمیشہ کیلئے ختم ہوگیا۔

چکار کے اس خاندان کے دل میں دیگر افراد علاقہ کی طرح قدیم فقرأ کا احترام پایا جاتا تھا۔لیکن یہ احترام صرف شخصیت کی بنا پر تھا ـــــ طریقت کا کوئی تصور تھا تو یہی کہ پیر صاحب تشریف لائیں۔تو انکا عزت واحترام کیا جائے۔ان سے بہتر عقیدت کا اظہار کیا جائے اور ان کی بہتر سے بہتر خدمت کی جائے۔کسی شخص کے ذہن میں یہ تصور آ ہی نہیں سکتا تھا۔کہ ایک ولی حضوری کرسکتا ہے۔مریدوں کو بھی حضوری کیا جاتا ہے۔یا ایسے مشاہدات دکھائے جاتے ہیں ـــــ متذکرہ

---

[۱] قبلہ وکعبہ محمد نور الدین اویسیؒ اس وقت انگریزی طرز کے بال کٹوائے ہوئے تھے۔

مشاہدات وانکشافات سے انکو حقیقی فقیری کی سمجھ آنے لگی ـــــ اور سب لوگ آپ کو عزت کی نگاہ سے دیکھنے لگے۔ یہ گھر اویسی نعمت سے منور ہو گیا ـــــ سوائے راجہ علی اکبر خان صاحب اوران کے بیٹے راجہ اصغر خان۔ راجہ عبدالرشید خان۔ اور راجہ عبدالحمید خان کے ـــــ راجہ محمد لطیف صاحب کے بڑے بھائی راجہ محمد اصغر خان۔ اور چھوٹے بھائی راجہ عبدالرشید خان اگرچہ بڑے سمجھدار تھے۔ لیکن انکے دل ابھی حقیقت ماننے میں تذبذب کے شکار تھے۔ کیونکہ ایسی مافوق العقل کیفیات کا ظہور عقل انسانی کی تسلیم سے باہر تھا۔ جبکہ اس سے قبل کسی ولی سے ایسے انکشافات کا مظاہرہ نہیں ہوا۔ نہ دعویٰ ہوا۔ اس پر مستزاد یہ کہ سب کچھ ایک ایسے شخص کے ذریعہ سے ہو رہا ہے۔ جسے وہ جانتے تھے۔ کہ یہ لڑکا شہری ماحول کی پیداوار۔ ہنسی مزاح کرنے والا ـــــ نورالدین! جس سے ایک ادنیٰ سے فعل کی توقع نہیں ہو سکتی تھی۔ مگر واقعات خود اپنی دلیل آپ بنے۔ جس نے آپکے لئے ان کے دلوں میں عقیدت واحترام کا جذبہ پیدا کر دیا۔

یہ دونوں بھائی اپنی چھوٹی ہمشیرہ کی برتری قبول کرنے پر قطعاً آمادہ نہ تھے۔ ایک دن انہوں نے کچھ ناشائستہ الفاظ کہے۔ جس سے گلنساء کو شدید رنج پہنچا۔ وہ ان طعنوں سے اس قدر بے زار ہو گئی ـــــ کہ مرنے کی خواہش کی ـــــ قبلہ پیر صاحب دیگر افراد کے ساتھ مردانے میں باہر باغ میں تشریف فرما تھے۔ کہ اندر سے پانی کا ایک گلاس بھیجا گیا۔ کہ سب آدمی اس میں سے ایک ایک گھونٹ پی لیں۔ آپ نے جب ایک گھونٹ پیا۔ تو آپکو ذائقہ بدلا سا محسوس ہوا۔ جیسے آب زمزم ہے۔ آپ نے پوچھا کہ یہ پانی کیسا ہے؟ بتایا گیا کہ گلنساء بیگم نے دم کر کے دیا ہے۔ کہ ہر شخص پیئے ـــــ آپ سوچ میں پڑ گئے کہ اس پانی کی کیا ضرورت ہے اور یہ تو آبِ زمزم ہے ـــــ آپ نے بے چینی محسوس کی۔ آپ سیدھے اندر چلے گئے۔ تو دیکھا کہ گلنساء بستر پر لیٹی ہے۔ آپ نے سوال کیا۔ بستر میں کیوں لیٹی ہو؟ ۔ یہ پانی کس لئے بھیجا ہے؟ ۔ یہ پانی کیسا ہے؟ ـــــ وہ رونے لگی۔ کہنے لگی والد صاحب گھر سے باہر ہیں۔ مجھے انکا غم ہے۔ آپ نے پوچھا یہ غم کا کونسا موقع ہے۔ کہنے لگی میں بھائیوں کے طعنوں سے عاجز آ چکی ہوں۔ میں نے مراقبہ میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے درخواست

کی ہے۔کہ میں یہاں رہنا نہیں چاہتی۔مجھے اٹھالیا جائے۔میں بضد ہوئی۔اسلئے آپ نے میرا وفات پانا منظور کرلیا۔۔۔۔اب یہ پانی میں نے آبِ زمزم سے اسلئے دیا ہے کہ اسے پینے سے میری وفات کا صدمہ نہ ہوگا۔یہ بوتل ہے۔اس میں خود حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے آبِ زمزم بھر دیا۔۔۔۔ یہ سنکر آپ بھی پریشان ہوئے۔کہ اس پُر رونق گھرانے میں یہی رونق ماتم میں بدل جائے گی۔۔۔۔ آپ نے پوچھا اجلاس نظر آتا ہے۔کہنے لگی اب مجلس نہیں صرف حضرت عزرائیل نظر آتے ہیں۔ آپ یہ سنکر کانپ گئے۔مگر اپنے آپ پر قابو پایا۔راجہ لطیف صاحب کو بلایا اور ساری کیفیت ان سے بیان کی۔وہ سنکر رونے لگے۔آپ نے انہیں سختی سے روکا۔کہ خاموش رہو۔اور ساتھ ہی سختی سے گلنساء کو ڈانٹا کہ تم نے مجھ سے اس کیفیت کو کیوں بیان نہیں کیا۔میرے مشورہ کے بغیر تم نے ایسا کیا۔جس سے سارے خاندان کیلئے پریشانی اور تباہی کا سامان کر دیا۔وہ کہنے لگی میں مجبور ہوں۔ آپ نے اسے حکم دیا۔مراقبہ میں اجلاس کا تصور کرو۔۔۔۔مگر اس پر اجلاس کی کیفیت نہ کھلی۔۔۔۔ پریشانی تو آپ کو بھی ہوئی۔لیکن آپ بڑے صاحبِ تدبیرؒ تھے۔آپ نے ٹکنیک استعمال کی۔آخر آپ نے گلنساء کو شدت سے ڈانٹا کہ میرے حکم کی تعمیل کرو۔۔۔۔اور سیدھے بحر القیوم کا تصور کرو۔ بحر القیوم کا تصور آگیا۔آپ نے اسے حضرت فاطمۃ الزہرا کے پیش کیا۔اور مدد کی درخواست کی کہ اول اجلاس میں لے چلیں اور سفارش کریں۔آپ اجلاسِ اول میں تشریف لائیں۔تو فوراً اجلاس کی کیفیت کھل گئی۔دیکھا تو حضور قبلہ عالم سخت بے چین ہیں۔۔۔۔حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے سفارش کیلئے گزارش کی۔آپ نے سفارش کی کہ یہ فیصلہ رد کیا جائے۔۔۔۔اجلاس میں شدت کا سکوت تھا۔آخر حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔کہ فیصلہ رد کیا جاتا ہے۔حضرت عزرائیل علیہ السلام کو واپس بھیج دیا۔اور گلنساء کو تنبیہ کی گئی آئندہ ایسی کوئی بات پیش نہ کرے۔اسطرح آپ نے یہ معاملہ رفع دفع کرایا۔۔۔لیکن آپ کو سخت غصہ تھا۔آپؒ نے فرمایا کہ اب اصغر اور رشید کو اس ملک سے نکال دوں گا۔نتیجہ یہ ہوا۔یہ دونوں بھائی۔جہاں بیٹھتے ہیں۔انہیں بے چینی اور اضطراب گھیر لیتا ہے۔ ساری رات کھیتوں میں گھومتے رہے۔علی الصبح محمد لطیف خان کے کمرے میں آکر بیٹھ گئے۔آپ

نے اس واقعہ کا ان پر اظہار نہ کیا۔ تھوڑی دیر بعد چلے گئے۔ تو پھر بے چینی نے گھیر لیا۔ اب انکی حالت یہ ہے کہ لطیف خان صاحب کے کمرے میں بیٹھتے ہیں تو سکون ہو جاتا ہے۔ باہر نکلیں تو اضطراب ـــــ آخر تنگ آکر کہنے لگے کہ ہم پر عذاب آرہا ہے۔ سوائے اس کمرے کے ہمیں چین سے بیٹھنا نہیں ملتا۔ آپ نے واضح طور پر ارشاد فرمایا کہ اگر تم گلنساء پر طعن سے باز نہ آئے تو پاگل ہو جاؤ گے۔ انہوں نے توبہ کی اور درود و نماز کا عہد کیا۔ اسطرح یہ دونوں بھائی درود خوان ہو گئے۔

چوتھا بھائی راجہ عبدالحمید گھر پر موجود نہ تھا۔ آپکا کرم اسکی عدم حاضری میں جاری ہوا۔ وہ ان حالات وواقعات سے قطعاً بے خبر گھر آیا۔ آپ برآمدہ میں تشریف فرما تھے۔ آپؒ نے اُسے آتے دیکھا تو کہا ''کاغانی آگیا''۔ وہ اس پر اتنا حواس باختہ اور خوفزدہ ہوا۔ کہ بغیر ملے اندر چلا گیا ـــــ وہاں گلنساء نے اُسے آپکے بارے میں بتایا۔ وہ آپکی فقیری کے بارے میں جان کر اور پریشان ہوا۔ اُس نے گلنساء سے کہا کہ بہن بمہربانی میری سفارش کرو۔ گلنساء نے ایک کاغذ پر لکھ کر آپ کو پیغام بھیجا۔ کہ عبدالحمید آپ سے بڑا خوفزدہ ہے۔ اس پر مہربانی فرمائیں اور اسے تسلی دیں۔ آپ نے فرمایا اسے باہر بھیجو۔ وہ ڈرتا ڈرتا باہر آیا۔ آپ نے اسے تسلی دی ـــــ اور احوال پوچھا۔ اس نے کہا آپ نے میرا راز فاش کر دیا ـــــ ''کاغانی'' والی بات تو بلا ارادہ آپ کے منہ سے نکل گئی۔ لیکن پھر اپنی عادت شریف کے مطابق بات کو گول کرتے ہوئے انجان بنکر پوچھا کیسا راز؟ اور کسطرح فاش کیا؟ اس نے بتایا کہ میں آپکی کشف وکرامات کو جان گیا ہوں۔ میں سمجھا آپ نے سب کو بتا دیا ہوگا۔ (اسے کیا خبر کہ فقیر کتنا گہرا سمندر ہوتا ہے) ـــــ اس نے اقرار کرتے ہوئے کہا کہ میں ایک دن سفر میں تھا راستہ میں مجھے ڈاکو ملے۔ انہوں نے مجھے پوچھا تو کون ہے؟۔ تو میں نے یہ سوچ کر کہ اگر حقیقتِ حال بتائی تو مار ڈالیں گے۔ کہا ''کاغانی'' ہوں۔ انہوں نے سودمند سمجھتے ہوئے مجھے اپنے گروہ میں شامل کر لیا۔ اور جب وہ ڈاکہ ڈالنے جاتے تو مجھے ساتھ لے جاتے۔ میں انکے ساتھ پنجاب تک ڈاکے ڈالنے جاتا رہا ـــــ آپ نے اُسے تسلی دی کہ تمہارا راز راز ہی ہے۔ آپ نے اُس سے توبہ کرائی۔ اور درود شریف دیا۔ رات اُس نے مراقبہ کیا۔ اور روضہ شریف کا مشاہدہ

ہوا۔ اگرچہ فوری طور پر اجلاس میں جانے کی اجازت نہ ہوئی ـــــ لیکن وہ آپ کی فقیری سے انتہائی متاثر ہو کر آپ کے کرم سے خوش و مطمئن ہو گیا۔

راجہ محمد لطیف صاحب کے والد راجہ علی اکبر خان صاحب یہ تمام حالات سن اور دیکھ رہے تھے۔لیکن وہ خاموش تھے۔ انکا ذہن یہ تسلیم کرنے پر آمادہ نہ تھا۔ وہ نور الدین جو رات دن محمد لطیف خان کے ساتھ کھیلتا۔ شرارتیں کرتا۔ ساری ساری رات تاش کھیلنے اور گانے میں گزارتا ـــــ اسکو یہ کمال حاصل ہو سکتا ہے ـــــ اس حال میں ایسی کیفیات ـــــ اجلاسِ محمدیؐ میں زیارتِ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر یقین کرنا مشکل ہی تھا۔ لیکن لڑکی کا صحت یاب ہونا۔ انکے شکوک کو یقین کی طرف لے جا رہا تھا۔ لیکن جھوٹی انانیت کی تسکین کیلئے کہتے ہمارے اپنے پیر بکوٹ شریف والے ہیں ـــــ ایک دن سب لوگ باہر لان میں بیٹھے ہوئے تھے۔ راجہ صاحب بھی ان لوگوں میں شامل تھے۔ دورانِ گفتگو کہنے لگے آج رات ہم نے ایک عجیب خواب دیکھا۔ کہ حضرت صاحب بکوٹ والے تشریف لائے اور مجھے شراب کا ایک گلاس دیا۔ میں نے وہ شراب پی لی۔ اسکی لذت اور نشہ میں نے عمر بھر نہیں دیکھا ـــــ قبلہ محمد نور الدین اویسیؒ تو سب سمجھتے تھے۔ کہ حضور قبلہ عالم کی توجہ کا اثر ہے۔ یہ سن کر زیر لب مسکرائے۔ اور پوچھا کہ آپکے حضرت صاحب کے گلے میں واسکٹ ہوتی تھی۔ اسوقت ان کے واسکٹ نہ تھی چوغہ تھا۔؟ کہنے لگے ہاں ایسا ہی تھا۔ آپ نے مزید وضاحت مناسب نہ سمجھی۔ صرف اشارہ کر کے ہی خاموش ہو گئے ـــــ اثنائے گفتگو راجہ سخی ولایت خان صاحب کا ذکر آیا۔ راجہ اکبر صاحب نے طنزیہ کہا میں اُس عیسائی کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ وہ بھی شرابی تھا۔ میں اسکو فقیر نہیں مان سکتا ـــــ لازمی طور یہ بات آپ کیلئے انتہائی غضب اور رنج کا موجب تھی ـــــ اگرچہ راجہ صاحب کی آپ بڑی عزت کرتے تھے۔ اور انکا بڑا رعب و دبدبہ تھا۔ لیکن آپ نے سخت لہجہ میں جواب دیا۔ اور ناراض ہو کر اندر چلے گئے ـــــ خلاف توقع مشتعل ہونے کی بجائے راجہ صاحب کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ کہ انہیں ایسی بات نہیں کرنی چاہیے تھی۔ وہ خاموش ہو گئے ـــــ رات کو راجہ صاحب اپنے کمرے میں بیٹھے تھے۔ پھر سخی صاحب کا ذکر چھیڑا۔ انہوں نے آپ کی

ناراضگی کومحسوس کیا ـــــ کہنے لگے کہ فقیراللہ صاحب بہت اونچے فقیر تھے۔ میں ان سے بڑا کسی کو نہیں سمجھتا ـــــ کسی نے جناب محمد نورالدین اویسی صاحب سے جو گلنساء صاحبہ کے کمرے میں تشریف فرما تھے راجہ صاحب کی اس بات کا ذکر کیا ـــــ یہ سنکر آپ کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ لیکن غصہ ضبط کر کے صرف اتنا ارشاد فرمایا کہ راجہ صاحب کو بتادو کہ ہمارا پیر سائیں سہیلی کو مار بھگانے والوں کو بھی بھگانے کی طاقت رکھتا ہے۔ گھر میں سب ڈر گئے۔ کہ اس بات سے راجہ صاحب ناراض ہوں گئے ـــــ لیکن آپ نے جلال میں آکر فرمایا ''کہدو راجہ صاحب سے یہ بات'' ـــــ راجہ صاحب نے جب سنا تو سکتے میں آ گئے۔ کہنے لگے یہ واقعہ سوائے میرے اور کوئی نہیں جانتا۔ یہ چالیس سال قبل کا واقعہ ہے۔ خاموش ہو گئے۔ کچھ نہ کہا ـــــ دوسرے دن گلنساء کو بلا کر کہا مجھے بھی درود شریف بتادو میں پڑھوں گا ـــــ آپ کو بلایا۔ کہنے لگے ابھی تک تو میں آپ کو پہلے جیسا ہی سمجھتا تھا۔ مگر اب مجھے یقین آیا۔ تُو واقعی فقیر ہے۔ اپنے مزید اطمینان کیلئے کہا تو نے جو بات بتائی ہے۔ اسکی تفصیل بھی بتا ـــــ آپ نے چالیس سال قبل انہوں نے جو خواب دیکھا تھا اور جس کا ذکر ایک راز سمجھ کر انہوں نے کسی سے نہ کیا تھا۔ اسکا تفصیلاً ذکر کیا۔ اور کہا کہ آپ کو گمان ہے۔ کہ حضرت صاحب بکوٹ شریف نے سائیں سہیلی جو کہ مقدمہ میں آپ کے فریق مخالف کی مدد کرتے تھے کو مار بھگایا تھا ـــــ اسی پر آپ کو ناز تھا۔ مگر یہ نہیں دیکھتے کہ آپ کی لڑکی گلنساء اور راجہ لطیف خان کس حالت میں تھے۔ اور آج کیا کیا انکشاف کرتے ہیں۔ سخی ولایت صاحب میرے صحبتی پیر ہیں۔ پیر صاحب نے انہیں مسلمان بنایا۔ اب وہ کامل ولی ہیں۔ مجھے اس بات سے دکھ ہوا۔ اب آئندہ انشاء اللہ دکھادوں گا۔ کہ میرے پیر کی کیا حیثیت اور مرتبہ ہے ـــــ راجہ صاحب لاجواب ہو کر خاموش ہو گئے۔ اور درود شریف پڑھنا شروع کر دیا ـــــ آپ نے حسب وعدہ جلوہ دکھایا۔ راجہ علی اکبر صاحب کو وہ مقام عطا ہوا۔ جس کا ایک عامی تصور بھی نہیں کر سکتا۔ بلکہ واقفِ حال لوگ بھی انکے مشاہدات اور پیشین گوئیاں جو روزِ روشن کی طرح ہوتی تھیں۔ سنکر حیران رہ جاتے تھے ـــــ صرف بطور مثال ایک واقعہ پیش ہے ـــــ غالباً ۱۹۴۸ء کا زمانہ تھا ـــــ کہ راجہ اکبر صاحب نے اپنی وفات

کی پیش گوئی کا اشارۃً ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ ہمارا وقت قریب آچکا ہے۔ آپ نے یہ بھی بتایا۔ کہ گلنساء سے پوچھ لو اُسے میرے بارے میں خواب میں اطلاع دی گئی ہے۔ اُس سے پوچھا تو گلنساء نے تائید کی۔ کہ ایسا ہی ہے۔ مجھے خواب میں والد صاحب کی وفات کے متعلق ایسا ہی بتایا گیا ہے۔ جیسا آپ فرماتے ہیں ــــ اُس نے یہ سوچ کر کہ ایک تو یہ افشائے راز ہوگا اور دوسرا اس سے سب گھر والے پریشان ہوں گے۔ اس خواب کا قبل ازیں اظہار نہ کیا ــــ آخر وقت قریب آگیا۔ آپ علیل ہو گئے۔ عزیزوں نے علاج کی کوشش کی۔ مگر آپ نے علاج کرانے سے انکار کر دیا۔ علالت کی حالت میں یہ محسوس نہ ہو رہا تھا۔ کہ وہ بیمار ہیں ــــ اٹھنے بیٹھنے میں۔ بات چیت میں کسی طرح فرق محسوس نہ ہوتا تھا۔ وہ اپنی اولاد کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ وہ اپنی اولاد کو اپنی مفارقت کا دکھ پہنچنا گوارا نہیں کرتے تھے۔ اسلئے آپ نے اپنی بیماری میں کسی قسم کی کمزوری کا احساس نہ ہونے دیا۔ لڑکوں نے آپکی اس حالت کو جذب کی حالت پر محمول کیا۔ مگر وقت قریب آچکا تھا۔ مجبوراً سب بچوں کو بلایا۔ اور انہیں آئندہ زندگی کی ہدایات دیں۔ اور پوری وصیت کی۔ اور کہا کہ کل بعد دوپہر ہم رخصت ہو جائیں گے۔ دوسرے دن۔ عزیزوں کو بلایا۔ سب سے گزشتہ رنجشوں پر معافی مانگی۔ اور سب عزیزوں کو تسلی دی۔ آپ ہمیشہ شیو بنواتے تھے۔ بہت وجیہہ اور بارعب چہرہ رکھتے تھے۔ لڑکوں نے حجام بلایا۔ اور حجامت بنوائی۔ اس خیال سے کہ بعد موت ہمارے والد کے چہرے کا رعب قائم رہے۔ عین عصر کے قریب آپ صحت مند حالت میں باتیں کر رہے تھے۔ دورانِ کلام آپکی زبان سے چند پُر اسرار الفاظ ادا ہوئے۔ بس زبان بند ہو گئی۔ اسی عالم میں آپ دارِ فانی سے رخصت ہو گئے ــــ رواج زمانہ کے مطابق آپکے چہرہ پر کپڑا ڈالا گیا۔ غسل دینے کے بعد کفن پہنایا گیا۔ اپنے عزیزوں نے آخری دیدار کیلئے چہرہ سے کفن ہٹایا۔ تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے۔ کہ آپکے چہرہ پر سفید داڑھی چمک رہی تھی۔ اور نور سے چہرہ روشن جلال سے تمتما رہا تھا۔ کہ نظر جمانے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔

راجہ اکبر خان صاحب کے درود خوان ہونے کے ساتھ ہی بلکہ ان سے پہلے ہی ہر فرد درود شریف پڑھنے لگا۔ یہاں تک کہ چھوٹے چھوٹے بچوں میں بھی درود شریف پڑھنے کا شوق ہو گیا۔

اس عمل سے قبلہ محمد نورالدین اویسی صاحبؒ پر بھی انوار کا بوجھ پڑا۔ آپ کو بخار ہو گیا۔ بخار کا دوسرا دن تھا ـــــ کہ گلنساء صاحبہ اپنا بھتیجا (راجہ محمد اصغر خان کا چھوٹا بچہ) امجد حسین کو گود میں اٹھا کر لائی ـــــ کہ امجد کہتا ہے کہ میں بھی درود شریف پڑھوں گا ـــــ آپ نے آنکھیں بند کرنے کو کہا۔ اور یہ درود شریف لفظ بلفظ اس کو پڑھانا شروع کیا ـــــ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ ۔ لَا اِلٰہَ ۔ اِلَّا ۔ اَنْتَ ۔ اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ ۔ عَلَیْکَ ۔ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ بچہ پیچھے پیچھے پڑھتا جاتا تھا۔ آپ ایک ایک لفظ بول رہے تھے اور وہ دہرا رہا تھا۔ ایک بار پڑھایا۔ دوسری بار پھر پڑھانا شروع کیا یَا حَیُّ ۔ یَا قَیُّوْمُ ۔ لَا اِلٰہَ ۔ اِلَّا ـــــ اِلَّا کی آواز نہ نکلی۔ دیکھا تو بچہ بے ہوش ہو چکا تھا ـــــ سب گھبرا گئے۔ آپ نے تسلی دی۔ اور سینہ سے اٹھانے سے منع کیا۔ چار پانچ منٹ بعد گلنساء اسے اندر اٹھا کر لے گئی۔ پانی کا چھینٹا دیکر ہوش میں لایا۔ بچہ مبہوت اِدھر اُدھر دیکھتا رہا۔ گلنساء صاحبہ نے اس سے پوچھا۔ کیا ہوا؟ ـــــ امجد کہنے لگا میں پڑھ رہا تھا۔ کہ ایک ''جنا'' (جنا آدمی کو کہتے ہیں) مجھے ایک مکان میں لے گیا۔ اس مکان میں آگ لگی تھی ـــــ اندر لے گیا۔ تو وہاں بہت سے آدمی تھے۔ انکے بھی آگ لگی تھی۔ ایک ''جنا'' (ہستی) اونچی کرسی پر بیٹھے تھے۔ ان کے بدن پر بھی آگ لگی تھی۔ مجھے انہوں نے گود میں لیا۔ پھر اپنے پاس بٹھایا۔ بس میں جاگ گیا ـــــ یہ کیفیت صاف ظاہر تھی۔ کہ حضور قبلہ عالمؒ اسے اجلاس میں لے گئے اور وہ نور کو نار سمجھا۔ اور اجلاس میں اولیاء کی حاضری۔ اور تخت پر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ـــــ جناب محمد نورالدین صاحب کی ایک معمولی توجہ کیمیا اثری اور فیضِ عام کی یہ ایک چھوٹی سی جھلک ہے۔ بچے کا ذہن تو خیالات سے پاک تھا۔ جس میں یہ شبہ کرنے کی گنجائش نہ تھی کہ یہ کیفیت وہم وخیال سے تعلق رکھتی ہے ـــــ حالت یہ ہوئی کہ گھر کا بچہ بچہ درود خوان ہو گیا ـــــ ان متحیر کن حالات وواقعات کا اثر یہ ہوا کہ سلسلہ اویسیہ بڑی سرعت اور شدّ ومدّ کے ساتھ اس علاقہ میں پھیلا۔ اور ایسے ایسے لوگ بھی بامشاہدہ اور حضوری فقیر ہوئے۔ جنکے بارے میں یہ سوچنا بھی محال تھا۔ کہ یہ لوگ کبھی ایک اچھے مسلمان کی حیثیت سے زندگی بسر کریں گے ـــــ قبلہ عالم محمد امینؒ کو باقاعدہ چکار آنے کی دعوت دی گئی۔ آپ نے دعوت قبول فرمائی۔ آپکی تشریف آوری پر

بڑے ہی جذباتی اور والہانہ انداز میں آپ کا استقبال کیا گیا۔ اور بڑی کثرت سے خواص و عام آپ سے بیعت ہوئے ـــــ جناب محمد نور الدین اویسیؒ کے سپرد جو مہم کی گئی تھی۔ اُس کو آپ نے انتہائی قلیل مدت میں بڑے احسن طریق پر سرانجام دیا ـــــ قبلہ عالمؒ آپکی کارکردگی سے بہت خوش ہوئے ـــــ چکار سے واپسی پر جناب محمد نور الدین اویسیؒ آپ کے ساتھ تھے ـــــ سوپور پہنچنے کے بعد۔ سوپور بازار سے اڈے کی طرف جاتے ہوئے دریا کے پل جو کہ بازار میں درمیان میں بہتا تھا۔ پر سے گزر رہے تھے۔ قبلہ عالمؒ آگے آگے تشریف لے جا رہے تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ نور الدین اب گھر جا کر کام میں مشغول ہو جاؤ ـــــ محبوب کو خوش اور محوِ التفات پا کر برسوں سے مچلتی ہوئی خواہش اور ازل سے لکھی ہوئی سعادت کو گویا زبان مل گئی ـــــ عرض کی۔ حضرت اب کارِ دنیا سے الگ رہ کر دین کی خدمت کرنا چاہتا ہوں مگر ابھی میں اس بات کی اہلیت نہیں رکھتا ـــــ قبلہ عالمؒ نے پیچھے گھوم کر ازلی طور منتخب عاشقِ صادق پر نظر ڈالی۔ چند لمحے خاموش رہے ـــــ پھر جلال میں آئے ـــــ اور جو مانگا عطا کر دیا ـــــ ازل سے لکھے ہوئے فیصلہ کا اظہار ہو گیا۔ اور آپ سعادتِ عظمیٰ سے سرفراز ہوئے۔

کڑی آزمائش

سونے کی حقیقی جانچ آنچ میں ڈالنے کے بعد ہوتی ہے۔ جناب محمد امین رحمۃ اللہ علیہ نے جناب محمد نور الدین اویسی کو اکملیت عطا کرنے سے پہلے آزمائشوں کی کڑی بھٹی میں ڈالا۔ تاکہ کندن کی تصدیق سب پر عیاں ہو ـــــ بطور مثال دو آزمائشوں کا احوال مذکور ہے۔

۳ جون ۱۹۴۷ء کو لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے آزادی ہند کے منصوبے کا اعلان کیا۔ اس منصوبے کے تحت ہندوستان کی ریاستوں کو یہ آزادی دی گئی تھی کہ وہ (اپنے عوام اور مخصوص حالات کے پیشِ نظر) اس منصوبہ کے تحت ظہور پذیر ہونے والی مملکتوں یعنی ہندوستان اور پاکستان میں سے جس کے ساتھ چاہیں الحاق کر سکتی ہیں ـــــ کشمیر کے مہاراجہ ہری سنگھ نے عوام کی مرضی اور رائے کے برخلاف اس مسلم اکثریت والی ریاست کا الحاق ہندوستان سے کرنے کا اعلان کر دیا ـــــ

حالانکہ اس سے قبل وہ ہندوستان اور پاکستان سے حالات جوں کے توں رکھنے کا معاہدہ کر چکا تھا۔ لیکن وہ در پردہ ہندوستان سے الحاق کی تیاریاں کر رہا تھا ـــــ ہندوستان کی ایما پر اُس نے الحاق کا اعلان کر دیا۔ اور ہندوستان نے اپنی فوجیں وہاں اتار دیں ـــــ حالات بڑے نازک اور مخدوش ہو گئے۔ طوائف الملوکی اور قتل و غارت گری کا بازار گرم تھا ـــــ عین اس زمانہ میں جناب محمد امین رحمتہ اللہ علیہ نے آپ سے کہا کہ میرے پاس چائے اور نمک ختم ہو گیا ہے۔ ان اشیأ کی اشد ضرورت ہے۔ آپ راجہ سخی ولایت صاحب کے پاس سرینگر جائیں جو کہ وہاں سے ۵۴ میل کے فاصلے پر تھے۔ اور ان سے متذکرہ اشیاء لے کر اور میرا خاص پیام اُن کو پہنچا کر واپس آئیں ـــــ ان حالات میں سفر کا تصور بھی محال تھا۔ کیونکہ افراتفری کا دور دورہ ـــــ مجاہدین اور ہندوستانی افواج میں جگہ جگہ معرکہ آرائیاں جاری تھیں۔ مجاہدین کی تلاش اور مسلمانوں کو دبانے کے لئے ہندو اور سکھ فوجیوں نے ظلم و بربریت کا بازار گرم کر رکھا تھا۔ اس پر مستزاد برفباری سے راستے مسدود ہو چکے تھے ـــــ اتنے لمبے سفر میں ان حالات میں جانا اور جان سلامت لے کر واپس آنے کا کوئی امکان نہ تھا ـــــ لیکن آپ بلا تامل تیار ہو گئے۔ آپ کو تیار دیکھ کر غلام قادر لون صاحب نے بھی ساتھ جانے کا خیال ظاہر کیا ـــــ راستہ انتہائی پُر خطر اور دشوار۔ لیکن آپ بے فکر اور خوش ـــــ جانتے تھے کہ محبوب کی رضا کی تعمیل میں جان دینا تو عین سعادت ہے ـــــ ان دنوں شورش کی وجہ سے ٹرانسپورٹ کا نظام معطل تھا۔ مروجہ راستے تو ہندوستانی فوجوں نے بند کر دیئے تھے۔ اب صرف دشوار گزار راستوں سے چل کر جایا جا سکتا تھا۔ برف کی وجہ سے یہ دشوار راستے مزید دشوار اور مشکل ہو گئے تھے ـــــ راستے میں رات گزارنے کیلئے ٹھکانہ ملنا بھی تقریباً ناممکن تھا۔ کیونکہ لوگ ہندو فوجیوں کے ڈر سے کسی مسافر اور اجنبی کو گھر میں رات رہنے کی اجازت دینے سے ڈرتے تھے۔ کہ یہ تو رات گزار کے چلا جائے گا۔ لیکن درندہ صفت فوجیوں کے ہاتھوں انکی سختی بلکہ اجل آ جائے گی۔ ان حالات میں واقف بھی ناواقف بن کر۔ اور بہانہ بنا کر۔ رہنے نہیں دیتے تھے۔ ان تمام حالات نے آپ کے عزمِ صمیم پر ذرہ برابر اثر نہ کیا۔ بلکہ ان مشکلات نے آپ کے ارادہ کو قوی تر کیا ـــــ راستہ میں آپ کو یہ ہمدردانہ

مشورہ بھی دیا گیا۔ کہ آپ کی شکل وشباہت پٹھان مجاہدین سے ملتی جلتی ہے۔ اگر ہندوستانی یا ڈوگرہ فوج کے کسی سپاہی نے آپ کو کہیں دیکھ لیا۔ تو اس مماثلت کی وجہ سے دھوکے میں آپ کو دیکھتے ہی گولی مار دیں گے ـــــ لیکن آپ کی بلا سے ـــــ پرالی کی پولیس پہنے۔ بوٹ کندھے پر رکھے۔ بھوک۔ پیاس۔ راستے کی صعوبتیں برداشت کرتے ہوئے۔ آپ اپنی دھن میں مگن جا رہے ہیں ـــــ کہ جان چلی جائے۔ لیکن محبوب کے حکم کی تعمیل ہو جائے ـــــ جب آپ نے محسوس کیا کہ پاؤں انتہائی زخمی ہونے کی وجہ سے سوجھ گئے ہیں۔ اور پولوں کے ساتھ چلنا دشوار ہے۔ تو آپ نے پولیس پھینک دیں۔ اور بوٹ کس کر باندھ لئے ـــــ اثنائے راہ ایک دفعہ آپ ایک نالے میں ایک پتھر پر نماز ادا کر رہے تھے۔ کہ ہندو اور سکھ فوجی ادھر آتے ہوئے نظر آئے۔ قریب کے مکینوں نے آوازیں دیں کہ وہ آ رہے ہیں تمہیں مار دیں گے۔ بھاگ جاؤ ـــــ لیکن آپ اردگرد کے ماحول سے بے نیاز نماز میں مشغول رہے۔ ایک فوجی نے آپ پر نشانہ بھی باندھا۔ لیکن فائر کس طرح کرتا۔ کہ اس کشتۂ عشق کی حفاظت وہ رب العزت کر رہے تھے۔ جن کی منشا کے بغیر ایک پتا بھی حرکت نہیں کر سکتا ـــــ اس نے اُن کے ارادوں کو ایسا پلٹا کہ وہ وہاں سے دوسری طرف چلے گئے ـــــ آپ نے جب سلام پھیرا تو دیکھا کہ غلام قادر لون صاحب دور کھیتوں کی طرف بھاگے جا رہے ہیں۔ آپ حیران ہوئے۔ جب آپ اُن کے پاس پہنچے۔ تو انہوں نے صورتِ حال بتائی ـــــ غلام قادر صاحب جب بھی ہمت ہارتے تو آپ ان کی ہمت بندھاتے ـــــ آخر یہ راجہ سخی ولایت صاحب کے پاس جا پہنچے۔ آپ دونوں کی ہیئت کذائی کہ پاؤں زخموں سے لہولہان۔ کپڑے میلے کچیلے۔ بال بکھرے ہوئے ـــــ دیکھ کر وہ حیران رہ گئے۔ انہیں یہ باور کرنے میں دقت ہوئی کہ یہ آپ ہی ہیں ـــــ جونہی کمرے میں داخل ہوئے غلام قادر لون صاحب نے چائے کا کہا اور بے ہوش ہو گئے۔ راجہ صاحب مزید پریشان ہوئے۔ انہوں نے حیران و پریشان ہو کر پوچھا کہ یہ کیا صورت بنائی ہوئی ہے اور ان مخدوش اور جان لیوا حالات میں تم کہاں سے، کیسے اور کیوں آئے ہو؟ ـــــ آپ نے مختصراً احوال سنایا کہ قبلہ پیر صاحب کے درِ اقدس سے فلاں فلاں راستہ سے گزر کر آپ کے پاس آ رہے

ہیں۔ وہ حیران تھے کہ وہ ان خطرناک اور دشوار گزار راستوں سے نامساعد اور پُر خطر حالات میں صحیح و سالم کیسے پہنچ آئے ہیں ـــــ آپ نے سخی صاحب کو محمد امینؒ کا پیغام دیا۔ اور کہا آپ یہ اشیاء دیں۔ ہمیں فوراً واپس جانا ہے۔ لیکن راجہ سخی ولایت صاحب ان حالات میں آپ کو واپس جانے کی اجازت دینے کے لئے قطعاً تیار نہ تھے۔ مگر آپ بضد تھے۔ غلام قادر صاحب بھی آپ کی ہاں میں ہاں ملا رہے تھے ـــــ راجہ سخی صاحب نے کہا کہ یہ اشیاء میں کسی اور طریقہ سے قبلہ محمد امین صاحب کے پاس پہنچا دیتا ہوں۔ اور آپ کی تسلی کیلئے محمد امین صاحب کی ان چیزوں کی وصولی کی رسید بھی آپکو دوں گا۔ لیکن جب تک آپ حضرات کو بھیجنے کا کوئی محفوظ ذریعہ میسّر نہ آئے میں آپ کو یہاں سے جانے۔ جو کہ خودکشی کے مترادف ہے کی اجازت نہیں دے سکتا ـــــ قبلہ محمد نورالدین صاحب نے کہا کہ ہم ایک لحہ بھی یہاں رکنے کیلئے تیار نہیں ـــــ راجہ سخی ولایت صاحب نے بمشکل آپ کو اس پر رضامند کیا۔ کہ مراقبہ کر کے قبلہ محمد امینؒ سے راہنمائی لیتے ہیں ـــــ مراقبہ کیا گیا۔ آپ نے سخی صاحب سے فرمایا کہ نورالدین واقعی دیوانہ ہے وہ حالات سے ڈرنے اور رکنے والا نہیں۔ غلام قادر ظاہراً ہاں میں ہاں ملا رہا ہے لیکن اندر سے خوفزدہ اور ڈرا ہوا ہے ـــــ آپ نے ارشاد فرمایا کہ انہیں چند دن تک وہیں روکو ـــــ

اصل میں امتحان مقصود تھا۔ جب سب سے پیاری چیز ''جان'' کی بھی پرواہ نہ کی۔ اور نہ ہی آپ کے دل میں راستے کی صعوبتوں اور جان کے خطرے کا پرکاہ برابر اثر ہوا ـــــ تو امین صاحب نے مناسب سمجھا کہ عاشقِ صادق چند دن وہاں رہے۔ تاکہ سفر کی تکالیف۔ تھکن۔ زخموں کی سوزش دور ہو ـــــ چند دن آپ بمشکل وہاں رہے [1] ـــــ پھر بضد اور بزور اجازت لے کر واپس ہوئے۔

---

[1] اس سفر پر روانہ ہوتے وقت آپ اپنے مختصر سامان کے ساتھ ''علم العرفان'' کا ابتدائی نامکمل مسودہ قبلہ محمد امین صاحب کے پاس اس خیال کے پیشِ نظر چھوڑ آئے تھے کہ شاید اتفاقاً آپ کی نظر سے یہ گزرے ـــــ آپ کے جانے کے بعد محمد امین صاحب نے جب آپ کے مختصر سامان کا جائزہ لیا۔ تو یہ مسودہ بھی ملا۔ آپ نے اس تبصرہ کے ساتھ اُس کو واپس کیا کہ مولانا صاحب میں نے آپ کی یہ کتاب پڑھی۔ بہت اچھی ہے۔ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اسطرح آپ اس آزمائش سے سرخرو ہو کر لوٹے۔ یہ آزمائش عزم و حوصلہ اور جان کی تھی اب ایک دوسری آزمائش کا ذکر کیا جاتا ہے۔ جسکا تعلق آپ کے علم و عرفان اور محبت سے تھا۔

ایک روز قبلہ محمد امین رحمتہ اللہ علیہ اپنے مریدین۔ جن میں راجہ سخی ولایت خانصاحب۔ جناب خواجہ عبدالکریم صاحب۔ جناب ماسٹر غلام محمد صاحب جیسی جلیل القدر ہستیاں بھی شامل تھیں۔ میں تشریف فرما تھے۔ آپ حکمت و معرفت کے موتی بکھیر رہے تھے۔ اور آپکے محبّ اس جود و عطا سے سرشار ہو رہے تھے ـــــ اچانک آپ نے موضوع بدلا اور بات دنیا کے معاملات کی چھیڑی۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ میرا زمین کے سلسلہ میں ایک آدمی سے پیسوں کا لین دین تھا ـــــ اب وہ آدمی منکر گیا ہے۔ اعتبار کی وجہ سے پیسے دیتے وقت گواہ کو ضروری نہ سمجھا۔ اب اُس کا تقاضا ہے۔ کہ اگر سچے ہو تو گواہ لاؤ ـــــ اب معاملہ کو سچا ثابت کرنے کیلئے گواہی کی ضرورت ہے۔ بصورتِ دیگر رقم سے ہاتھ دھونے پڑتے ہیں۔ عجیب مخمصے میں ہوں۔ کیا کروں۔ نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن ـــــ کیا آپ میں سے کوئی میرے لئے گواہی دے سکتا ہے ـــــ آپ نے راجہ سخی ولایت صاحب کی طرف دیکھا۔ انہوں نے کہا ''سوچوں گا''۔ ماسٹر غلام محمد صاحب اور خواجہ عبدالکریم صاحب کا موقف تھا کہ شریعت و طریقت کی رو سے جھوٹی گواہی دینا قطعاً ناجائز ہے۔ اسلئے کیسے گواہی دی جا سکتی ہے؟ باقی احباب بھی دم سادھے بیٹھے رہے۔ قبلہ محمد نور الدین صاحب نے جب یہ دیکھا۔ تو آپ نے قبلہ عالمؒ سے کہا۔ کہ جناب آپ بالکل بے فکر رہیں۔ میں گواہی دوں گا۔ کہ آپ نے پیسے میرے سامنے دیئے ہیں۔ آپ نے مزید کہا میرے چند اور دوست بھی ہیں۔ جو میرے کہنے پر بعینہٖ گواہی دے دیں گے ـــــ باقی احباب کے استفسار پر کہ جب تمہارے سامنے معاملہ ہوا ہی نہیں تو

(بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ) آپ اسے مکمل کریں ـــــ قبلہ محمد امینؒ کی یہ خوشنودی تھی۔ کہ باوجود محنت و مزدوری اور دیگر انتہائی مصروفیات اور کثیر مہمان داری کے تصنیف و تالیف کا یہ سلسلہ آپ کے ظاہراً پردہ فرما جانے تک جاری رہا۔ اور آپ نے ظاہر و باطن کے ہر مسئلہ کو۔ حتیٰ کہ طریقت کے سربستہ رموز کو جن کو بیان کرنا جرم سمجھا جاتا تھا۔ بنی نوع انسان کی فیض رسانی اور رہنمائی کیلئے۔ بڑے آسان اور سائنٹیفک انداز میں بیان فرمایا۔

تم کیسے گواہی دو گے۔ یہ تو گناہِ کبیرہ ہے ـــــ اس پر آپ کا جواب ویسا ہی تھا۔ جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے واقعہ معراج ابوجہل کی زبانی سنکر۔ اسکے اس سوال پر دیا تھا۔ کہ اب تمہارا اپنے یارؐ کے بارے میں کیا خیال ہے؟ آپؓ نے کہا کہ اگر محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے کہا ہے تو شک کی کوئی گنجائش نہیں۔ یہ واقعہ بالکل سچا ہے ـــــ عاشقِ صادق کی اس تصدیق پر دربارِ نبویؐ سے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو ''صدیق'' کا انمول خطاب مرحمت ہوا ـــــ گناہِ کبیرہ کی بات سنکر قبلہ محمد نورالدینؒ نے فرمایا مجھے ثواب و گناہ کا پتا نہیں۔ ثواب و گناہ کا سودا تو ہم نے قبلہ پیر صاحب سے کیا ہے ـــــ جب ہم آپ کی ہر بات پر ایمان لے آئے۔ تو اس معمولی سی بات میں شک کی کیا گنجائش ہے؟ ـــــ یہ بات سنکر سب کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ اور وہ آپکے عشق و عرفان پر انگشت بدنداں رہ گئے ـــــ جناب محمد امین رحمتہ اللہ علیہ قطب الاقطاب نے یہ فرما کر۔ کہ نہ میرا کسی سے لین دین ہے اور نہ مجھے کسی کی گواہی کی ضرورت ہے۔ یہ تو محض آپ حضرات کے عشق و عرفان کا امتحان تھا۔ سب احباب کو مزید ورطۂ حیرت میں ڈال دیا ـــــ ان کڑی آزمائشوں کی بھٹی سے نکل کر جب آپ نے اپنے کو کندن ثابت کر دیا۔ تو محمد امین رحمتہ اللہ علیہ نے آپکو اکملیت سے سرفراز فرمایا۔ سچ ہے

؎ قسمت کیا ہر ایک کو قسامِ ازل نے ـــــ جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا

ہجرت قبلہ محمد نورالدین اویسیؒ

اکملیت سے سرفراز ہونے کے بعد آپ کا اپنے محبوب کے پاس رہنا ناممکن تھا۔ کیونکہ آپ کو اب یُزَکِّیهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ [1] کا فریضہ سرانجام دے کر جدیدیت

---

[1] رشد و ارشاد۔ تبلیغ و ترویج کیلئے۔ ایک صاحبِ طریقت۔ عالمِ امت ولی اکمل کا وجود ضروری ہے۔ قبلہ و کعبہ محمد نور الدین اویسیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حقیقت ہے۔ کہ اسلام کا بنیادی تصور اسی صفت کے ساتھ قائم کیا گیا ـــــ کہ خود۔ نبی و رسول اس قرآنی صفت سے متصف ہوتا ہے ـــــ هُوَ الَّذِىْ بَعَثَ فِى الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۔ (پارہ ۲۸ سورۃ ۶۲ آیت ۲) وہ اللہ ہے۔ جس نے اٹھایا ایک رسول انہیں کے قبیلہ سے۔ انہیں جیسا (بشری شکل و صورت میں) جو تلاوت کرتا ہے میری (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اور معیشت کی سوچ میں گرفتار گم کردہ راہ انسانیت کو دین محمدیؐ کے فیوض و برکات سے بہرہ ور کرنے اور دعائے اویسی کی ۔قبولیت کے عملی اظہار کرنے کا بارِ گراں اٹھانا تھا۔ اس عظیم مقصد کیلئے ازلی

(بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ) آیتیں ان پر ــــ اور انکا تزکیہ کرتا ہے۔ اور علم میں لاتا ہے وہ۔ جو کچھ کتاب میں۔ محکمات و متشابہات سے ہے۔ اور ایسی کیفیات کو جو پوشیدہ کیفیتیں ہیں ــــ رسول کا قرآنی آیات تلاوت کرنا ــــ اور تزکیہ کرنا اور کتاب کے ظاہری باطنی علوم سے آگاہ کرنا ــــ محض شریعت کے ظاہری احکام نماز ــــ روزہ ــــ زکوٰۃ ــــ حج ــــ احسان تک محدود نہیں۔ بلکہ قرآنی علوم میں جو کچھ اسرار و رموز ــــ متشابہات کیفیات کے علوم ہیں۔ انکا علم ــــ ظاہری احکام پر عمل سے۔ اصلاحِ قلب و نفس (جسم) اور تزکیہ نفس سے باطنی آیات۔ آثار و اسرار کا علم و مشاہدہ سے ہی رسول کی رہنمائی کی تکمیل ہوتی ہے۔ ظاہر ہوا۔ شریعت پر احکام کی تکمیل میں مشاہدۂ باطنی شامل ہوتا ہے۔ یہی علم ــــ رسول کے قائم مقام۔ خلفا کو وراثت میں ملتا ہے۔ ظاہر ہوا۔ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے خلفا کی صفات میں یہ کیفیت شامل تھی۔ کہ وہ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ ــــ وَيُزَكِّيْهِمْ کی صفات سے بدرجہ اولیٰ متصف تھے۔ انہیں خصوصیات پر شریعت کی بنیاد ہے ــــ جس میں علم کی تکمیل مشاہدۂ باطنی سے ہوتی ہے ــــ یہی خصوصیت خلفائے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھی۔ کہ آپکے خلفا ان تمامی کمالات کے حامل تھے۔ اسی صفت پر علمائے امت کو مقامِ خلافت عطا ہوا۔ ایسے علما کو۔ ولی اکمل سے موسوم کیا گیا ــــ بعد میں حالاتِ زمانہ کے مطابق حقیقی شریعت و خلافت۔ خلافت۔ شریعت۔ اور طریقت تین حصوں میں تقسیم ہوگئی۔ تو یہ سمجھا جانے لگا۔ کہ شریعت طریقت سے الگ کیفیت ہے۔ بلکہ جب طویل زمانہ گزرنے کے ساتھ۔ امت میں تزکیہ قائم نہ رہا تو تعمیل شریعت میں۔ صرف حصولِ علم کو محدود کر کے ظاہری طور عمل پر منحصر رکھا گیا ــــ تو بہت کم لوگوں تک طریق طریقت استعمال ہوا۔ تو آئندہ اس حقیقت کو خلافِ فطرت قرار دیکر اس علم کی نفی کی گئی۔ حالانکہ یہی علم و عمل شریعت کی حقیقی روح تھی ــــ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ کہ علم طریقت کے اجرا کیلئے۔ ایک ولی اکمل صاحب قرآن۔ صاحبِ علم۔ صاحبِ معرفت ولی کا ہونا ضروری ہے۔ جو عالم قرآنی آیات کی تفسیر و معانی پر بدرجہ اولیٰ درک رکھتا ہو ــــ و یزکیھم خود صاحب تقویٰ۔ روحانی۔ جسمانی پاکیزگی کا حامل ــــ اور دوسروں کا خود تزکیہ کرنے والا ہو ــــ تزکیہ سے مراد۔ شرعی احکام کی تعمیل پر کاملاً عامل ہو ــــ دوسروں کو بھی ان احکام پر عمل کرانے کی (رسولی صفتِ اخلاق) صلاحیت رکھتا ہو ــــ ایسے عالم میں تزکیہ روحانی۔ یعنی روحانی پاکیزگی سے ــــ "قوام" ــــ اور "موثر توجہ" کی خصوصیت پائی جاتی ہو۔ قوام سے مراد ــــ اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْاً وَّاَقْوَمُ قِيْلًا ؕ (پارہ ۲۹ سورۃ ۷۳ آیت ۶) عالم امت رات جاگنے والا۔ روزہ رکھنے والا۔ حلال کھانے والا۔ محنت شاقہ کرنے والا ہو۔ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

طور ایبٹ آباد کی سرزمین آپ کے لئے منتخب تھی۔ قبلہ عالم محمد امینؒ نے بھی متعدد بار اس علاقہ کو قدم بوسی کا شرف عطا فرمایا ـــــ بلکہ اپنے عاشقِ صادق اور نائب کے اس مستقبل کے مستقل اور ابدی

(بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ) تاکہ رات جاگنے سے نفسانی قوتیں کچلی جائیں۔ اور روح پاکیزہ اور قوی ہو جائے۔ اس عمل سے۔ کلام میں قوام پیدا ہوگا۔ جو ایک مبلغِ دین وقرآن کیلئے لازمی شرط ہے۔ کہ اسکی تلاوت میں لطافت پائی جائے۔ جو بات خود بخود دلوں پر اثر کرنے والی ہو۔ جس تلاوت سے انسان خود بخود (بلا دلیل) تسلیم پر آمادہ ہو ـــــ کیونکہ یہی طریق تبلیغ دین کی اصل ہے۔ بغیر اس طریق کے۔ نہ کوئی اقتدار۔ نہ تلوار۔ نہ قانون۔ نہ جبر ـــــ نہ کوئی اور فروعی حیلہ۔ انسان کو حقیقت کی طرف مائل کرنے میں موثر ثابت ہوسکتا ہے۔ یہ حقیقت ہے۔ کہ جب تک انسان۔ بہ رضا و رغبت۔ جذبۂ عقیدت واحترام اور قلبی محبت کے زیر اثر حقیقت قبول نہ کرے۔ اسکے عمل میں لطافت اور صحیح نتیجۂ عمل میں بہتر ثواب پایا نہیں جاسکتا۔ نہ ہی ایسا شخص قوتِ ایمانی میں کامل ہوسکتا ہے۔ قوت ایمانی نہ ہو۔ تو انسان کا عمل ضائع ہوتا ہے۔ ایسا ہی عالم فقیہہ ومجتہد کہلاتا ہے۔ کہ اُسے تزکیہ نفس سے قرآنی علوم کے حقائق ومتشابہات کے باطنی آثار القا ہوتے ہیں۔ یہی آثار در حقیقت تفسیر سے تعبیر ہوتے ہیں۔ اسی تزکیہ سے عالم امت کو قرآنی آثار واسرار کا مشاہدہ حاصل ہوتا ہے۔ جیسا کہ بیان ہوا۔ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ کَانَ مَشْهُوْدًا ○ (پارہ ۱۵ سورۃ ۱۷ آیت ۷۸) کہ تزکیہ کے ساتھ۔ قرآن پڑھتے وقت۔ یکسوئی ومراقبہ میں۔ قرآن کے انوار مشاہدہ میں آتے ہیں۔ یہی طریقِ خاص طریقت سے موسوم ہوتا ہے اور خصوصاً علماء امت کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے نسبت میں۔ جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی روح سے اتصال ہو۔ فنائے محمدیؐ حاصل ہوتی ہے ـــــ یہی ہستی ہے۔ جو ولی اکمل سے موسوم ہے اور یہی واحد ہستی عالم امت یا خلیفۂ رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی حیثیت سے اجرائے دین۔ تبلیغ کا حق رکھ سکتی ہے۔ بغیر اسکے فروعی طریق۔ استدراجی کرامات۔ یا محض اشتہاروں ورسالوں سے طریقت یا صاحب طریقت نام نہاد ولی کی تشہیر سے۔ یا عرس ولنگر چلانے۔ یا خلاف شرع گانے بجانے سے۔ اپنی مجلسوں کو زینت دیکر عوام المسلمین کو رجوع کرنے سے۔ سوائے گمراہی کے اور کچھ حاصل نہیں ہوسکتا ـــــ البتہ یہ امر مسلمہ ہے۔ کہ ایک ولی کو حقیقی معنوں میں مقامِ ولایت پر دیکھا جائے۔ تو اس کے کمالاتِ ولایت کو تسلیم کرنا۔ اور حقیقت کی طرف رجوع کرنے میں ایسے ولی کی رہنمائی حصولِ حقیقت میں از بس ضروری ہے۔

قبلہ محمد نور الدین اویسیؒ عالمِ امت۔ نائب رسول صلے اللہ علیہ وسلم ہونے کی حیثیت سے متذکرہ صفات سے بدرجہ اتم متصف تھے۔ ایک طرف آپ تزکیہ نفس۔ مشاہدات ومعرفتِ اسرار الٰہی کی صفات میں اکمل تھے ـــــ تو دوسری طرف جملہ علوم قرآنی ۔ دینی میں بدرجہ اولیٰ معلم ومحقق تھے ـــــ لیکن ان صفات و(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

مسکن کو اپنے نورانی درود سے بُقعہ نور بنا دیا ـــــ یقیناً عاشق کے عشق کی عظمت کو محبوبِ صادق ہی جانتا ہے ـــــ

عاشق کیلئے فراق یار نا قابلِ برداشت تصور ہے ـــــ لیکن یہ فراق عشق کو جلا بخش کر انمول بنا دیتا ہے۔ اور سلسلہ اویسیہ میں تو یہ سنتِ اویسیؒ بھی ہے ـــــ قبلہ محمد نور الدین اویسیؒ جیسے عاشق تو اپنے محبوب سے جدا ہونے کا تصور نہیں کر سکتے تھے ـــــ لیکن باطنی نظام کے تحت ایسے حالات رونما ہوتے گئے۔ کہ نا قابل تصور بات حقیقت بن گئی ـــــ راجہ سخی ولایت خان صاحب جنکو آپ اپنا صحبتی پیر کہتے تھے۔ اور محمد شریف صاحب۔ عبدالحفیظ صاحب کی فیملی جسکا آپ اپنے آپ کو ایک رکن سمجھتے تھے۔ پاکستان جانے کیلئے تیار ہوئے ـــــ راجہ سخی ولایت صاحب اگرچہ فطری طور پر

(بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ) خصوصیات کے باوجود آپ نے کبھی اجرائے طریقت میں خودنمائی سے کام نہیں لیا ـــــ یعنی باوجود صاحب علم اور صاحبِ کمال ہونے کے بظاہر ان خصوصیات کا نہ مظاہرہ کیا اور نہ ہی اپنی فقیری کی تشہیر و نمائش کیلئے ایسے کمالات کو وجہٗ دلیل بنایا ـــــ آپ نے ایک عام انسان کی طرح سادہ زندگی بسر کی۔ آپکے طرزِ زندگی کو دیکھ کر کسی شخص کو پہلی ملاقات میں یہ باور کرنا مشکل ہو جاتا۔ کہ کیا آپ واقعی ان خصوصیات کے حامل ہو سکتے ہیں؟ ـــــ لیکن جب وہ آپ کی صحبت میں چند ساعت رہتا۔ تو وہ آپ کا عاشق و گرویدہ ہو جاتا۔ اور آپ کی کمالیت و علوم رتبت کو پہنچاننے کے لئے اُسے کسی دلیل کی ضرورت نہ رہتی ـــــ آپکی طبیعت جمال و جلال کا حسین مرقع تھی ـــــ جب آپ پر جلالی کیفیت طاری ہوتی۔ تو غیر ارادی طور پر آپ سے کرامات کا صدور ہوتا۔ لیکن ایسے موقع پر کرامات ناسوتی کے مقابلہ میں ملکوتی کمالات کا اظہار زیادہ ہوتا کبھی جلال میں آئے تو کسی گستاخی پر بھی اُسے بامشاہدہ کر دیا۔ بلکہ اُسے معرفت میں کامل و اکمل کر دیا۔ حقیقتاً یہی ایک ولی اکمل کی صفت ہوتی ہے۔ کہ بغیر کسی عمل۔ استحقاق کے جسے چاہے ایک پل میں معرفت الٰہی میں کامل و اکمل کر دے ـــــ لیکن جیسا کہ اوپر بیان ہوا آپ ہمیشہ ایک دنیادار کی حیثیت سے زندگی گزارتے۔ اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمان اَلْکَاسِبُ حَبِیْبُ اللّٰہِ کی تعمیل میں خود اپنے ہاتھ سے محنت مزدوری کرتے۔ غرضیکہ اپنے ہر کام اور طرز عمل میں ایک عام آدمی محسوس ہوتے۔ آپ اکثر فرماتے۔ کہ ولی اکمل کی یہ خصوصیت ہے کہ ایک طرف وہ دیدارِ الٰہی میں مصروف ہوتا ہے۔ اور دوسری طرف سودا کی خرید و فروخت میں بحث و تکرار میں اس کا پسینہ خارج ہو رہا ہوتا ہے ـــــ اور کسی کے وہم و گمان میں بھی یہ نہیں ہو سکتا کہ باطن میں اس کا کیا مقام ہے۔

اپنے آبائی علاقہ میں جانے کیلئے بڑے پر جوش تھے۔ لیکن باطناً یہ صرف نورالدین صاحب کو بھیجنے کا بندوبست ہو رہا تھا۔ خصوصی توجہ ۱؎ دے کر قبلہ عالم محمد امینؒ نے فراق کے اس تلخ۔ بھیانک اور جان گسل خیال کا تصور تک آپکے دل سے نکال دیا۔ جو کہ بعد میں ساری عمر نشتر زنی کرتا رہا۔۔۔۔ سخی صاحب کو بڑے ٹکنیکل طریقے سے روک لیا گیا۔ قبلہ و کعبہ محمد نورالدین اویسیؒ فرماتے کہ میری حالت ایسی تھی جیسے گھاٹ میں بندھی ہوئی کشتی کا لنگر کھل جائے اور وہ غیر ارادی طور پر دریا کے بہاؤ میں بہنے لگے۔۔۔ میں دیکھتا ہی رہا...... یہاں تک کہ کشتی دریا کی موجوں کی لپیٹ میں دور حد نظر سے دور ایسی بہتی گئی کہ کنارہ پھر دیکھنا ہمیشہ کیلئے نصیب نہ ہوا۔

۱؎ خصوصی توجہ سے بعض اوقات مصلحت کے تحت مرید یا طالب کے دل سے مخصوص تصور وخیال کو محو کر دیا جاتا ہے۔ اسکی ایک مثال قبلہ و کعبہ محمد نورالدین اویسیؒ کی آخری بیماری تھی۔ ۷ جنوری ۱۹۹۷ء کو جب آپ ہارٹس انٹرنیشنل ہسپتال راولپنڈی میں داخل ہوئے۔۔۔ تو آپکی حالت انتہائی تشویش ناک تھی۔ متعلقہ ڈاکٹر میجر جنرل سی ایم رفیع بھی اتنا پر امید نہ تھا۔۔۔ آپریشن والے روز مریدین خاصی بڑی تعداد میں موجود تھے۔ ہر کوئی مضطرب و پریشان تھا۔۔۔ لازماً کئی ایک نے اس پریشانی میں معاملہ حضورؐ کے پیش کیا۔۔۔ نتیجہ آپریشن کی کامیابی اور آپکی صحت یابی تھی۔۔۔ آپ نے اپنی حیاتِ مبارکہ میں اپنے قویٰ سے اپنی استعداد سے بھی زیادہ کام لیا۔ مزید برآں آپکی کبرسنی۔ بیماریوں کے پے درپے حملے۔ شاید اب آپ مزید تزکیہ ومجاہدہ کے متحمل نہ تھے۔ ڈیڑھ ماہ بعد جب آپ بیمار ہو کر ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال ایبٹ آباد میں داخل ہوئے۔۔۔ بیماری انتہائی شدید تھی۔ آپ عالمِ سکر میں تھے۔۔۔ اسکے بارے میں چند ایک احباب سے آپ نے قبل ازیں واضح طور پر کہا تھا کہ میں اب بے ہوشی میں گیا تو واپس نہیں آؤں گا۔ آپ I.C.U میں تھے لیکن احباب میں وہ تفکر۔ وہ اضطراب۔ وہ پریشانی ناپید تھی جو کہ راولپنڈی میں دیکھنے میں آئی تھی۔ بلکہ احباب مطمئن ہی نظر آتے تھے۔۔۔ اصل میں ہوا یہ کہ توجہ دیکر سب کے دلوں کو مطمئن کر دیا گیا۔۔۔ اور سانحہ عظیم کو برداشت کرنے کی طاقت اور ہمت عطا کر دی گئی۔۔۔ آپ نے اس حقیقت کا اظہار خود بھی فرمایا۔۔۔ ہارٹس انٹرنیشنل ہاسپٹل میں آپریشن کے کچھ عرصہ بعد آپ نے محمد ہمایوں صاحب (ویلڈر) سے ایک روز فرمایا کہ آپ لوگوں کی دعاؤں کی وجہ سے میں بچ گیا اور مجھے مشکل فیصلہ کرنا پڑا۔ آپ نے مزید فرمایا کہ میری دعا یہی ہے۔ کہ آپ سب کو صبر آجائے۔ اور واقعی توجہ سے سب کے دلوں سے اس حادثۂ جانکاہ کی سنگینی کا تصور ہی محو کر دیا گیا۔

جیسا کہ تحریر کیا جا چکا ہے کہ حالات وواقعات ایسے بنے کہ آپ پاکستان جانے کے لئے تیار ہو گئے۔شریف صاحب اور راجہ سخی ولایت صاحب کے پاکستان جانے کے لئے تیار ہونے کے ساتھ ہی آپ بھی تیار ہو گئے ـــــ اسی دوران ایک بظاہر چھوٹا سا واقعہ پیش آیا۔جس نے آپکی فطرتی مستقل مزاجی اور ارادہ کی پختگی جو کہ آپکو اپنے والدِ محترم سے ورثہ میں ملی تھی کیلئے مہمیز کا کام کیا۔ورنہ جب سخی صاحب نے ارادہ ملتوی کیا تو آپ بھی کر سکتے تھے لیکن ـــــ آپکا ایک دوست محمد یوسف درزی جو نیا نیا حضور قبلہ عالمؒ سے بیعت ہوا تھا۔اور فطری بات تھی کہ دوہری نسبت ہو جانے سے اُسکا آپ سے خصوصی تعلق اور لگاؤ تھا ـــــ اور دیگر دوستوں کی طرح آپکی جدائی کا تصور اسکے لئے روح فرسا تھا۔اُس نے بھی دیگر دوستوں کی طرح آپکو بہت روکا۔مگر جب آپ بضد رہے۔تو اُس نے جذباتی طور پر بد دعا دی اور دعویٰ سے کہا "اچھا جا! میرا دستگیر تجھے واپس لے آئے گا" ـــــ آپ نے فرمایا کہ میں جاتا ہوں۔اگر دستگیر نے واپس کیا تو آجاؤں گا ـــــ سوچا یہی تھا کہ دستگیر تمہارا ہے ہمارا نہیں! ـــــ آپ ماؤف ذہن کے ساتھ پاکستان روانہ ہوئے۔دوسرے دن آپ کا قافلہ اُودھم پور ٹھہرا ـــــ وہاں مہاراجہ ہری سنگھ کے احکامات کی روشنی میں اس امر کی چھان بین کی گئی۔کہ کشمیری بولنے والے کسی شخص کو پاکستان نہ جانے دیا جائے ـــــ باری باری ہر ایک آدمی سے پوچھ گچھ ہو رہی تھی۔جب آپ کی باری آئی۔تو آپ سے بھی پوچھا گیا کہ کیا تم کشمیری بولتے ہو۔آپ نے اثبات میں جواب دیا۔آپ کو ایک علیٰحدہ جگہ لے جا کر قید کر دیا گیا۔وہاں اور بھی لوگ تھے۔غلام قادر لون صاحب جو کہ محمد شریف صاحب کے گھریلو ملازم تھے اسی کیٹیگری میں آگئے۔ان سب کو بتایا گیا کہ تم آگے نہیں جا سکتے۔تمہارے لئے واپس سرینگر بھیجنے کا حکم آیا ہے ـــــ تمام دن دیگر افراد کے ساتھ آپ اسی قید خانہ میں رہے ـــــ آپ کے لئے یہ خیال پریشانی کا باعث تھا ـــــ کہ سرینگر واپس گئے تو محمد یوسف درزی طعنہ دے گا۔کہ میری بات نہیں مانی تھی ـــــ لیکن اب پاکستان نہیں گئے واپس آگئے ـــــ آپ نے یہ سوچا یہ بات تو باعثِ شرمندگی ہے۔شاید دستگیر نے ہی راستہ روک لیا ہے۔آپ نے جب ظاہراً کوئی صورت اس مسئلہ کے حل کی نہ دیکھی تو مراقبہ میں حضرت غوث الاعظمؓ

کے دربار ١ میں حاضر ہوئے۔اور صاف صاف بات بتائی۔کہ میں اگر واپس گیا تو محمد یوسف طعنہ دے گا۔اور مجھ سے یہ برداشت نہیں ہوتا۔بمہربانی مجھے اس قید سے رہائی دلائی جائے ـــــ یہ بات سنکر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے کچھ نہ فرمایا بلکہ تبسم فرمایا ـــــ محمد نورالدین صاحب پریشان تھے کہ شاید ٹال گئے۔لیکن آپؐ مسکرار ہے تھے کہ صید خود بخود زیر دام آرہا ہے۔اور قید ہونے کیلئے کتنا بیقرار ہے ـــــ ہونا تو وہی تھا جو پلان کیا گیا تھا ـــــ آپ اور غلام قادر لون صاحب کو محمد شریف صاحب کی فیملی کے ساتھ پاکستان جانے کی اجازت مل گئی ـــــ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ حیرانی ہوتی ہے کہ مجھ جیسا پیر سے محبت کرنے والا۔بے حس ہو کر دیدہ دانستہ پیر سے جدا ہونے پر بضدر ہا۔

پاکستان آجانے کے بعد آپ کا خیال تھا۔کہ چند ماہ کے بعد ہم اوڑی کے راستہ واپس کشمیر چلے جائیں گے ـــــ لوگ جاتے بھی تھے۔غلام قادر لون صاحب بھی واپس چلے گئے ـــــ آپ نے ارادہ بھی کیا لیکن ایسے بیمار ہوئے کہ ایک سال تک بیمار رہے ـــــ المختصر حالات ایسے پیدا ہوئے کہ وہ محمد نورالدین صاحب جو کسی مشکل کو مشکل نہ سمجھتے تھے بلکہ ہر مشکل کو گلے لگانے کیلئے ہر لمحہ تیار رہتے تھے ـــــ چناری کی طرف سے تین دن کا دشوار سفر نہ کر سکے ـــــ سچ ہے مصلحت الٰہی کے سامنے ہر تدبیر بے اثر ہے۔

سلسلہ تبلیغ و ترویج دین محمدیؐ

پاکستان آنے کے بعد قبلہ محمد نورالدین اویسی رحمتہ اللہ علیہ کچھ عرصہ لاہور رہے۔پھر ازل سے اپنے لئے مخصوص و منتخب جگہ تشریف لے گئے۔وہاں ایبٹ آباد میں محمد شریف صاحب کی فیملی کو مکان نمبر ۳۴۰۴ الاٹ ہوا۔اور آپ وہاں اُنکے ساتھ ہی مقیم ہو گئے۔بعد میں محمد شریف صاحب بمع دیگر افرادِ خانہ کے مظفر آباد نئی الاٹ شدہ جگہ جو کہ وسیع اور کاروباری لحاظ سے موزوں تھی پر چلے گئے۔

---

١ باطن میں اکملین کے باقاعدہ دربار ہوتے ہیں جیسے شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا دربار بغداد میں۔حضرت معین الدین چشتیؒ کا دربار اجمیر میں ـــــ ان اجلاسوں میں سلسلہ کی مخصوص ہستیاں تشریف فرما ہوتی ہیں۔

لیکن آپ نے اسی جگہ کو ہمیشہ کیلئے اپنا مسکن بنالیا ـــــ وہ زمانہ بڑا معاشی اور معاشرتی بحران کا تھا۔ شریف فیملی، جس کا آپ اپنے آپ کو ایک فرد سمجھتے تھے کے سینئر Male Member ہونے کی حیثیت سے معاشی و معاشرتی بحالی میں آپ نے بھی تندہی اور سرگرمی سے حصہ لیا۔ آپکے والد صاحب مرحوم ومغفور کی سرینگر میں کافی جائیداد تھی۔ لیکن آپ نے ادھر اس حساب سے کوئی الاٹمنٹ نہ کرائی ـــــ جیسے کہ پہلے لکھا جا چکا ہے۔ ایسے مخصوص حالات باطناً پیدا کر دیئے گئے کہ آپ واپس اپنے وطن جہاں آپکی دنیا و جہاں سے محبوب و پیاری ہستی رہتی تھی نہ جا سکے۔ حالانکہ غلام قادرلون صاحب واپس چلے گئے ـــــ آپ نے جب بھی ارادہ کیا۔ کوئی نہ کوئی مشکل سدِّ راہ بن جاتی رہی۔ شدید اور طویل بیماری نے آخری حربہ کا کام کیا۔ جس نے قویٰ میں وہ طاقت ہی نہ چھوڑی کہ آپ پیدل چل کر سرحد عبور کر کے (اسوقت سرحد کے آر پار جانا چنداں مشکل نہ تھا) واپس چلے جاتے۔ اور جب آپ صحت یاب ہوئے تو اب وہ حالات ہی نہ رہے ـــــ مجبوراً یہاں ہی رہنا پڑا ـــــ سلسلہ کام ودہن چلانے کیلئے آپ نے اپنا سابقہ پیشہ پینٹنگ ہی کو ذریعہ معاش بنایا ـــــ اور جہاں تک آپکے اصل مشن جس کیلئے آپ کو اتنی دور بھیجا گیا تھا کا تعلق ہے۔ مروجہ طریق پیری مریدی۔ فقیری ۔طریقت کے نہ آپ قائل تھے۔ اور نہ ہو سکتے تھے۔ اسلئے آپ نے وہی طریق اختیار کیا۔ جو کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم اور اصحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے تبلیغ وترویج دین محمدیؐ کیلئے کیا تھا۔

قبلہ وکعبہ محمد نور الدین اویسیؒ فرماتے کہ حقیقت میں فقر سے مراد قرآن وحدیث۔ شریعت وطریقت کے سوا کچھ نہیں۔ فقیر عالم امت کہلاتا ہے۔ اسکا کام دین واحکام کی تبلیغ واشاعت کے سوا کچھ نہیں ـــــ یہ تصور درست نہیں کہ فقیر لوگوں کی دنیوی حاجتیں پوری کرتا ہے۔ بیماروں کو صحت دیتا ہے۔ بے اولادوں کو اولاد دیتا ہے۔ لوگوں کی مشکلیں حل کرتا ہے ـــــ مردے زندہ کرتا ہے ـــــ ایسے مافوق الفطرت کرامات ومعجزات انبیأ سابقین نے کئے۔ مگر یہ حقیقت کی اصل نہیں۔ یہ صرف زمانہ کے مطابق۔ لوگوں کے حالات کے مطابق ہوتا رہا۔ حضرت سلیمانؑ کے زمانہ میں ہوا کو مسخر کرنے کا معجزہ اسلئے پیش کیا گیا۔ کہ عقل کی انتہا ایسے کمالات تک پہنچی تھی کہ لوگ ایسے کمالات

کرتے تھے۔ چنانچہ انکی عقول (عقلیں) کی حد سے ماورا۔ ایسا معجزہ پیش کیا۔ جو انکے کمالاتِ مروجہ پر فوقیت رکھتے تھے۔ اور ایسے کمالات ان کیلئے مافوق العقل۔ اور مافوق الفطرت (سمجھ سے باہر) تھے۔ تا کہ وہ ایسے کمالات کو دیکھ کر ایک نبی کی شخصیت تسلیم کریں۔ یہ معجزات صرف ایک نبی کی شخصیت تسلیم کرنے کیلئے تھے کہ حقیقتاً۔ یہ ہستی نبی من جانب اللہ ہے۔ بس۔ اسطرح فرعونِ مصر کے زمانہ میں جادو حد کمال تک پہنچا تھا ـــــ چنانچہ ید بیضا۔ اور عصا کا معجزہ ان کیلئے مافوق العقل کمال تھا۔ یہ بھی ایک نبی کی شخصیت تسلیم کرنے کیلئے تھا۔ تا کہ وہ ایسے معجزہ کو سمجھ سکیں اور تسلیم کریں۔ اسطرح حضرت عیسیٰؑ کے زمانہ میں حکمت اپنے عروج پر پہنچی تھی۔ اسی مثل اور اس نوع کا معجزہ حضرت عیسیٰؑ کو دیا گیا۔ کہ آپ نے لاعلاج بیماروں کو تندرست کیا۔ نابیناؤں کو انکی روشنی دی۔ اس زمانہ میں کوڑھیوں کا صحت مند ہونا ناممکن سمجھا جاتا تھا۔ مردہ زندہ کرنا تو قطعی ممکن نہ تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس قسم کا معجزہ دیا گیا۔ تا کہ لوگ سمجھ سکیں۔ اور یقین کریں۔ اور یہ تمام معجزات ناسوتی تھے۔ اور نبی کیلئے اسکی تبلیغ میں یہ معجزات شامل نہ تھے۔ کہ وہ ایسا کرے۔ نہ اسکی شرط تھی۔ سوائے اسکے کہ وہ دین الٰہی کی تبلیغ کریں اور لوگوں کو ہدائت کی طرف لائیں۔ ہاں۔ جب لوگ نبی کی اتباع کریں۔ تو انہیں۔ معرفت الٰہی۔ مشاہدۂ اسرارِ الٰہی کرائیں۔ یہی عمل انکے ذمہ تھا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اسی غرض سے پیدا کیا۔ کہ وہ معرفت الٰہی حاصل کرے۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ ۝ (پارہ ۲۷ سورۃ ۵۱ آیت ۵۶)۔ نہیں پیدا کیا جنوں اور انسانوں کو مگر عبادت و تسبیح وحمد کے ذریعہ لِيَعْرِفُوْنَ۔ معرفت الٰہی حاصل کرے۔ سو انبیاءؑ کے ذریعہ یہی عمل رہا۔ اور انکی کرامات محض نبوت کی دلیل کیلئے پیش کرنا تھا ـــــ جاننا چاہیے کہ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ کے فرمان میں۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق انسانی کیلئے اپنی معرفت حاصل کرنا اصل مقصد رکھا ـــــ لہٰذا۔ یہ مقصد انسانی پیدائش کے ساتھ ہی جاری ہوتا ہے ـــــ چنانچہ قرآن نے اس معرفت کی ایک واضح راہ کی نشاندہی کی وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا یعنی انسان کو معرفتِ الٰہی میں۔ اسرار الٰہی ـــــ اور معرفتِ الٰہی کا مشاہدہ دیا گیا ـــــ یہ معرفت و مشاہدہ ازل سے قائم ہے۔ اس

معرفت میں جو کیفیت مشاہدہ میں آتی ہے۔اسے قرآن نے صِرَاطِ اللّٰہِ الَّذِیْ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ط (پارہ ۲۵ سورۃ ۴۲ آیت ۵۳) کے تصور میں پیش کیا ــــ کہ اللہ کا راستہ زمین سے شروع ہو کر آسمانوں کی طرف جاتے ہوئے اللہ تک پہنچتا ہے۔اس راہ کو طریقت میں عالمِ ناسوت۔عالمِ ملکوت۔عالمِ جبروت۔عالمِ لاہوت سے موسوم کیا گیا ــــ اور یہ مقامات اسرار الٰہی میں شمار ہیں ــــ جنکا ہر نبی کو مشاہدہ دیا گیا ــــ ظاہر ہوا۔کہ ہر نبی کو عالم ناسوت۔عالم ملکوت۔عالم جبروت۔عالم لاہوت ہی کا مشاہدہ دیا گیا۔یہی مشاہدہ حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت عیسیٰؑ تک ہر نبی کو دیا گیا ــــ اس مشاہدہ میں عالم ملکوت میں ہر نبی کو زیارت رسول اللہ ﷺ دی جاتی ہے۔اور حضورؐ کی امت میں اَلْعُلَمَآءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَآءِ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ ۔حضورؐ کے خلفا میں ولی اکمل قطب الاقطاب کا درجہ رکھتے ہیں۔کیونکہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد نبیوں کا مبعوث ہونا موقوف ہو گیا۔جبکہ۔زمانہ کو ایسے نبیوں کی ضرورت نہ رہی۔سوائے اسکے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا دین۔قرآن۔علم۔عمل اور علمائے امت قیامت تک باقی رہیں گے۔جبکہ علمائے امت کیلئے معجزات ضروری نہیں۔سوائے اسکے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق علمائے امت بجائے کرامات کے اپنی شخصیت اور کردار پیش کریں گے۔حضور صلے اللہ علیہ وسلم کیلئے معجزات و کرامات لازم نہیں۔کیونکہ آپؐ کی ذات معرفت میں شامل ہے۔کہ انسان کو آپؐ کی معرفت حاصل کرنی ہے۔البتہ مقام نبوت و رسالت میں۔جبکہ آپؐ کو جسمانی حیثیت میں۔نبی و رسول بنا کر بھیجا گیا ــــ اسلئے آپؐ کی نبوت و شخصیت کو تسلیم کرنے کیلئے بھی معجزہ شرط تھا۔مگر آپ کیلئے۔ناسوتی کمالات مقرر نہیں کیئے گئے۔بلکہ معجزات سے ماسویٰ۔آپکے ذاتی کردار و عمل کو نبی و رسول کی شخصیت کے تسلیم کیلئے مقرر کیا گیا۔چنانچہ آپؐ کے کردار پر ہی آپؐ کو صادق و امین کی حیثیت میں تسلیم کیا گیا۔لہٰذا۔آپؐ کی امت کیلئے بھی۔ناسوتی کمالات بطور معجزہ و کرامت شرط نہیں۔سوائے ذاتی کردار و عمل سے امین و صادق ہونا شرط ہے ــــ ناسوتی کمالات ثانوی حیثیت رکھتے ہیں۔اصل شے ملکوتی کمالات ہیں۔معرفت اسرار الٰہی۔معرفتِ ذات الٰہی ــــ یہی وجہ ہے کہ ولی ــــ اور ولایت کیلئے کرامات

کی اہمیت نہیں۔ناسوتی کمالات۔ولایت کی سند نہیں۔کیونکہ ان کمالات کا تعلق روح حیوانی سے ہے۔جسکے لئے دین میں داخل ہونا شرط نہیں۔غیر دین والا بھی۔اپنی روح حیوانی سے ایسے کمالات کرسکتا ہے ــــ اسلئے ایسےؒ صاحب کرامت شخص کو ولی نہیں کہا جاسکتا۔یہ اسلئے بھی۔کہ گزشتہ زمانوں میں۔زمانہ اورلوگوں کے عقلی عروج کے مطابق ایسی ہی کرامات کی ضرورت تھی۔مگر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی امت میں ایسے کمالات کی نہ ضرورت ہے۔نہ وقت۔کیونکہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے دین میں اسکی گنجائش نہیں۔جبکہ زمانہ میں تا قیامت انسانی عقول کائنات کی تحقیق میں بے انتہا عروج پائیں گے ــــ ایسے زمانہ میں سوائے ملکوتی کمالات کے کوئی کرامت انسانی عقول کو عاجز نہیں کرسکیں گے۔کہ انہیں ملکوتی کرامات سے عاجز کیا جائے۔جسکے لئے ایک ولی ذاتی کردار و عمل سے اپنی شخصیت تسلیم کراتا ہے۔سوعرض یہ ہے۔کہ فقیری میں۔ناسوتی کمالات نہ شرط ہیں نہ لازم۔لیکن اسکا یہ مطلب نہیں۔کہ ولی کو ناسوتی کمالات حاصل نہیں ــــ نہیں بلکہ وہ ناسوتی کمالات پر قدرت رکھتا ہے ــــ مگر یہ کمالات تو شخصیت کے تسلیم کیلئے ہیں۔امتِ محمدیؐ کے ولی کو ایسی کرامات سے شخصیت تسلیم کرانا جائز نہیں۔اسلئے ضروری نہیں کہ ولی کیلئے ضروری ہو۔کہ وہ بیمار اچھا کرے۔ہوا میں اڑے۔مردے زندہ کرے۔سوائے اسکے کہ دین محمدی صلے اللہ علیہ وسلم کی اشاعت سے لوگوں کو معرفت عطا کرے۔

قبلہ وکعبہ محمد نورالدین اویسیؒ نے مروج اور روایتی ڈگر سے ہٹ کر حقیقی اور اصلی طریق تبلیغ کے ذریعہ مشن رشد وہدایت کو جاری کیا ــــ آپ عام لوگوں کی طرح محنت ومزدوری کرتے۔راہ چلتے عام سادہ لوگوں میں گھل مل کر چلتے۔آپ کا لباس عام لوگوں اور مزدوروں جیسا ہوتا۔آپ کے لباس۔نشست و برخاست۔چلنے پھرنے سے کوئی علامتِ فقر ظاہر نہ ہوتی ــــ لیکن جو شخص تھوڑی دیر آپکی مجلس میں بیٹھتا۔وہ آپکو سمجھ جاتا۔اور ایسا سمجھ جاتا۔کہ غلام بن کر ہی اٹھتا۔قبلہ وکعبہ محمد نورالدین اویسیؒ نے کبھی فقر کا پراپیگنڈہ یا پرچار نہیں کیا ــــ بلکہ آپ فرماتے کہ حقیقتاً یہ اجرائے حقیقت کا ایک خاص اصول ہے۔کہ شریعت وطریقت کے اجرأ کے لئے نہ کسی مظاہرہ کی ضرورت

ہے۔ نہ مجمع کی ضرورت ہے۔ نہ ہی ڈھول قوالی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسکے لئے ایک مبلغ کے ذاتی کردار کی ضرورت ہے۔

مشک آنست کہ خود بہ بوید نہ کہ عطار بہ گوید

عطر وہ ہوتا ہے جو خود خوشبو دے۔ نہ کہ عطار کو اُسکی خوبی بیان کرنے کی ضرورت ہو۔

ایک ولی عالم و مبلغ کیلئے ضروری ہے۔ کہ اس قرآنی آیت کا حامل ہو۔ هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۔(پارہ ۲۸ سورۃ ۶۲ آیت ۲) وہ اللہ ہے۔ جس نے اٹھایا امیوں میں سے ایک رسول انہیں (کی قوم) میں سے۔ جو پڑھتا ہے ان پر میری آیتیں اور تزکیہ کرتا ہے انکا اور علم دیتا ہے کتاب (قرآن) کا اور (قرآن کی) پوشیدہ کیفیتوں کا۔ ایک عالمِ شریعت و طریقت کیلئے لازم ہے کہ وہ خود کامل و اکمل صاحب شریعت ہو۔ کامل شریعت سے مراد۔ متقی ہو۔ یعنی محنت و مزدوری سے رزق حلال کھانے والا۔ سچائی پر چلنے والا۔ راتوں کو جاگنے والا۔ روزہ رکھنے والا۔ تا کہ اسکا جسم مزّکی ہو۔ تزکیہ سے اسے مشاہدۂ حقیقت حاصل ہو۔ عالم قرآن ہو۔ قرآن کے ترجمہ۔ تفسیر۔ معانی۔ اور عربی اصطلاحِ قریش کے تشبیہات۔ استعارات۔ کنایات۔ اور خاص کر عربی قریش کے اُن رواجات سے تواریخی طور واقف ہو جو قریش اور ساکنان عرب کے معمولات میں شامل تھے۔ اسی طرح ایک عالم قرآن کے حقیقی شانِ نزول سے واقف ہو سکتا ہے۔ اسکے ساتھ ہی تزکیہ کا ہونا نہایت ضروری ہے۔ تا کہ قرآن کے مغز پوشیدہ باطن و اسرار کو پا سکے۔ جسے علم و حکمت کہا جاتا ہے۔ یہی قرآن جس میں محکمات یعنی احکام و فرمانِ الٰہی برائے تعمیل درج ہیں۔ اور جس میں متشابہات کیفیاتِ باطنی کے آثار موجود ہیں۔ قرآن کے ان جزوں سے آگاہی پانا اور انکا علم ہونا اصل طریقت ہے۔ ایک عالم کو ان تمام جزئیات سے آگاہ ہونا ضروری ہے۔ انہی خوبیوں کے ساتھ ایک عالم کو طالبان حقیقت کی رہنمائی کرنی ہے۔ وہ قرآن کے علم کو جان کر طالبانِ حق کو قرآن کی حقیقت سے ظاہراً بھی آگاہ کرے۔ خود تزکیہ سے اسے قوتِ مشاہدہ حاصل ہو اور طالبانِ حق کا بھی تزکیہ کر سکتا ہو۔ تا کہ طالبانِ حق کو بھی اسرار و

معارف قرآن سے بالمشاہدہ آگاہ کر سکے۔ایسا ہی عالم فقیہہ کہلاتا ہے۔ جو مشاہدۂ قلبی کے ساتھ قرآنِ کی تفسیر کر سکے ایسا ہی عالم ولی کہلاتا ہے۔ جو بالمشاہدہ قرآنی حکمت وعلم کی آگاہی طالبانِ حقیقت کو کرا سکے۔ایسے ہی عالم کا کردار ایک روشن شمع کی طرح ظاہر ہوتا ہے۔ کہ وہ اخلاقِ محمدیؐ کا متصف ہو۔حسنِ اخلاق ۔سادہ زندگی اور علمِ لدُنی ــــ اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں مبلغین اسلام نے کوئی نمائش نہیں کی۔کوئی مجلس مقرر نہیں کی۔انکی تبلیغ کی ابتدا انکے ذاتی کردار سے ہوئی۔کسی ملک میں جاتے تھے۔نماز پڑھتے تھے۔لوگ نماز کی ادا۔عاجزی کا نمونہ۔استغراق کا نمونہ۔غلامی کی ادا۔دیکھ کر حیرت میں آتے۔اور دل میں ملنے کی خواہش ہوتی۔تو ایک بااخلاق، ہنس مکھ چہرے کو دیکھ کر گرویدہ ہو جاتے۔اور پوچھتے کہ یہ تم کیا کرتے ہو ــــ؟ آجکل ہر شخص نماز پڑھتا ہے لیکن کسی شخص میں اگرچہ وہ مسلمان ہی ہے نماز پڑھنے کی تحریک پیدا نہیں ہوتی۔ بلکہ برعکس اسکے کسی کے کردار بد کی وجہ سے لوگ ایسے شخص کی عبادت سے متنفر ہو جاتے ہیں۔عالمِ اسلام کا اُٹھنا بیٹھنا۔عام بات چیت بھی ایک تبلیغ کا کام دیتی تھی۔لوگ ایسے بااخلاق شخص کے قریب ہو جاتے اور اسکا کلام سنتے تو ناپسندیدہ خواہشات ونظریات کو بھی حسنِ خلق کے اثر سے ترک کر کے اسلام میں داخل ہوتے ــــ اسی طرح سے اجرائے دین ہوتا رہا ــــ یہی طریق سنت ہے۔ کیونکہ اس طریق میں ایک صاحبِ علم کے پاس سچا دین۔سچا عمل ہے۔ حقیقت کا پرچار کرنے کیلئے نمائش کی ضرورت نہیں۔حقیقت خود بخود طالبِ حق کے دل پر اثر کر جاتی ہے۔دوسرے ایک ولی کی ولایت کا مظاہرہ اسکے مریدوں سے ہوتا ہے۔ یہ امر ضروری ہے۔ کہ ایک ولی کی ولایت کے دعوے کی تصدیق کیلئے۔ اسکے مریدوں میں ایسے لوگ پائے جائیں۔ جو اس کے دعوے کے مظہر ہوں۔طریقت میں ایک ولی کا اکمل ہونا ضروری ہے۔

جیسا کہ قبل ازیں بھی بیان کیا جا چکا ہے کہ طریقت میں ولایت کے تین مدارج ہیں۔(۱) ولی کامل (۲) ولی مکمل (۳) ولی اکمل ۔قبلہ وکعبہ محمد نورالدین اویسیؒ نے انکی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ ولی کامل وہ شخص ہے۔ جو طریقت کے اصول کے مطابق اجلاسِ محمدیؐ میں داخل ہو کر حضور

صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہو ـــــ اول اجلاس محمدیؐ۔ جو کہ روضہ مدینہ منورہ کے باطن میں دکھائی دیتا ہے عالمِ ملکوت کا ابتدائی باب ہے۔ بغیر عالم ملکوت میں داخل ہونے کے ایک شخص ولی نہیں کہلا سکتا۔ فقرأ نے ان مراتب میں بعض مقامات بتائے ہیں۔ جن میں فقر کی ابتدا عالمِ ناسوت سے ہوتی ہے۔ عالمِ ناسوت مادی عالم ہے۔ اسکی اصل عالمِ ناس۔ یعنی لوگوں کا عالم ہے۔ یہ عالم دنیا سے شروع ہوتا ہے یعنی اس دنیا میں بھی ایک باطنی عالم ہے۔ باطن میں ہونے کی وجہ سے یہ عالم روحانی کیفیت میں پایا جاتا ہے۔ جب ایک طالب معرفت کی طرف قدم اٹھاتا ہے تو اسے پہلے قدم پر عالم ناسوت کی منزلیں طے کرنی پڑتی ہیں۔ عالم ناسوت کی اکتالیس منزلیں علماء طریقت نے بتائی ہیں۔ ان منزلوں میں گزرتے وقت ایک طالب عجیب و غریب نورانی مناظر و کیفیات مشاہدہ کرتا ہے۔ ان مقامات میں گزرنے والا صاحب کرامت ہو جاتا ہے۔ دل کی باتیں۔ زمین کے خزانے۔ قبروں کے حالات اور زمانے کے ماضی حال و مستقبل کی آگاہی ہو جاتی ہے۔ ایسا شخص۔ بیماروں کو اچھا کر دیتا ہے۔ پتھر کو سونا بنا دیتا ہے۔ بہتے دریا کو روک دیتا ہے۔ بارش برساتا ہے۔ پہاڑ اکھاڑ سکتا ہے۔ مردہ زندہ کر سکتا ہے۔ لیکن عالم ناسوت کا یہ مقام ولایت میں شامل نہیں۔ کیونکہ ان مقامات میں ایک غیر مذہب انسان بھی صرف تزکیہ نفس کے ساتھ جا سکتا ہے۔ ایک شریعت کی پابندی نہ کرنے والا انسان بھی ان منازل کو صرف تزکیہ نفس سے مشاہدہ کر سکتا ہے اور ایسی کرامات کر سکتا ہے۔ یہ مقامات ولایت میں شامل نہیں۔ اکتالیس منزلیں طے کرنے کے بعد عالمِ ملکوت شروع ہوتا ہے۔ عالم ملکوت ایک ملکوتی عالم ہے۔ جسکا دنیا سے کچھ تعلق نہیں ـــــ عالم ناسوت میں انسان کی روح حیوانی پرواز کرتی ہے۔ روح حیوانی عالمِ ملکوت میں داخل نہیں ہو سکتی۔ اسلئے ایسا صاحبِ کرامت انسان عالم ملکوت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ اور جب تک عالم ملکوت میں داخل نہ ہو۔ زیارتِ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حاصل نہیں ہوتی۔ عالم ملکوت میں روح رحمانی داخل ہوتی ہے۔ روح رحمانی سے داخل ہونے کیلئے شریعت کی پابندی ضروری شرط ہے۔ جب تک شریعت کی پابندی کے ساتھ طریقت کا عمل نہ کیا جائے عالم ملکوت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ ایسے ہی شخص کو جو عالمِ ملکوت میں

داخل ہو کر زیارتِ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہو ولی کامل کہلاتا ہے۔ دوسرا درجہ ولی مکمل کا ہے۔ عالمِ ملکوت طے کرنے کے بعد عالم جبروت یا عالم جبرائیل۔ ملائکہ مقربین کا عالم ہے۔ اس عالم میں ذات باری کے صفاتی انوار ہیں۔ اس عالم کو طے کرنے کے ساتھ ایک طالب عالمِ لاہوت میں داخل ہو جاتا ہے۔ یہ عالم ذاتِ الٰہی کے حقیقی نور کا عالم ہے۔ جہاں ذات الٰہی کا مشاہدہ ہو جاتا ہے۔ اسلئے ولی مکمل وہ شخص ہے جسے ذاتِ الٰہی کا قرب و معرفت حاصل ہو۔ یہ دونوں (ولی کامل۔ ولی مکمل) بیعت کرنے کے مجاز نہیں۔ اسکی وجہ یہ ہے۔ کہ یہ ولی کسی دوسرے کو معرفت میں کامل نہیں کر سکتے۔ خود مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ مگر دوسروں کو مرتبہ نہیں دے سکتے۔ تیسرے درجہ کا ولی۔ ولی اکمل ہوتا ہے۔ ولی اکمل ذات الٰہی کی معرفت میں تمام اسرار و آثار اور آداب طریقت سے عالمانہ حیثیت میں آگاہ ہوتا ہے۔ خود مشاہدۂ ذات الٰہی کا حامل ہے اور دوسرے کو بھی معرفت میں مقصود تک پہنچا سکتا ہے یہی شخص ولایت کا دعویٰ کر سکتا ہے۔ جو دوسرے کو معرفت میں کامل کر سکے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ دعوے کی دلیل میں کسی دوسرے کو بطور دلیل ولی مکمل یا ولی کامل کی صورت میں پیش کرے۔ اسلئے ایک ولی کے مریدوں میں بطورِ دلیل ولی کامل یا ولی مکمل ہوں۔ ایک ولی اپنی ذات سے سوائے اس کے کوئی اور دلیل نہیں دے سکتا کہ اسکے مرید تصدیق و شہادت پیش کریں کہ ہمیں زیارت رسولؐ یا عرفانِ الٰہی حاصل ہے۔ اسطرح ایک ولی اکمل کی صداقت اسکے مرید سے ہو سکتی ہے۔ عام حالتوں میں دیکھا گیا ہے کہ ایک ناقص فقیر کے مرید ہی اُسے شہرت سے فقیر بناتے ہیں۔ یہ لوگ علم طریقت سے نابلد ہوتے ہیں۔ پیر کی ہر حرکت کو کرامات کی وہمی شکل دیکر کہتے ہیں کہ ہمارا پیر رات کو بیت اللہ میں ہوتا ہے۔ کبھی بستر سے غائب ہو جاتا ہے۔ ہمارے پیر نے ایک بیمار کو اچھا کیا۔ یہ تو قطب اور غوث ہے۔ انکی دانست میں قطب، غوث کا درجہ دینے سے مراد سب سے اونچا ولی ہوتا ہے۔ اسی طرح عالم ناسوت سے گزرنے والے عامل جب کوئی کرامات کریں تو اسے ولی سمجھ کر اسکی پوجا کی جاتی ہے۔ حالانکہ یہ تمام قطعی نامکمل اور ناقص ہوتے ہیں۔

قبلہ و کعبہ محمد :الدینؒ کی ولایت کیلئے کسی دعویٰ کی قطعاً ضرورت نہیں۔ کیونکہ آفتاب آمد

دلیل آفتاب ـــــ حقیقت خود کو منوا لیتی ہے۔ یہ خود کسی کے پاس جاتی نہیں برخلاف اسکے خود حقیقت کی طرف رجوع کیا جاتا ہے ـــــ سلسلہ اویسیہ میں تبلیغ کا کوئی مخصوص طریق واہتمام نہیں بلکہ لوگ خود بخود سلسلہ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اور جب سلسلہ میں داخل ہوتے ہیں۔ تو خود اپنی ذات سے دلیل حاصل کرتے ہیں ـــــ اس سلسلہ میں وہی شامل ہوتا ہے جسکے دل میں خلوص اور حقیقی تڑپ موجود ہوتی ہے۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔ قبلہ وکعبہ محمد نورالدین اویسیؒ نے مروجہ طریقے سے پیری مریدی نہیں کی۔ بلکہ حقیقت کے متلاشی آپ کے کردار وعمل سے متاثر ہو کر مقناطیسی کشش سے آپ کی طرف کھنچے چلے آتے رہے اور آپ انہیں شرابِ معرفت کا وہ جام پلاتے کہ اسکے بعد ابدالآباد تک تشنگی کا تصور تک نہ رہا۔ اور ہمیشہ کیلئے اپنا جسم و روح اسی ساقی کے حوالے کر گئے۔ جو بھی اس مستور و نایاب ہستی سے واقف و فیض یاب ہوا۔ اُس نے متلاشیانِ حق کو اس جود و عطا کے بحرِ بیکراں کی خبر ضرور کی۔ اور اسطرح فیض یابی کا یہ سلسلہ رواں دواں رہا ـــــ لیکن آقائے دو جہاں صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع میں آپ نے ان حضرات کو مرید۔ پیرو کار۔ غلام کبھی خیال تک نہ کیا۔ بلکہ انہیں ''اصحاب'' یا ''دوست'' نہ صرف کہا بلکہ عملی ۱؎ طور پر اس قول کو ثابت بھی کیا۔

۱؎ قبلہ وکعبہ محمد نورالدین اویسیؒ کو احباب (مریدین) سے جو محبت اور شفقت تھی۔ اسکا اظہار آپکے ہر ہر عمل سے ہوتا تھا۔ بطور مثال دو امور ہی اندازہ لگانے کیلئے کافی ہیں۔ آپ انکی چھوٹی سی چھوٹی تکلیف دیکھ کر بے چین ہو جاتے۔ اور تکلیف کے ازالے کیلئے ہر ظاہر طریقہ اپناتے۔ لیکن جب دیکھتے کہ ہر طریقہ غیر موثر ہو رہا ہے۔ تو جیسا کہ گزشتہ بیان کیا جا چکا ہے کہ باطناً انکی مدد فرماتے (اگرچہ انتہائی مصائب اور تکالیف کے باوجود اپنی ذات کیلئے یہ طریقہ نہ اپنایا)۔ اجلاس میں انکے لئے جھگڑتے اور جب مسئلہ کے حل کی کوئی صورت نظر نہ آتی تو کہتے کہ یہ تکلیف اسکے بجائے مجھ پر ڈال دی جائے (فداہ امی وابی)۔ اس سلسلہ میں بطور نمونہ و مثال کئی واقعات بیان کئے جا سکتے ہیں۔ لیکن شاید انکا اظہار مناسب نہ ہو ـــــ دوسرا غور طلب امر یہ ہے کہ اپنے دوستوں سے متعلقہ ہر چیز آپکو انتہائی عزیز ہوتی ـــــ ایک چھوٹی سی بات سے اندازہ لگائیں۔ دوست احباب آپکو خط لکھتے تو آپ ان خطوط کو بمع لفافہ سنبھال کر رکھتے جو کہ دمِ آخریں آپکے پاس محفوظ رہے۔ حالانکہ دوسری طرف مقامِ افسوس ہے کہ قبلہ وکعبہ کے خطوط اکثر احباب اس اہتمام سے محفوظ نہ رکھ سکے۔ جسکا محبت اور ادب متقاضی تھا۔

ملٹری ملازمت بحیثیت سول پینٹر

قبلہ وکعبہ محمد نورالدین اویسیؒ سنت نبوی کی پیروی کرتے ہوئے رزقِ حلال کی تلاش جسکے بارے میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ اَلْکَاسِبُ حَبِیْبُ اللّٰہِ ۔کو عین عبادت سمجھتے تھے۔جیسا کہ گزشتہ بیان کیا جا چکا ہے۔آپ نے پاکستان آکر پینٹنگ کا کام شروع کیا۔آپ کے عمدہ کام۔لگن اور امانت و دیانت کی وجہ سے آپکی بڑی قدر کی جاتی ـــــ کچھ عرصہ بعد آپ نے ۱۴ فروری ۱۹۵۲ء کو فوج میں بحیثیت سول پینٹر ملازمت کر لی۔اور آپکی تعیناتی سٹیشن ورکشاپ ای ایم ای کا کول ہوئی۔اور ۱۹۷۵ء میں ریٹائرمنٹ تک آپ یہاں ہی اپنے فرائض سرانجام دیتے رہے۔

دورانِ ملازمت آپکا واسطہ انواع اقسام کے لوگوں اور آفیسران سے رہا۔ان میں بعض آپکے کام۔فرض شناسی اور کردار و عمل سے متاثر ہوئے۔لیکن کچھ ایسے بھی تھے جنکو آپ کی راست بازی۔راست گفتاری۔عزتِ نفس کی پاسداری اور خوشامد سے دوری پسند نہ تھی ـــــ اس طرح کا ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے۔کیپٹن فتح اللہ آپکے کام اور شخصیت کا بڑا معترف تھا اسکی ٹرانسفر کے بعد اس کی جگہ جو نیا کیپٹن آیا۔وہ آپ سے چڑ گیا۔وجہ وہی جو اوپر بیان کی گئی ہے۔لگائی بجھائی کرنے والے خوشامدیوں نے جلتی پر تیل کا کام کیا ـــــ یہ کیپٹن فطرتاً درشت مزاج تھا۔اُس کو کہا گیا کہ یہ سول پینٹر بڑا ''اکڑ خان'' ہے۔کسی کو کچھ نہیں سمجھتا۔اور فارغ بیٹھا سوچتا یا لکھتا رہتا ہے۔حقیقت یہ تھی کہ آپ اپنا کام بروقت دل لگا کر مکمل کرتے۔صرف دکھانے کیلئے اپنے آپکو مصروف نہ رکھتے۔ اور جب فارغ ہو جاتے۔تو ظاہر ہے۔اپنا وقت ضائع کرنے کی بجائے محبوبِ حقیقی سے لو لگاتے ـــــ اُس کیپٹن نے آپکو تنگ اور زیر کرنے کیلئے گاڑی پر گاڑی پینٹنگ کیلئے بھیجنے کا حکم دیا۔آپ فرماتے کہ میں اسکی آمد تک گاڑی پینٹ کر دیتا۔اور جب وہ آپکو فارغ اور اُسکی آفیسری اور ذات سے لاتعلق اور بے نیاز دیکھتا تو جل بھن جاتا۔اور غصے میں بے تکے سوال کرتا۔کہ فارغ کیوں ہو؟ تو آپ فرماتے پینٹ کر دیا ہے۔وہ کہتا دوسرا کوٹ کرو ـــــ آپ بڑے اطمینان وسکون سے اُسے بتاتے کہ جب پینٹ خشک ہو گا۔تو پھر دوسرا کوٹ کروں گا ـــــ وہ اس معقول جواب پر لا جواب ہو

جاتا۔لیکن وہ مزید چڑ گیا۔اوراوچھے ہتھکنڈوں پراتر آیا۔اور تمام گاڑیوں کو پینٹ کرنے کا نادرشاہی حکم جاری کر دیا۔آپ پراس بات کاذرابرابراثر نہ ہوا۔آپ نے متاثر اور مرعوب ہوئے بغیر کہا۔کہ گاڑیاں پینٹ ہونے سے پہلے صاف ہونا ضروری ہیں۔آپ صاف کرواکے بھیج دیں۔جب تک یہ صاف نہ ہوں گی۔میں پینٹ نہیں کروں گا ــــ چونکہ یہ بات اصولی تھی۔مجبوراً اُس نے یونٹ کے لوگوں کو حکم دیا۔کہ گاڑیاں صاف کر کے فوراً بھیجی جائیں۔اتنی گاڑیاں صاف کرنا خاصا مشکل مسئلہ تھا۔اسکے لئے خاصی بڑی مقدار میں سوڈا کاسٹک اور دوسرے میٹریل اور محنت و وقت کی ضرورت تھی ــــ لیکن وہ اپنی ضد اور انا کی تسکین کیلئے سب کچھ کراتا رہا۔آپ نے فرمایا۔کہ ان ایام میں میں نے روزانہ تین تین گاڑیاں بھی پینٹ کیں۔حالانکہ عام حالات میں ایک دن میں ایک گاڑی بھی مکمل نہ ہوتی [1] ــــ آپ نے فرمایا کہ ان ایام میں کثرتِ کار کی وجہ سے مجھے شدت کا درد ہو گیا۔یہ درد اتنا شدید ہوتا کہ آپ شدتِ درد سے بے ہوش ہو جاتے۔لیکن آپ اپنی دھن کے پکے تھے۔جب آپکو ہوش آتا تو جیسے کچھ ہوا ہی نہیں ہے۔آپ دوبارہ اپنے کام میں جُت جاتے ــــ آپ کو مجبور اور زک کرنے کیلئے سب گاڑیاں پینٹ کرنے کیلئے بھیجی ہوئی تھیں۔اسکا لازمی نتیجہ یہ تھا۔کہ یونٹ کو کام کرنے کیلئے گاڑیاں میسر نہ تھیں۔جسکی وجہ سے کیپٹن پر بڑا دباؤ تھا ــــ اُس نے آپکو کہا

---

[1] آپ کی یہ کرامت اس زمانے میں بڑی مشہور ہوئی۔کہ ایک دن آپکو بہت سی گاڑیاں پینٹ کرنے کیلئے کہا گیا۔مقصد یہی تھا کہ چونکہ اتنی گاڑیوں کو پینٹ کرنا ناممکنات میں سے ہے۔اگر آپ انکار کریں گے تو حکم عدولی ہوگی۔اگر آپ گاڑیاں پینٹ کرنا شروع کرتے ہیں تو لازماً پینٹ نہ کر سکیں گے۔تو آپ کو زک اور بے عزت کرنے کا بہانہ میسر آجائے گا۔یعنی ہر دو صورتوں میں آپ بچ نہ سکتے تھے۔مخالفین پلاننگ پر خوش تھے ــــ لیکن صبح آپکے سپرد یہ کام کیا گیا۔اور کچھ عرصہ بعد آپ وہاں ٹہل رہے تھے۔خوشامدیوں اور سازشیوں نے یہ بات متعلقہ آفیسر تک پہنچائی۔لیکن جب وہ سیخ پا ہو کر وہاں پہنچا۔تو وہ اور دیگر لوگ یہ دیکھ کر حیران وششدر ہو گئے۔کہ گاڑیاں سب پینٹ ہو چکی تھیں ــــ لوگوں نے اس بات کو بڑی کرامت سمجھا۔لیکن قبلہ وکعبہ نے ناسوتی کرامات کو زندگی بھر کبھی کوئی اہمیت نہ دی۔اگر اتفاقاً کبھی اسکا آپکی ذات سے اظہار ہو گیا۔تو آپ بات کو بڑی خوبصورتی سے گول کر جاتے ــــ کہ کسی کو اسکا احساس تک نہ ہو۔آپ اکثر فرماتے کہ کرامات اصل میں ملکوتی ہوتی ہیں۔

کہ صفائی کے بغیر پینٹ کر دو۔ لیکن آپ نے ایسا کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ جب اُس نے زیادہ زور دیا۔ تو چونکہ یہ بات اصول اور طریق کار کے خلاف تھی۔ اسلئے آپ نے کہا کہ میری رپورٹ کر دو۔ میں صفائی کے بغیر پینٹ نہیں کروں گا ـــــ وہ مجبور ہو گیا ـــــ سابق کیپٹن فتح اللہ کو اسکی ان حرکات کا علم ہوا۔ تو اس نے اسکی ان طفلانہ حرکات پر لعن طعن کی ـــــ اسطرح وہ کچھ نرم پڑا۔ لیکن اُسکے بالکل موم ہو جانے کا واقعہ کچھ یوں ہے ـــــ کہ ایک دفعہ آپ چھٹی پر گھر گئے ہوئے تھے۔ انہی ایام میں "دربار" منعقد ہونا تھا۔ جس میں انڈیا کی ایک جیپ کی نمائش ہونی تھی۔ متعلقہ کمانڈنگ آفیسر نے پالش کیلئے یہ جیپ ورکشاپ میں بھیجی۔ کیپٹن کو پتا تھا۔ کہ یہ کام بطریق احسن صوفی محمد نورالدین صاحب کے علاوہ اور کوئی نہیں کر سکتا۔ مجبوراً آپ کو گھر سے بلا بھیجا۔ آپ نے انکار کر دیا۔ اُس نے ایک صوبیدار کو جو آپکا دوست تھا بھیجا کہ بڑی مجبوری ہے کسی طرح اُس کو منا کر لاؤ۔ صوبیدار جب آیا تو آپ نے پھر انکار کر دیا۔ اُس نے آپ سے التجا کی۔ کہ کیپٹن نے مجھے بھیجا ہے۔ اور میں نے اُس سے وعدہ کیا ہے کہ آپکو لے آؤں گا ـــــ آپ چلے آئے۔ آپ نے بتایا کہ جب میں آیا تو کیپٹن نے جیپ کو پینٹ کرنے کیلئے کہا۔ آپ نے اسے بتایا کہ اس پر اینمل پینٹ ہو گا۔ متعلقہ رنگ کا پینٹ منگوا دیں۔ تا کہ میں کام بروقت مکمل کر کے گھر جا سکوں۔ اُس نے کہا ابھی منگوا دیتا ہوں۔ ٹھیکیدار کے پاس آدمی بھیجا گیا ـــــ آجکل کی تو بات نہیں اُس زمانہ کا تصور کریں ـــــ آپ کو پتا تھا کہ یہ پینٹ ٹھیکیدار کے پاس نہیں ہو گا۔ اسکے لئے اُسے پنڈی آدمی بھیجنا پڑے گا اور پنڈی سے آدمی وقت پر یہ لے کر واپس نہیں آ سکتا ـــــ آپ پینٹ کیلئے زور دے رہے تھے۔ کہ مجھے دیں تا کہ میں اپنا کام مکمل کر کے جا سکوں ـــــ آپ نے بتایا کہ وہ بالکل مجبور ہو گیا۔ وہ بڑا پریشان اور منفعل تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد آتا۔ اور طفل تسلیاں دیتا ـــــ آپ تو صورتِ حال سے واقف تھے ـــــ آپ نے اُسکی پریشانی اور مجبوری کا احساس کرتے ہوئے۔ اپنے پاس جو سامان موجود تھا اُسی سے یہ رنگ تیار کیا۔ اور جو آدمی آپکے ساتھ ہوتا تھا اُسے کہا کہ سامان تیار کرے۔ آپ گاڑی کو گیراج کے ایک کونے میں لے گئے۔ اور اُس کو پینٹ کر دیا ـــــ وہ کیپٹن

پریشانی کے عالم میں آپکے پاس آیا۔اور آپکو تسلی دینے اور مطمئن کرنے کی کوشش کرنے لگا۔کہ پینٹ راولپنڈی سے آرہا ہے۔آپ بے فکر رہیں ـــــ اسی اثنا میں وہ چلتا ہوا۔گاڑی کے پاس گیا ـــــ اور اسے پینٹ شدہ دیکھ کر پہلے ہکا بکا اور پھر انتہائی خوش ہوا۔اور اُسے تحسین وشکر گزاری کیلئے الفاظ نہ مل رہے تھے۔وہ اپنے سابقہ سلوک اور رویہ پر نادم تھا۔آپ نے اُسے بتایا کہ تمہیں مس گائیڈ (ورغلایا گیا) کیا گیا ہے۔اور تم غلط فہمی کا شکار ہو کر چڑ گئے۔اور غصے میں آکر مجھے فوجی گاڑیوں کی پینٹنگ پر لگا دیا۔حالانکہ درجہ اول کا پینٹر ہونے کی وجہ سے میرا یہ کام نہیں تھا ـــــ وہ بڑا شرمندہ تھا۔آپ نے اُسے مزید شرمندگی سے بچانے کیلئے بات کا رخ بدلا۔آپ نے اُسے بتایا کہ تم سمجھتے ہو کہ یہ کام مکمل ہو گیا ہے۔حالانکہ ابھی اس پر Numbering وغیرہ باقی ہے۔اسکے بعد اسکی Show بنے گی۔وہ میٹریل بھی آپ نے تیار کروایا۔اور کام بروقت مکمل کیا۔ابھی تک پینٹ پنڈی سے نہیں آیا تھا ـــــ وہ بڑا خوش ہوا۔اور بڑے عزت واحترام سے آپ سے پیش آیا ـــــ اس طرح پریڈ میں متذکرہ گاڑی بروقت پہنچی۔جسکے چانسز (Chances) بظاہر بہت کم نظر آتے تھے۔اور اُسکی کارکردگی کو متعلقہ کمانڈنگ آفیسر نے بہت سراہا ـــــ

لوگوں میں فطری طور مذہب۔علما اور صاحبِ طریقت حضرات سے عقیدت ہوتی ہے۔ پیشہ ور لوگ اس کمزوری سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔اور انہیں دونوں ہاتھوں سے لوٹتے ہیں۔اور سادہ لوح لوگ یہ سمجھتے ہیں۔کہ سیم وزر اور مختلف طریقوں سے عقیدت کے پھول نچھاور کر کے وہ دنیا اور آخرت کا سودا کر رہے ہیں۔لیکن وہ بے چارے یہ نہیں سمجھتے کہ اس سودے میں انکا تو کچھ فائدہ نہیں۔فائدہ اگر ہے تو ان نام نہاد فقراُ کا جنکی تجوریاں۔بنک بیلنس اور جائیدادیں مریدوں کے خون پسینہ کی کمائی سے بھر اور بڑھ رہی ہیں۔مقامِ افسوس ہے کہ اس معاملے میں لوٹنے والے کو تو خوش ہونا ہی چاہیے تھا۔لٹنے والے کی خوشی بھی دیدنی ہوتی ہے ـــــ

عام لوگوں کی بجائے چونکہ فوجی حضرات دنیاداری کے داؤ پیچ سے اتنے باخبر نہیں ہوتے۔اسلئے آسانی سے ان لوگوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔اس سلسلہ میں یقیناً ایک واقعہ دلچسپی کا

باعث ہوگا ـــــ ایک دفعہ ایک آرمی آفیسر جو کہ اپنے پیر صاحب کا بزعمِ خود خاص الخاص مرید تھا۔اوراس حساب سے فقیری میں اپنے آپکو پہنچا ہوا سمجھتا تھا۔کہ

؎ پہنچا جو آپ تک تو پہنچا خدا کے تئیں معلوم اب ہوا کہ میں بھی بہت دور تھا

وہ ایک دن کاکول ورکشاپ آیا۔اورروحانیت اور تصوف پر گفتگو کرنے لگا۔اُسوقت وہاں انچارج جو کیپٹن صاحب تھے۔وہ آپکی شخصیت سے تھوڑا بہت واقف تھے۔انہوں نے آپ کو بلوا بھیجا۔جب آپ تشریف لائے تو اُن صاحب سے آپکا تعارف کراتے ہوئے کہا۔کہ یہ صوفی صاحب بھی تصوف اور روحانیت سے دلچسپی رکھتے ہیں۔جب گفتگو شروع ہوئی اور آپ نے طریقت۔تصوف اور اسکی حقیقت واصل پر روشنی ڈالی تو وہ مبہوت ہوگیا۔آپ کی گفتگو سنکر اُسکو کچھ کچھ سمجھ آنے لگا۔کہ حقیقتِ تصوف کیا ہے؟اورفقیری اور روحانیت کیا ہے؟اور جسے عام لوگوں کی طرح وہ فقیری اور روحانیت سمجھ رہا تھا۔وہ حقیقت میں سراب ہے ـــــ دورانِ گفتگو آپ کے منہ سے بے ساختہ نکل گیا۔کہ نام نہاد اور پیشہ ور فقرا اور پیروں کی لوگ اسطرح حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔کہ اپنی قیمتی گاڑیاں تک اُنکے حوالے کرآتے ہیں ـــــ اسکے بعد آپ نے اپنے کیپٹن سے چھٹی کیلئے کہا ـــــ اس آفیسر نے کہا کہ میں آپکو چھوڑ آتا ہوں۔آپ نے انکار کیا کہ میں خود چلا جاؤں گا۔لیکن اُسکے اصرار پر آپ کو اسکی بات ماننا پڑی۔راستے میں اُس نے اقرار کیا۔کہ آپ نے جو کچھ کہا ہے وہ سو فیصد سچ ہے۔میری آنکھیں آج کھلی ہیں۔میں اپنی سادہ لوحی۔بے وقوفی اور اندھی عقیدت کی وجہ سے اپنی گاڑی نام نہاد پیر صاحب کو دے آیا تھا ـــــ

ان پیر صاحب کے چار پانچ مشٹنڈے قسم کے مریدان کے کمرے کے باہر ہوتے۔وہ ہر آنے والے سے پوچھتے کہ کیوں آئے ہو؟ ـــ کہاں سے آئے ہو؟ ـــ اور پھر صورتِ حال سے پچھلے دروازے سے اپنے پیر کو باخبر کرآتے (آجکل جدید ایجادات کا سہارا لیا جارہا ہے۔وہ اس سلسلہ میں بڑی سودمند ثابت ہورہی ہیں۔اور سادہ لوح مریدین کو ورطۂ حیرت میں ڈالنے اوراپنی کشف وکرامت کا قائل بلکہ گرویدہ کرنے کیلئے انکا استعمال کیا جارہا ہے)اور جب وہ آدمی اندر

پہنچتا ـــــ اور استغراق میں ڈوبے پیر صاحب کے منہ سے متذکرہ باتوں کا موثر اور متاثر کن لہجہ و زبان میں ذکر سنکر دل و جان اور سیم و زر قربان کرنے کیلئے تیار ہو جاتا۔ یہ صاحب بھی انہی پیر صاحب کے گرویدہ تھے ـــ

قبلہ وکعبہ محمد نورالدین اویسیؒ نے بتایا۔ کہ آپ بھی ایک دفعہ ان پیر صاحب کے پاس گئے۔ وجہ یہ تھی کہ انکا کوئی مرید تھا۔ اُس نے آپکو پیام دیا۔ کہ میرے پیر صاحب سے اسکا جواب لے کر آنا۔ وہ آدمی قبلہ وکعبہ کی شخصیت سے قطعاً بے خبر تھا ـــــ آپ جب اُسکے پیر کے پاس گئے تو موقع محل۔ چہرے مہرے۔ لباس اور اندازِ گفتگو کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اس نے کہا کہ پہلے لوگ غلط کام کرتے ہیں۔ پھر بچاؤ اور اپنی پرموشن کیلئے میرے پاس آجاتے ہیں ـــــ آپ نے مسکراتے ہوئے کہا کہ آپ غلط اندازہ لگا رہے ہیں۔ میرا نہ کوئی مقصد ہے۔ نہ کوئی غلط کام کیا ہے اور نہ پرموشن کا متمنی ہوں۔ صرف آپکے ایک ''مریدِ خاص'' کا پیام ہے۔ میں چونکہ ادھر آرہا تھا۔ اُس نے جواب لانے کیلئے کہا ـــــ اپنی فقیری اور کشف کا وار خطا ہوتے دیکھ کر وہ بڑا شرمندہ ہوا۔ اب اُسکے لئے آپکے ذریعہ اپنے مریدِ خاص کو پیرانہ رعونت اور تحکم والا جوابی پیام پہنچانا مشکل تھا۔ اسلئے کہا آپ جائیں۔ میں بعد میں اسکو جواب دے دوں گا ـــــ

کاکول ورکشاپ میں اس ملازمت کے دوران ایک صوفی منش انسان اور عالم و فاضل کی حیثیت سے آپ کی شہرت اپنے رفقاء کار میں ہو چکی تھی ـــــ اسلئے درخواستیں وغیرہ لکھنے کیلئے آپ سے استدعا کی جاتی اور یہ سمجھا جاتا اور یہ حقیقت بھی تھی کہ آپکے ہاتھوں کی لکھی ہوئی درخواست کبھی بے اثر نہیں ہوتی تھی ـــــ وہاں جو مختلف تقاریب ہوتیں۔ ان میں مقرر حضرات آپ سے تقاریر لکھواتے۔ اور پھر تقاریر کر کے داد و تحسین حاصل کی جاتی ـــــ

اس زمانہ میں کاکول ورکشاپ میں محمد حسین نامی ایک فقیر منش آدمی تھے جو کہ پائپ فٹر کی حیثیت سے وہاں کام کرتے تھے۔ وہ صابریہ سلسلہ کے ایک نہایت اعلیٰ پایہ کے بزرگ تھے۔ لیکن عام لوگوں کی نظر سے مستور تھے۔ ان پر کسی حد تک جذب کا بھی اثر تھا۔ واقفِ حال ہونے کی وجہ

سے وہ آپکا بڑا احترام کرتے۔ اور جب بھی کوئی روحانیت یا شریعت کے بارے میں سوال یا مسئلہ ہوتا تو قبلہ وکعبہ کو وضاحت فرمانے کیلئے کہتے ــــ انکے عقیدت مندوں میں حاجی لعل صاحب اور انکے فرزند صفدر صاحب بھی تھے۔ صفدر صاحب کا محمد حسین صاحب کی وفات کے بعد تعلق قبلہ وکعبہ سے ہوا۔ اور انہوں نے آپ سے فیض کی استدعا کی۔ اور آپکی نظرِ کرم سے نہ صرف وہ خود حضوری فقیر ہوئے۔ بلکہ لاتعداد لوگ انکے ذریعہ آپؒ کے فیض سے مستفید ہو کر حضوری ہوئے جن میں صوبیدار موسیٰ خان صاحب مرحوم ومغفور بھی شامل ہیں۔ دورانِ ملازمت وہ صفدر صاحب کے سینئر تھے۔ ایک دن وہ رات کو گھوم رہے تھے۔ تو انہوں نے انکو جاگتے ہوئے دیکھا۔ جب کچھ وقت کے بعد پھر گزرے تو وہ پھر بھی جاگ رہے تھے۔ موسیٰ صاحب نے پوچھا کہ کیا کر رہے ہو؟ پہلے تو وہ ٹال گئے۔ لیکن اصرار پر بتایا کہ درود اویسی کا ورد کر رہا ہوں۔ نیز اسکی خصوصیت کا بھی بتایا ــــ صوبیدار صاحب کے دل میں بھی تڑپ پیدا ہوئی۔ درود شریف پڑھنا شروع کیا۔ اور بامشاہدہ ہو گئے۔ حالانکہ صفدر صاحب کا مشاہدہ اُس وقت اتنا صاف نہ تھا ــــ قبلہ وکعبہ محمد نور الدین صاحب نے ایک دفعہ صوبیدار موسیٰ صاحب کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ وہ بڑا مومن آدمی تھا ــــ آپکو اپنی موت کا علم ہو چکا تھا۔ کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۔ کی تعمیل میں لبیک کہا اور دار السجن سے رہائی پا کر دار القرار میں اپنے مراتب کی طرف سدھارے۔

قبلہ وکعبہ محمد نور الدین اویسیؒ کی شہرت سینہ بسینہ مخصوص حلقہ میں پہنچ چکی تھی۔ اس لئے واقفِ حال لوگ دنیاوی حاجات کے لئے آپ سے استدعا کرتے۔ محمد اختر صاحب جن کو کاکول ورکشاپ میں آپکے ساتھ تھوڑا عرصہ کام کرنے کا شرف حاصل ہوا اور جو موضع چھنی گلیائی ضلع راولپنڈی کے رہنے والے تھے۔ انہوں نے اس سلسلہ میں ایک واقعہ سنایا کہ ایک دفعہ وہ کوارٹر گارڈ پر تھے کہ انکی رحمدلی اور غلطی سے ایک قیدی بھاگ گیا۔ لازمی بات تھی کہ وہ گرفتار کر لئے گئے۔ کیونکہ جرم نا قابل معافی تھا۔ کورٹ مارشل کا خطرہ سر پر منڈلا رہا تھا۔ وہ بہت گھبرائے ــــ حوالات میں آپؒ کو یاد کیا۔ کہ مجھے بچائیں ــــ اُنکو کیا خبر کہ سمندر سے قطرہ مانگ رہے ہیں ــــ لیکن آپ

نے انکی سادہ لوحی سے صرفِ نظر فرمایا اور انہیں پریشانی اور حوالات سے نجات دلائی ــــ وہ قیدی مظفر آباد لاری اڈے پر برقع پہنے عورتوں کے ساتھ بیٹھا تھا کہ پکڑا گیا ــــ محمد اختر صاحب بعینہٖ یہ کاروائی خواب میں دیکھ رہے تھے۔ کہ الیاس نامی لڑکا اُسکو پکڑ کر لا رہا ہے۔ کوارٹر گارڈ کے سامنے آیا تو اس نے آواز دی کہ قیدی مل گیا ہے۔ تو محمد اختر صاحب کی آنکھ کھل گئی۔ صبح جب انکی پیشی ہوئی۔ تو سزا سے بالکل بچ گئے۔

محمد اختر صاحب نے ایک اور واقعہ سنایا۔ کہ قبلہ وکعبہ گھر سے دوپہر کا کھانا لاتے تھے۔ اختر صاحب میس سے کھانا لیکر آتے تھے۔ اور بریک کے وقت سب اکٹھا کھاتے تھے ــــ انہوں نے کہا کہ ایک دن اتفاقاً آپکا کھانا میں نے چیک کیا۔ تو دال روٹی تھی ــــ جب دوپہر کو کھانا کھانے لگے تو آپ نے اختر صاحب سے کھانے میں شریک ہونے کیلئے کہا۔ انہوں نے کہا آپکے پاس کونسا مرغ پکا ہوا ہے؟ جب محمد نورالدین صاحب نے اصرار کیا۔ تو اختر صاحب کو شامل ہونا پڑا۔ لیکن جب سالن گرم کرنے کے بعد ٹفن کیریئر کا ڈھکنا اٹھایا گیا۔ تو اختر صاحب حیران رہ گئے کہ تھوڑی دیر پہلے جہاں دال دیکھ چکے تھے۔ وہاں مرغ کی ٹانگ انکا منہ چڑا رہی تھی۔ اختر صاحب حیرت اور خوف سے اسکا اظہار بھی نہ کر سکے۔ لیکن آپکی کسی حرکت یا بشرے سے یہ ظاہر تک نہ ہوتا تھا کہ کوئی غیر معمولی بات ہوئی ہے ــــ آپکی عادت شریفہ تھی۔ کہ ناسوتی کرامات کو بالکل اہمیت نہ دیتے تھے۔ بلکہ اگر کبھی اتفاقاً اسکا اظہار ہو بھی جاتا۔ تو اس طرح اسکی جوازیت پیش کرتے کہ یہ واقعہ اسی طرح محسوس ہوتا۔ اور کرامت والا معاملہ گول ہو جاتا۔

آپ کے کاکول ملازمت کے دوران مختلف لوگ آپ سے مستفید ہوئے۔ لیکن اس کا اظہار نہ آپ نے کیا۔ اور نہ ایک پل میں ناسوت کی اکتالیس منازل طے کر کے عالمِ ملکوت میں داخل ہونے والے اشخاص کو اسکی اجازت تھی۔ اس دور میں مستفید ہونے والے لاتعداد اشخاص کے نام گنوائے جا سکتے ہیں۔ جن میں اب بھی چند ایک بقید حیات ہیں۔ لیکن ان میں میجر علی احمد صاحب اور میجر کمال بیگ صاحب جیسی اولوالعزم ہستیاں بھی شامل تھیں۔ جو آج ہم میں ظاہراً موجود نہیں۔

یہ وہ ہستیاں تھیں جو آپکی ایک نگاہِ کیمیا اثر سے دربار رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حضوری ہوئیں۔

دائمی فراق یار اور تقاضائے محبت

محمد نورالدین اویسیؒ اگرچہ باطنی تحریک کے تحت اپنے محبوب سے جدا ہوئے۔ لیکن محبوب کی محبت ـــــ اور سنتِ اویسیؒ کے تحت فراقِ یار کی کسک چبھن ہر ہر پل آپکی مونس ودمساز رہی ـــــ محبت کی کیا حقیقت ہے؟ ـــــ معیارِ محبت کیا ہے؟ اسکی وضاحت حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں فرمادی۔ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ ـــــ اے ایمان والو! تم میں سے کوئی ایمان میں کامل نہیں ہوسکتا۔ جب تک کہ تم محبت نہ کرو۔ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے۔ اپنی اولاد سے زیادہ۔ اپنے ماں باپ سے زیادہ۔ اور تمام بنی نوع انسان اور ہر شے سے زیادہ ـــــ ظاہر ہے "حب" کا مقام ایمان کے مقام سے اعلیٰ ہے ـــــ اس معیار کے مطابق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے حُب کا نمونہ اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے سامنے پیش کیا۔ جس سے تاریخ وسیر کی کتب بھری پڑی ہیں ـــــ اسکی چھوٹی سی جھلک کیلئے بیعت عقبہ ثانی کا واقعہ یاد کیجیے ـــــ مدینہ کے لوگ وفورِ جذبات سے مغلوب ہو کر عرض کرتے ہیں۔ کہ آپؐ مدینہ کی سکونت قبول فرمائیں ـــــ حضرت عباسؓ بھی اس وقت موجود تھے۔ اگرچہ وہ اس وقت دائرۂ اسلام میں داخل نہیں ہوئے تھے۔ انہوں نے مدینہ کے وفد کو اس "دعوت" کی اہمیت کا احساس دلاتے ہوئے فرمایا۔ اے مدینہ والو ! تم کوئی آسان کام نہیں کر رہے۔ اچھی طرح سوچ لو۔ کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو مدینہ آنے کی دعوت دیکر تم موت کو دعوت دیتے ہو ـــــ تم کفار مکہ کے غیض وغضب کو دعوت دیتے ہو ـــــ تم دنیا کی جابر قوتوں کو ظلم وجبر کی دعوت دیتے ہو ـــــ تم دنیا کے مصائب وآلام کو دعوت دیتے ہو ـــــ کیا تم اس پر تیار ہو؟ ـــــ اس پر شمع رسالت کے ان پروانوں نے یک زبان ہو کر کہا۔ ہم حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خاطر اپنی جان۔ اپنی اولاد۔ اپنا سب کچھ آپ پر قربان کر دیں گے ـــــ تو اللہ رب العزت نے اس وعدہ پر اپنی رضا وخوشنودی کا پیغام ایسے لوگوں کو ان الفاظ میں سنایا۔ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ

بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ط يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَ يُقْتَلُوْنَ قف وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ ط وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ط وَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ○ (پارہ۱۱ سورۃ۹ آیت ۱۱۱) تحقیق اللہ نے خرید لی مومنوں سے ان کی جانیں۔ان کے مال بدلے جنت کے۔قتال کرتے ہیں اللہ کی راہ میں۔پس ماریں گےاور مارے جائیں گے۔یہ وعدہ اوپر اللہ کے سچا ہے۔تورات میں بھی۔انجیل میں بھی۔اور قرآن میں بھی۔یہ سچا وعدہ ہے اللہ کا ــــ اور جس نے اپنا وعدہ پورا کیا۔پس خوشخبری ہے۔انکے لئے اللہ کی طرف سے۔جو سودا کیا انہوں نے اللہ اور اسکے رسول سے۔یہ سودا عظیم نفع کا ہے۔لیکن ہے بڑا مشکل اور کٹھن۔

؎ شہادت گاہ الفت میں قدم رکھنا ہے ــــ لوگ آساں سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

یہ سودا پورا کر دکھایا اصحابہ اکرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے۔عاشقانِ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے۔اور اولیائے اکملین نے۔

قبلہ وکعبہ محمد نورالدین اویسیؒ نے بھی یہی تقاضا پورا کیا۔عشق ومحبت مولوی محمد امینؒ قطب الاقطاب ــــ نائب رسولؐ میں۔آپکا ہر ہر سانس اپنے محبوب کی امانت تھی۔اس اعلیٰ وارفع بے مثل عشق کی چھاپ آپکے ہر ہر قول وفعل پر تھی ــــ یکم مئی ۱۹۶۵ء کی آپکی ایک وصیت [۱] سے اس محبت اور فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ جو عشاق کیلئے وصل کی نوید ہے۔کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔آپ رقمطراز ہیں۔

''میرے تمام اثاثہ کے وارث مولوی محمد امین صاحب مرشد من ساکن کاشیراہ کشمیر ہیں۔گھڑی۔سائیکل۔کپڑے۔بندوق وغیرہ۔ان میں سے جو بھی کارآمد ہو۔قبلہ پیر صاحب کیلئے امانت رکھ کرانہیں پہنچائی جائے۔'' محمد نورالدین (۶۵-۵-۱)

عاشق کے پاس نقد وجنس کیا ہوتا ہے اسکا اندازہ تو ہر ایک آدمی کو ہوتا ہی ہے۔لیکن اپنی ذات سے بے نیازی کا اندازہ ۱۵ اکتوبر ۱۹۶۵ء کی ایک وصیت سے لگایا جاسکتا ہے۔آپ رقم (لین

---

[۱] حکمِ خداوندی اور ارشاد نبویؐ کی منشا کے مطابق آپ اکثر وبیشتر اپنی وصیتیں لکھتے رہتے تھے۔

دین) واشیاء کی تفصیل دینے اور قبلہ عالم محمد امین رحمتہ اللہ علیہ تک پہنچانے کے طریق کار بیان کرنے کے بعد ارشاد فرماتے ہیں۔

''بصورت موت سوائے کفن دفن مختصر اور سادہ کے مزید کوئی نذر نیاز نہ دی جائے۔''

محمد نور الدین بقلم خود

قبلہ و کعبہ محمد نور الدین اویسیؒ اس حقیقت سے ظاہراً۔ باطناً قطعاً بے خبر نہ تھے۔ کہ خانگی اور دیگر ذمہ داریوں۔ زمانہ کی ابتلا۔ شدید محنت۔ انتہائی تزکیہ ومجاہدہ۔ سوچ۔ عزیزہ ممتازہ اور راجہ سخی ولایت خانؒ۔ ارسلان خانؒ اور خواجہ عبدالکریمؒ کی ظاہراً جدائی کا صدمہ۔ ان سب باتوں کا قبلہ محمد امین رحمتہ اللہ علیہ کے نحیف جسمِ اقدس پر لازمی اثر ہونا تھا۔ اور اسکا نتیجہ آپ سے پوشیدہ نہ تھا ــــــ آپ نے وہی کیا جس کی ایک عاشق صادق ہی سے توقع ہوسکتی ہے ــــ اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ایک دفعہ آپ نے فرمایا کہ تقریباً ۱۹۶۷ء غالباً حضور کے حج پر تشریف لے جانے سے قبل کا زمانہ تھا۔ ایک رات خواب میں دیکھتا ہوں حضور قبلہ عالم بے حد نحیف محسوس ہوتے ہیں ــــ آپکی قمیض کے بازو پھٹے ہوئے ہیں۔ میں آپ کی حالت دیکھ کر سخت بے چینی محسوس کرتا ہوں۔ اور حضور سے عرض کرتا ہوں کہ حضور آپ میری قمیض پہن لیں۔ یہ قمیض مجھے دیدیں۔ حضور کچھ جواب نہیں دیتے۔'' جواب بھی کیا دیں ــــ یہ محبت وایثار کی انتہا تھی ــــ بے مثل عاشق جو کہ خود محبوب بن جاتا ہے کے اس ایثار کو قبول کرنا تو کجا۔ اسکا تصور کرنا بھی محبوب کیلئے ناممکنات سے تھا ــــ آپ ارشاد فرماتے ہیں۔ ''میں شدتِ غم سے بیدار ہو جاتا ہوں۔ یہ خواب دیکھ کر مجھے مختلف قسم کے تفکرات نے گھیر لیا کہ اللہ کرے حضور خیریت سے ہوں۔ اسی فکر میں حضور کی خدمت میں خط لکھا۔ کافی دیر بعد حضور کا خط ملا۔ خط صاحبزادہ امین الدین کی دستخطی تھا۔ لفافہ پر صاحبزادہ صاحب کے دستخطی سرنامہ دیکھ کر دل دھڑکنے لگا۔ کانپتے ہاتھوں خط کھولا۔ تو اپنے خواب کی تعبیر تحریر تھی۔ کہ حضور قبلہ عالم کے دماغ کی رگ پھٹنے سے آپ پر فالج گرا۔ اور ایک ہفتہ پورا آپ پر بے ہوشی طاری رہی۔ بروقت محبوں کی خدمت سے آپ اس حادثہ سے بچ گئے۔ افسوس ہوا۔ کہ ایسے موقع پر ہم حضور کی خدمت

سے محروم رہے۔ تاہم آپکی حیات اور صحت مندی کی خبر سنکر گونہ تسلی ہوئی۔ اپنے خواب کی یہی تعبیر نکالی۔ کہ حضور کیلئے ہماری قربانی قبول نہ ہوسکی کہ انکی تکلیف ہم پر نازل ہوتی ــــــ"

قرآئن و حالات آنے والے وقت کی خبر دے رہے تھے۔ ظاہری دائمی مفارقت جسکا اعلان اللہ رب العزت نے کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ کے اٹل فارمولا میں کیا ہے۔ کا دھڑ کا لگا ہوا تھا۔ آپ فرماتے ہیں" اور پھر اجل کا وقت آ ہی گیا۔ کہ ہمیں آپکی مفارقت کی دلدوز خبر بھی ملی۔ میں ایک دن سفر سے گھر پہنچا تو دروازہ سے اندر داخل ہوتے ہی حضور کی وفات کی خبر سنائی گئی۔ اچانک خبر سننے سے دماغ شل ہوگیا۔ کچھ سمجھنے سے قاصر رہا۔ ایک آنسو بھی نہ بہا۔ اور آج تک آنکھوں سے آنسو نہیں بہے۔ دل کے آنسو دل ہی میں جذب ہوگئے۔"

قبلہ عالم محمد امین رحمتہ اللہ علیہ کے وصال کی یہ دلدوز خبر جو قبلہ محمد نور الدین اویسیؒ کے قلب و روح پر برق بن کر گری۔ سنکر گم سم ہو جانے کی کیفیت کی وجہ جہاں ایک طرف حادثاتی فراق ــــــ جسکے خاتمہ اور روزِ وصل کی ایک موہوم امید تھی۔ کا دائمی مفارقت میں بدل جانا تھا۔ وہاں آپؒ کے دنیا سے پردہ فرما جانے کے بعد سلسلہ اویسیہ کی ترویج اور فیضِ اویسی کے اجرأ و انصرام کے بارِ گراں کا آپکے کندھوں پر آجانے کا احساس تھا ــــــ لیکن اس بار عظیم اور منصبِ جلیلہ کیلئے تو آپکو ازلی طور پر منتخب کیا گیا تھا ــــــ

محمد ہمایوں کا سلسلہ اویسیہ میں داخل ہونا

محمد ہمایوں صاحب اپنے نوجوانی کے دور میں خاصے لاابالی اور بقول قبلہ و کعبہ "غنڈا ٹائپ آدمی" تھے۔ قبلہ و کعبہ محمد نور الدین اویسیؒ کا ورودِ مسعود ایبٹ آباد میں ہو چکا تھا ــــ آپ فارغ وقت میں کبھی کبھار ایک مولوی صاحب کی دوکان پر جاتے۔ تصوف اور روحانیت سے اسے لگاؤ تھا۔ پیری فقیری کرتا تھا۔ قبلہ پیر صاحب نے فرمایا کہ اُس نے مجھ سے درود شریف لیا۔ لیکن جلد ہی پٹڑی سے اتر گیا۔ وجہ اسکی یہ کہ بچوں کو بٹھا کر توجہ دیتا۔ کہتا کہ فلاں جگہ دیکھو۔ میرا تصور کرو ــــــ بچے ادب اور خوف اور دوسرے ترغیب Suggestion کے زیر اثر ہاں ہوں کرتے۔ اس طرح

نفس کو سر ابھارنے کا موقع مل گیا۔ غلط فہمی کا شکار ہو کر وہ اپنے آپکو کچھ سمجھنے لگا ـــــ محمد ہمایوں صاحب کا اُن سے ربط ضبط ہوا۔ حقیقت کی جستجو اور تڑپ فطری طور تھی۔ مولوی صاحب نے انہیں پاس انفاس کا ذکر بتایا ـــــ وہ قبلہ وکعبہ کی شخصیت وحقیقت سے کسی حد تک واقف تھا۔ جسطرح ہر نقل اور بہروپ اصل سے خوف زدہ اور گریزاں ہوتا ہے۔ یہاں بھی کچھ یہی معاملہ تھا۔ تاریخی واقعہ ہے کہ قریش کے سردار عوام الناس اور خصوصاً باہر سے آنے والے تجار اور زائرین کو آقائے دو جہاں صلے اللہ علیہ وسلم کے بارے میں مطلع کرتے تھے۔ کہ ان سے بچ کر رہنا.... یہی بات اس نے محمد ہمایوں کو قبلہ وکعبہ کے بارے میں بتائی اور تاکید کی کہ ان سے بچ کر رہنا۔ یہ بڑا خطرناک آدمی ہے .....

قبلہ وکعبہ محمد نور الدین اویسیؒ نے بتایا۔ کہ میں دکان پر جاؤں یا کہیں محمد ہمایوں سے راستہ میں مڈبھیڑ ہو۔ تو مجھے گھورے۔ آپ نے فرمایا کہ ایک دو دفعہ تو میں نے توجہ نہ دی۔ کہ یہ اسی قبیل کا آدمی ہے۔ اس سے منہ کیا لگوں ـــــ آپ نے فرمایا کہ جب میں نے محسوس کیا۔ کہ معاملہ عادت اور فطرت سے بڑھ کر ہے ـــــ تو آپ نے اُسے رگیدا اور کہا آئندہ تم میرے معاملات میں دخل نہیں دو گے۔ اور جب میں یہاں ہوں تو تم یہاں نہیں ہو گے ـــــ آپکی شخصیت اور لب ولہجہ سے وہ متاثر ہوا۔ اور کھسکنے ہی میں اس نے عافیت جانی۔

مولوی صاحب نے محمد ہمایوں کو "ذکر" بتایا تھا۔ اس کے نور[1] کا اثر تو لازمی تھا ـــــ

---

[1] قرآن "نور مبین" ہے اسکے ہر لفظ کا ایک نور ہے۔ قبلہ وکعبہ محمد نور الدین اویسیؒ نے فرمایا۔ کہ جب قرآن کا کوئی لفظ پڑھا جاتا ہے۔ تو اسکا نور قلب پر متجلّی ہوتا ہے۔ اسی طرح کلمہ شریف۔ سبحان اللہ ۔ اللہ اکبر ۔ الحمد للہ اور دیگر۔ اور اوراد وا ذکار پڑھنے سے نور قلب پر پڑتا ہے۔ اس نور سے اسکی کثافت دور ہوتی ہے اور اسکو تقویت ملتی ہے۔ اسی طرح روزہ کا بھی نور ہے۔ اس سے بھی قلب کو تقویت ملتی ہے۔ جب قلب قوی ہوگا تو ہمیں انوار نظر آئیں گے۔ مثلاً قرآن پڑھیں گے تو اسکا نور نظر آئے گا۔ اللہ اکبر پڑھیں گے تو اسکا نور مشاہدہ میں آئے گا سبحان ربی الاعلیٰ۔ پڑھیں گے تو اسکا نور نظر آئے گا۔ درود شریف پڑھیں گے تو اسکا نور نظر آئے گا جس میں مشاہدۂ روضہ شریف اور دیدار ہوگا۔ سجدہ کریں گے تو اسکا نور نظر آئے گا۔ علیٰ ہذا القیاس۔ قلب قوی ہونے (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

محمد ہمایوں نے چند ایک کیفیات محسوس کیں۔ایک تو اُسے محسوس ہوتا کہ سور اور دیگر درندے اُسکے جسم سے نکل رہے ہیں اور دوسرا چونکہ اسے لفظ اللّٰہ کا تصور کرنے کیلئے کہا ہوا تھا۔تو جب محمد ہمایوں لفظ اللّٰہ کا تصور کرتا۔تو اُسے ایسا نظر آتا۔کہ اللّٰہ کا لفظ الٹا ہے۔اور الٹا بھی ایسا جیسے رفع حاجت کیلئے کوئی بیٹھا ہوا ہو ـــــ اُس نے ڈرتے ڈرتے اسکا ذکر مولوی صاحب سے کیا۔وہ چونکہ حقیقت سے

(بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ) پر اس نور کے مشاہدہ کی دو صورتیں ہیں ـــــ ایک یہ نور تمثیلی رنگ میں نظر آئے گا۔باغ۔صحرا۔خوبصورت پہاڑ۔وادیاں۔دریا۔گلدستہ۔پھول وغیرہ ان میں اتنی خوبصورتی۔لطافت نظر آئے گی کہ انسان اس میں مدہوش ہو جائیگا۔اور دوسری صورت اگر قلب مزید قوی ہو تو نور اصل شکل میں نظر آتا ہے۔یہ آثار باطنی ہیں۔

اس سلسلہ میں ایک واقعہ صورتِ حال کی وضاحت کے لئے سود مند ہوگا ـــــ اتفاقاً دو آدمی اکٹھے سفر کر رہے تھے۔ایک عالم و فاضل جب کہ دوسرا پھٹے پرانے کپڑوں میں ملبوس فقیر۔اثنائے سفر نماز کا وقت ہوا۔تو عالم صاحب نے سوچا کہ دو آدمی ہیں نماز باجماعت پڑھنی چاہیے ـــــ خیال کیا کہ اگر میں کہتا ہوں کہ میں نماز پڑھاتا ہوں تو یہ بھی ٹھیک نہیں اور اگر اسے نماز پڑھانے کیلئے کہتا ہوں تو اسکے بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں۔کہ میری نماز اسکے پیچھے ہوگی بھی یا نہیں ـــــ آخر بڑی سوچ بچار کے بعد اُس نے اپنے طور پر ایثار کیا اور اُس ہی سے کہا آپ نماز پڑھائیں۔تو اس فقیر نے کہا کہ اچھا اور نماز پڑھانے کیلئے آگے کھڑا ہوگیا ـــــ فقیر نے نماز پڑھانا شروع کی تو ان عالم صاحب نے جو کہ مقتدی تھے ستر دفعہ تسبیح (سبحان ربی العظیم) پڑھی لیکن امام صاحب نے رکوع سے سر نہ اٹھایا۔بڑی دیر کے بعد اُس نے سر اٹھایا۔اسی طرح سجدہ میں مقتدی تسبیح (سبحان ربی الاعلیٰ) پڑھ پڑھ کے تھک گیا۔تو اُس نے سر اٹھایا ـــــ جب نماز سے فارغ ہوئے۔تو ان عالم صاحب نے جل بھن کر اُس فقیر سے پوچھا کہ آپ نے رکوع اور سجدہ میں کتنی کتنی بار تسبیح پڑھی ہے۔امام نے کہا آپ نے کتنی دفعہ پڑھی ہے؟ کہا ستر دفعہ تو شمار کی تھی اس سے اوپر پتا نہیں۔اُس فقیر نے کہا کہ میں نے تو صرف تین بار ہی پڑھی ہے ـــــ انہوں نے زہر خنداں ہو کر پوچھا کسطرح۔اُس فقیر نے بتایا کہ میں نے ایک دفعہ سبحان ربی الاعلیٰ پڑھا۔تو میں اسکے نور کا انتظار کرنے لگا۔جب وہ آیا تو دوسری دفعہ پڑھا ـــــ تو پھر جب اسکا نور آیا تو میں نے سمجھا کہ قبول ہوگئی تو تیسری دفعہ پڑھا ـــــ وہ عالم صاحب جو اپنے علم و فضل پر نازاں تھے۔اس فقیر کی ''حقیقی نماز'' کے بارے میں سنکر دنگ رہ گئے ـــــ کہ ایسا بھی ہوتا ہے زمانہ میں ـــــ مختصراً نور سے قلب کی کثافتیں دور ہوتی ہیں۔جب قلب صاف اور قوی ہوگا۔تو نور کا مشاہدہ ہوگا۔لیکن اگر اتنا صاف نہیں لیکن لطیف ہے تو وہ اسکو محسوس کرتا ہے۔

قطعاً نابلد تھا۔ اسلئے اُس نے نام نہاد پہنچی ہوئی شخصیت کی طرح جذب میں آکر کہا "سوروں سے سور ہی نکلتے ہیں۔ اور کیا نکل سکتا ہے؟" ـــــ محمد ہمایوں اس پر مزید پریشان و پشیمان بلکہ خوفزدہ ہو گیا ـــــ لیکن اُسکی فطری تڑپ اور روحانیت کی لگن اور خصوصاً محمد نور الدین اویسیؒ کی اُس روز کی پُر جلال توجہ ـــــ جب آپ نے اُسکی ناشائستہ حرکات پر اُسکی خبر لی تھی۔ نے اپنا اثر دکھایا ـــــ ایک روز آپ گھر تشریف لے جا رہے تھے۔ آپ نے دیکھا کہ محمد ہمایوں بھی نادم و پشیمان تھوڑے سے فاصلے پر پیچھے پیچھے آرہا ہے۔ گھر پہنچے تو وہ بھی آگیا۔ آپ نے پوچھا کیوں آئے ہو؟ کیا بات ہے؟ ـــــ وہ کیا کہتا۔ سب کچھ تو اُسکے چہرے پر لکھا ہوا تھا ـــــ آپ نے محمد ہمایوں کی دلجوئی فرمائی اور شفقت و محبت کا وہ سلوک کیا کہ وہ بے دام آپکا غلام بن گیا ـــــ اُس نے اپنی سابقہ کیفیات کا اظہار کیا۔ آپ نے اُسے حقیقتِ حال سے مطلع فرماتے ہوئے کہا۔ کہ درود شریف کے انوار ہوتے ہیں۔ نور اور ظلمات اکٹھے نہیں رہ سکتے۔ نور کی آمد سے تمہاری غلاظتیں دور ہو رہی ہیں۔ اور تم تمثیلی رنگ میں انہیں سور۔ کتوں اور گدھوں کی شکل میں دیکھ رہے ہو ـــــ آپ نے اُسے بٹھا کر توجہ دی ـــــ اس کیمیا اثر توجہ سے محمد ہمایوں کی دنیا بدل گئی ـــــ جب وہ آپ سے رخصت ہوا تو اُس ہمایوں میں جو آیا تھا اور اس ہمایوں میں جو جا رہا تھا۔ زمین و آسمان کا فرق تھا ـــــ اُنکا ظاہر و باطن بدل چکا تھا ـــــ اب وہ پہلے والا لا اُبالی۔ جھگڑالو ہمایوں نہ رہا تھا ـــــ وہ پہلے والی باتیں قصۂ پارینہ ہو چکی تھیں ـــــ لیکن اس نئی صورتِ حال سے انکے والد ارسلان خان صاحب بڑے پریشان تھے کہ اسے کیا ہو گیا ہے۔ وہ اب لڑائی جھگڑے اور دیگر معاملات میں میرا ساتھ کیوں نہیں دیتا ـــــ ایک دن یہ تشویش و پریشانی زبان پر آہی گئی ـــــ بیٹے سے اس انقلاب کی وجہ پوچھی۔ تو اُس نے بتایا کہ میں اب "استاداں[1]" کے پاس جاتا ہوں۔ اور انہوں نے ان لغو اور فضول باتوں سے منع فرمایا ہے ـــــ بجائے اسکے کہ وہ خوش ہوتا۔ اور آپؒ کا مرہونِ منت ہوتا کہ آپ نے اسکے نورِ نظر کی حرکات رذیلہ کو بیک نظر ختم کر کے اُسے اعلیٰ و ارفع اخلاق و کردار سے مزین کر کے صراطِ مستقیم پر گامزن کر دیا

---

[1] قبلہ و کعبہ محمد نور الدین اویسیؒ کیلئے محمد ہمایوں کا محبت و عقیدت بھرا القاب۔ خطاب۔

ہے ـــــ وہ بھڑک اٹھا ـــــ اور خاکم بدہن ۔ آپکی ذات کے بارے میں ناجائز کلمات کہے ـــــ محمد ہمایوں اپنے ''استاداں'' کے بارے میں یہ کب برداشت کرسکتا تھا۔ کیونکہ وہ اب اس حقیقت کا شناسا ہو چکا تھا۔ کہ ایمان کا تقاضا ہے کہ ولی اکمل۔ نائب رسولؐ سے والدین۔ اولاد اور دنیا و جہاں کی ہر چیز سے زیادہ محبت رکھی جائے۔ وہ آپکی شان میں نازیبا الفاظ چاہے انکا صدور اسکے باپ ہی کی طرف سے کیوں نہ ہوا ہو کیسے برداشت کرسکتا تھا۔ وہ اپنے والد کو مارنے کو دوڑا۔ اور اُسے زخمی کردیا ـــــ والد نے بڑی مشکل سے اپنی جان چھڑائی ـــــ بعد میں پولیس میں رپورٹ کرائی کہ محمد ہمایوں نے اُسے مارا اور زخمی کیا۔ محمد ہمایوں روپوش ہوگیا۔ آپ کو پتہ چلا تو پیش ہونے کیلئے کہا ـــــ وہ دکان پر جا بیٹھا۔ والد نے دیکھا تو پولیس کو اطلاع دی۔ وہ گرفتار کرکے لے گئے ـــــ دوران انکوائری اُس نے صورت حال بتائی۔ اس پر پولیس نے محمد ہمایوں کے ساتھ انکے والد صاحب کو بھی پکڑ لیا ـــــ بعد میں قبلہ و کعبہ محمد نورالدین اویسیؒ وہاں تشریف لے گئے۔ آپ نے اس بات کو پرکاہ کے برابر بھی اہمیت نہ دی۔ کہ محمد ہمایوں کے والد نے آپ کو برا بھلا کہا ہے۔ بلکہ آپ نے محمد ہمایوں صاحب سے کہا کہ اپنے والد کے پاؤں پکڑو۔ اور معافی مانگو ـــــ محمد ہمایوں صاحب نے سر تسلیم خم کیا۔ اور آپ کے حکم کی تعمیل کی ـــــ ان کے والد صاحب بھی آپ کی شخصیت سے بہت متاثر ہوئے ـــــ وہ اس پر خوش ہوئے اور معاملہ رفع دفع ہوگیا ـــــ اللہ کی شان اور قبلہ و کعبہ کی کرم نوازی کہ جب ارسلان صاحب نے داعی اجل کو لبیک کہا تو ان کو یہ سعادت حاصل ہوئی کہ انکا سر آپؒ کی گود میں تھا۔

محمد ہمایوں صاحب کی دیگر مریدین کی طرح قبلہ و کعبہ نے جس جس انداز سے دستگیری کی۔ اسکے لئے تو ایک دفتر چاہیے۔ بطور مثال صرف ایک چھوٹا سا واقعہ بیان کیا جاتا ہے۔ وہ صوبہ سندھ میں بسلسلہ محنت و مزدوری قیام پذیر تھے۔ قبلہ و کعبہ محمد نورالدین اویسیؒ نے انکی زندگی میں جو انقلاب پیدا کیا تھا۔ اسکا اظہار نہ صرف انکے اخلاق و کردار۔ قول و فعل سے ہوتا تھا۔ بلکہ وہ اپنے دوست۔ احباب کو غلط اور لغو کاموں سے منع کرتے۔ اور حقیقت کی طرف رجوع کرنے کی تلقین

کرتے۔ اگرچہ آپ یہ باتیں واعظانہ ڈگر سے ہٹ کر عام اور عملی طور پر منفرد انداز سے کرتے۔ لیکن یہ سوائے چند ایک کے اکثر کو بے محل اور تلخ محسوس ہوتیں ـــــ شیطانی توجہ کے زیر اثر انہوں نے منصوبہ بنایا۔ کہ کسی نہ کسی طرح اس پارسائی کے پردے کو چاک کیا جائے۔ تا کہ نہ صرف آئے روز کی تنقید و تبلیغ جو کہ انکے نفس کیلئے ایک زبردست تازیانہ تھی سے جان چھوٹے۔ بلکہ انکا یہ دوست جو کہ ان سے لاتعلق ہو گیا تھا۔ دوبارہ انکی محفلوں اور اشغال قبیحہ کا ساجھی بنے ـــــ ایک روز پروگرام کے تحت انکے دوست انہیں ایک ہوٹل میں لے گئے۔ محمد ہمایوں صاحب کو کیا خبر کہ انکے لئے کیا منصوبہ بندی ہوئی ہے۔ وہاں مشروب کیلئے آرڈر دیا گیا۔ بیرا کوکا کولا کی بوتلیں لے آیا۔ انکے دوستوں نے وہاں چونکہ پہلے ساز باز کی ہوئی تھی۔ انکی بوتل میں ''ام الخبائث'' ملائی ہوئی تھی ـــــ انہوں نے ایک گھونٹ بھرا تو ذائقہ کچھ بدلا ہوا پایا۔ تو اسکا اظہار کیا کہ ذائقہ کچھ اور ہے۔ انہوں نے یہ کہہ کر تسلی دی۔ شاید ذرا پرانی ہیں۔ اسکے بعد ایک ایک اور بوتل پی گئی۔ انکی بوتل پھر ویسی ہی تھی۔ لیکن اب چونکہ اثر ہو چکا تھا اسلئے فرق محسوس نہ ہوا ـــــ وہاں سے وہ انکو ایک اور جگہ لے گئے۔ وہاں کھانے کا بندوبست کیا ہوا تھا۔ ''ام الخبائث'' اپنا اثر دکھا رہی تھی۔ ہمایوں صاحب محسوس کر رہے تھے۔ کہ حواس پر ان کی گرفت نہیں۔ لیکن وہ کچھ سمجھنے سے قاصر تھے ـــــ کھانا کھانے کے بعد محمد ہمایوں نے محسوس کیا۔ کہ وہ نشہ میں بالکل بہک گئے ہیں ـــــ انکے ساتھیوں نے ناشائستہ گفتگو اور حرکات کرنی شروع کر دیں۔ محمد ہمایوں نے نادانستہ طور دروازہ جو کہ اندر سے بند تھا کی طرف دیکھا ـــــ دیکھتے ہی اُنکے ہوش اڑ گئے۔ کہ وہاں قبلہ و کعبہ محمد نور الدین اویسیؒ جنہوں نے انکی دنیا و آخرت کی فلاح کا بیڑہ اٹھایا ہوا ہے۔ پُرجلال انداز میں کھڑے دیکھ رہے ہیں۔ محمد ہمایوں صاحب نے کہا کہ خوف سے میرا پیشاب نکل گیا ـــــ میں انکی طرف بھاگا۔ وہ تو غائب ہو گئے۔ لیکن محمد ہمایوں کی آنکھوں سے پردہ ہٹ گیا۔ وہ سراسیمگی میں بھاگتا ہوا دروازہ سے باہر نکلا۔ اور ٹیکسی میں بیٹھ کر اپنے ڈیرے پر آ گیا ـــــ دوسرے دن وہ دونوں دوست انہیں ملے۔ محمد ہمایوں ان کو مارنے کو دوڑا اور لعن طعن کی ـــــ انہوں نے بتایا کہ ہم تو تمہاری پارسائی کا امتحان لینا چاہتے

تھے۔محمد ہمایوں صاحب نے کہا کہ تم نے تو بڑی منصوبہ بندی کی تھی۔لیکن میرا محافظ ونگہبان میرا پیر ہے۔اُس نے مجھے تمہارے شیطانی منصوبہ سے بچالیا ــــــ

محمد ہمایوں صاحب کو قبلہ وکعبہ محمد نور الدین اویسیؒ نے ایک دفعہ کوٹ چاند نہ شریف کسی کام کیلئے بھیجا ــــــ آپ نے سجادہ نشین جناب سید شمس الزمان صاحبؒ کے نام رقعہ لکھا تھا ــــــ محمد ہمایوں صاحب نے بتایا کہ جب وہ پہنچے تو سجادہ نشین صاحب کے پاس خاصے مریدین جن میں علاقہ کے بااثر رؤسا اور خوانین بھی شامل تھے بیٹھے ہوئے تھے۔سید شمس الزمان صاحب کو قبلہ کا سلام اور رقعہ پیش کیا ــــــ انہوں نے رقعہ پڑھا۔اور شفقت اور خوشنودی کا اظہار کیا۔اور کہا کہ تمہارے پیر صاحب نے تمہاری بہت تعریف کی ہے۔اور تمہیں توجہ دینے کیلئے کہا ہے ــــــ رات کو میں تمہیں توجہ دوں گا۔جس سے تمہارا مشاہدہ صاف اور واضح ہو جائے گا ــــــ محمد ہمایوں صاحب نے کہا کہ میں آپکی توجہ نہیں لوں گا ــــــ انہوں نے پوچھا کیوں؟ تو ہمایوں صاحب نے جواب دیا کہ اگر میرا مشاہدہ صاف کرنا ہوگا۔تو میرے پیر صاحب جب چاہیں گے کر دیں گے۔اگر وہ نہیں کرتے تو انکی مرضی ۔معذرت خواہ ہوں میں انکے علاوہ کسی سے توجہ نہیں لے سکتا ــــــ سید شمس الزمان شاہ صاحبؒ اس پر بڑے حیران اور خوش ہوئے۔انہوں نے حاضرین مجلس سے محمد ہمایوں صاحب کی اپنے پیر سے محبت اور ایمان کا تذکرہ کر کے۔انہیں اس مثالی عقیدے اور عقیدت کی پیروی کی ترغیب دی ــــــ محمد ہمایوں صاحب وہاں چند ایک روز رہے ــــــ واپسی پر قبلہ وکعبہ محمد نور الدین اویسیؒ سے صورتِ احوال بیان کرتے ہوئے سید شمس الزمان صاحب سے متذکرہ گفتگو کا بھی ذکر کیا ــــــ آپ نے فرمایا کہ توجہ لے لینی تھی ــــــ انہوں نے کہا۔آپکا در پکڑا ہے۔تو اب کسی اور طرف کیوں دیکھوں؟ ــــــ آپ اس پر بڑے خوش ہوئے ــــــ اور ایک روز جلال میں آکر اپنے ایک مرید شان محمد کو کہا کہ محمد ہمایوں کو پیش کرو کہ اسکا مشاہدہ Clear ہو جائے۔محمد ہمایوں صاحب اس وقت مجلسِ اقدس میں موجود بھی نہیں تھے ــــــ لمحوں میں مشاہدہ صاف ہو گیا ــــــ بات سمجھنے کی ہے۔اس میں کئی اسرار ورموز ہیں ــــــ محمد ہمایوں صاحب بفضل خدا بقید حیات ہیں۔اور قبلہ وکعبہ

محمد نورالدین اویسیؒ کے ایبٹ آباد میں اولین مریدین میں سے ہیں۔اللہ تعالیٰ انکی عمراور مراتب میں اضافہ کرے۔آمین ثم آمین۔

قاضی محمد بشیرؒ سلسلہ اویسیہ میں

محمد بشیر صاحب گوجرخان کی نواحی بستی ڈلمی کے علمی وروحانی قاضی خاندان جو کہ بیول سے آکر یہاں آباد ہوا سے تعلق رکھتے تھے۔یہ خاندان عوام کی دینی اور علمی راہنمائی کا فریضہ سرانجام دے رہا تھا____ اسلئے دین اور روحانیت سے دلچسپی وشغف آپکی گھٹی میں پڑا ہوا تھا۔جوان ہونے پر آپ نے فوج میں ملازمت اختیار کر لی۔فوج کا مجاہدانہ اور تزکیہ بھرا ماحول۔گھر سے دوری نے سونے پرسہاگے کا کام کیا____ دورانِ ملازمت انکو مختلف علاقوں میں جانے کا موقع ملا۔جہاں بھی کسی اہلِ نظر آدمی کا سنتے تو اسکی خدمت میں حاضر ہوتے۔لیکن آپ اندھی تقلید اور عقیدت کے قائل نہ تھے بلکہ عقل وفکر کی برہنہ شمشیر انکے ساتھ ہوتی____ تلاش اور سعیِ مسلسل کے باوجود گوہر مقصود حاصل نہ ہوا____ مظفرآباد قیام کے دوران ایک دفعہ ایک بزرگ ہستی سے ملاقات ہوئی۔تو امید پیدا ہوئی۔کہ شاید سکندر کو آبِ حیات مل گیا۔بشیر صاحب نے خود بتایا۔کہ پانی کے چشمہ کے پاس اُن سے ملاقات ہوئی۔بغل گیر ہوئے۔تو میں اپنے آپ سے بیگانہ ہو گیا____ محمد بشیر صاحب نے بتایا کہ وہ بڑے صاحب توجہ وکشف تھے۔انہوں نے عقیدت ومحبت سے انہیں بیرک میں آنے کی دعوت دی۔جب وہ تشریف لائے۔تو بشیر صاحب نے مدعا بیان کیا۔کہ مجھے حلقہ بیعت میں لیں۔تاکہ قلب ونظر کی تسکین کا سامان ہو____ لیکن انہوں نے بڑے پیار ومحبت سے معذرت کی کہ تمہاری وسعتِ پرواز کیلئے میرے پاس سامان نہیں____ تمہارا حصہ اور فیض ازلی طور پر مختص ہے____ انہوں نے بے قرار ہو کر نشاندہی کیلئے کہا۔انہوں نے صبر کی تلقین کرتے ہوئے بشارت دی کہ انتظار کی مدت ختم ہونے والی ہے۔جب تم یہاں سے ٹرانسفر ہو کر بھمبر کے علاقہ میں جاؤ گے۔تو تم اپنی مراد کو پہنچو گے____ کچھ عرصہ بعد آپ بھمبر ٹرانسفر ہو گئے۔وہاں آنے کے بعد انکا تجسس اور بیقراری انتہاء کو پہنچ گئی____ اسی عالم بے قراری میں قاضی محمد بشیر صاحب نے بتایا۔کہ ایک روز میں

عصر کی نماز پڑھنے کیلئے مصلّے پر کھڑا ہوا۔تو اچانک غنودگی سی چھا گئی ـــــ کیا دیکھتا ہوں کہ تین بزرگ ہستیاں گھوڑوں پر سوار انکے پاس تشریف لاتی ہیں ـــــ یہ سراپا نیاز بن جاتے ہیں۔ان میں سے ایک ہستی ان پر شفقت فرماتی ہے۔جس سے اطمینان وسرور حاصل ہوتا ہے۔وظیفہ کیلئے استدعا کرتے ہیں۔ارشاد ہوتا ہے تم کو بڑی جلدی مل جائے گا ـــــ اچانک غنودگی دور ہو جاتی ہے۔اور وہ اپنے آپکو مصلّے پر پاتے ہیں۔ششدر و حیران رہ جاتے ہیں۔اس سے جہاں ایک طرف اطمینان و تسلی ہوتی ہے وہاں دوسری طرف تمناءِ وصل شدت اختیار کر لیتی ہے ـــــ وہ اپنی اس کیفیت کا اظہار اپنے ایک ساتھی محمد طفیل سے کرتے ہیں۔قاضی محمد بشیر صاحب کو یہ شک تھا کہ یہ آدمی واقفِ حقیقت و حال ہے۔کیونکہ مریض مریض کو پہچانتا ہے۔وہ کافی عرصہ سے یہ بات نوٹ کر رہے تھے۔کہ یہ آدمی اکثر انگلیوں پر کچھ پڑھتا رہتا ہے ـــــ انہوں نے ایک دفعہ زور دیکر اس سے پوچھا۔ تو اُس نے ٹال دیا کہ ڈاکٹر نے مجھے انگلیوں کی ایکسر سائز کیلئے کہا ہے۔جو میں کرتا رہتا ہوں ـــــ انہوں نے محمد طفیل سے اپنی اس کیفیت کا اظہار کیا۔تو اسکی باتوں سے محمد بشیر صاحب نے اندازہ لگایا کہ وہ اس حقیقت کو کچھ جانتا ہے۔لیکن جب انہوں نے اصرار کیا تو وہ ٹال گیا ـــــ قاضی محمد بشیر صاحب کو ٹوہ ہو گئی۔پتہ چلا کہ ایک خاص مختصر حلقہ ہے۔جنکی سربراہی انکا ساتھی محمد طفیل کرتا ہے ـــــ رات کو جب ڈیوٹی آف ہو جاتی ہے تو یہ ایک جگہ اکٹھے ہو جاتے ہیں اور صبح کی اذان تک آنکھیں بند کئے کچھ پڑھتے رہتے ہیں۔اس دوران چند ایک بار وقفہ کرتے ہیں اور چائے وغیرہ پیتے ہیں ـــــ محمد بشیر صاحب بھی چند ایک بار انکی محفل میں شریک ہوئے ـــــ یہ مجبوراً خاموشی سے بیٹھے رہیں۔چائے وغیرہ میں وہ انکو شریک کریں۔لیکن وہ نہ انکو وظیفہ بتائیں ـــــ اور نہ راہنمائی کریں ـــــ انکی آتشِ شوق فزوں سے فزوں تر ہوتی گئی ـــــ ایک روز یہ اپنی انتہا کو پہنچ گئی۔حصولِ وظیفہ کیلئے التجا و آہ زاری کرتے۔یہ نیم بے ہوش ہو کر زمین پر تڑپنے لگے۔تو جب راجہ محمد سرور صاحب آف کسگمہ (جو کہ قبلہ وکعبہ کے انتہائی پیارے مرید تھے۔بلکہ آپؒ اُنکو اپنا دوست فرماتے تھے) نے انہیں اوپر اٹھانا چاہا۔تو قاضی صاحب نے کہا کہ مجھے یہاں ہی پڑا رہنے دیں۔اگر اٹھانا ہے تو پھر

واقفِ حال کریں۔ محمد سرور صاحب نے انہیں اوپر اٹھایا۔ اور انکے کہنے پر محمد طفیل نے آپکو درودِ اویسی دیا ــــ اسطرح سلسلہ اویسیہ کے ماہِ تاباں محمد نورالدین اویسیؒ سے آپکا تعلق ہوا ــــ قاضی صاحب چونکہ پڑھے لکھے آدمی تھے فوراً درود شریف یاد ہوگیا ــــ جمعہ کا روز تھا۔ نمازِ جمعہ ادا کرنے کیلئے قاضی محمد بشیر بھی دیگر ساتھیوں کے ساتھ جامع مسجد کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ میں درود شریف بھی پڑھتے جا رہے تھے۔ ابھی بمشکل چندایک تسبیحات ہی پڑھی ہوں گی۔ کہ راستہ میں نکڑ پر پہنچے۔ جہاں ایک سنار کی دکان تھی ــــ انکی حیرت کی انتہا نہ رہی۔ کہ وہ بازار کی بجائے گنبدِ خضریٰ دیکھ رہے ہیں۔ وہ حیرت چھپا نہ سکے اور نہ صرف بے ساختہ اسکا ذکر اپنے ساتھیوں سے کیا بلکہ مسرت واشتیاق سے رنگ کنٹری بیان کرنی شروع کردی۔ محمد طفیل ساتھ تھے۔ انہوں نے سمجھایا کہ تم اجلاس کی کیفیت دیکھ رہے ہو۔ یہ راز کی بات ہے۔

ع خاصاں دی گل عاماں اگے نئیں مناسب کرنی

اسلیئے اونچی آواز سے اسکا ذکر نہ کرو۔ انکی حیرت ومسرت کی انتہاء نہ رہی ــــ کہ یوں بھی ہوسکتا ہے! ــــ وہ اس حقیقت سے بھی باخبر ہوگئے کہ گھوڑوں پر سوار تین بزرگ ہستیاں جو قبل ازیں انہوں نے سلسلہ میں داخل ہونے سے پہلے دیکھی تھیں وہ جناب حضرت خواجہ اویس قرنیؓ، جناب مولوی محمد امینؒ اور جناب محمد نورالدین اویسیؒ کی تھیں۔

قاضی محمد بشیر صاحب نے بتایا کہ واپسی پر اُسی روز کسی چیز کی تلاش کرتے ہوئے انہوں نے محمد طفیل کا سرہانہ اٹھایا۔ تو اُسکے نیچے ایک خط پڑا ہوا تھا۔ نادانستگی میں اٹھایا۔ تو لفافہ پر قبلہ وکعبہ محمد نورالدین اویسیؒ کا نام لکھا تھا۔ آپکا نام نامی دیکھ کر اگرچہ بات غیر اخلاقی تھی لیکن پڑھنے پر مجبور ہو گئے۔ خط میں محمد طفیل نے قبلہ وکعبہ سے گلے شکوے کیئے تھے کہ مجھے اتنی مدت ہوگئی ہے۔ لیکن مشاہدہ نہیں ہوا ــــ اور قاضی محمد بشیر نے درودِ اویسی پڑھنا ہی شروع کیا ہے۔ اور ابھی مراقبہ بھی نہیں کیا۔ کہ حضوری ہوگیا ــــ محمد بشیر صاحب کو اس حاسدانہ خط پر بڑا غصہ آیا۔ لیکن خط چپکے سے وہاں ہی رکھ دیا ــــ بعد میں قبلہ وکعبہ نے جواباً محمد طفیل کو لکھا کہ محمد بشیر کو اُسکے عشق ومحبت اور اخلاص کی بنا

پر یہ عطا ہوا ہے ـــــ قاضی محمد بشیر صاحب اپنے تجربات کی روشنی میں اکثر یہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ میں یہ مان ہی نہیں سکتا۔ کہ کوئی خلوصِ دل سے درودِ اویسی پڑھے اور اُسے مشاہدہ نہ ہو۔

قاضی محمد بشیر صاحب فوج سے ریٹائرڈ ہونے کے بعد گوجر خان آگئے۔ اور انکی وجہ سے اس علاقہ میں سلسلہ اویسیہ پھیلنا شروع ہوا ـــــ اور محمد خورشید صاحب۔ عبدالخالق صاحب۔ عبدالغفور صاحب۔ راجہ محمد اکبر صاحب اور محمد بشیر صاحب آف بلیک برن جیسی ہستیاں سلسلہ اویسیہ میں داخل ہوئیں ـــــ قبلہ وکعبہ محمد نورالدین اویسیؒ نے قاضی محمد بشیر صاحب کے بارے میں ایک دفعہ بڑا البصیرت افروز اور سبق آموز واقعہ سنایا ـــــ آپ نے فرمایا کہ ایک دفعہ میں اپنے کمرے میں بیٹھا ہوا تھا کہ قاضی محمد بشیر آیا۔ صوفیوں کی طرح پٹکا (صافہ) لپیٹا ہوا تھا۔ میں نے محسوس کیا۔ کہ یہ تو پٹڑی سے اتر رہا ہے اور اصل سے ہٹ کر رہبانیت کی طرف جا رہا ہے ـــــ لیکن آپ خاموش رہے۔ دورانِ گفتگو پوچھنے پر قاضی محمد بشیر صاحب نے بتایا کہ دن کو روزے رکھتا ہوں۔ اور رات شب بیداری کرتا ہوں ـــــ قبلہ وکعبہ کی مہمان نوازی تو مثالی تھی۔ رات کو مرغن اور انواع اقسام کے لذیذ کھانے دسترخوان پر چنے گئے۔ انہوں نے پیٹ بھر کر کھایا عشا کے بعد گفتگو کا سلسلہ شروع ہوا۔ نو بجے محمد بشیر صاحب کی آنکھوں میں خمار آنے لگا۔ وہ خود بھی اس صورتِ حال سے حیران و پریشان تھے۔ بڑی مشکل سے دس بجے تک وقت گزرا۔ اس دوران بار بار نیند کا غلبہ ہو جاتا ـــــ قبلہ وکعبہ نے جب دیکھا کہ اب یہ بہت مجبور ہو گیا ہے۔ تو سونے کی اجازت مرحمت فرمائی ـــــ صبح نماز کیلئے جھنجھوڑ کر قبلہ وکعبہ نے جگایا ـــــ آپ نے فرمایا کہ نماز کا وقت گزر رہا ہے۔ نماز پڑھو ـــــ کسلمندی اور شرمندگی سے اٹھے۔ نماز ادا کی۔ نماز سے فارغ ہو کر جب آپکی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو آپ نے فرمایا۔ تمہارے نفس اور دیگر متعلقین کا تم پر حق ہے ـــــ تم بڑے شب بیدار بنے ہوئے ہو حالانکہ تم نہ ہونے کے برابر کھاتے ہو تمہیں نیند کس طرح آئے۔ آج رات تم نے پیٹ بھر کر کھایا۔ تو تم سے تھوڑے وقت کیلئے جاگنا ناممکن ہو گیا ـــــ آپ نے فرمایا پیٹ بھر کر کھاؤ۔ حقوق و فرائض کو مدِ نظر رکھو۔ پھر جس طرح تم بتاتے ہو اسطرح کی عبادت کرو تو مزا ہے ـــــ آپ نے فرمایا

کہ تم نے یہ شکل و شباہت اور وضع قطع جو بنائی ہے اسکا مدعا و مقصود یہ ہے کہ ایک تو تم بزعم خود بڑے متقی اور پہنچے ہوئے ہو اور دوسرا اسلئے کہ لوگ بھی تمہیں خدا رسیدہ اور برگزیدہ سمجھیں ـــــ آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ "پرنے ورنے" اتارو۔ بلکہ داڑھی بھی منڈوا دو۔ پینٹ بشرٹ پہنو اور اس حالت میں ڈپو پر بیٹھ کر کام کرو ـــــ نفس نے اپنی انانیت کے کچلے جانے کا جب سامان دیکھا تو بلبلا اُٹھا۔ بہانہ بنایا۔ کہ لوگ کیا کہیں گے ـــــ آپ نے فرمایا کہ جو اعتراض کرے اُسے کہنا کہ یہ میرے پیر نے کہا ہے۔ جب وہ یہاں تشریف لائیں گے تو اُن سے پوچھنا ـــــ آپ نے فرمایا کہ میں خود آ کر معترضین کو جواب دوں گا۔ تم بے فکر ہو کر۔ جو میں نے کہا ہے وہ کرو ـــــ

قبلہ و کعبہ محمد نور الدین اویسیؒ احباب کی طبیعتوں کو سمجھ کر جو شدت سے تقویٰ کرنا شروع کرتے انہیں پہلے اشارۃً ۔ کنایۃً سمجھاتے۔ پھر بھی نہ سمجھتے تو حکماً تقویٰ میں شدت سے پابندی سے روکتے۔ بادی النظر میں یہ عجیب محسوس ہوتا ہے کہ کسی شخص کو تزکیہ سے روکا جائے۔ کیونکہ یہ تو طریقت میں قطعاً جائز نہیں ـــــ لیکن یہ اسلئے ضروری تھا۔ کہ انسانی طبیعتوں پر زیادہ بوجھ نہ پڑے اور طبیعت اعتدال پر رہے ـــــ آپ فرماتے کہ ایک شخص کا شریعت کی تابعداری میں شدت سے پابندی کرنے سے (جبکہ اس میں ضبطِ نفس نہ ہو) زعم پیدا ہو کر غرور کی شکل اختیار کر جاتا ہے۔ مثلاً ایک شخص کا تزکیہ کامل نہیں۔ شعوری طور پر پختہ بھی نہیں۔ ایسا شخص اگر داڑھی رکھتا ہے۔ یا رات کو جاگتا ہے۔ یا زیادہ درود پڑھتا ہے۔ تو نفس اور عقل و شعور کی پختگی نہ ہونے کی وجہ سے وہ اپنے آپکو دیکھتا ہے۔ اور اُسے خیال پیدا ہو جاتا ہے۔ کہ اب میری شکل فقیروں جیسی نظر آتی ہے۔ میں رات کو جاگتا ہوں۔ میں زیادہ درود پڑھتا ہوں۔ تو اُس میں اس عبادت سے بڑائی کا احساس ہو جاتا ہے۔ اور اس کے چلنے پھرنے ۔ اٹھنے بیٹھنے میں محسوس ہوتا ہے۔ کہ یہ شخص اپنے آپ کو فقیر سمجھتا ہے۔ وہ اگرچہ فقیر ہی ہو۔ پھر بھی ایسا زعم غرور کی طرف لے جاتا ہے۔ دوسرے فقر میں اپنے آپ کو فقیرانہ لباس میں ظاہر کرنا بھی قلب کی کمزوری اور تنگیٔ قلب کی علامت ہوتی ہے۔ اسلئے ایسے وقت میں ایک فقیر کو اعتدال پر رہنا چاہیے۔ یہ چیز ضبط نفس۔ پختگیٔ عقل و شعور۔ وسعت قلبی کے منافی ہے ـــــ

قبلہ وکعبہ ایسے شخص کو کبر وغرور اور فقیری کے زعم سے محفوظ رکھنے اور اسکی کمزوریوں کے تدارک کیلئے ایسی تدابیر اختیار فرماتے کہ ایک طرف تو وہ زعم اور غرور سے محفوظ رہے اور دوسری طرف اسکے نفس کی انانیت کچلی جائے تاکہ ندامت وشرمندگی میں پڑ کر اپنی ذات کو کمتر وحقیر سمجھنے لگے۔ اور اس میں اسطرح عاجزی وانکساری جو کہ فقر کیلئے انتہائی ضروری ہے پیدا ہو۔

قبلہ وکعبہ محمد نورالدین اویسیؒ قاضی محمد بشیر کی محبت وخلوص سے بڑے خوش تھے۔ ایک دن آپ بڑے خوشگوار موڈ میں تھے۔ موج میں آئے۔ اور ارشاد فرمایا ''بشیر مانگو کیا مانگتے ہو'' ـــــ بشیر صاحب نے عرض کی '' آپ کا عنایت کیا سب کچھ ہے کسی چیز کی ضرورت نہیں'' ـــــ آپ نے جلال میں آکر فرمایا ''نہیں بشیر مانگو'' ـــــ محمد بشیر صاحب نے جب قبلہ وکعبہ کے چہرۂ اقدس کی طرف دیکھا تو اس داتا کے پُر جلال چہرے پر نظر نہیں ٹھہرتی تھی ـــــ سرخ اور دھمکتا ہوا چہرہ۔ سرخ آنکھیں ـــــ قاضی بشیر صاحب نے سمجھا کہ مانگے بغیر چارہ نہیں۔ تو انہوں نے چند لمحے سوچا۔ اور کہا کہ ''سوز'' عطا ہو ـــــ وہ جانتے تھے کہ سوز ہی سب کچھ ہے ـــــ آپ نے چونک کر انکی طرف دیکھا۔ اور کہا کیا مانگتے ہو؟ دنیا وجہاں کے خزانے مانگو! انہوں نے عرض کی بس یہی عطا ہو ـــــ آپ چند لمحے خاموش رہے۔ اور قاضی محمد بشیر صاحب نے جو چاہا انہیں مل گیا ـــــ سوز یونہی تھوڑا آتا ہے! ـــــ قتل کیس میں پھنسے۔ اس سے چھوٹے تو بیماریوں کا حملہ۔ مشاہدہ بند۔ اعزاو اقربا کی طوطا چشمیاں۔ زمانہ کی ستم رسانیاں۔ لیکن بشیر صاحب نے بڑی خوشی سے یہ سب کچھ برداشت کیا ـــــ اور کامیاب وکامران اس جہانِ فانی سے رخصت ہوئے ـــــ اس کشتۂ عشق نے جب داعیٔ اجل کو لبیک کہا ـــــ تو انکی وفات کی خبر محمد خورشید صاحب آف گوجرخان نے قبلہ وکعبہ کو پہنچائی۔ اور آپؒ سے قاضی صاحب کی آخری خواہش اور وصیت کا ذکر کیا کہ میری نماز جنازہ آپ پڑھائیں۔ تاکہ مغفرت کا سامان ہو ـــــ آپ نے یہ سنکر جلال میں آکر فرمایا کہ کیا اُسکو ابھی کسی مزید دعا کی ضرورت ہے! ـــــ انتہائی علیل ہونے کے باوجود آپ قاضی محمد بشیر صاحب کی خواہش کے احترام میں گوجرخان پہنچے ـــــ اس روز نورانی پھوار پڑ رہی تھی ـــــ انتہائی تکلیف۔ ناسازیٔ

طبع اس پر شدید سردی مستزاد ـــــ لیکن آپ نے نہ صرف خود نماز جنازہ پڑھائی بلکہ انکے دفن ہونے تک وہاں موجود رہے ـــــ سچ ہے ایں سعادت بزور بازو نیست۔

ع خدا رحمت کند ایں عاشقِ پاک طینت را

دودھ کے خالی ڈبوں کا قضیہ

راجہ محمد سرور صاحب آف دھماوا کسگمہ (ضلع بھمبر آزاد کشمیر) فوج میں سپلائی میں کوارٹر ماسٹر تھے۔ ساٹھ کے عشرے میں وہ بھمبر تعینات تھے۔ یہاں ہی وہ سلسلہ اویسیہ سے روشناس ہوئے۔ اور انہوں نے درودِ اویسی پڑھنا شروع کیا ـــــ انہی ایام میں وہ ایک کیس میں پھنس گئے۔ ہوا یوں کہ یہ سپلائی کے کوارٹر ماسٹر کی حیثیت سے روزانہ گجرات سے سپلائی لاتے۔ اور پھر مختلف کمپنیوں کے کوارٹر ماسٹر آکر ان سے راشن۔ سپلائی لے جاتے ـــــ اُن دنوں جو خشک دودھ ملتا تھا۔ اُسکے خالی ڈبوں کا کوئی حساب کتاب نہیں رکھا جاتا تھا ـــــ یوں ہی پڑے رہتے تھے ـــــ ایک دن صوبیدار سہراب خان نے ان سے پوچھا کہ تم جب سپلائی لینے جاتے ہو تو تمہارے ساتھ کتنے آدمی ہوتے ہیں ـــــ جب انہوں نے بتایا کہ تقریباً آٹھ نو ہوتے ہیں ـــــ اُس نے کہا یہ دودھ کے خالی ڈبے یہاں سے ان سے لوڈ کرا لینا۔ اور آجکل جہاں نیا ٹول ہے۔ وہاں اُس زمانہ میں لکڑی کا ٹال ہوتا تھا۔ وہاں انکو اَن لوڈ (Unload) کرا دینا ـــــ راجہ محمد سرور صاحب نے حامی بھر لی۔ جہاں آجکل گورنمنٹ کالج ہے وہاں سپلائی ڈپو تھا۔ وہاں سے راشن لانے والی گاڑیوں میں خالی ڈبے لوڈ کئے اور مقررہ جگہ پر اَن لوڈ کر کے یہ سپلائی کی اشیا لانے کیلئے گجرات چلے گئے۔ واپس آئے تو حسبِ معمول کام کا زبردست رش تھا۔ مختلف کمپنیوں کے کوارٹر ماسٹر آئے ہوئے تھے۔ انہیں اشیا Issue کرنے میں لگ گئے۔ اسی اثناء میں ایک آدمی آیا اور انکے متعلقہ کیپٹن کا ایک رقعہ دیا۔ جس پر لکھا ہوا تھا۔

Mr. Sarwar

Report

راجہ محمد سرور صاحب فوراً اُسکے پاس گئے۔ تو اُس نے دودھ کے خالی ڈبوں کے بارے میں پوچھا۔ انکے وہم وگمان میں نہ تھا۔ کہ یہ معاملہ اتنی سنگین صورت اختیار کر جائے گا ـــــ انہوں نے صاف صاف بتا دیا۔ کہ صوبیدار سہراب کے کہنے پر یہاں سے لوڈ کرا کے لکڑی کے ٹول پر Unload کرا دیئے ہیں۔ کیپٹن نے بتایا کہ محمد سرور معاملہ بڑا Serious ہے۔ وہ ڈبے F.I.U والوں نے چھاپہ مار کر موقع پر اپنے قبضہ میں کر لئے ہیں۔ اور یہ معاملہ جی۔ ایچ۔ کیو تک پہنچ گیا ہے ـــــ کیپٹن کے کہنے پر وہ صحیح صورتِ حال کا پتہ کرنے کے لئے لکڑی کے ٹال پر پہنچے۔ تو وہاں ٹھیکیدار نے بتایا کہ تمہارے جانے کے فوراً بعد F.I.U والے آئے اور مجھ سے پوچھ گچھ کی اور ڈبے اٹھا کر لے گئے۔

محمد سرور خان صاحب کا متعلقہ کیپٹن انکی فرض شناسی اور دیانت سے واقف تھا۔ وہ سمجھتا تھا کہ یہ بے قصور ہیں ـــــ سہراب صوبیدار بھی کہہ رہا تھا کہ ڈبے میرے کہنے پر لوڈ کرائے گئے ہیں ـــــ لیکن چونکہ یہ ڈبے محمد سرور صاحب کی زیرنگرانی ـــــ انکی گاڑیوں میں ـــــ انکے آدمیوں کے ذریعہ لوڈ ہوئے ـــــ اور انہی نے لکڑی کے ٹول پر انکو اَن لوڈ کرایا ـــــ یہ تمام حالات وواقعات انکے خلاف جارہے تھے ـــــ اسلئے کیس انکے خلاف سخت سے سخت تر ہوتا گیا ـــــ انکوائری کے سامنے یہ پیش ہوئے۔ انکوائری کے بعد فیصلے کے منتظر تھے ـــــ قرآئن ایسے تھے کہ کورٹ مارشل ہو جائے گا ـــــ راجہ محمد سرور خان صاحب اگرچہ اپنے آپکو بے قصور سمجھتے تھے۔ لیکن حالات وقرآئن دیکھ اور سنکر اور معاملے کی سنگینی اور ذلت آمیز انجام کو محسوس کر کے سخت گھبرا گئے ـــــ انہوں نے دیکھا کہ اب کوئی چارہ نہیں۔ حالات سب انکے خلاف جارہے ہیں ـــــ مایوسی کے اس گھٹاٹوپ اور خوف ناک اندھیرے میں امید کی آخری کرن صرف ایبٹ آباد میں نظر آرہی تھی ـــــ انہوں نے اپنے کیپٹن سے کہا کہ مجھے ایک دو دن کی چھٹی چاہیے ـــــ اُس نے کہا سرور خان ہوش کرو اس Critical Situation میں چھٹی کا تصور تک نہیں کیا جاسکتا ـــــ جب انہوں نے بہت التجا کی تو چونکہ اُسکو ان پر اعتماد تھا۔ کہ آدمی ٹھیک ہیں یہ بھاگ نہیں جائیں گے۔ اُس نے کہا کہ چھٹی تو نہیں

میں اپنے ذاتی Risk پر ایک دن کیلئے تمہیں بھیج دیتا ہوں ـــــ یہ یہاں سے سیدھے ایبٹ آباد پہنچے۔ قبلہ وکعبہ محمد نور الدین اویسیؒ سے صرف غائبانہ تعارف ہی تھا ـــــ جب یہ درِ اقدس پر پہنچے تو پتہ چلا کہ آپ اپنی ڈیوٹی (آپ اسوقت کاکول ورکشاپ میں بحیثیت سول پینٹر ملازمت کے فرائض سرانجام دے رہے تھے) سے واپس نہیں آئے۔ یہ انتظار کرنے لگے۔ اسی اثنا میں آپ تشریف لائے ڈانگری پہنے ہوئے۔ سر پر پی کیپ ـــــ ان پر ولی اللہ کا گمان تک نہ ہوتا تھا ـــــ سلام ودعا کے بعد آپ نے سرور صاحب سے پوچھا۔ کہاں سے آئے ہو؟ ـــــ انہوں نے بتایا کہ بھمبر سے ـــــ آپ نے پوچھا ''سرور ہو؟'' ـــــ یہ سن کر انکو یک گونہ تسلی ہوئی۔ کہ میں بھی کسی شمارے میں ہوں ـــــ عرض کی ''ہاں''۔ قبلہ وکعبہ نے انہیں بٹھایا ـــــ اُس زمانہ میں محمد شریف صاحب کی فیملی بھی ادھر ہی رہتی تھی ـــــ آپ نے اندر کا دروازہ کھٹکھٹایا اور چائے کیلئے کہا ـــــ سرور صاحب تو حالِ دل بتانے کیلئے بے تاب تھے۔ انکی اسوقت جو کیفیت تھی۔ وہ بیان نہیں صرف محسوس کی جاسکتی ہے ـــــ چھوٹتے ہی محمد سرور صاحب نے اپنی ساری کہانی بلا کم وکاست آپکو سنائی۔ قبلہ نے سنکر فرمایا کہ تم بے قصور ہو! ـــــ انہوں نے عرض کی تو پھر پھنس کیوں گیا؟ ـــــ ارشاد ہوا کہ تین چار آدمیوں کا معاملہ ہے۔ اگر تم پر یہ بوجھ نہ آیا۔ تو وہ پھنس جائیں گے۔ اور انکے بچوں کا کوئی پُرسانِ حال نہیں ہے ـــــ سرور صاحب نے غم والم کی تصویر بنے ہوئے امید بھری نظروں سے آپکی طرف دیکھتے ہوئے کہا کہ ''بچے تو میرے بھی ہیں'' ـــــ اسوقت وہ یہ سمجھنے کی Condition ہی میں نہ تھے۔ کہ انکا اور انکے بچوں کی دنیا وآخرت کا پُرسانِ حال انکے سامنے بیٹھا ہے۔ انہیں فکر نہیں ہونی چاہیے ـــــ لیکن بات جب تک حق الیقین تک نہ پہنچے یقین مشکل ہے ـــــ چائے وغیرہ پینے کے بعد آپ سرور صاحب کو باہر کھلی جگہ پر لے گئے ـــــ 3404 کے باہر جہاں آجکل دکانیں اور کوٹھیاں وغیرہ ہیں۔ اُسوقت یہ جگہ کھلی ہوتی تھی ـــــ قبلہ وکعبہ نے پوچھا کہ درود شریف آتا ہے۔ انہوں نے کہا ''ہاں''۔ آپ نے فرمایا آنکھیں بند کرکے پڑھنا شروع کردو اور جو کچھ دیکھو اور میں پوچھوں بتاتے جاؤ ـــــ قبلہ پیر صاحب پوچھتے گئے اور سرور صاحب بتاتے گئے۔ معاملہ جب

Clear ہو گیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ بس کرو ـــــ یہ مطمئن ہو کر واپس بھمبر چلے آئے ـــــ ایف۔ آئی۔ یو۔ والے گھیرا تنگ سے تنگ کر رہے تھے۔ وہ آدمی بھی جنہوں نے ڈبے خریدے تھے گرفتار ہو گئے۔ محمد سرور صاحب کے کیس کے انجام کے بارے میں ہر ایک کو یقین تھا کہ یہ اب کسی حالت میں بھی نہیں بچ سکتے ـــــ آخر فیصلہ کی گھڑی آ پہنچی۔ جی۔ ایچ۔ کیو کی طرف سے آرڈر آ گیا ـــــ سرور صاحب کے متعلقہ کیپٹن نے انہیں بلایا ـــــ بند لفافہ انکی طرف کرتے ہوئے کہا کہ پڑھو اس میں تمہاری کارگزاری کے بارے میں جی۔ ایچ۔ کیو کا فیصلہ ہے ـــــ انہوں نے کہا آپ پڑھیں ـــــ لیکن اُس نے کہا کہ تم خود ہی پڑھو۔ میں یہ المناک خبر تمہیں سنانا نہیں چاہتا ـــــ راجہ محمد سرور صاحب نے دھڑکتے دل کے ساتھ لفافہ چاک کیا ـــــ اُس میں لکھا تھا کہ "ڈبوں کو سٹاک میں رکھنے کا پہلے حکم نہیں تھا۔ یہ چونکہ ابھی جاری ہوا ہے۔ اور چونکہ اسطرح گورنمنٹ کو کوئی نقصان نہیں ہوا۔ اسلئے ان لوگوں کو بری کیا جاتا ہے۔ البتہ ڈسپلنری ایکشن (Disciplinary Action) متعلقہ یونٹ کمانڈر لے سکتا ہے" ـــــ یہ پڑھ کر خوشی سے ان پر سکتہ طاری ہو گیا ـــــ کیپٹن نے پوچھا "کیا لکھا ہے؟"۔ انہوں نے انتہائی خوشی سے کہا "سر مبارک ہو۔ ہم بری ہو گئے"۔ اسکو یقین نہ آیا۔ خود پڑھا اور بے ساختہ کہا۔ "تمہارا پیر بڑا زبردست ہے" ـــــ اُس نے واقعی سچ کہا تھا۔ بلاشبہ سرور صاحب کا پیر بڑا زبردست ہے ـــــ لیکن اسکی زبردستی کا اندازہ وہ جس بات سے لگا رہا تھا ـــــ وہ سرور صاحب کے پیر کے نزدیک قطعاً اہمیت کی حامل نہ تھی ـــــ راجہ محمد سرور صاحب کا ایمان و یقین تو پہلے بھی اپنے پیر پر تھا ہی۔ لیکن اس واقعہ کے بعد اپنا دل و جان انہی کے سپرد کر دیا۔ اور اس ولی اکمل نے انہیں جو کچھ عطا کیا۔ اسکا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے۔ کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ "تم سب میرے مرید اور سرور میرا دوست ہے"۔ (یہ اپنے پیر کا "پیارا اور دوست" ۲۴ ستمبر ۱۹۹۹ء کو اس دارِ فانی سے کوچ کر کے اپنے ملجاو ماویٰ کے پاس چلا گیا) ـــــ اور دنیا و آخرت میں انہیں کہاں سے کہاں پہنچا دیا ـــــ دنیا میں انکو جو خوشحالی۔ آسودہ حالی اور عزت دی۔ اس سے قیاس کیا جاسکتا ہے۔ کہ انکو اور انکی نسبت سے انکے اعزا و اقربا کو کن کن باطنی فیوض و برکات اور

مراتب سے نہ نوازا گیا ہوگا ـــــ

ع حیران ہوں تیرے بحرِ جود و عطا کی طغیانی سے

محترم محمد بشیر صاحب کا سلسلہ اویسیہ کی سعادت سے بہرہ مند ہونا

محمد بشیر صاحب کا گوجر خان کے مردم خیز خطہ جہاں سلسلہ اویسیہ کی بڑی عظیم ہستیاں پیدا ہوئیں سے تعلق ہے۔ آپ متاثرین منگلا ڈیم ہیں۔ اور علاقہ ڈڈیال (ضلع میرپور آزاد کشمیر) سے ہجرت کر کے وہاں گئے ـــــ قبلہ و کعبہ محمد نور الدین اویسیؒ سے انکی ملاقات راولپنڈی میں ہوئی۔ عبدالخالق صاحب اور قاضی محمد بشیر صاحب اگست / ستمبر ۱۹۷۵ء میں راولپنڈی جہاں قبلہ و کعبہ ایبٹ آباد سے تشریف لائے تھے۔ آپکی زیارت کو گئے۔ عبدالخالق صاحب اپنے بھتیجے محمد بشیر کو جو ان دنوں انگلینڈ سے آئے ہوئے تھے اور جنکا قبلہ و کعبہ سے غائبانہ تعارف تھا کو بھی اپنے ساتھ لے گئے ـــــ یہ اتفاقیہ اور پہلی ملاقات اثر کر گئی۔ اگرچہ بظاہر اسکے اثرات مخفی ہی رہے ـــــ اس ملاقات کے کچھ عرصہ بعد دسمبر ۱۹۷۵ء میں قبلہ و کعبہ محمد نور الدین اویسیؒ گوجر خان تشریف لائے۔ ایک روز محمد بشیر صاحب باہر سے گھر آئے۔ تو انہیں گلی ہی میں پتا چلا کہ قبلہ پیر صاحب انکے چچا عبدالخالق صاحب کے گھر جو کہ انکے مکان کے بالکل بالمقابل ہے میں تشریف فرما ہیں۔ مسرت و انبساط سے جب یہ اندر داخل ہوئے تو قبلہ و کعبہ انکے دادا جان جنکی عمر نوے سال کے قریب تھی۔ اور جو بڑے عبادت گزار اور پرہیزگار تھے کی چارپائی پر بیٹھے انکو کوئی وظیفہ بتا رہے تھے ـــــ محمد بشیر صاحب نے شرفِ دست بوسی حاصل کیا ـــــ تھوڑی دیر کے بعد قبلہ پیر صاحب راجہ اکبر خان صاحب کے گھر جو کہ دوسری گلی میں تھا۔ جانے کیلئے عبدالخالق صاحب کے گھر سے نکلے۔ باہر نکلے تو محمد بشیر صاحب نے انجانے جذبہ کے تحت بے ساختہ درخواست کی۔ کہ وہاں جانے سے پہلے آپ ہمارے گھر کو اپنے قدموں سے منور کر جائیں ـــــ آپ انکے گھر تشریف لے گئے۔ عقیدتاً اور حصولِ برکت کیلئے انہوں نے آپکو اپنے سب کمروں میں پھرایا۔ گھر سے نکل کر گلی میں دوبارہ تشریف لائے۔ دیگر احباب بھی ساتھ تھے ـــــ قبلہ و کعبہ محمد نور الدین اویسیؒ نے محمد بشیر صاحب جو کہ نوجوان اور پڑھے

لکھے تھے سے پوچھا کہ کیا پروگرام ہے انگلینڈ جائیں گے یا ادھر ہی رہیں گے۔ انہوں نے بتایا۔ کہ اُدھر ہی جاؤں گا۔ کیونکہ ادھر تو کوئی کام بغیر رشوت کے نہیں ہوتا ــــــ آپ نے زیرِلب مسکراتے ہوئے ارشاد فرمایا ''نہیں! رشوت کے بغیر بھی کچھ کام ہو جاتے ہیں'' ــــــ محمد بشیر صاحب اس اشارہ کو نہ سمجھ سکے ــــــ وہاں سے آپ راجہ محمد اکبر صاحب کے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ محمد بشیر صاحب بھی دیگر احباب کے ہمراہ ساتھ تھے ــــــ وہاں پہنچ کر انہوں نے عرض کی کہ سلسلہ کا وظیفہ عطا ہو۔ آپ نے راجہ اکبر صاحب کے لڑکے کو کاغذ لانے کیلئے کہا۔ آپ نے اپنے دستِ مبارک سے درودِ اویسی۔ اسکے نیچے اسکا ترجمہ۔ پڑھنے کا طریقہ۔ اور ساتھ ہی راجہ محمد رشید صاحب آف دھماوا کسگمہ جو کہ پرانے درود خواں تھے کا کونٹری (انگلینڈ) کا پتا بھی لکھ کر دیا۔ کہ وہاں ان سے ربط رکھنا۔ آپ نے پوچھا کہ عربی پڑھ لیتے ہو۔ انہوں نے جواب دیا ''ہاں'' آپ نے پڑھنے کیلئے کہا۔ اور تین دفعہ درود شریف پڑھایا ــــــ قبلہ وکعبہ نے مزید فرمایا۔ کہ روضہ شریف کا تصور کر کے درود شریف پڑھیں۔ میں روضہ شریف کے پاس موجود ہوں گا۔ اور آپکو اندر لے جاؤں گا ــــــ انسان فطرتاً جلد باز ہے ــــــ محمد بشیر صاحب نے پوچھا کہ گوہر مقصود کو حاصل کرنے میں کتنے دن لگیں گے ــــــ آپ نے فرمایا چالیس روز تک روضہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم کا تصور کر کے درود شریف پڑھیں۔ انہی ایام میں آپکو مشاہدہ ہو جائے[1] گا ــــــ بیعت کا ذکر ہوا تو قبلہ وکعبہ محمد نور الدین اویسیؒ نے ارشاد فرمایا کہ ہمارے پاس کوئی ظاہری رجسٹر نہیں جس میں مریدین کے نام و پتے لکھیں ــــــ ہمارے پاس باطنی رجسٹر ہوتا ہے ــــــ محمد بشیر صاحب نے بتایا کہ میں نے محسوس کیا۔ کہ باطنی رجسٹر منگوا کر میرا نام سلسلہ اویسیہ کے مریدین میں لکھا گیا ــــــ بشیر صاحب تصوف اور اہل تصوف کے بارے میں جو معلومات رکھتے تھے۔ اس سے انہیں اندازہ تھا۔ کہ اہل فقر حضرات

---

[1] اُس زمانہ میں محمد بشیر صاحب برمنگھم (U.K) میں ہوتے تھے۔ اس ملاقات کے تھوڑے دنوں بعد آپ انگلینڈ چلے گئے۔ دو تین ہفتوں کے بعد جسطرح قبلہ وکعبہ نے فرمایا تھا محمد بشیر صاحب نے دیکھا۔ کہ آپ روضہ اطہر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے باہر موجود ہیں۔ اور وہ انکو اندر اجلاسِ محمدیؐ میں لے گئے....

اکثر و بیشتر مصائب والم اور آزمائشوں میں گرفتار رہتے ہیں ـــــ جب انہوں نے قبلہ وکعبہ کو مائل بہ لطف وکرم دیکھا۔ تو اس اندیشہ کا ذکر کرتے ہوئے عرض کی کہ میں ان آزمائش اور تکالیف کا متحمل نہیں ہوسکتا۔ مجھے ان سے بچانا ـــــ آپ نے تسلی اور یقین دلاتے ہوئے فرمایا کہ لَایُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ـــــ راجہ محمد اکبر صاحب کے گھر سے شام کو قبلہ وکعبہ پیر صاحب، قاضی محمد بشیر جو کہ گوجر خان کے نواحی بستی ڈلمی میں رہتے تھے کے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ گوجر خان کے مریدین ۱؎ واحباب آپکو الوداع کہنے کیلئے شہر کے باہر تک آئے ـــــ وہاں آپ نے اچانک بشیر صاحب کو مخاطب کر کے پوچھا کہ ''آپ کا کیا نام ہے؟ انہوں نے عرض کی ''بشیر'' ـــــ آپ نے فرمایا کہ ''ہم آپکو بشارت دیتے ہیں'' ـــــ دوسرے دن آپ ڈلمی سے واپس گوجر خان آئے اور وہاں سے سرائے عالمگیر روانہ ہوگئے ـــــ بعد میں قاضی محمد بشیرؒ جو کہ قبلہ وکعبہ کے مزاج شناس اور طریقت وروحانیت کا بامشاہدہ علم رکھتے تھے نے محمد بشیر صاحب سے استفسار کیا کہ ''آپ نے کیا کیا کہ قبلہ وکعبہ نے آپکو بشارت کی نوید سنائی۔ حالانکہ کسی اور کے بارے میں آپ نے کبھی یہ نہیں فرمایا'' ـــــ محمد بشیر صاحب نے لاعلمی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ مجھے کوئی پتا نہیں۔ اور میں نے کچھ کیا بھی نہیں ـــــ اور یہ تھی بھی حقیقت کہ انہوں نے نہ کچھ کیا تھا۔ اور نہ ہی انہیں کچھ پتا تھا ـــــ انہوں نے بین السطور یہ عرض کی تھی۔ کہ مجھے اتنی بڑی فقیری نہیں چاہیے جس میں مصائب والم ہوں۔ بلکہ واجبی سی چاہیے جس سے صاحبِ نسبت رہوں اور دین ودنیا میں فلاح یاب ہوں ـــــ لیکن عطا کرنے والا اپنی شان کے مطابق عطا کرتا ہے ـــــ شہنشاہ جودوعطا۔ قطب الاقطاب جو کہ تمام خزانوں کا مالک ہوتا ہے۔ نے وہ عطا کر دیا۔ جسکا اس وقت نہ وہ اور نہ ہی کوئی اور اسکا تصور کر سکتا تھا ـــــ اس عظیم عطا کا انکشاف واظہار اسوقت ہوا۔ جب قبلہ وکعبہ محمد نور الدین اویسیؒ نے وصال سے کچھ عرصہ پیشتر محمد بشیر صاحب کو سلسلہ اویسیہ کی خلافت کے منصب جلیلہ پر فائز کیا ـــــ

۱؎ قبلہ وکعبہ مریدین کو مرید نہیں بلکہ دوست اور پیر بھائی کہتے تھے۔ اور اپنی حیات مبارکہ کے ماسوائے چند ایک آخری سالوں کے اپنے آپ کو ''پیر صاحب'' کہلانا پسند نہ فرماتے تھے۔

آپکے ذریعہ لاتعداد بندگان خدا فیضِ اویسیہ سے مستفید ہوئے اور ہوتے رہیں گے۔ اسطرح فیض یافتہ۔ بامشاہدہ اور حضوری ہوکر سلسلہ اویسیہ کی تبلیغ و ترویج اور دعائے اویسی کی تکمیل کا سبب بنتے رہیں گے۔ انشاءاللہ ــــــ زادہ اللّٰہ تعظیماو تکریما۔

افسانہ یا حقیقت

میاں عبدالرحیم بروجن ضلع بھمبر کے رہنے والے تھے۔ ایک علمی گھرانے کے فرد تھے۔ دانہ پانی کھینچ کر انہیں دیارِ فرنگ لے گیا۔ وہاں نیلسن (انگلینڈ) میں مقیم تھے۔ طریقت سے لگاؤ تھا۔ عربی اور فارسی پر چونکہ عبور تھا۔ اسلیئے تصوف کی متعدد کتب کا مطالعہ کیا ہوا تھا ــــــ اور بزعم خود علم شریعت وطریقت کا اپنے کو ماہر سمجھتے تھے ــــــ حسنِ اتفاق سمجھیں کہ انکے ایک عزیز جاوید صاحب کے ہاتھ قبلہ وکعبہ محمد نورالدین اویسیؒ کی تصنیف ''نورالعرفان'' لگی۔ اس نے خود تو یہ نہ پڑھی۔ لیکن اپنے نانا میاں عبدالرحیم صاحب کو انکے علم۔ تصوف اور روحانیت سے دلچسپی اور شغف کے پیش نظر یہ کتاب دی ــــــ انہوں نے حسبِ معمول اسکا مطالعہ شروع کیا ــــــ پڑھتے ہی حیرت میں گم ہو گئے۔ مطالعہ۔ حقیقت کی جستجو میں انکی عمر گزری تھی۔ لیکن اسطرح کے علم سے انہیں پہلے واسطہ نہ پڑا تھا ــــــ اس میں حقیقی طریقت اور روحانیت کی بڑے دلچسپ اور موثر پیرائے میں وضاحت کی گئی تھی۔ کہ فقیری کی ابتدا عالمِ ملکوت سے ہوتی ہے۔ اور عالمِ ملکوت کی پہلی منزل اول اجلاسِ محمدیؐ ہے۔ اور جب تک کوئی شخص اجلاسِ محمدیؐ میں داخل نہ ہو۔ ''ولی'' کہلا نہیں سکتا ــــــ میاں عبدالرحیم صاحب تو ہکا بکا رہ گئے کہ جسکو وہ فقیری کی معراج سمجھتے تھے۔ یعنی کشف۔ بیماروں کو اچھا کرنا۔ دلوں کے بھید بتانا۔ اہل قبور کے حال جاننا۔ طے مقام۔ ہوا میں اڑنا۔ پانی پر چلنا وغیرہ انکا تعلق تو عالمِ ناسوت سے ہے۔ اور انکا صدور تو ایک غیر مسلم سے بھی ہوسکتا ہے ــــــ ولایت کا تعلق تو عالمِ ملکوت سے ہے۔ اور اسکی پہلی منزل اول اجلاسِ محمدیؐ ہے ــــــ جوں جوں کتاب پڑھتے جا رہے تھے۔ انکی حیرت بڑھتی جا رہی تھی ــــــ فقیری کی باتیں جنکو ''راز'' کہا اور سمجھا جاتا تھا۔ انکو بڑے آسان اور عام فہم پیرائے میں بیان کیا گیا ہے ــــــ سلسلہ اویسیہ کی خصوصیات کا بیان تھا۔ جو کہ نا قابلِ یقین

محسوس ہوتا تھا۔ کہ ایک مبتدی درودِ اویسی پڑھتے ہی حضوری یئے اجلاس محمدیؐ ہو جاتا ہے ۱؎ ــــ ''نور العرفان'' میں لاتعداد ایسے واقعات تھے۔ جن میں ایسے ایسے لوگوں کے سلسلہ اویسیہ میں داخل ہوتے ہی حضوری ہونے کا بیان تھا۔ جنکو عام حالات میں مسلمان باور کرنا بھی مشکل تھا ــــ نہ مروجہ تزکیہ ومجاہدہ۔ نہ چلہ کشی نہ فاقہ کشی۔ نہ پرہیز جمالی وجلالی۔ نہ عمامہ نہ چوغہ ــــ عام دنیادار افراد بلکہ بچوں کے مشاہدات ــــ حضوریٔ اجلاس محمدیؐ۔ ناقابل یقین و بیان مراتب جلیلہ سے سرفرازی ــــ عبدالرحیم صاحب تو چکرا گئے۔ علم وعقل نے کہا یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ یہ تو دیومالائی داستانیں ہیں ــــ ''نورالعرفان'' کے گزشتہ ایڈیشن پر کتاب ملنے کیلئے تین پتے مرقوم تھے۔ (۱) محمد نورالدین اویسی 3404 ایبٹ آباد پاکستان (۲) ڈاکٹر محمد رمضان مگرمل باغ سرینگر بھارت (۳) محمد بشیر بلیک برن انگلینڈ ــــ چونکہ میاں عبدالرحیم صاحب انگلینڈ میں مقیم تھے۔ محمد بشیر صاحب سے ان نے رابطہ آسان سمجھا ــــ وہ چونکہ فالج کے مریض تھے اسلئے انہوں نے اپنے نواسے جاوید ہی سے کہا کہ مجھے محمد بشیر صاحب سے ملائیں ــــ وہ انہیں مختلف حیلے بہانوں سے ٹالتا رہا۔ لیکن میاں عبدالرحیم صاحب کا اصرار روز بروز دوچند ہوتا گیا۔ بالآخر جاوید صاحب مجبور ہو گئے۔ بشیر صاحب سے ملے اور اپنے بابا کو لانے کا ٹائم لیا ــــ اور اکتوبر ۱۹۸۳ء کے آخری عشرہ میں وہ محمد بشیر صاحب کے پاس پہنچے ــــ ملاقات پر چھوٹتے ہی عبدالرحیم صاحب نے پوچھا۔ اس کتاب پر جو ''محمد بشیر'' کا نام لکھا ہوا ہے۔ وہ آپ ہی ہیں۔ انہوں نے اثبات میں جواب دیا ــــ عبدالرحیم صاحب کو چونکہ کتاب میں مرقوم واقعات پر یقین ہی نہیں آرہا تھا۔ اسلئے انہوں نے بغیر کسی لحاظ کے پوچھا کہ کتاب میں لکھے گئے واقعات افسانہ ہیں یا حقیقت ــــ محمد بشیر صاحب نے جواب دیا ''حقیقت'' ــــ انہوں نے کہا کہ اسکے لئے ثبوت چاہیے ــــ ثبوت کے بغیر یقین محال ہے ــــ مجھے آپ وظیفہ دیں۔ میں چالیس روز تک پڑھوں گا ــــ سچ اور جھوٹ کا علم ہو جائے گا ــــ جہاں آزمائش اور دعویٰ کی بات آجائے۔ تو سلسلہ اویسیہ میں تو ہتھیلی پر سرسوں جمائی جاتی ہے

۱؎ اگرچہ بعض حالتوں میں قلب کی کمزوری کی وجہ سے وہ اپنی اس کیفیت کا مشاہدہ وقتی طور پر نہیں کرسکتا۔

۔۔۔۔ اور پھر وقت وقت کی بات ہوتی ہے ۔۔۔۔ محمد بشیر صاحب نے جوش میں آکر فرمایا کہ آپ چالیس دن نہیں صرف چودہ دن پڑھیں ۔۔۔۔ حقیقت آشکارا ہو جائے گی ۔۔۔۔ میاں عبدالرحیم صاحب عجب گومگو کی حالت میں تھے۔ یقین نہیں آتا تھا۔ اسی کشمکش میں وہ درودِ اویسی لیکر روانہ ہوئے ۔۔۔۔ بے یقینی کے ساتھ درود شروع کیا ۔۔۔ لیکن محمد بشیر صاحب کے بیان کردہ ایام ہی میں انہوں نے وہ کچھ دیکھ اور پالیا ۔۔۔۔ جسکا مدتوں چلہ کشی اور تزکیہ ومجاہدہ کے بعد بھی تصور محال ہے ۔۔۔۔ شمس نصف النہار کو دیکھ کر انکار کی گنجائش کہاں ۔۔۔۔ اپنی خوش بختی پر نازاں ہوئے ۔۔۔۔ اور ہمیشہ کیلئے غلامی درنورالدین اویسیؒ اختیار کرلی ۔۔۔۔

جنابِ غلام شبیر شاہینؒ کا فیضِ اویسی سے فیضیاب ہونا

غلام شبیر شاہینؒ قبلہ وکعبہ محمد نورالدین اویسیؒ کے خلیفہ اور سلسلہ اویسیہ کے ایک درخشاں ستارے تھے۔ ان کا اپنے پیر سے عشق مثالی تھا۔ وہ فنائے الشیخ [1] کی ایک روشن مثال تھے۔ آپکا مزار

---

[1] قبلہ وکعبہ محمد نورالدین اویسی رحمتہ اللہ علیہ ''فنائے شیخ'' اور ''حُب'' کے فلسفہ کی وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ پیر اکمل سے اپنی محبت وقف کردو۔ تم اس میں گم ہو جاؤ۔ تو ایسے ہوگا جیسے قطرہ سمندر سے ہمکنار ہوا ۔۔۔۔ پھر تمہیں اس سمندر سے کوئی نکال نہیں سکتا ۔۔۔۔ ہاں۔! یہ بتادوں۔ کہ محبت کیا شے ہے ۔۔۔! محبت پیر اکمل سے محبت ۔۔۔! جب پیر اکمل کو دل میں بسایا۔ تو تمہارے دل کا کوئی کونہ ایسا نہ ہو۔ جو نورِ پیر سے خالی رہے ۔۔۔۔ جب کوئی کونہ خالی نہ رہا ۔۔۔۔ تو اس میں کسی خواہش کو داخل ہونے کی گنجائش نہیں۔ جب خواہش باقی نہ رہی۔ تو محبت کے صلہ میں تمہاری کوئی طلب باقی نہ رہیگی ۔۔۔۔ جب طلب باقی نہ رہی۔ تو پھر کیا مانگو گے ۔۔۔۔ کچھ نہیں۔ تمہارا عمل۔ تمہاری محبت۔ بے مقصد ہو جائیگی۔ تمہارے ذہن میں کوئی طلب باقی نہ رہے۔ تم اس سے مشاہدہ ذات الٰہی نہ مانگو ۔۔۔ اگر مانگا تو جانو۔ تمہاری ''حب'' کامل نہیں۔ حُب کرو۔ تو کامل کرو ۔۔۔۔! اس حال میں کہ تم اپنی ذات سے بے خبر۔ اپنی دنیا سے بے خبر ۔۔۔ کائنات سے بے خبر ۔۔۔۔ ذات کے وصال سے بے خبر ۔۔۔ حُب سے ایسا درد پیدا کرو۔ جس درد کے بغیر تمہاری زندگی بے لذت ہو جائے ۔۔۔۔ درد ۔۔۔۔ فراق ۔۔۔۔ دونوں ایک ہی کیفیتیں ہیں۔ فراق ہو تو حُب درد بن جاتی ہے۔ یہی درد اور درد بھری ۔۔۔۔ آہ! اصل عبادت۔ اصل حُب ہے۔ جب تک یہ آہ! میسر نہیں تمہارا عمل۔ تمہاری حُب کامل نہیں ۔۔۔۔ یہ آہ۔ پیر اکمل کے تصور میں پنہاں ہے ۔۔۔۔

چنیوٹ میں ہے اور مرجع خلائق ہے۔ انکی مرتبت اور شان کا اندازہ اس امر سے لگائیں کہ باطن میں تو جو انکو اعلیٰ وارفع مقام حاصل تھا وہ تھا ہی لیکن قبلہ وکعبہ نے ظاہر میں بھی اتنی شان دی کہ بیماری اور ضعف کے باوجود انتہائی کوشش سے ایک قلیل مدت میں آپکا خوبصورت مزار خود بنوایا ـــــ اور جب وہ مکمل ہو گیا تو انتہائی نقاہت اور بیماری کے باوجود طویل فاصلہ طے کر کے وہاں تشریف لے گئے اور پھر اسکے بعد جلد ہی دنیا سے رخصت ہو گئے ـــــ

قبلہ وکعبہ اکثر فرماتے کہ دینا میں دیگر سلاسل کے اولیاء اکرام کے روضہ۔ زیارتیں۔ درگاہیں مشہور عام اور مرجع خلائق ہیں۔ لیکن سلسلہ اویسیہ کا کوئی ظاہر اً نشان نہیں ـــــ حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ کا روضہ نہ ظاہر ہے نہ معروف۔ اسی طرح حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی رحمتہ اللہ علیہ کی نسبت سے سلسلہ اویسیہ کے اولیا سے سلسلہ اویسیہ جاری ہے۔ مگر انکی حقیقی ہئیت معروف نہیں ـــــ اب چنیوٹ میں یہ سلسلہ اویسیہ کا ظاہر اً نشان ہو گا۔ جہاں سے حقیقی دین محمدیؐ کی ترویج چار دانگ عالم میں ہو گی۔ آپ نے یہ پیشگوئی بھی فرمائی کہ ایک وقت آئے گا یہاں اتنا اژدہام ہو گا کہ جگہ نہیں ملے گی ـــــ بے حد وحساب خلقِ خدا کا ادھر رجوع ہو گا۔ اور وہ یہاں سے فیضِ اویسی سے مستفید ہوں گے۔

قبلہ وکعبہ محمد نور الدین اویسیؒ نے فرمایا کہ حصولِ فیض کے دو معروف طریقے ہیں۔ ایک تو آدمی حاصل کرتا ہے۔ یعنی مانگتا ہے اور پالیتا ہے۔ لیکن مانگنے میں مانگنے والے کی اپنی استطاعت اور اہلیت کا عمل دخل ہوتا ہے۔ کہ وہ اپنی استطاعت اور اہلیت کے مطابق مانگتا ہے ـــــ لیکن اس کے مقابلہ میں دوسرے طریقے عطا کی بات ہی اور ہے۔ کیونکہ اس میں معاملہ مانگنے والے کا نہیں بلکہ سخی کا ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ تو اپنے مرتبہ۔ شان اور اپنے حساب سے دیتا ہے۔ اور یقیناً بے حساب دیتا ہے ـــــ آپ نے فرمایا ''شبیر شاہین کا بھی یہی معاملہ تھا۔ اُس نے مانگا نہیں بلکہ اُس کو عطا کیا گیا ـــــ وہ ولی اکمل تھا۔ وہ اقطاب کی مجلس میں شامل تھا۔ اس کے ذمہ دین کی ترویج واشاعت کی گئی'' ـــــ

غلام شبیر شاہینؒ عطا کے اس فلسفہ کی حقیقت کا بکمال ادراک رکھتے تھے۔ شیخ مسعود صاحب کو ۲۶ جون ۱۹۸۹ء کو یہ فلسفہ سمجھاتے ہوئے رقمطراز ہیں۔ ''بس اتنا سمجھ میں آیا۔ کہ اگر خود مانگا جائے تو عطا ہوتا ہے۔ لیکن چونکہ مانگنے والے کی مانگنے کی استطاعت محدود ہے۔ لہٰذا اگر شہنشاہ کی اپنی مرضی پر چھوڑ دیا جائے۔ تو وہ اپنے بے پناہ خزانوں کے منہ کھولتے ہیں۔ تو اپنے معیار کے پیشِ نظر عطا کا حدو حساب سے کوئی تعلق نہیں رہتا۔ جب وہ عطا فرماتے ہیں تو بے حدو حساب! اسلئے مانگ کر اپنا نقصان ہے۔ کہ مانگنے سے جو ملتا ہے۔ وہ محدود ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اپنے بازو اور ہاتھ پھیلا کر شہنشاہ کی بارگاہ میں سر جھکائے بیٹھے رہیں تو عطا کا سمندر چونکہ لامتناہی ہے اسلئے لامتناہی طریقہ سے ملتا بھی ہے''۔۔۔

اس ولی اکمل کی عطائے بے حدو حساب کو دیکھ کر آپؒ پکار اٹھتے ہیں۔ ''میں تو اپنے آقا و مولا کے جود و کرم کو دیکھ دیکھ کر حیران ہوتا ہوں۔ کہ وہ کونسی گھڑی تھی کہ آپ کی بارگاہ سے وابستہ ہوا۔ کہ میری تقدیر کو پھر سے لکھ ڈالا گیا۔''

غلام شبیر شاہینؒ کے آباواجداد چنیوٹ سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ ۲۱ مارچ ۱۹۴۰ء کو غلام رسول صاحب جو کہ ایک فقیر منش آدمی تھے کے گھر پیدا ہوئے ۔۔۔ اپنی تعلیم امتیازی حیثیت سے مکمل کرنے کے بعد آپ نے بحیثیتِ لیکچرار کیمسٹری پانچ سال تک اسلامیہ کالج چنیوٹ اور اسلامیہ کالج سول لائن لاہور میں فرائض سرانجام دیئے۔ ۱۹۶۸ء میں ایمپلائمنٹ ووچر سکیم کے تحت انگلینڈ چلے گئے۔ پہلے وہ شفیلڈ میں اقامت گزیں ہوئے۔ ۱۹۷۰ء میں وہاں سے بلیک برن آ گئے۔ اور اسی کو اپنا مستقل مسکن بنایا ۔۔۔ آپ وہاں زیادہ عرصہ تدریس کے پیشہ سے(Pleckgate School میں) منسلک رہے۔ صحافت سے بھی شغف تھا۔ اسی دوران ایجوکیشنل ایڈوائزر اور اعزازی مجسٹریٹ کے قابل عزت عہدوں پر بھی فائز رہے۔

آپ بڑے قادر الکلام شاعر تھے۔ آپکے نفیس اور پیارے شعری ذوق کی عکاسی کیلئے بطور مثال انکی ایک غزل درج ہے۔

خانہءِشوق میں، ہر بزم کے ہنگامے میں
عشق کے راز ہیں سربستہ نہاں خانے میں
قیل اور قال کا غوغہ ہے جہاں میں ہر سو
حال مطلوب رہا دل کے نہاں خانے میں
نفخ روح نے بخشی ہے بشر کو عظمت!
ورنہ بس ننگِ حرم دہر کے افسانے میں
تھا تو مسجودِ ملائک ہی مگر ہائے فقیہہ !
سیم و زر کیلئے جا پہنچا بت خانے میں!
اجتہادِ غم دوراں سے فراغت نہ ہوئی
کھو گئے شیخ محض نان کے ہنگامے میں!
قتلِ منصورؒ تھا ملاں کی جہالت ، لیکن
کوئی تفریق نہیں شمع و پروانے میں
کوئی میخوار نہیں جام وِلا جو تھامے
ہر سو جام وسبو بکھرے ہیں میخانے میں
کوئی صمٌ ' ہے اور کوئی ہے بکم '' !!
زندہ لاشیں ہیں سجی ہر سو صنم خانے میں
نغمہ ءعشق کی سوغات لئے پھرتا ہوں
جہل و نا اہلی و کم ظرفی کے ویرانے میں
شاہ یثربؐ کی عنایات ہیں اُس پر صاحب!
ورنہ کیا رکھا ہے شبیر سے دیوانے میں

غلام شبیر شاہینؒ کی گھٹی میں عشق رسولؐ پڑا ہوا تھا۔طریقت وروحانیت سے لگاؤ اور دلچسپی اور حقیقت کی جستجو وتلاش بھی ابتدا ہی سے تھی ـــــ یہی دلچسپی آپکو سائیں مولا بخش صاحب تک لے

گئی۔ وہ مخصوص علم۔ نفسیات اور گفتگو کے فن کے ماہر تھے۔ شاہین صاحب جلد ہی انکے گرویدہ ہو گئے۔ یہاں تک کہ انہوں نے سوچا کہ انہیں انگلینڈ ہی منگواتے ہیں۔ تاکہ جہاں کچھ عرصہ انہیں انکی خدمت اور ان سے کماحقہٗ مستفید ہونے کا وافر موقع ملے گا۔ وہاں انکا حلقہ احباب بھی انکے پیر سے مستفید ہو ــــ آپ نے تین مہینے کے ویزا پر ٹکٹ بھیج کر انہیں منگوالیا ــــ یہ غالباً ۱۹۷۷ء کی بات ہے۔ آپ نے نہ صرف اپنے پیر کا اپنے حلقہ احباب میں تعارف کرایا۔ بلکہ بارغبت۔ بزور دوست اور احباب کو ان سے بیعت کرایا ــــ ان میں شیخ مسعود صاحب اور انکی بیگم بھی شامل تھے ــــ شاہین صاحب کے گھر سائیں صاحب کی محافل منعقد ہونے لگیں۔ جن میں کثیر تعداد میں لوگ جن میں غیر مسلم بھی شامل تھے۔ شریک ہوتے۔ لیکن جلد ہی انکا حقیقی چہرہ۔ مقاصد۔ اور فلسفہ صلح کل سامنے آ گیا۔ تو نہ صرف جتنی ان سے محبت تھی اتنی ہی نفرت ہو گئی۔ بلکہ پیروں اور صاحبِ روحانیت حضرات پر سے انکا اعتقاد بھی ختم ہو گیا ــــ

غلام شبیر شاہین صاحب اس دور کے حوالہ سے اپنی کیفیت کو قبلہ و کعبہ سے بیان کرتے ہوئے اپنے ایک خط میں رقمطراز ہیں ''اور پھر ''مشٹنڈوں'' کے خلاف نفرت کو جلا ملتی اور ان کو ڈھونڈ کر ان پر برستا رہتا تھا۔ اُن ''نام نہاد'' ولیوں سے دفاع کا رنگ تو سیکھ لیا مگر حقیقی علم۔ رموز و اسرار اور متعلقہ آداب سے قطعی نابلد رہا۔ انہی وجوہات نے جہاں فطرت میں بے اعتمادی کو راسخ کیا وہیں ایک بے باک اور لاپروا طبیعت بھی میسر آ گئی۔ اس محاذ پر پسپائی سے گریز نے میری صلاحیتوں کو (اب معلوم ہوا) منفی بنیاد پر مستحکم کرنا شروع کر دیا۔''

غلام شبیر شاہین صاحب اس دور میں اچانک سلسلہ اویسیہ سے محمد بشیر صاحب کے ذریعہ متعارف ہوئے۔ ان دونوں حضرات کا ایک دوسرے سے غائبانہ تعارف تو تھا۔ لیکن پہلی دفعہ بالمشافہ ملاقات ۱۹۷۹ء میں ایک مشترکہ دوست کے گھر ہوئی۔ شاہین صاحب محفل پر چھا جانے والی شخصیت کے مالک تھے۔ تقریر اور گفتگو کا انہیں خداداد ملکہ حاصل تھا ــــ وہاں وہ معجزہ اور کرامت پر گفتگو فرما رہے تھے ــــ وہی مروجہ بات کہ نبی کے ہاتھ سے سرزد ہو تو معجزہ ہوتا ہے اور ولی سے

سرزد ہوتو کرامت ہوتی ہے ــــ محمد بشیر صاحب نے اپنے مخصوص دھیمے انداز میں اس میں یہ اضافہ فرمایا۔ کہ بات ایک ہی ہوتی ہے۔ ولی بھی اُسی طاقت سے اسکا صدور کرتا ہے جس سے کہ نبی کرتا ہے ــــ شاہین صاحب چونکہ حقیقتِ حال اور اصل کیفیت سے واقف نہ تھے۔ اسلئے بہت جز بز ہوئے ــــ اس ملاقات کے چار ہفتے بعد اتفاقاً پھر ملاقات ہوگئی۔ شبیر شاہین صاحب حسبِ معمول موثر کن انداز میں گفتگو بلکہ تقریر فرما رہے تھے ــــ موضوع اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ تھا۔ ''اولی الامر'' انکے نزدیک قرآن تھا ــــ چونکہ سائیں صاحب والے معاملہ سے وہ پیروں سے الرجک ہو چکے تھے۔ اسلئے وہ کہہ رہے تھے۔ کہ میں کسی شخصیت۔ ہستی کو نہیں مانتا۔ ''کتاب'' ہی سب کچھ ہے ــــ محمد بشیر صاحب نے اپنے مخصوص انداز میں فرمایا۔ کہ آپ کے ماننے نہ ماننے سے کیا فرق پڑتا ہے۔ حقیقت تو حقیقت ہی ہوتی ہے ــــ انہوں نے تصحیح کرتے ہوئے مزید فرمایا کہ ''اولی الامر[1]'' کتاب نہیں بلکہ ایک بندہ۔ ایک شخصیت ہوتی ہے۔ جس کو ''امر'' کا اختیار ہوتا ہے ــــ شاہین صاحب نے بات کاٹ کر کہا کہ مجھے پتا نہیں۔ میں اُسکو نہیں مانتا۔ بشیر صاحب نے زور دیکر کہا کہ مجھے پتا ہے اسی لئے بتا رہا ہوں ــــ اگر آپ چاہیں تو آپکو بھی باور کرایا جاسکتا ہے ــــ شاہین صاحب نے کہا کہ میں نہیں مانتا۔ آپ جو چاہیں کرلیں۔ بشیر صاحب نے جذبات میں آکر کہا میں انشاء اللہ ثابت کرادوں گا ــــ محمد بشیر صاحب نے قبلہ وکعبہ محمد نورالدین اویسیؒ کی کتاب ''شرح منازل فقر'' انہیں دی۔ کہ آپ اسے پڑھیں۔ باقی باتیں انشاء اللہ اگلی ملاقات پر ہوں گی ــــ انہوں نے کتاب کو سرسری طور پر پڑھا ــــ کتاب پر قبلہ وکعبہ کا ایڈریس موجود تھا۔ اپنی علمیت اور ذہانت کے زعم میں اپنے حساب سے بڑا عالمانہ سا خط لکھا جسے مختلف اشعار سے مزین کیا ــــ قبلہ وکعبہ نے محمد بشیر صاحب کے ذریعہ جواب دیا کہ کسی شبیر شاہین

---

[1] قبلہ وکعبہ محمد نورالدین اویسیؒ نے ''اولی الامر'' کے بارے میں بتایا کہ یہ جو عام تصور ہے کہ اس سے مراد حکمران ہوتے ہیں وہ نہیں بلکہ اس سے مراد وہ خاص جماعت ہے جسے مشاہدۂ باطن حاصل ہوتا ہے اور وہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر پر مامور ہوتے ہیں۔

نامی آدمی کا انگلینڈ سے خط آیا ہے۔ اسے خط کا جواب پہنچا دیں۔ آپ نے مزید لکھا کہ سوال کرنے والا "یونہی قسم" کا آدمی ہے۔ اُسے تو سوال کرنا بھی نہیں آتا ـــــ آپ نے جہاں اس خط میں شاہین صاحب کے سوالات کا مسکت جواب دیا۔ وہاں انکی زندگی کے ان پوشیدہ گوشوں کو جنکا علم انکے سوا کسی اور کو نہ تھا۔ کو بھی وا کیا ـــــ جب یہ خط محمد بشیر صاحب کو ملا۔ تو انہوں نے شاہین صاحب کو ٹیلیفون کیا۔ اور بتایا کہ تمہارے خط کا جواب آیا ہے لے جاؤ۔ وہ آئے خط لیکر پڑھنا شروع کیا۔ خط پڑھتے جاتے تھے۔ اور انکی دنیا بلکہ تقدیر بدلتی جا رہی تھی۔ "انانیت" کے غبارے سے ہوا نکلنے لگی۔ اپنی ناسمجھی۔ کم علمی۔ کم عقلی پر ندامت و پشیمانی اور حقیقت کا ادراک ہونے لگا ـــــ خط ختم کر کے انہوں نے زاروقطار رونا شروع کر دیا ـــــ خط میں قبلہ پیر صاحب نے بشیر صاحب کو لکھا تھا۔ اسے درود شریف دیں۔ اور ہمارا وعدہ ہے۔ کہ اسکو سب کچھ معلوم ہو جائے گا ـــــ ذرا نارمل ہوئے تو شاہین صاحب نے بشیر صاحب کو درود شریف پڑھانے کیلئے کہا ـــــ بشیر صاحب وہ اصل پرچہ جس پر قبلہ وکعبہ پیر صاحب نے اپنے دست مبارک سے درود شریف لکھ کر انہیں دیا تھا۔ انکے سامنے کیا اور کہا پڑھ لیں۔ جب انہوں نے پڑھا۔ تو انانیت کے سانپ نے پھر سر اُٹھایا۔ بزعم خود عربی زبان کے ماہر [1] تھے۔ اسلئے اس درود میں لفظ "یا محمدؐ" کے بارے میں کہا کہ گرائمر کے لحاظ سے فٹ نہیں۔ بشیر صاحب سمجھتے تھے کہ "مارِ انانیت" کی شکست خوردانہ حرکت ہے کہ ع بھڑکتی ہے شمع جب خاموش ہوتی ہے ـــــ اسلئے انہوں نے پیار سے کہا کہ فٹ [2] ہے۔ اگر دو تین ماہ پڑھنے کے بعد پوچھتے تو

---

[1] غلام شبیر شاہین صاحب عربی بڑی اچھی بول لیتے تھے۔ جب یہ پاکستان میں تھے تو کئی دفعہ عرب ممالک سے جو وفود آتے تھے۔ انکے ساتھ گفتگو کیلئے بطور مترجم اور گائیڈ کے کام کیا۔

[2] ایک دفعہ مولانا انور کاشمیری صاحب جو کہ بہت بڑے عالم اور صرف ونحو کے ماہر تھے کے سامنے ایک معترض نے یہ درود اِدریسی پیش کیا اور پوچھا کہ آپ بتائیں کہ کیا یہ گرائمر کے لحاظ سے درست ہے؟ ـــــ انہوں نے نفی میں جواب دیا۔ سوال کرنے والے نے بتایا کہ سید محمد نور الزمان صاحب عیسیٰ خیلوی (اس وقت آپ عیسیٰ خیلوی نسبت سے مشہور تھے) اسکی تعلیم دیتے ہیں ـــــ یہ سنکر مولانا صاحب نے کہا کہ اگر شاہ صاحب جو ایک بہت بڑے عالم ہیں بیان کرتے ہیں تو پھر لازماً گرائمر کے لحاظ سے درست ہوگا۔ کیونکہ وہ ضرور کسی جوازیت اور قاعدے کے تحت ہی کہتے ہوں گے۔

شاید پوچھنے کی نوبت ہی نہ آتی ــــ نہیں تو میں سمجھا دیتا ــــ انہوں نے نرمی سے سمجھاتے ہوئے کہا کہ تم صبح سے پڑھنا شروع کر دو۔ جو اسکی وجوہات ہیں۔ وہ قبلہ پیر صاحب سے پوچھ لینا۔ شبیر شاہین صاحب گئے تو سہی لیکن اتنے مطمئن نہیں ــــ گھر جا کر قبلہ و کعبہ کو متذکرہ درود شریف کے بارے میں اعتراضات بھرا خط لکھا ــــ آپ نے جواباً تفصیل سے گرائمر کی رو سے اشکال کی پورے طور پر وضاحت کی ــــ کافی عرصہ رفعِ تشکیک اور یقین کی پختگی کیلئے خط و کتابت کا سلسلہ جاری رہا۔ اور دیکھ کر۔ پرکھ کر۔ یعنی علم الیقین نہیں۔ عین الیقین نہیں۔ بلکہ حق الیقین کے بعد انہوں نے اپنا سب کچھ قبلہ و کعبہ محمد نور الدین اویسیؒ کے سپرد کر دیا۔ وہ فنائے الشیخ کی ایک اعلیٰ وارفع مثال تھے۔ انکا مشاہدہ اور کشف بڑا زبردست تھا۔ انکی بات القائی ہوتی تھی۔ ایک طالب کو پل بھر میں بامراد و بامشاہدہ کر دیتے تھے ــــ ایک محفل میں انکی ملاقات صابر رضا صاحب اور انکے بھائی بابر صاحب سے ہوئی ــــ گفتگو کا سلسلہ چھڑا۔ آپ نے سلسلہ اویسیہ کی خصوصیات پر روشنی ڈالی۔ انہیں درودِ اویسی دیا ــــ کہتے ہیں کہ ع رحمت کو بس ایک بہانہ چاہیے ــــ آپ موج میں آئے۔ صابر رضا صاحب کو بٹھا کر توجہ دی۔ وہ لمحوں میں بامشاہدہ ہو گئے۔ بابر صاحب نے رشک اور حسرت سے اظہار کیا کہ میرا کیا بنے گا۔ انہوں نے جلال میں آ کر کہا تم بھی بیٹھو ــــ توجہ دی اور انہیں بھی بامشاہدہ کر دیا ــــ شیخ مسعود صاحب کے صاحبزادے فیصل کو توجہ دیکر اسکا مشاہدہ صاف (Clear) کر دیا ــــ کس کس کا ذکر کروں۔ لاتعداد افراد انکے ذریعہ سے فیضِ اویسی سے مستفید ہوئے۔

آپ کی توجہ اور صاحبِ لفظ ہونے کے متعدد واقعات میں سے ایک چھوٹا سا واقعہ کچھ یوں ہے۔ کہ ایک دفعہ آپ پاکستان تشریف لائے ہوئے تھے۔ ایک روز جب آپکے ایک عزیز کام پر جانے لگے۔ تو شاہین صاحب نے کہا۔ آج بڑی شدید گرمی ہے۔ آپ نے سورج کی طرف دیکھا اور فرمایا "اسے کہو اب بس کرو بڑی ہو گئی۔" انہوں نے کہا "شاہین صاحب توبہ توبہ کرو۔" آپ نے فرمایا اس میں توبہ کی کیا بات ہے۔ ہر چیز اللہ نے انسان کے تابع کی ہے ــــ وہ صاحب کچھ نہ سمجھے۔ اپنے کام پر روانہ ہو گئے۔ ابھی آدھ گھنٹہ بھی نہ گزرا تھا۔ کہ زبردست بارش شروع ہو گئی۔۔۔ ایسے

گھنٹہ بعد واپس آگئے ۔ کہ اتنی بارش ہے کہ کام پر نہ جاسکے ـــــ شاہین صاحب نے انکی طرف دیکھا اور فرمایا کہ اب بھی نہ مانو کہ اللہ نے بندے کو کیا کیا نہیں دیا ـــــ

غلام شبیر شاہین صاحب ایک برہنہ تلوار تھے ۔ وہ نہ جھجکتے اور نہ کسی سے ڈرتے تھے ـــــ بڑی حساس اور جذباتی طبیعت پائی تھی ـــــ ایک دفعہ ہسپتال میں زیر علاج تھے ۔۔ وہاں آپ نے ایک مریض بڑا مغموم اور روہانسا دیکھا ۔ پوچھا کیا پریشانی ہے؟ ۔ اس نے اپنی پریشانی اور مغمومیت کی وجہ بتاتے ہوئے کہا کہ میڈیکل بورڈ نے میرا چیک اپ کیا ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ کینسر ہے ـــــ انہوں نے تین دن کے بعد دوبارہ آنے کا کہا ہے ۔ کہ تب وہ حتمی فیصلہ (Final Decision) دیں گے ۔ اسکی پریشانی اور بے چارگی کو دیکھ کر شاہین صاحب جوش میں آگئے ـــــ آپ نے فرمایا تمہیں کوئی کینسر نہیں ـــــ آپ نے اُسے درود شریف پڑھایا اور کہا کہ گھر جا کر بکثرت پڑھنا ۔ اللہ کرم کرے گا ـــــ ایک ولی کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ کب جھوٹے ۔ خطا ہو سکتے ہیں ـــــ تین دن کے بعد جب فائنل چیک اپ کیلئے وہ آیا ۔ تو بورڈ نے Declare کیا کہ تم بالکل تندرست ہو ـــــ ایسے لاتعداد واقعات بیان کئے جاسکتے ہیں ـــــ کہ ایسی ناسوتی کرامات کا ظہور قبلہ وکعبہ محمد نور الدین اویسیؒ کے عام مریدوں سے ہوتا رہا ۔ شبیر شاہین صاحب کی تو شان ہی بڑی نرالی تھی ـــــ لیکن قبلہ وکعبہ پیر صاحب کی تعلیمات کی روشنی میں آپکے فیض یافتگان انکو اہمیت نہیں دیتے ۔ کیونکہ حقیقی فقیری کا تعلق عالم ناسوت سے نہیں عالم ملکوت سے ہے ـــــ ایسی بہت سی مثالیں ہیں ۔ کہ آپکے معمولی اور عام ـــــ عام اور معمولی تو سلسلہ میں کوئی نہیں ـــــ نئے مرید سمجھ لیں ۔ بھی ایک مبتدی کو درود شریف دیکر با مشاہدہ کرتے رہے اور انشاء اللہ کرتے رہیں گے ۔

قانون فطرت ہے ـــــ ارشاد ربانی ہے ۔ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ط (پارہ ۲ سورۃ ۲ آیت ۱۵۵) ـــــ خواص کیلئے یہ تکالیف اور آزمائشیں بلندی مراتب کا پیام ہوتی ہیں ـــــ شاہین صاحب بھی عارضہ قلب میں مبتلا ہوئے ـــــ مرضی محبوبِ حقیقی جان کر اسے گلے لگالیا ـــــ لیکن یہ تکلیف آپکی تبلیغ

میں حائل نہ ہوئی۔ بستر علالت پر بھی جب ہسپتال میں داخل ہوتے۔تو تب بھی اپنے مشن کو فراموش نہ کرتے ــــ اُنکا ایمان و یقین بڑا محکم اور کامل تھا ــــ حقیقت کا با مشاہدہ علم رکھتے تھے ــــ دسمبر ۱۹۸۹ء میں قبلہ و کعبہ محمد نور الدین اویسیؒ کو اپنے ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں ''چند ماہ قبل میں اپنی بیماری کے بارے میں سوچ رہا تھا۔اور علاج کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں سوچتے سوچتے مراقبہ کرنے بیٹھا تو تھوڑی دیر بعد اپنے آپکو حضورؐ اور آپ کی بارگاہ میں دو زانو بیٹھا ''محسوس'' کیا۔ حضور انورؐ نے آپ کو سرگوشی کے انداز میں ارشاد فرمایا'' شفا ہم نے عطا فرمانی ہے۔'' سرگوشی کا انداز اسطرح کا تھا۔کہ یہ الفاظ (القائی طور پر) مجھ تک پہنچ رہے تھے۔اور خود اسکا مفہوم یہ عطا ہوا۔کہ شفا تو ہم نے عطا فرمانی ہے (لہٰذا علاج کرنا یا نہ کرنا غیر ضروری ہے) ــــ ایک مردِ کامل کیلئے موت ایک اختیاری چیز ہوتی ہے۔ بہرحال وہ مرضئ الٰہی کے آگے سرِ تسلیم خم کرتا ہے ــــ شبیر شاہین صاحب نے اپنے وصال سے ایک روز قبل بابر صاحب کو ٹیلی فون پر بتایا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ میری روح تو اجلاسِ محمدیؐ میں پہنچ چکی ہے۔ دیکھیں کون جیتتا ہے؟ ــــ اور دوسرے ہی دن عین عیدِ قربان کے روز ۱۰ ذوالحجہ ۱۴۱۴ھ بمطابق ۲۱ مئی ۱۹۹۴ء بوقت سوا تین بجے یہ ولی اکمل۔ عاشقِ صادق واصل الی الاصل ہوا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ــــ آپکی میت پاکستان لائی گئی۔اور آپ اپنے آبائی شہر چنیوٹ میں مدفون ہوئے۔قبلہ و کعبہ محمد نور الدین اویسیؒ نے فرمایا کہ شاہین صاحب کی وفات سے ایک نیا باب کھلا۔انکی وفات۔پھر انکی میت کا یہاں لایا جانا یہ سب باطنی سسٹم کے تحت ہی تھا۔

غلام شبیر شاہین صاحب کے آخری ایام میں انکے وصال پر سلسلہ کے بہت سے احباب نے کثیر تعداد میں ایسی کیفیات کا مشاہدہ کیا۔جن سے نہ صرف انکے مراتب عالیہ اور جلیلہ کا اظہار ہوتا ہے۔ بلکہ یہ سلسلہ کی حقانیت کا بھی بیّن اور روشن ثبوت ہیں۔لیکن شاید زمانہ ایسے واقعات اور کیفیات سننے کا متحمل نہ ہو۔اور پھر آدابِ طریقت بھی انکے بیان کرنے میں مانع ہیں۔

عجب دردیست از دل اگر گویم زبان سوزد
وگر در کشم ترسم کہ مغز و استخواں سوزد

خطا پہ عطا

گزشتہ صفحات میں ذکر ہو چکا ہے۔ کہ ولی اکمل نائب رسول ہونے کی حیثیت سے سنتِ نبویؐ کی پیروی میں اپنے شدید ترین دشمنوں پر بھی سراپا رحمت ہوتا ہے ــــ قبلہ وکعبہ محمد نورالدین اویسیؒ نے اپنے انتہائی مخالفین کے قبیح اعمال۔ اور شدید ترین مخالفت پر نہ صرف ان سے درگزر فرمایا۔ بلکہ ان کو دعائیں دیں اور نوازا۔ آپ کی حیاتِ مبارکہ ان مثالوں سے بھری پڑی ہے ــــ جہاں آپکا سلوک اپنے انتہائی مخالفین کے ساتھ اسطرح کا تھا۔ تو وہاں اپنے مریدین اور احباب سے آپ کی وقتی ناراضگی تو لازماً سراپا عطا ہی عطا تھی ــــ آپ نے ایک دفعہ ارشاد فرمایا۔ کہ میرے کچھ دوست جان بوجھ کر ایسی حرکات کرتے ہیں۔ جن کی بنا پر میں ان سے ناراض ہو جاتا ہوں۔ تو وہ کھل جاتے ہیں ــــ قبلہ وکعبہ نے اسکی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ ناراضگی کسی کی سرکشی پر ہوتی ہے۔ اور اسکی سرکشی کی وجہ سے اس پر پیر کی خصوصی توجہ پڑتی ہے۔ اور اسکا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ نہ صرف وہ آدمی سرکشی ترک کر دیتا ہے۔ بلکہ خصوصی توجہ کے زیر اثر وہ کھل بھی جاتا ہے ــــ ایک واقعہ بطور نمونہ و دلچسپی کے پیش کرتا ہوں ــــ قبلہ وکعبہ محمد نورالدین اویسیؒ کے ایک مرید اشرف علی تھے جو کہ کھلتے نہ تھے۔ آپ ایک دفعہ اس سے کسی بات پر ناخوش و ناراض ہوئے ــــ اشرف علی اس پر بڑا پریشان و نادم تھا ــــ لیکن اسکی حیرانی کی انتہا نہ رہی۔ کہ اُسی رات اسکا مشاہدہ کھل گیا ــــ وہ بڑا خوش ہوا۔ اُس بات کا ذکر اس نے قبلہ وکعبہ کے عزیز مرید محمد ہمایوں صاحب سے کیا ــــ چونکہ وہ روحانیت اور طریقت کو سمجھتے تھے۔ اسلئے انہوں نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا کہ یہ اچھا امر اور علامت نہیں ہے۔ تم فوراً جاؤ اور قبلہ وکعبہ سے ہر حال میں معافی حاصل کرو ــــ اشرف علی نے کہا کہ مجھے تو یہ جرات نہیں۔ لہٰذا آپ میری اس سلسلہ میں مدد کریں اور آپ سے معافی دلا دیں۔ محمد ہمایوں صاحب اُسے ساتھ لے آئے اور کہا تم باہر بیٹھنا میں دیکھوں گا اگر استاداں سُر میں ہوئے تو تمہیں بلا لوں گا ــــ اُس دن موقع نہ ملا۔ یہ دونوں پھر دوسرے دن آئے۔ اُس روز پیر صاحب خوشگوار موڈ میں تھے۔ محمد ہمایوں صاحب نے موقع مناسب جان کر عرض کی۔ کہ جناب فقیری کی سمجھ

نہیں آتی ـــــ آپ نے پوچھا کیسے؟۔انہوں نے کہا کہ استاداں! میں نے ایک واقعہ سنا ہے کہ ایک شخص کو دیدارِ رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی بڑی تڑپ تھی۔ وہ بڑا عبادت گزار اور تہجد گزار تھا۔ درود خوانی بہت کثرت سے کرتا۔لیکن مقصود حاصل نہ ہو سکا ـــــ اس نے اپنی اس خواہش اور باوجود انتہائی کوشش کے ناکامی کا ذکر ایک آدمی سے کیا۔ وہ آدمی حقیقت شناس تھا۔اُس نے کہا کہ اگر تمہارے تمام معمولات کا کچھ فائدہ نہیں۔تو پھر چھوڑ دانہیں ـــــ اُس آدمی نے دل پر پتھر رکھ کر اپنے تمام ورد وظائف ترک کر دیئے۔رات کو اُس نے خواب میں دیکھا کہ آقائے دو جہاں صلے اللہ علیہ وسلم اسکے پاس تشریف لائے۔اور استفسار فرمایا کہ تم نے آج درود شریف کیوں نہیں پڑھا ـــــ محمد ہمایوں صاحب نے کہا استاداں اسکی سمجھ نہیں آئی کہ درود شریف پڑھتا رہا تو دیدار نہ ہوا۔ چھوڑ دیا تو دیدار ہو گیا ـــــ قبلہ وکعبہ پیر صاحب سنکر مسکرائے ـــــ محمد ہمایوں صاحب نے موقع مناسب دیکھا۔تو عرض کی اس طرح کا معاملہ آپکے ایک مرید کے ساتھ بھی پیش آیا ہے۔اسکو باوجود انتہائی کوشش کے مشاہدہ نہ ہوتا تھا ـــــ آپ اس سے ناراض ہوئے تو اسکا مشاہدہ کھل گیا ـــــ آپ سے کیا پوشیدہ تھا ـــــ کیونکہ آپ فرماتے تھے کہ وہ پیر ہی نہیں ہوسکتا جو اپنے مرید کی ہر ہر بات سے واقف نہ ہو۔آپ نے مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ پیر کی مثال ایک ایسے آدمی کی طرح سمجھ لیں جو ایک وسیع وعریض صحرا کے کنارے کھڑا ہے۔وہ ہر ہر ذرہ سے نہ صرف واقف ہے بلکہ اگر ریت کی ایک مٹھی اٹھاتا ہے۔تو وہ اس سے بھی واقف ہے کہ کون سا ذرہ مٹھی میں آیا اور کون کون سا نیچے گر گیا ـــــ اس لحاظ سے آپ تو یقیناً سب کچھ جانتے تھے۔آپ نے مسکرا کر فرمایا۔وہ اشرف علی تو نہیں ہے؟ ـــــ ہمایوں صاحب نے اشرف علی کو آواز دی۔کہ اندر آؤ ـــــ وہ آکر آپکے قدموں میں گر گیا۔اور اپنی غلطی پر نادم ہو کر معافی کا خواستگار ہوا۔آپ نے مسکرا کر معاف کر دیا ـــــ قبلہ و کعبہ محمد نور الدین اویسیؒ کی توعطا اور شان کا اندازہ ہی مشکل ہے ـــــ آپکے مریدین خاص بھی کسی کی خطا پر سزا کے بدلے عطا کر کے اُسکی زندگی بدل دیتے ہیں۔

انگلینڈ میں محمد بشیر صاحب کے پڑوس میں دینہ (ضلع جہلم۔پاکستان) کی ایک فیملی رہتی

تھی۔ان کی آپس میں علیک سلیک نہ تھی۔ یہ میوزک کے انتہائی شوقین بلکہ رسیا تھے اور والیم (volume) پوری آواز سے کھول کر اپنے ذوق کی تسکین کرتے۔محمد بشیر صاحب کا مکان اگرچہ انکے مکان سے تین مکان دور تھا۔لیکن دیگر پڑوسیوں کی طرح وہ بھی بڑے ڈسٹرب (Disturb) ہوتے۔ایک دن تنگ آکر محمد بشیر صاحب کی بیگم صاحبہ نے اس عورت کو جسکا نام کوثر تھا کو ملامت کرتے ہوئے کہا کہ آپ کس قسم کے آدمی ہیں۔کہ دوسروں کا کوئی احساس تک نہیں.....انکی یہ ملامت اثر کر گئی۔کوثر نے حسب معمول فلم دیکھنا شروع کی تو اس پر غنودگی طاری ہوگئی۔اس حالت میں اُس نے دیکھا کہ وہ کسی عظیم بزرگ ہستی کے گھر پہنچ گئی ہے ـــــ بیدار ہوئی تو سمجھ گئی کہ یہ بشیر صاحب کی بیگم صاحبہ کی نصیحت آموز باتوں کا اثر ہے۔فوراً انکے گھر گئی۔ان سے اپنی اس کیفیت کا ذکر کیا۔بیگم صاحبہ نے کہا کہ جب بشیر صاحب آئیں گے تو ان سے اس بات کا ذکر کرنا۔وہ اُس وقت دفتر گئے ہوئے تھے۔جب وہ تشریف لائے تو وہ پھر آئی اور بتایا کہ بھائی جان میں نے یہ کیفیت دیکھی ہے۔آپ سمجھ گئے کہ غصہ اور توجہ اثر کر گئی ہے ـــــ انہوں نے اس ہستی کی شکل وشباہت پوچھ کر اُسے بتایا۔یہ شخصیت ہمارے قبلہ وکعبہ محمد نورالدین اویسیؒ کی ہے جو کہ ایبٹ آباد (پاکستان) میں ہوتے ہیں ـــــ آپ نے اسے وردِ درودِ اویسی اور مراقبہ کی تعلیم وتلقین کی ـــــ اُس نے مراقبہ شروع کیا۔آہستہ آہستہ اس پر کیفیات کا ورود شروع ہوگیا ـــــ جلد ہی اسکا مشاہدہ بڑا صاف اور واضح ہوگیا۔تعلیم وتربیت اور پختگی کے بعد محمد بشیر صاحب نے قبلہ وکعبہ کے ارشاد پر اُسے کہا کہ دیگر خواتین کو ساتھ بٹھا کر مراقبہ کیا کرو ـــــ اسکی وجہ سے متعدد خواتین سلسلہ اویسیہ میں داخل ہوئیں۔اور اسکے مشاہدات وکیفیات سے بہت سے درود خوان احباب کو یقین کی پختگی ملی۔

قدرت کا اپنا نظام ہے۔ہر انسان نے اس دنیا میں مخصوص وقت گزارنا ہے۔اور پھر كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ـــــ کچھ مدت بعد وہ شدید بیمار ہوگئیں۔ڈاکٹروں نے انکی بیماری کو لاعلاج قرار دے دیا۔اس عالم میں وہ اپنے خاوند کے ساتھ نومبر ۱۹۹۳ء میں عمرہ کیلئے بیت اللہ گئیں۔پاکستان بھی آئیں۔قبلہ وکعبہ کی قدمبوسی کیلئے حاضر ہوئیں ـــــ آپ نے اس ملاقات میں

دیگر باتوں کے علاوہ یہ بھی ارشاد فرمایا کہ "ہم تمہیں مرنے نہیں دیں گے" ــــــ پاکستان سے واپس جانے کے بعد وہ چھ ماہ زندہ رہیں۔ قبلہ وکعبہ پیر صاحب نے اُسے سختی سے منع فرمایا تھا۔ کہ تم کسی حالت میں بھی لندن نہ چھوڑنا ــــــ لیکن جب اُسکے مرض نے شدت اختیار کی۔ تو اُس نے کہا کہ مجھے میرے عزیزوں کے پاس بلیک برن لے چلو ــــــ وہاں پہنچ کر اُس نے اپنے "پیر بھائی" اور "صحبتی پیر" بشیر صاحب کو ٹیلی فون کیا۔ اور بتایا کہ میں بلیک برن آگئی ہوں۔ میری حالت نازک ہے آپ میرے پاس تشریف لائیں ــــــ محمد بشیر صاحب انکے گھر گئے تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے۔ کہ کچھ آدمی اُسکی چار پائی کے پاس بیٹھے سورۃ یٰسین کی تلاوت کر رہے ہیں ــــــ آپ نے انہیں جھڑکا اور کہا کہ تم یہ اسکی موت کیلئے پڑھ رہے ہو۔ جب اسکا ٹائم آئے گا۔ تو یہ ایک پل نہ رہے گی ــــــ کوثر صاحبہ نے کہا بھائی جان محسوس نہ کریں۔ یہ بے سمجھ ہیں ــــــ وہ آٹھ دن وہاں رہیں۔ آٹھ دن کے بعد محمد بشیر صاحب سے اُس نے کہا کہ اب میرا ٹائم قریب ہے ــــــ محمد بشیر صاحب سب کچھ جاننے اور باخبر ہونے کے باوجود آخری لمحے اسکے پاس نہ رہے۔ کہ شاید برداشت نہ ہو سکے ــــــ کوثر صاحبہ کے آخری لفظ تھے۔ "سبحان اللہ مومن کی موت اس طرح ہوتی ہے"۔۔

جنازہ وتدفین کیلئے باوجود انتہائی کوشش کے بلیک برن انتظام (Arrangement) نہ ہو سکا۔ جنازہ کیلئے لاش مجبوراً لندن لے جانی پڑی ــــــ اُسوقت قبلہ وکعبہ پیر صاحب کی نصیحت کی حقیقت عیاں ہوئی۔ کہ لندن سے نہیں جانا کیونکہ آپ حقیقت سے باخبر ہونے کی وجہ سے یہ نہیں چاہتے تھے کہ جنازہ کو تکلیف ہو ــــــ کوثر صاحبہ نے موت سے قبل ہی وصیت کر دی تھی اور موت کے بعد بھی وہ اپنی ساس صاحبہ کو جو اچھی با مشاہدہ تھیں۔ جن چیزوں کے بارے میں وہ وصیت نہ کر سکیں۔ ہدایات دیتی رہیں ــــــ کوثر صاحبہ کو اپنے دیور سے بڑا انس تھا۔ وہ بھی انکی موت اور جدائی کو بڑا محسوس کر رہا تھا۔ ایک دن اُس نے دیکھا کہ "آپا" آئی ہیں۔ اور اُسکو کہتی ہیں کہ میرے ساتھ چلو ــــــ وہ اُسکو اپنے ساتھ لے گئیں۔ یہاں تک کہ وہ ایک سفید نورانی عالم میں پہنچ گئے۔ وہاں ایک ہستی تشریف فرما تھی۔ اُس نے اُسے انکے پیش کیا ــــــ انہوں نے ارشاد فرمایا "اس کو کہاں لے آئی

ہو۔'' اس نورانی کیفیت کے مشاہدہ اوراثر سے وہ خاصا بیمار ہو گیا۔ پریشان ہو کر گھر والے اسے بشیر صاحب کے پاس لے آئے۔ انہوں نے تسلی اور توجہ دی اور کہا کہ فکر کی کوئی بات نہیں۔ آہستہ آہستہ ٹھیک ہو جائے گا۔۔۔۔

محمد بشیر صاحب نے اس متذکرہ واقعہ کا ذکر قبلہ و کعبہ محمد نور الدین اویسیؒ سے کیا۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے جو یہ کہا تھا کہ تمہیں مرنے نہیں دیں گے۔ اس سے مراد یہی تھی۔۔۔۔ حالانکہ قبلہ پیر صاحب نے یہ بات خاصا عرصہ پہلے کہی تھی اور اب اس بات کا ذکر تک نہ ہوا تھا۔ لیکن قبلہ و کعبہ کو سب کچھ یاد تھا۔۔۔۔ آپ نے اس بات کی حقیقی منشاء و مراد کی بھی وضاحت فرمائی۔۔۔۔ مختصراً یہی کہ بَلْ اَحْیَآءٌ'' وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ۔۔۔۔

سہار اور کالا ڈب میں سلسلہ اویسیہ کا ورود

سہار جو کہ آزاد کشمیر کے اضلاع میر پور۔ بھمبر اور کوٹلی کے سنگم پر واقع ہے۔ راجہ سخی ولایتؒ جو کہ مولوی محمد امینؒ قطب الاقطاب کے خلیفہ تھے کا آبائی مسکن تھا۔ انکے ذریعہ اور نسبت سے یہ سلسلہ سہار اور اسکے متصل علاقہ کالا ڈب میں پہنچ چکا تھا۔ لیکن اسکی شہرت نہ تھی۔ بلکہ یہ خفیہ رہا۔ اور صرف محدودے چند افراد تک محدود تھا۔۔۔۔ اسکا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے۔ کہ جب راجہ محمد ذوالقرنین صاحب ۱۹۷۸ء میں سلسلہ اویسیہ میں داخل ہوئے۔ اور درودِ اویسی کی نعمت غیر مترقبہ لیکر ایبٹ آباد سے لوٹے اور اس درود کا ذکر جب انہوں نے اپنی نانی جان سے کیا۔ تو انہوں نے یہ درود فوراً سنا دیا۔ محمد ذوالقرنین صاحب نے مجسم حیرت کی تصویر بنتے ہوئے کہا کہ آپ کب سے اور کس طرح اس درود سے واقف ہیں!۔ انہوں نے بتایا کہ میں بڑی مدت سے یہ درود شریف باقاعدگی سے پڑھتی ہوں۔ مزید تفصیل بتاتے ہوئے انہوں نے کہا کہ تمہارے نانا کو سہار والے راجہ سخی ولایت اپنے ساتھ سرینگر لے گئے تھے۔ اور وہاں انکو کشمیر کے پیر صاحب سے بیعت کرایا۔ تو انہوں نے یہ وظیفہ دیا۔۔۔۔

قبلہ و کعبہ محمد نور الدین اویسیؒ سے جب راجہ محمد سرور صاحب کو شرف نیاز حاصل ہوا۔ تو

آپ اُن سے راجہ سخی ولایت صاحب کے آبائی علاقہ اور انکے اعزاواقربا کے بارے میں پتا کرنے کیلئے اکثر اوقات ارشاد فرماتے۔لیکن گاؤں کا نام اور محل وقوع معلوم نہ ہونے کی وجہ سے راجہ محمد سرور صاحب کی تلاش چنداں سودمند نہ ہوئی ـــــ ایک دفعہ انہوں نے آپ سے مذاقاً عرض کی کہ آپ مجھے تلاش کیلئے کہتے ہیں۔خود پتا کیوں نہیں کرتے ـــــ کیونکہ عموماً فقیر یا ولی اور کشف وکرامت کو لازم وملزوم سمجھا جاتا ہے ـــــ آپ یہ سنکر کچھ دیر خاموش رہے۔پھر فرمایا کہ وہ سہار گاؤں میں رہتے ہیں۔قبلہ وکعبہ پیر صاحب نے مزید راجہ سخی ولایتؒ کے بھانجے الطاف کے بارے میں بھی بتایا۔کہ وہ میر پور رکشہ چلاتا ہے۔اور اسکے رکشہ کا نمبر فلاں ہے ـــــ لیکن ازل سے ظاہراً ملاقات اور اجرائے فیض کا ایک وقت مقرر تھا۔جس سے پہلے کچھ نہیں ہوسکتا تھا۔لیکن یہ بات بھی نہیں تھی کہ آپ باطناً ان سے بے خبر تھے ـــــ جب قبلہ وکعبہ محمد نورالدین اویسیؒ پہلی بار سہار تشریف لائے۔تو راجہ محمد الطاف صاحب نے آپکو پہچان کر کہا کہ آپ ایک دفعہ مجھے میر پور ملے تھے۔اور میرے رکشہ میں بیٹھے تھے۔اور آپ نے میرے ساتھ ہوٹل میں چائے پی تھی۔وہ ڈائری بھی اٹھالایا۔جس پر آپ نے اپنا ایڈریس وغیرہ لکھ کر دیا تھا ـــــ اس پر آپ اپنی عادت مبارکہ کے مطابق ٹال گئے اور کہا کوئی اور ہو گا۔چہروں میں مماثلت ہوتی ہے۔جب اُس نے اصرار کیا اور قسم وغیرہ اٹھائی کہ آپ ہی تھے تو آپ نے اسکا زانو دبایا اور ارشاد فرمایا کہ کوئی ہوگا۔انسان کے کئی روپ ہوتے ہیں ـــــ راجہ محمد بشیر صاحب نے بھی اپنا واقعہ سنایا کہ مجھے تربیلا جب ہارٹ اٹیک ہوا تھا تو آپ مجھے ہسپتال میں ملنے آئے تھے۔اور تسلی دی تھی۔محمد بشیر صاحب وہ مصلّٰی بھی اٹھالائے جو آپ نے اُس موقع پر انکو عنایت کیا تھا۔آپ نے کہا کہ چھوڑو اس ذکر کو۔کوئی میرا ہمشکل ہوگا ـــــ اور بات کا رخ پلٹ دیا۔

قبلہ وکعبہ محمد نورالدین اویسیؒ کا اس علاقہ سے جسکے بارے میں آپ نے متعدد بار ارشاد فرمایا کہ یہاں سے سلسلہ اویسیہ دنیا میں پھیلے گا۔اور آپ کی نظر کرم سے اس علاقہ میں یہ سلسلہ تیزی سے پھیلا۔باقاعدہ رابطہ کا سبب ایک چھوٹا سا واقعہ بنا ـــــ راجہ محمد ذوالقرنین صاحب کے بھائی محمد ایوب صاحب جو کہ فوج میں ملازم تھے نے کمیشن کیلئے Apply کیا۔راجہ محمد ذوالقرنین، راجہ محمد بشیر

صاحب جو کہ راجہ سخی ولایتؒ کے چھوٹے بھائی اور رشتہ کے لحاظ سے انکے بزرگ تھے کو ساتھ لیکر اس تگ ودو میں (بزعم خود سفارش وغیرہ کے حصول کیلئے) پشاور گئے۔ وہاں کامیابی نہ ہوئی ـــــ پشاور سے پنڈی واپس آرہے تھے جب حسن ابدال پہنچے تو اچانک راجہ محمد بشیر صاحب نے محمد ذوالقرنین صاحب سے کہا کہ یہاں اتر جائیں۔ انہوں نے حیران ہو کر اسکی وجہ پوچھی۔ انہوں نے بتایا کہ ایبٹ آباد میں ایک بزرگ ہستی ہیں ـــــ اُن سے دعا کرائیں گے ـــــ اندھے کو کیا چاہیے دو آنکھیں۔ وہ فوراً تیار ہو گئے ـــــ راجہ محمد بشیر صاحب جب اٹک بسلسلہ ملازمت تھے تو وہاں اتفاقاً سرور صاحب سے انکی ملاقات ہوگئی۔ سرور صاحب نے پوچھا کہ آپ کہاں کے رہنے والے ہیں۔ کہا کہ میں سہار ضلع میر پور آزاد کشمیر کا ہوں۔ انہوں نے سراپا اشتیاق بنتے ہوئے پوچھا۔ سہار کے راجہ سخی ولایت صاحب کو جانتے ہو جو سرینگر میں ہوتے تھے۔ انہوں نے بتایا کہ وہ تو میرے بھائی ہیں۔ محمد سرور خان صاحب ان سے بڑی محبت سے ملے اور بتایا کہ ہمارے پیر صاحب جو کہ ایبٹ آباد میں ہوتے ہیں۔ وہ آپکو یاد کرتے ہیں ـــــ سرور صاحب نے قبلہ وکعبہ کا نام اور پتا بھی بتایا کہ آپ لنک روڈ پر رہتے ہیں ـــــ محمد بشیر صاحب اور راجہ محمد ذوالقرنین خان ایبٹ آباد پہنچ کر تانگے میں سوار ہوئے۔ اور اسے لنک روڈ چلنے کیلئے کہا۔ ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال کے پاس پہنچ کر تانگے والے نے پوچھا کہ آگے کسطرف جانا ہے۔ اُس نے یہ بتا کر کہ لنک روڈ تو بہت لمبی ہے انہیں حیران وپریشان کر دیا۔ وہ ابھی شش وپنج اور گومگو کی حالت میں تھے۔ کہ تانگے کے آگے اچانک سائیکل آگیا۔ گھوڑا بدکا۔ حادثہ ہوتے ہوتے بچا۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں یہاں ہی اتار دو ـــــ یہ اتفاق سمجھیں یا قبلہ وکعبہ کی کرم نوازی کہ یہ جگہ آپکی رہائش گاہ کے بالکل سامنے تھی۔ برلب سڑک وہاں کھوکھے پر عزیز الرحمٰن صاحب تھے ـــــ راجہ محمد بشیر صاحب کی اوائل عمری میں سرینگر میں اگرچہ قبلہ وکعبہ سے ملاقات ہو چکی تھی۔ لیکن تیس پینتیس سال پہلے کی بات تھی۔ راجہ صاحب کو آپکا نام بھی ٹھیک طور پر یاد نہ تھا ـــــ انہوں نے عزیز الرحمٰن صاحب سے پوچھا کیا یہاں کہیں "نورالامین صاحب" جو کہ کشمیری ہیں رہتے ہیں؟ ـــــ انہوں نے چھوٹتے ہی سوال کیا۔ کیا آپ میر پور سے

آئے ہیں اور راجہ سرور نے آپکو بھیجا ہے؟۔ راجہ محمد بشیر صاحب نے اپنی طبیعت کے مطابق مذاقاً کہا کہ ہاں میر پور ہی سے آئے ہیں لیکن یہ ضروری نہیں کہ وہاں سے آنے والے ہر ایک کو راجہ سرور ہی بھیجے ـــــ عزیز الرحمٰن صاحب نے بتایا کہ باؤ جی (عزیز الرحمٰن صاحب چند ایک دیگر افراد کی طرح عزت و پیار سے آپ کو باؤ جی ہی کہتے تھے) کے مسکن کے سامنے آپ کھڑے ہیں۔ راجہ محمد بشیر صاحب اور محمد ذوالقرنین خان اس حسنِ اتفاق پر حیران وخوش 3404 کے احاطہ میں داخل ہوئے۔ دروازہ کھٹکھٹایا تو آپ نے کھولا۔ قبلہ وکعبہ نے راجہ محمد بشیر صاحب کو دیکھتے ہی فرمایا کہ تم سخی ولایت صاحب کے بھائی ہو! ـــــ اور بڑی محبت اور وارفتگی سے ملے ـــــ دونوں کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ محمد ذوالقرنین صاحب یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ قبلہ وکعبہ اُن سے بھی شفقت سے ملے۔ انہوں نے قبلہ وکعبہ کے ظاہری اور سادہ بلکہ انتہائی سادہ لباس سے کہ آپ پاجامہ اور قمیض زیب تن کئے ہوئے تھے۔ یہ اندازہ لگایا کہ شاید یہ شخص پیر صاحب کا خادم ہوگا۔ کیونکہ وہ بچپن ہی سے روحانیت سے فطری لگاؤ کی وجہ سے بہت سے پیروں۔ گدی نشینوں سے مل چکے تھے۔ اور انکے کروفر۔ ٹھاٹ باٹ اور شان وشوکت سے واقف تھے ـــــ لیکن جب اُنکو پتا چلا۔ کہ یہی آدمی جو انکی خدمت میں ہمہ تن مشغول بلکہ بچھا جارہا ہے۔ وہی "پیر صاحب" ہیں۔ تو وہ قطعاً متاثر نہ ہوئے ـــــ بلکہ اکتاہٹ اور وقت کے زیاں کا احساس انکے دامن گیر تھا ـــــ قبلہ وکعبہ محمد نور الدینؒ نے اپنی عادت شریفہ جو کہ سنتِ نبویؐ کے عین مطابق تھی۔ انکی بڑی خاطر و مدارت کی ـــــ پرانی باتوں۔ یادوں اور محافل کا تذکرہ رہا ـــــ رات کو جب سونے لگے تو محمد بشیر صاحب نے قبلہ وکعبہ سے عرض کی کہ یہ میرے بھانجے ہیں۔ اسکے چھوٹے بھائی نے فوج میں کمیشن کیلئے Apply کیا ہوا ہے ـــــ رات کو اس معاملہ میں آپ نے کچھ دعا وغیرہ کرنی ہے ـــــ قبلہ وکعبہ نے جوش میں آکر کہا "سخی کے گاؤں کا کتا بھی آکر کہتا تو اُسکا کام بھی ہوجاتا۔ تم تو انکے بھائی ہو۔ بے فکر رہو۔ تمہارا کام ہوگیا" ـــــ محمد ذوالقرنین صاحب قطعاً لاتعلق اور بے یقینی کی کیفیت میں تھے ـــــ صبح محمد بشیر صاحب نے چلتے وقت مروجہ رواج کے مطابق تعویذ کیلئے استدعا کی ـــــ آپ نے مسکرا کر کہا اسکی

کیا ضرورت ہے؟ ــــ بہر حال تشفی اور دلجوئی کیلئے لکھ کر عنایت فرمایا۔ اور کہا کہ محمد ایوب کو بھیج دینا کہ بازو پر باندھ لے گا ــــ محمد ذوالقرنین صاحب کو قطعاً کوئی امید نہ تھی ــــ لیکن یاس وناامیدی میں اسکو تنکے کا سہارا ہی سمجھے۔ اور کالا ڈب واپس آ گئے ــــ ولی اکمل کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ کے خطا ہونے کا سوال ہی نہیں ــــ راجہ محمد ایوب صاحب Select ہو گئے ــــ یہ سنکر راجہ محمد ذوالقرنین صاحب کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی ــــ انہوں نے منت مانی ہوئی تھی ــــ جسطرح عام پیروں۔ خانقاہوں اور درگاہوں کیلئے ہوتا ہے۔ کہ اگر ایوب کامیاب ہو گیا تو ''ننگے پاؤں'' سلام کرنے کیلئے جاؤں گا ــــ یہ خوشخبری سنتے ہی وہ ننگے پاؤں ایبٹ آباد کیلئے روانہ ہو گئے۔ جوتے فروٹ والی کھجور کی چھپی (ٹوکری) خرید کر اُس میں رکھ لئے ــــ قبلہ وکعبہ کے درِ اقدس پر پہنچے۔ دروازہ بند تھا۔ جوتی اس ٹوکری سے نکال کر خاموشی سے باہر دروازے پر رکھی۔ اور اندر داخل ہوئے ــــ اب پہلے والی بات تو نہ رہی تھی۔ اب تو وہ اس ہستی کی شان تھوڑی تھوڑی جان چکے تھے۔ وہ بڑی عقیدت ومحبت سے قدمبوس ہوئے۔ اور محمد ایوب کی Selection پر اپنی انتہائی ممنونیت کا اظہار کیا ــــ لیکن قربان جائیے آپکی شانِ بے نیازی پر۔ آپ نے اپنی عادتِ شریفہ کے مطابق اس خوشخبری پر مسرت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ یقیناً تمہاری والدہ کی دعاؤں کا اثر ہے ــــ آپکی یہ عادت تھی کہ آپ کشف وکرامت کو چنداں اہمیت نہ دیتے تھے۔ اگر اتفاقاً اسکا اظہار ہو بھی جاتا۔ تو آپ کبھی بھی اپنے سے اسے منسوب نہ فرماتے۔ بلکہ اسکے صدور کی کچھ اور ہی توجیہہ فرماتے ــــ راجہ محمد ذوالقرنین صاحب جب اجازت لیکر وہاں سے رخصت ہونے لگے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے جسم کا تم پر حق ہے۔ اس سے زیادتی نہ کرو ــــ ذوالقرنین صاحب سمجھ چکے تھے۔ کہ یہ وہ پیر ہے جو کہ میری ہر ہر بات اور حرکت سے واقف ہے۔ اور آپ کے متذکرہ ارشاد میں اشارہ ان کے ننگے پاؤں آنے اور اس سلسلہ میں تکلیف اٹھانے کی طرف تھا۔ انہوں نے خاموشی سے سر جھکا لیا۔ گویا بصمیم قلب ایمان لے آئے کہ حقیقی فقیری کے دستور نرالے ہوتے ہیں ــــ راجہ محمد ذوالقرنین خان صاحب نے تو دنیا مانگی تھی۔ لیکن ولی اکمل سے دنیا کے ساتھ جو کچھ عطا ہو رہا

تھا۔اُس پر تو وہی ضرب المثل صادق آتی ہے۔کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام طور پر آگ لینے گئے تھے۔ پیغمبری لے کر لوٹے ـــــ قبلہ وکعبہ محمد نور الدین اویسیؒ کا اس گھرانے پر نوازشات کا ایک لامتناہی سلسلہ ہے۔جس کے بیان کے لئے ایک دفتر چاہیے۔صرف بطور مثال ایک دو مختصر واقعات بیان کئے جاتے ہیں ـــــ

بیعت ہونے کے تھوڑے عرصہ بعد سہار میں راجہ محمد الطاف صاحب کے بیٹے محمد آفتاب کی شادی میں شریک ہونے کیلئے ذوالقرنین صاحب گئے۔کھانا کھانے کے بعد انہیں غنودگی محسوس ہوئی۔مجبوراُوہ لیٹ گئے ـــــ ان پر کیفیات کا نزول شروع ہو گیا۔اورانہوں نے جو کچھ دیکھا وہ ان کیلئے نا قابل تصور۔اور نا قابل بیان تھا۔کیونکہ وہ اس شہنشاہ حقیقت وطریقت کی جود وعطا سے واقف نہ تھے ـــــ جب کیفیت ختم ہوئی۔تو وہ دفورِ جذبات سے اونچی آواز سے رونے لگے۔کہ کاش اسی کیفیت ومحویت میں انکی موت واقع ہو جاتی ـــــ اسی کشمکش میں وہ چار پائی سے نیچے گر گئے ـــــ لیکن ابھی تو اس سخی کی جود وعطا کی ابتدا ہوئی تھی۔

کچھ عرصہ بعد ایک روز راجہ محمد ذوالقرنین صاحب کی والدہ نے دیکھا کہ ایک عظیم شخصیت تشریف لا رہے ہیں۔انہوں نے سیاہ رنگ کا چوغہ زیب تن کر رکھا ہے۔اس پر سنہری حروف سے کلمہ طیبہ لکھا ہوا ہے۔اوراس کلمہ سے نکلنے والی روشنی آنکھوں کو خیرہ کر رہی ہے ـــــ قبلہ وکعبہ پیر صاحب ارشاد فرماتے ہیں کہ محبوب خدا صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے ہیں ـــــ محمد ذوالقرنین صاحب کی والدہ نے جونہی یہ منظر دیکھا تو فرطِ مسرت سے انہوں نے رونا شروع کر دیا۔یہاں تک کہ انکی ہچکی بندھ گئی۔اس شور شرابے سے گھر کے سب افراد جاگ گئے ـــــ پوچھنے پر سوائے رونے کے وہ کچھ نہ بتا سکیں ـــــ جونہی وہ کیفیت سنانے لگتیں اُن پر رقت طاری ہو جاتی۔تین چار روز کے بعد وہ بمشکل یہ کیفیت بتا سکیں۔

بلا محنت باطنی نوازشات کا جو سلسلہ جاری ہوا اسکی تو یہ محض ابتدا تھی ـــــ تفصیل کیلئے تو وقت اور حوصلہ چاہیے ـــــ ایک چھوٹا سا واقعہ بطور مثال بیان کرتا ہوں ـــــ بلدیاتی الیکشن کا زمانہ

تھا۔راجہ محمد سلطان صاحب امیدوار تھے۔انہوں نے کاغذاتِ نامزدگی داخل کرانے کیلئے جانا تھا ـــــ انہوں نے رشتے اور پڑوسی کے ناطے راجہ ذوالقرنین صاحب کو ساتھ جانے کیلئے کہا ـــــ انہوں نے معذرت کرتے ہوئے کہا کہ ہوسکتا ہے لیٹ ہوجانے کے وجہ سے رات کوٹلی رہنا پڑے۔ اور میں گھر سے باہر نہیں رہ سکتا۔کیونکہ گھر میں چھوٹے بچوں کے علاوہ کوئی مرد نہیں ـــــ ایک پڑوسی عورت نے کہا کہ آپ چلے جائیں اگر کوئی اور آدمی نہ ہوا تو میں سور ہوں گی۔چنانچہ راجہ محمد ذوالقرنین صاحب چلے گئے ـــــ بیعت ہونے سے قبلہ وکعبہ محمد نورالدین اویسیؒ نے تو دین ودنیا کی حفاظت کا ذمہ لیا تھا۔لیکن محمد ذوالقرنین صاحب تو بیعت سے مروجہ دستور کے مطابق مراد شاید بحثیت مرید اندراج ہی سمجھ رہے تھے۔وہ حقیقت کو نہ سمجھ سکے ـــــ آپؒ نے بطور یاددہانی۔یقین کی پختگی کیلئے ایک جھلک دکھانی مناسب سمجھی ـــــ رات کو محمد ذوالقرنین خان کی والدہ صاحبہ نے مشاہدہ کیا کہ ایک زبردست روشنی انکے گھر سے آسمان تک بلند ہے۔وہ دیکھ رہی ہیں۔کہ اس میں سے کوئی چارپائی نما چیز نیچے آتی ہے۔پھراسی طرح دوسری آئی ـــــ ان میں دودو آدمی سوار ہیں ـــــ وہ چارپائیاں انکے صحن میں آتی ہیں ـــــ یہ حیرت زدہ ہیں ـــــ حیرت کا یہ سلسلہ اُنکی گفتگو سے ٹوٹتا ہے۔وہ استفسار کرتے ہیں کہ آپ نے اس عورت کو کیوں بلایا ہے؟ ـــــ ہم تو آپکی حفاظت کیلئے مقرر ہیں! ـــــ اسی اثنا میں ایسا محسوس ہوا کہ آندھی اور بارش آرہی ہے ـــــ انکی والدہ نے کہا کہ بارش اور آندھی آرہی ہے۔آپ اندر چارپائیاں لے آئیں۔انہوں نے کہا آپ بےفکر رہیں ـــــ انکی تسلی کیلئے انہوں نے مزید کہا۔کہ اگر بارش ہوئی۔تو ہم چارپائیاں پیر صاحب کے کمرے میں کرلیں گے ـــــ پیر صاحب کے کمرے سے مراد وہ بیٹھک۔مہمان خانہ تھا۔جہاں آپ اپنی آمد پر قیام فرماتے تھے ـــــ ذوالقرنین صاحب نے اپنی تسلی وتشفی کیلئے قبلہ وکعبہ محمد نورالدین اویسیؒ سے اس متذکرہ کیفیت کا ذکر کیا۔آپ نے تصدیق کرتے ہوئے فرمایا۔''ہم ہی نے محافظ مقرر کئے ہیں'' ـــــ اسکے بعد وہ مطمئن ہوگئے اور اسکے بعد انہیں رات باہر بسر کرنے میں کوئی تردّد اور پریشانی نہ ہوتی ـــــ انہوں نے بتایا کئی دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ گھر پر کوئی مرد نہیں تھا۔تو باہر

سے صبح کے وقت کسی نے دروازہ کھٹکھٹا کر والدہ صاحبہ سے کہا اب صبح ہوگئی ہے۔آپ اُٹھ کر نماز ادا کریں۔اب ہم جارہے ہیں۔

ع قلم عاجز ہے تیرے وصفوں کے رقم سے

آپا زیتون صاحبہ کا معجزاتی طور سلسلہ اویسیہ میں داخل ہونا

آپ ان محدود چند افراد میں سے تھیں جنکو قبلہ وکعبہ پیر صاحب سے بڑا عشق تھا۔اور آپؒ بھی انکا بڑا خیال رکھتے تھے۔آپکی پرورش اور تربیت آپکی نانی کے زیر سایہ ہوئی۔جو کہ ایک بزرگ اور صاحب کشف خاتون تھیں۔اسلئے بچپن ہی سے مذہب اور روحانیت سے لگاؤ انکی گھٹی میں پڑا ہوا تھا۔۔۔۔ انکی شادی راجہ سخی ولایتؒ کے چھوٹے بھائی راجہ محمد بشیر صاحب سے ہوئی جو کہ انکے قریبی رشتہ دار تھے۔۔۔۔ آپ کا سلسلہ میں داخل ہونے کا واقعہ بڑا عجیب وغریب ہے۔انہوں نے ایک روز خواب میں دیکھا کہ وہ ایک پہاڑی پر کھڑی ہیں۔کہ وہاں سے ایک قبیح صورت چڑیل انہیں اوپر اٹھا لیتی ہے۔اور اوپر لے جا کر کس (نالہ) میں پھینک دیتی ہے۔۔۔۔ مارے خوف کے وہ سہم جاتی ہیں۔کہ اتنی بلندی سے نالے کے پتھروں پر گر کر انکا کچومر نکل جائے گا۔۔۔۔ جب وہ تیزی سے نیچے جارہی تھیں۔تو اچانک دو بزرگ ہستیاں تشریف لاتی ہیں۔اور دونوں انکو بازوؤں سے پکڑتی ہیں اور انہیں اوپر اٹھا لیتی ہیں۔اور اسی حالت میں انہیں اٹھائے اٹھائے انکے گھر لے آتی ہیں۔۔۔۔ مصیبت اور تکلیف کے جاں گسل واقعہ سے چھٹکارے پر انہیں نوازش کے اظہار کیلئے الفاظ نہیں مل رہے تھے۔۔۔۔ وہ ان بزرگ ہستیوں کیلئے چائے کا انتظام کرنے لگتی ہیں تو وہ کہتے ہیں ہمیں جلدی ہے ہم چائے وغیرہ نہیں پیئیں گے۔۔۔۔ جب وہ روانہ ہونے لگے تو اپنے فطری روحانیت سے لگاؤ کی وجہ سے وہ ملتجی ہوئیں کہ کوئی وظیفہ عطا ہو۔۔۔۔ ارشاد ہوتا ہے تمہاری نند نوشابہ بیگم (وہ قبلہ مولوی محمد امینؒ سے بیعت شدہ تھیں اور بامشاہدہ تھیں) کے پاس تین درود شریف ہیں۔ان سے لے لینا۔اور وہ دونوں بزرگ ہستیاں تشریف لے جاتی ہیں۔۔۔۔ اس مشاہداتی خواب سے بیدار ہو کر انہیں خوشی اور اطمینان حاصل ہوتا ہے۔۔۔۔ صبح وہ اپنی نند سے وظیفہ کیلئے کہتی ہیں۔نوشابہ صاحبہ پہلے تو انکار کر

کے ٹال دیتی ہیں۔لیکن وہ انہیں بتاتی ہیں۔کہ تمہارے پاس تین درود شریف ہیں۔تو وہ سوچ میں پڑ جاتی ہیں۔پوچھتی ہیں تمہیں کسطرح پتا چلا کہ میرے پاس تین درود شریف ہیں۔زیتون صاحبہ کہتی ہیں کہ بس پتا چل گیا۔۔۔۔نوشابہ صاحبہ انکے تیقّن کو دیکھ کر اقرار کرتی ہیں۔لیکن ساتھ ہی اپنی مجبوری بیان کرتے ہوئے کہتی ہیں کہ انہیں دینے کی اجازت نہیں۔۔۔۔اس پر زیتون صاحبہ انہیں اپنا خواب سناتی ہیں۔خواب سنکر نوشابہ صاحبہ بزرگ شخصیات کا حلیہ جان کر بتاتی ہیں کہ ان میں سے ایک راجہ سخی ولایت خاں صاحب اور دوسرے قبلہ پیر صاحب تھے۔۔۔۔وہ زیتون صاحبہ کو درود دیتی ہیں۔۔۔۔ اسطرح پیر صاحب سے غائبانہ تعلق قائم ہو جاتا ہے۔۔۔۔جب قبلہ و کعبہ محمد نور الدین اویسیؒ کا ظاہری تعلق سہار اور کالاڈب کے لوگوں سے ہوتا ہے۔اگرچہ سلسلہ اویسیہ سے تو یہاں کے چند لوگوں کا راجہ سخی ولایتؒ کے ذریعہ تعارف ہو چکا تھا۔لیکن آپکی توجہ سے یہ سلسلہ بڑی سرعت سے نمو پاتا ہے۔ آپ پہلی دفعہ جب کالاڈب تشریف لائے۔تو واپسی پر آپ سہار بھی تشریف لے جاتے ہیں۔جب آپا زیتون صاحبہ قبلہ و کعبہ کی قدم بوسی کیلئے حاضر ہوتی ہیں۔اور انکا آپ سے تعارف کرایا جاتا ہے۔ تو پیر صاحب ارشاد فرماتے ہیں کہ میں انکو جانتا ہوں۔۔۔۔آپ اس گھرانے اور خاندان کی سلسلہ سے محبت اور وارفتگی سے بہت متاثر ہوتے ہیں۔یہاں سے آپ راجہ محمد سرور خان صاحب کے ہاں کسگمہ تشریف لے جاتے ہیں۔۔۔۔تو محبت اور عقیدت کی بظاہر غیر محسوس ڈوری سے کھینچے ہوئے آپا زیتون اپنے خاوند راجہ محمد بشیر صاحب کی ہمراہی میں وہاں پہنچ جاتی ہیں۔۔۔۔قبلہ و کعبہ محمد نور الدین اویسیؒ دروازے پر موجود تھے۔آپ نے ارشاد فرمایا کہ آپ ہی کا انتظار کر رہا تھا۔۔۔۔دست بوسی کے بعد بشیر صاحب اپنے مخصوص انداز میں زیتون بیگم صاحبہ کے جذبات کی ترجمانی کرتے ہوئے ""توجہ"" کیلئے گزارش کرتے ہیں۔۔۔۔دریائے رحمت کو تو طغیانی کیلئے ایک بہانہ چاہیے۔۔۔۔آپ انہیں مراقبہ کرنے کا حکم دیتے ہیں۔۔۔۔پل کی تو بات تھی۔لمحوں میں وہ عطا ہوا۔جسکے لئے راہروانِ طریقت سالوں جنگل کی خاک چھانتے ہیں۔اور جاں گسل تزکیہ و مجاہدات سے اپنی جانیں ہلکان کرتے ہیں۔۔۔۔مراقبہ سے فارغ ہوئیں تو اس نعمتِ عظمیٰ کے عطا ہونے پر اظہارِ تشکر میں آنکھوں

سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی ـــــ لیکن حقیقت ومعرفت کے خزانوں کے شہنشاہ کی عطا کی تو یہ ایک معمولی جھلک تھی ـــــ فیضِ باطنی کی عطا کا یہ سلسلہ شروع ہوا۔ تو کاغذ وقلم سے اسے شمار اور مقید کہاں کیا جا سکتا ہے ـــــ لیکن ظاہراً یا دنیوی طور آپکی جو محبت ۔ شفقت اور خصوصی توجہ تھی ۔ وہ بھی سلسلۂ دراز رکھتی ہے ـــــ بطور مثال چند ایک چھوٹے سے واقعات پیش ہیں ۔ کہ ان سے شاید صحیح صورتِ حال کے بارے میں قیاس کیا جا سکے ـــــ راجہ محمد بشیر صاحب نے اپنے آبائی مکانات سے ہٹ کر جنگل کے پاس ایک نیا مکان بنایا۔ آپ تو نوکری کے سلسلہ میں گھر سے باہر رہتے تھے۔ آپا زیتون صاحبہ وہاں بچوں کے ساتھ تنہا ہوتی تھیں ۔ حسبِ رواج رکھوالی کیلئے یکے بعد دیگرے کئی کتے رکھے۔ لیکن وہ مر جاتے ـــــ اس بات کا ذکر جب قبلہ وکعبہ سے کیا گیا۔ آپ نے ہنس کر فرمایا ـــــ رکھوالی کیلئے کتوں کی کیا ضرورت ! ـــــ اسکا انتظام و بندوبست تو ہو چکا ہے ـــــ اور اس انتظام کا مشاہدہ آپا جان نے چند ایک روز بعد کیا۔ آپ باہر صحن میں عشا کی نماز ادا کر رہی تھیں تو آپ نے محسوس کیا۔ کہ انکے قریب ہی کوئی نماز پڑھ رہے ہیں اور نماز ادا کرنے کے بعد وہ اپنی مخصوص جگہوں پر مکان کے چاروں کونوں پر چلے گئے ـــــ یہ دیکھ کر حق الیقین ہو گیا۔ کہ ظاہر و باطن جب آپکے سپرد کیا۔ تو حفاظت ونگرانی کی فکر مندی لاحاصل ہے ـــــ

ایک دفعہ آپا زیتون صاحبہ کا پوتا ضیا الحق بیمار ہو گیا۔ ٹمپریچر دیکھنے کیلئے اُسکے منہ میں تھرمامیٹر رکھا گیا۔ بچے نے نادانستگی اور گھبراہٹ میں اُسے چبا دیا تو پارہ اندر چلا گیا۔ جس سے اُسکی حالت غیر ہو گئی ـــــ اور بچے کے جانبر ہونے کی کوئی امید نہ رہی ـــــ رات کا وقت تھا اس ناامیدی اور پریشانی کے عالم میں جب سب سہارے ختم ہو گئے تو پھر آخری سہارا اسی پیرومرشد کا تھا ـــــ آپا زیتون صاحبہ نے اپنے پوتے ضیا الحق کو گود میں لیا اور مراقبہ شروع کیا۔ تو آپ نے ایک وسیع دریا کے کنارے سبزہ پر دو بزرگ ہستیوں کو دیکھا۔ جن میں آپکے ملجا وماویٰ بھی تشریف فرما تھے ـــــ یہ ابھی بولنے کے لئے الفاظ ہی ڈھونڈ رہی تھیں کہ آپ نے ان سے بچہ کو اپنی گود میں لے لیا ـــــ یہ سلسلہ اُس وقت ٹوٹا جب بچے نے پانی مانگا۔ آپا زیتون صاحبہ نے آنکھیں کھولیں تو بچہ

تندرست ہو چکا تھا۔

اسی ضیا الحق کے والد راجہ احسان الحق کی ٹرانسفر میر پور سے مظفر آباد ہو گئی۔ وہاں گھر سے دور بڑے پریشان و مجبور تھے۔ اس تکلیف اور مشکل میں جب کوئی صورت نظر نہ آئی۔ تو اپنے ملجاو ماویٰ محمد نور الدین اویسیؒ ہی یاد آئے۔ کہ وہ بے آسرا کے آسرا اور ہر مشکل کے مشکل کشا ہیں۔ صبح کے وقت حسبِ معمول درود شریف پڑھا ـــــ اور دل ہی دل میں التجا کی کہ اگر آج ہی میری ٹرانسفر واپس ہو گئی تو آپکو مانوں گا ـــــ آپ یقیناً احسان الحق کی سادہ لوحی پر مسکرائے ہوں گے کہ سمندر سے پانی کے قطرہ کی التجا کر رہا ہے!۔ اور اسے ایک بہت بڑی بات سمجھ رہا ہے اور ''ماننے'' سے مشروط کر رہا ہے۔ حالانکہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی روشنی میں دنیا و مافیہا مچھر کے پر کے برابر بھی وقعت و حیثیت نہیں رکھتے ـــــ ولی اکمل۔ نائب رسولؐ کے ہر ہر عمل سے اس حدیث پاک کی عملی تفسیر آشکارا ہوتی ہے ـــــ لیکن مرید اپنی سادہ لوحی و ناسمجھی اور بے صبری و جلد بازی سے مجبور ہو کر جب التجا کرتا ہے۔ تو دلجوئی تو فرمانی ہی پڑتی ہے ـــــ احسان الحق نے صبح التجا کی۔ دوپہر کے وقت اُسے ایک آدمی ملا۔ اُس نے پوچھا ''تمہارے پاس سو روپے ہیں''۔ احسان الحق نے پوچھا ''کیوں؟'' اُس نے بتایا کہ تمہارا ٹرانسفر آرڈر آج میر پور ہوا ہے۔ سو روپے دو۔ تا کہ تمہارے کاغذات وغیرہ مکمل کراؤں ـــــ احسان الحق نے سوچا کہ اتنی بڑی ہستی کو اس کام کیلئے کہا ہے تو اب کسی کو مٹھائی۔ رشوت کے پیسے کیوں دوں۔ ٹرانسفر انہوں نے کرائی ہے تو باقی سب انتظامات بھی وہی کرائیں گے۔ جلد بازی اور پریشانی کی کیا ضرورت ـــــ اُس نے فوراً بلا جھجک زور دیکر کہا کہ ''میرے پاس سو روپیہ نہیں ہے۔ آرڈر تم اپنے پاس ہی رکھو۔'' وہاں سے وہ باہر آیا تو اسکا قیاس۔ اندازہ درست ثابت ہوا۔ سبب خود بخود بن رہے تھے ـــــ اُسے ایس۔ پی ٹریفک کا ڈرائیور ملا۔ اُس نے پوچھا راجہ تمہارا تو آرڈر ہو گیا ہے تم ابھی تک یہاں ہی ہو ـــــ احسان الحق نے بتایا کہ آرڈر لائن آفیسر کے پاس ہے۔ اور وہ جاری نہیں کر رہا ـــــ اُس نے کہا میں ابھی لاتا ہوں ـــــ وہ گیا اور اُسے کہا کہ آرڈر دو۔ ایس پی صاحب نے مجھے بھیجا ہے۔ اُس نے آرڈر لیا اور کاغذات مکمل

کرائے۔اور پھر احسان الحق سے کہا کہ گاڑی میں اپنا سامان رکھو ـــــ وہ اسے اڈے پر لے آیا۔
وہاں میر پور کا ٹیوٹا تیار تھا ـــــ راجہ احسان الحق اس میں بیٹھا اور میر پور آ گیا ـــــ وہ حیران تھا کہ
یوں بھی ہوتا ہے ـــــ لیکن ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ـــــ

صوفی محمد اکرم ادریس کا فیضِ اویسی سے ہمکنار ہونا

صوفی محمد اکرم ادریس صاحب سائیں رکن الدین جو کہ سلسلہ نقشبندیہ کے ایک مشہور و
معروف اور مرجع خلائق بزرگ ہیں کے خلیفہ تھے ـــ سائیں صاحب سے بیعت ہونے کے بعد
اپنی فطری ذہانت و فطانت۔علم اور تزکیہ ومجاہدہ کی وجہ سے سائیں صاحب کے مریدین میں انہوں
نے بہت جلد ایک ممتاز مقام حاصل کر لیا۔اور سائیں صاحب کے خاص مقربین و مصاحبین میں انکا
شمار ہونے لگا۔سائیں صاحب کی آپ پر خصوصی توجہ تھی۔اس سلسلہ میں انہوں نے نہ صرف آپکو
مختلف وردو وظائف بتائے۔بلکہ سخت چلہ کشی بھی کرائی ـــــ اس تزکیہ ومجاہدہ سے آپ نے خواب
میں چند کیفیات کا مشاہدہ کیا ـــــ ان کیفیات ۔ چلہ کشی ۔مخصوص لباس (چوغہ) پُر اثر جھاڑ
پھونک ۔اور چند ایک ناسوتی کرامات کے اظہار سے نہ صرف سادہ لوح عوام بلکہ وہ خود بھی فریب
خوردہ ہو کر اپنے آپکو بڑا ''پہنچا ہوا'' سمجھتے تھے ـــــ اور یہ کچھ ایسا غلط بھی نہ تھا۔کیونکہ مروجہ فقیری
کے معیار کے مطابق۔وہ ہر لحاظ سے ایک برگزیدہ فقیر تھے ـــــ سفید نورانی چہرہ۔اس پر لمبا سفید
چوغہ۔رمزیہ گفتگو کے ماہر۔پُر اثر جھاڑ پھونک ۔ چلہ کشی اور ناسوتی کرامات کی شہرت۔اور ایک
مشہور و معروف پیر کا مرید خاص ـــــ یعنی سب کچھ تو تھا۔لیکن ان مصنوعی لوازمات کا حقیقی فقیری
سے دور کا بھی تعلق نہ تھا ـــــ جب کالا ڈب میں سلسلہ اویسیہ کا چرچا ہوا۔تو صوفی صاحب تک بھی یہ
بات پہنچی۔تجسس ہوا۔قبلہ و کعبہ محمد نور الدین اویسیؒ کی تصنیف ''شرح منازل فقر'' ایک دن اتفاقاً محمد
ذوالقرنین صاحب کے پاس دیکھی۔متجسس طبیعت تو تھی ہی۔اٹھا کر تنقیدی نظر سے پڑھنے لگے۔
پڑھتے ہی ورطۂ حیرت میں گم ہو گئے ـــــ حقیقت کے کچھ کچھ دریچے وا ہونے لگے ـــــ سمجھدار تھے
۔یہ سمجھ گئے کہ جس شخصیت نے یہ کتاب لکھی ہے وہ لازماً بیان کردہ ''منازلِ فقر'' کی بامشاہدہ شناسا

ہے۔ کیونکہ سنی سنائی بات کرنے والے اور حقیقی شاہد کی باتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے
۔۔۔۔ فطری طور روحانیت کیلئے جو تڑپ اور تشنگی تھی اسکے زیرِ اثر قبلہ وکعبہ محمد نور الدین اویسیؒ کو خط لکھا
۔۔۔۔ لیکن وہ انانیت جو حصولِ حق ۔ معرفت میں ایک بڑی رکاوٹ ہے انکی ہمدم و ہمساز تھی ۔ اور اسکا
اظہار انکے خط سے بھی ہوتا تھا۔ خط انہوں نے ''خلیفہ محمد اکرم ادریس'' کی حیثیت سے لکھا۔۔۔۔

قبلہ وکعبہ محمد نور الدین اویسیؒ جب دوسری بار ردبلیاہ (کالا ڈب) تشریف لائے۔ تو صوفی صاحب بھی ملنے کیلئے گئے۔ آپکے سادہ لباس و اطوار سے آپکو ایک ''عام فقیر'' سمجھ کر قطعاً متاثر نہ ہوئے ۔۔۔۔ لیکن جب گفتگو شروع ہوئی۔ تو حقیقت کی اثر انگیزی اثر دکھانے لگی ۔۔۔۔ صوفی صاحب نے گلہ کے انداز میں کہا کہ آپکو میں نے خط لکھا تھا۔ آپ نے جواب نہیں دیا ۔۔۔۔ صید کو نادانستہ طور پر قفس کی طرف بڑھتے دیکھ کر آپ نے مسکرا کر ارشاد فرمایا کہ میں نے جان بوجھ کر جواب نہیں دیا ۔۔۔۔ پوچھا کیا وجہ تھی۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ آپ نے خط ''خلیفہ'' کی حیثیت سے لکھا تھا۔ اسلئے میں نے جواب دینا چنداں سود مند نہ سمجھا ۔۔۔۔ آپ نے مزید وضاحت کرتے ہوئے صوفی صاحب کو بتایا کہ ''خلیفہ'' ان تمام قوتوں اور اختیارات کا مالک ہوتا ہے جو اسکے پیر کو حاصل ہوتے ہیں ۔۔۔۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے سمجھا کہ سائیں صاحب کے پاس جو علم اور جتنے اختیارات ہیں وہ انہوں نے آپکو منتقل کر دیئے ہیں۔ اب آپکو میری راہنمائی کی کیا ضرورت ہے ۔۔۔۔ صوفی صاحب تو مروجہ دستور کے مطابق ''خلیفہ'' اسکو سمجھتے تھے۔ کہ پیر کسی مرید کی خدمت ۔ کارکردگی سے خوش ہو کر اُسے جھنڈا۔ چوغہ اور خلیفہ کے القاب سے نواز کر کہے کہ فلاں جگہ چلے جاؤ۔ تم وہاں میرے خلیفہ ہو۔ اور لوگوں کو بیعت کرو تو وہ ''خلیفہ'' ہوا ۔۔۔۔ قبلہ وکعبہ محمد نور الدین اویسیؒ سے خلیفہ کی یہ تعریف سنکر کہ خلیفہ اتنے علم اور اختیارات کا مالک ہوتا ہے۔ جتنے اُسکے پیر کے پاس ہوتے ہیں ۔۔۔۔ صوفی صاحب کی نہ صرف آنکھیں کھل گئیں۔ بلکہ مصنوعی خلافت پر بھی چوٹ پڑی ۔۔۔۔ اور انانیت کی برف کچھ کچھ پگھلنے لگی ۔۔۔۔ قبلہ وکعبہ نے صوفی صاحب کی اندرونی کیفیت کو ملاحظہ کرتے ہوئے پوچھا کہ کیا بال بچے ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ الحمدللہ ہیں۔ آپ نے پوچھا گزر اوقات کسطرح ہوتی ہے؟ کہا بھائی

بیرون ملک ہے۔علاوہ ازیں والد صاحب کا راشن ڈپو ہے۔اسطرح گزر اوقات اچھی ہو جاتی ہے۔
آپ نے پوچھا والد صاحب کی کام کاج (دکانداری) میں مدد کرتے ہو ـــــ انہوں نے اپنے علم اور
تقویٰ کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا ـــــ کہ یہ کام جائز نہیں ہے کیونکہ اس میں Fairness نہیں
ـــــ آپ نے انانیت کے اس پھوڑے پر نشتر زنی کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ یہ کیا ڈھکوسلے بنائے
ہوئے ہیں کہ کام جائز نہیں۔اور جو کمائی ہے وہ کھاتے ہو ـــــ وہ جائز ہوگئی ـــــ آپ نے ارشاد
نبویؐ اَلْکَاسِبُ حَبِیْبُ اللّٰہِ کے پیشِ نظر ارشاد فرمایا۔کہ آئندہ انکے ساتھ کام کرو۔آپ نے
انکے لمبے سفید چوغہ۔جو کہ دیگر لوگوں سے منفرد اور ممتاز ہونے کی نشانی تھی کے بارے میں ارشاد
فرمایا کہ اسے اتارو۔اور اپنے والد کا کام کاج میں ہاتھ بٹاؤ ـــــ یہ کام۔فیصلہ بڑا مشکل تھا۔لیکن
ولی اکمل کے منہ سے نکلی ہوئی بظاہر یہ کڑوی باتیں اثر کر گئیں ـــــ چوغہ اتار پتلون اور شرٹ پہن لی
ـــــ لوگوں کی تنقیدی نظروں اور استہزا نے وہ کام کیا جو برسوں کے تزکیہ و مجاہدہ سے نہ ہوسکتا ـــــ
قبلہ و کعبہ پیر صاحب سے صوفی صاحب نے درود شریف صرف آزمائشاً لیا تھا۔اور اسکا برملا اظہار بھی
کیا کہ مجھے ''کچھ'' نظر آنا چاہیے ـــــ دوسرے ہی دن محبوبِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے
مشرف ہونے کی سعادت حاصل کر لی ـــــ اب مزید کسی آزمائش کی ضرورت نہ تھی ـــــ اپنی
سابقہ زندگی کے قیمتی ماہ و سال کے زیاں پر تاسف کا اظہار کرتے ہوئے انہوں نے اپنی دین و دنیا
قبلہ و کعبہ محمد نور الدین اویسیؒ کے سپرد کر دی ـــــ اور آپکے کرم اور جود و عطا اور شفقت کا جو طویل
سلسلہ شروع ہوا۔اسکے بیان کیلئے تو ایک دفتر چاہیے ـــــ ایک چھوٹے سے واقعہ سے صورتِ حال کا
کسی حد تک اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ایک دفعہ صوفی محمد اکرم ادریس صاحب نے مشاہداتی خواب
میں دیکھا کہ ایک باوردی آدمی ہے۔جسکے ہاتھ میں ایک فائل ہے۔وہ انہیں کہتا ہے کہ اوپر دیکھو۔یہ
دیکھتے ہیں تو حیران رہ جاتے ہیں۔کہ آسمان غائب ہے۔اور وہاں دور ایک خوبصورت جگہ نظر آرہی
ہے۔وہ اسکی دید اور رنگینیوں میں محو ہو جاتے ہیں۔وہ آدمی انہیں یہ بتا کر مزید حیرت و مسرت میں
ڈال دیتا ہے کہ یہ جو خوبصورت پتھر نظر آرہے ہیں۔یہ جواہر اور موتی ہیں ـــــ اور یہ آپکا مقام ہے

ــــــ اظہارِ تشکر کیلئے وہ رب العزت کے حضور سر بسجود ہو جاتے ہیں۔ اور عرض کرتے ہیں۔ کہ الٰہی اس عطا پر تیرا شکر ہے ــــــ بعد میں جب صوفی محمد اکرم ادریس صاحب نے اس واقعہ کا ذکر قبلہ و کعبہ محمد نور الدین اویسیؒ سے کیا تو آپ نے بھی خوشی کا اظہار کیا اور جلال میں آکر فرمایا۔ تم نے یہ کیوں نہ کہا کہ الٰہی تیرا شکر ہے۔ کہ تو نے مجھے ایسا عظیم پیر دیا۔ جسکی وجہ سے مجھے یہ مقام ملا ــــــ

واقعی یہ ارحم الرحمین کا بڑا فضل ہے کہ اُس نے ولی اکمل۔ قطب الاقطاب کے مریدین اور مصاحبین میں شمولیت کا شرف بخشا۔

ع این سعادت بزور باز و نیست

عبدالحکیم سلسلہ اویسیہ میں

سلسلہ اویسیہ میں داخل ہونے سے قبل عبدالحکیم خواب میں قبلہ و کعبہ محمد نور الدین اویسیؒ کی زیارت سے کئی دفعہ مشرف ہوا۔ جب آپؒ سے حقیقتاً اسکی پہلی ملاقات ہوئی۔ تو اُس نے محمد سلطان طاہر صاحب (انجنیر) سے ذکر کیا۔ کہ آپ سے میری پہلی ملاقات تمہارے گھر میں ہوئی تھی۔ اس وقت پیر صاحب تمہارے گھر کے تھم (پرانے طرز تعمیر میں لکڑی کا ستون) کے پاس تشریف فرما تھے ــــــ محمد سلطان صاحب نے بتایا کہ میں تو اس سعادت سے محروم رہا کہ قبلہ و کعبہ اپنے نورانی ورود سے ظاہراً میرے گھر کو منور کرتے ــــــ عبدالحکیم کو اس پر احساس ہوا۔ کہ یہ ملاقات تو خواب میں ہوئی تھی۔ لیکن چونکہ خاصا وقت گزر چکا تھا۔ اور اس خواب کے نقوش اتنے گہرے تھے۔ کہ یہ احساس تیقّن کی حد تک تھا۔ کہ قبلہ و کعبہ سے ملاقات محمد سلطان صاحب کے گھر ہوئی تھی ــــــ اسی طرح سلسلہ میں آنے سے قبل ایک دفعہ جب عبدالحکیم سخت بیمار ہوا۔ تو اُس نے خواب میں دیکھا کہ قبلہ و کعبہ اسکے گھر کی کھڑکی میں سے شفقت و محبت سے اُسے دیکھ رہے ہیں اور بزبانِ خموشی کہہ رہے ہیں کہ گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں ــــــ اسی طرح اُس نے ایک دفعہ دیکھا کہ وہ اذان دے رہا ہے ــــــ حالانکہ یہ تصور اُسکی اسوقت کی طرزِ زندگی سے بعید تھا۔ اور قبلہ و کعبہ اُسکے ساتھ کھڑے ہیں ــــــ اسکی تعبیر کیلئے ایک وقت معین تھا ــــــ اور خواب میں دیکھی ہوئی شخصیت تک

پہنچنے میں کچھ وقت لگا ــــ حالات اسے کشاں کشاں منزلِ مراد کی طرف لا رہے تھے ــــ آخر ایک روز محمد یٰسین صاحب نے انہیں درودِ اویسی دیا اور بتایا کہ دن رات میں یہ گیارہ سو مرتبہ پڑھنا ہے ــــ عبدالحکیم نے رواداری میں درود لے تو لیا۔ لیکن دل میں خیال کیا کہ اتنا پڑھنا مشکل ہے ــــ اور انکی طبیعت اور حالات کے مطابق اتنا تو کیا تھوڑا سا بھی پڑھنا مشکل بلکہ ناممکن ہی تھا ــــ جب یٰسین صاحب پوچھتے کہ پڑھتے ہو۔ تو ہاں کر دیتا۔ لیکن پڑھتا نہیں تھا ــــ لیکن وہ بھاگنے کب دیتے تھے۔ جنہوں نے ازل سے نگاہ رکھی ہوئی تھی ــــ ایک دن جناب محمود احمد طائر صاحب نے جو کہ عبدالحکیم کے چچا زاد بھائی ہیں خواب میں دیکھا کہ قبلہ و کعبہ محمد نور الدین اویسیؒ عبدالحکیم کے گھر تشریف لے جاتے ہیں وہ بھی ساتھ ہیں ــــ اتنے میں نماز کا وقت ہوتا ہے۔ آپ نے نماز ادا کرنی ہے۔ لیکن نماز کیلئے کوئی جگہ نہیں ملتی۔ سامان الٹ پلٹ اور بے ہنگم پڑا ہوا ہے۔ محمود صاحب قبلہ و کعبہ پیر صاحب سے عرض کرتے ہیں کہ اس مکان کے پیچھے جو جگہ ہے وہاں نماز پڑھ لیتے ہیں ــــ مکان کے پیچھے ہموار جگہ جو محمود احمد طائر کی ملکیت ہے۔ وہاں قبلہ و کعبہ نے نماز ادا فرمائی ــــ محمود صاحب نے اس خواب سے یہ اندازہ لگایا کہ عبدالحکیم درود شریف نہیں پڑھتا ــــ انہوں نے اپنے اس خواب کا ذکر محمد یٰسین صاحب سے کیا ــــ انہوں نے جب اس خواب کا ذکر عبدالحکیم سے کیا ــــ تو اس پر اسکا بڑا زبردست اثر ہوا ــــ اسے اپنی بدبختی کا شدت سے احساس ہوا۔ کہ وہ اس نعمت سے کیوں محروم رہا!۔ اس نے اسی وقت اپنے دل میں درود شریف پڑھنے کا مصمم ارادہ کر لیا ــــ رات کو بیٹھ کر پڑھنا شروع کیا ــــ تو بڑی محویت طاری ہوئی اور اسی محویت میں وہ نو سو دفعہ یہ درود شریف مراقبہ میں پڑھ گیا ــــ وہ خود اپنی اس کارکردگی اور محویت پر حیران تھا ــــ درود شریف پڑھنے کے چند ہی روز بعد ایک روز وہ مراقبہ میں روضہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے پہنچا۔ وہاں گیٹ پر وہ ہستی موجود تھی۔ جن سے وہ قبل ازیں کئی دفعہ خواب میں مل چکا تھا ــــ اسکی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ وہ اپنی خوش بختی پر نازاں تھا ــــ پھر چند ہی روز میں وہ اجلاسِ محمدیؐ میں پہنچ گیا ــــ وہ خود حیران تھا۔ کہ کیا یوں بھی ہوتا ہے زمانہ میں ــــ کہ خوش بختی خود متلاشی ہوتی ہے۔ اور گھر پر

دستک دیتی ہے۔ سچ ہے انکے انداز نرالے ہیں ـــــ

عجیب و غریب معاملہ

محمد خورشید مرحوم پرانے درود خوان تھے۔ قبلہ و کعبہ سے انکی محبت مثالی تھی۔ انکو جہاں دنیا میں محبت اور قرب پیر کا مقام ملا تھا وہاں انکو یہ اعزاز و سعادت بھی حاصل ہے۔ کہ قبلہ و کعبہ نے انکی نماز جنازہ خود پڑھائی ـــــ یہ اُن محدود ے چند افراد میں سے تھے جنکی رحلت کو آپ نے بڑا زبردست محسوس کیا ـــــ ایک دفعہ قبلہ و کعبہ جناب محمد نور الدین اویسیؒ جہلم تشریف لے گئے۔ وہاں رات ایک ملٹری اکاؤنٹنٹ جو کہ درود خوان تھا کے پاس قیام فرمایا ـــــ قاضی محمد بشیر اور محمد خورشید صاحب آپکے ساتھ تھے۔ چونکہ وہاں چار پائیاں کم تھیں۔ اسلئے رات کو دو دو آدمی سوئے۔ قبلہ و کعبہ کے ساتھ سونے کی سعادت محمد خورشید صاحب کے حصہ میں آئی۔ آپؒ تو لیٹتے ہی مراتب میں چلے گئے۔ لیکن پاسِ ادب اور عقیدت کی وجہ سے محمد خورشید کو نیند کہاں! ـــــ کچھ وقت اسی طرح گزرا۔ اچانک انہوں نے چھت کی طرف دیکھا تو حیران و پریشان ہوگئے کہ کمرے کی چھت نہیں ہے اور نور نکل کر اوپر جا رہا ہے ـــــ مارے خوف کے خورشید صاحب کو پسینہ آگیا۔ ڈر اور خوف کے مارے انکی آواز نہ نکل سکی ـــــ اسی اثنا میں قبلہ و کعبہ کا اس طرف دھیان گیا۔ آپ نے خورشید صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ کیا کر رہے ہو۔ سائیڈ (Side) بدلو اور سو جاؤ ـــــ اسطرح وہ کیفیت فوراً غائب ہوگئی۔ وہ حیران و پریشان تھے کہ میں نے کھلی آنکھوں سے کیا دیکھا ـــــ مارے خوف کے آپ سے عرض بھی نہ کر سکے۔

اسی طرح کا ایک معاملہ چودھری محمد عالم صاحب جو خاصے پرانے اور بڑی انس و محبت رکھنے والے درود خواں ہیں کے ساتھ پیش آیا ـــــ آپ اچھے صاحبِ مشاہدہ فقیر ہیں۔ قبلہ و کعبہ نے کسگمہ ایک دفعہ انکے صاف اور واضح مشاہدہ کی تصدیق فرمائی ـــــ ایک دفعہ قبلہ و کعبہ جناب محمد نور الدین اویسیؒ میرپور تشریف لائے۔ عالم صاحب نے لوئی مبارک اور ٹوپی دھونے کیلئے عرض کی۔ آپ نے انکی درخواست کو شرفِ قبولیت بخشا۔ اور لوئی اور ٹوپی دھونے کیلئے انہیں مرحمت فرمائی ـــــ

انہوں نے پہلے لوئی دھوئی۔ اور دھو کر اُسے سوکھنے کیلئے دھوپ میں ڈالا۔ اسکے بعد ٹوپی دھوئی ـــــ چونکہ وہ کپڑے دھو چکے تھے۔ بالٹی اور دیگر سامان وغیرہ بھی اٹھانا تھا۔ اسلئے انہوں نے اس اندیشہ کے پیشِ نظر کہ دیگر سامان کے ساتھ ٹوپی لگ کر گندی نہ ہو جائے۔ یہ اپنے سر پر رکھ لی ـــــ انہوں نے جونہی وہ ٹوپی سر پر رکھی۔ تو انہوں نے محسوس کیا کہ انکا سر عرش سے اوپر ہے اور پاؤں تحت الثریٰ سے نیچے ـــــ انہوں نے دہشت سے گھبرا کر اضطراری طور پر فوراً ٹوپی اتار دی ـــــ بعد میں انہوں نے اس عجیب و غریب واقعہ کا ذکر قبلہ وکعبہ سے کیا۔ آپ نے سنکر فرمایا کہ یہ تو حضرت فاطمۃ الزہرہؓ والی بات ہوگئی ـــــ اور پھر آپ نے وہ واقعہ سنایا ـــــ کہ ایک دن حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی دستار مبارک پڑی ہوئی تھی۔ حضرت فاطمۃ الزہراؓ نے وہ سر پر رکھ لی۔ سر پر رکھتے ہی انہوں نے محسوس کیا۔ کہ انکا سر عرش پر اور پاؤں تحت الثریٰ پر ہیں ...... قبلہ وکعبہ نے یہ واقعہ بیان کر کے ہنس کر عالم صاحب سے فرمایا "مجھے تو مشاہدہ نہیں ہوا تمہیں ہو گیا......"

ع قلم ہے انگشت بدنداں کہ کیا لکھے

آپؒ دوسروں کے دکھ درد کا انتہائی خیال رکھتے

قبلہ وکعبہ محمد نور الدین اویسیؒ دوسروں کے دکھ درد کو اپنا دکھ سمجھتے۔ اور انکے سکھ کیلئے ہمہ تن اور ہمہ وقت کوشاں رہتے ـــــ اور قربان جایئے۔ بعض اوقات دوسروں کے مصائب والم کو اپنے ذمہ لیکر انکی سہولت اور سکھ کا سامان کرتے ـــــ جیسا کہ قبل ازیں بیان کیا جا چکا ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے۔ میں اجلاس میں اکثر دوسروں کیلئے جھگڑا کرتا۔ اور جب دیکھتا کہ کوئی چارہ کار نہیں۔ تو کہتا کہ یہ مصیبت۔ تکلیف مجھ پر ڈال دی جائے۔ اور اسکو چھوڑ دیا جائے ـــــ ایسی شفیق اور بہی خواہ ہستی کہاں ملے گی جو دوسروں کے دکھ جھیل رہی ہو۔ اور جنکے دکھ جھیلے جا رہے ہوں۔ انکو خبر تک نہیں ـــــ

اپنے مرید جنکو آپ اکثر دوست اور پیر بھائی کہتے تھے سے محبت و پیار کی یہ انتہا تھی ـــــ کہ انکے لئے جان کی بھی پرواہ نہ کرتے تھے ـــــ ایک دفعہ آپ چکار میں تھے۔ راجہ علی اکبر صاحب پر انکے مخالفین حملہ آور ہوئے۔ آپ بھاگ کر انکی مدد کو پہنچے۔ راجہ صاحب زخمی ہوئے۔ ایک آدمی

لاٹھی سے ان پر حملہ آور ہوا ـــــ تو آپ فوراً راجہ صاحب کے آگے ہو گئے۔ آپکے سر پر شدید ضرب آئی۔ سر پھٹ گیا۔ اور یہ ضرب کا نشان آپکے سر مبارک پر ہمیشہ کیلئے اس واقعہ اور اپنے مرید کیلئے قربانی کی یادگار کے طور پر نقش ہو گیا ـــــ وہ آدمی پھر حملہ آور ہوا۔ پھر آپ آگے آ گئے۔ سر پر پھر شدید ضرب لگی۔ اور آپ شدید تکلیف سے بے ہوش ہونے لگے ـــــ اسی اثنا میں ایک دو اور آدمی پہنچ آئے اور راجہ صاحب اسطرح بچ گئے ـــــ اگر قبلہ و کعبہ، راجہ صاحب کو بچانے کیلئے ڈھال نہ بن جاتے تو انکا بچنا مشکل بلکہ ناممکن تھا ـــــ

آپ کو اپنے مریدین کے دکھ اور تکلیف کا کتنا احساس تھا۔ اسکا اندازہ آپ اس واقعہ سے لگائیں کہ جب ہارٹس انٹرنیشنل ہاسپٹل راولپنڈی میں آپکا آپریشن تھا ـــــ تو مرض کی نوعیت۔ آپکی جسمانی حالت اور صحت کے مدنظر متعلقہ ڈاکٹر میجر جنرل رفیع بھی آپریشن کی کامیابی کے بارے میں مشکوک بلکہ ناامید ہی تھا ـــــ لیکن مریدین کی پریشان حالی۔ بے چارگی۔ خستہ حالی اور آہ و فغاں پر آپکا دل پسیج گیا ـــــ اور بقول آپکے آپکو مشکل فیصلہ کرنا پڑا ـــــ اور آپ نے آپریشن سے چند لمحے پیشتر اسکا واضح الفاظ میں اظہار بھی کیا کہ ابھی میں نہیں مروں گا ـــــ آپریشن کے بعد آپ نے فرمایا کہ اللہ کرے اب آپکو صبر آ جائے ـــــ اور واقعی ایسا ہوا۔ کہ جب آپ آخری دفعہ بیمار ہوئے۔ تو باوجود انتہائی مخدوش حالت کے کہ آپ بظاہر بے ہوش تھے۔ اور آپکے اعضاء رئیسہ بھی صحیح طور پر کام نہیں کر رہے تھے ـــــ مریدین پر متذکرہ بالا راولپنڈی والی کیفیت نہ تھی ـــــ اصل میں آپ نے توجہ سے سب کے دلوں کو سکون مہیا کر دیا تھا ـــــ لیکن آپکو اپنے مریدین کی اس سانحہ عظیم پر پریشانی کا جو احساس تھا اسکا اظہار آپ وقتاً فوقتاً فرماتے رہتے تھے ـــــ اسکا اندازہ آپ کسی حد تک اس کیفیت سے لگا سکتے ہیں۔ کہ آپکی وفات کے چند روز بعد بابو محمد ذوالقرنین صاحب نے دیکھا کہ آپؒ تشریف لائے ہیں۔ آپ نے افسوس کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ لوگوں کو جو صدمہ پہنچا ہے اسکا مجھے بھی بہت دکھ ہے۔ لیکن اس امر کو اب مزید نہیں ٹالا جا سکتا تھا ـــــ

آپ اپنے مریدین کی۔ انکی تکالیف و مصائب میں کس کس طرح دلجوئی فرماتے۔ اسکے

لئے تو ایک دفتر چاہیے۔ بطور نمونہ چند واقعات پیش ہیں ـــــ محمد عالم صاحب کے محکمہ کے حکام بالا کسی بات پر انکے سخت خلاف ہو گئے ـــــ اور انکے خلاف سنگین قسم کے الزامات لگا کر انکے خلاف مختلف کیس بنا دیئے ـــــ وہ بڑے پریشان تھے۔ قبلہ وکعبہ سے اسکا ذکر کرنے کی مہلت اور ہوش ہی نہ رہا ـــــ ایک روز وہ حیران و پریشان آفس میں بیٹھے تھے کہ کسی نے انہیں آکر اطلاع دی کہ آپ کے دو مہمان آئے ہیں اور آپکے کمرے کے باہر بیٹھے ہیں ـــــ وہ اکتائے اکتائے اور یہ سوچتے ہوئے کہ کون سی نئی مصیبت آٹپکی ہے۔ وہاں پہنچے ـــــ تو انکی حیرت و مسرت کی انتہا نہ رہی۔ کہ وہاں انکے حامی و ناصر تشریف فرما تھے۔ محمد یوسف صاحب بھی ہمراہ تھے ـــــ قبلہ وکعبہ نے مصنوعی غصہ سے کہا تمہیں خبر نہیں! کہ ہم کب کے یہاں بیٹھے ہیں ـــــ انہوں نے وارفتگی سے دیدہ و دل فرش راہ کرتے ہوئے اندر تشریف لانے کیلئے کہا ـــــ آپ نے فرمایا نہیں ہم سرور کے پاس جا رہے ہیں ـــــ آپ نے پوچھا کیا بات ہے پریشان کیوں ہو ـــــ پریشانیوں اور مصائب کو گویا زبان مل گئی ـــــ آپ نے تسلی دی کہ فکر نہ کریں ـــــ اسسٹنٹ ڈائریکٹر نے انکوائری کی کوئی جرم ثابت نہ ہوا ـــــ ڈپٹی ڈائریکٹر کو انکوائری کیلئے مقرر کیا گیا ـــــ پھر ناظم لیبر کو انکوائری آفیسر مقرر کیا گیا ـــــ لیکن کچھ بھی نہ ہوا ـــــ ہونا بھی کیا تھا۔ جب آپ گھر آکر تسلی دے گئے تھے کہ فکر نہ کرنا ـــــ عالم صاحب کا ذکر ہے تو ایک اور چھوٹا سا واقعہ ـــــ ایک دفعہ یہ سگِ درِ نورالدین، عالم صاحب کے پاس گیا ـــــ تو یہ دیکھ کر پریشان ہو گیا کہ بڑے شدید بیمار اپنے کمرے میں تکلیف سے نڈھال و بے حال پڑے ہیں ـــــ جب انکو پتا چلا کہ میں ایبٹ آباد جا رہا ہوں۔ تو انہوں نے بزبانِ حال کہا

؎ تم دیکھ رہے ہو جو میرا حال ہے قاصد ـــ ان کو یہی کہنا کہ میں کچھ نہیں کہتا

جب ایبٹ آباد حاضر ہوا۔ تو آپ نے احباب کا پوچھا۔ عالم صاحب کا خصوصاً پوچھا کہ کیا ان سے ملے ہو ـــــ صورتِ حال عرض کی ـــــ آپ نے کہا ضروری نہیں۔ لیکن اگر آپکے پاس واپسی پر ٹائم ہو۔ تو میری طرف سے ان سے احوال پوچھنا ـــــ عرض کی زہے نصیب۔ میرے لئے

تو یہ سعادت ہے ـــــ میر پور پہنچا۔ عالم صاحب بدستور کل والی حالت میں تھے ـــــ لیکن میرے وہاں پہنچتے ہی انکی حالت سنبھلنے لگی ـــــ میرے بھیجنے میں مضمر حکمت معلوم ہونے لگی۔ اگر چہ عالم صاحب فرما رہے تھے کہ آپ کیوں آئے؟ آپ نے خواہ مخواہ تکلیف کی! ـــــ لیکن اس مربی و محسن کی ادائیں نرالی ہیں۔

آپ کو اپنے مریدین کا کس کس طرح خیال تھا ـــــ جب آپکو یہ اطلاع ملی۔ کہ صوفی محمد اکرم ادریس صاحب کے ساتھ ایجنٹ فراڈ کر گیا تو آپ بڑے پریشان ہوئے ـــــ آپ نے انکی مدد اور ایجنٹ کی تلاش کیلئے مختلف احباب کی ڈیوٹی لگائی ـــــ آپ نے صوفی صاحب سے کہا کہ کاش میرے قویٰ میں طاقت ہوتی تو میں تمہارے ساتھ جاتا اور اسکو تلاش کرتا ـــــ جب اس خدشہ کا اظہار کیا گیا کہ وہ کہیں باہر نہ بھاگ جائے تو آپ نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ ہم اُسے باہر نہیں جانے دیں گے۔ ملک میں تم اسے تلاش کرو ـــــ لیکن انسان کمزور اور بے صبرا ہے۔ جب صوفی محمد اکرم ادریس صاحب مایوسیوں کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں گھر کر پیشہ ور لوگوں کے ہتھے چڑھ گئے۔ تو آپ نے دستگیری فرمائی ـــــ اور ان لوگوں کے فریب اور چنگل سے انہیں بچایا ـــــ آپکی نظرِ کرم سے وہ ایجنٹ کسی اور کیس میں گرفتار ہوا ـــــ صوفی صاحب کو پتہ چلا۔ حوالات میں اُس سے ملاقات کی۔ تو اُس نے ٹال مٹول سے کام لیا ـــــ آپ کو صورتِ حال سے مطلع کیا گیا۔ تو آپؒ نے فرمایا کہ اسے اٹھا کر کشمیر لے جاؤ۔ اور اسے بھوک اور تنگی دو۔ پھر مانے گا ـــــ اُس نے بہت سے گھرانوں کو تکلیف میں ڈال کر ہلکان کیا ہے۔ اور انکی زندگیوں کو اجیرن کر دیا ہے ـــــ صوفی صاحب نے کہا کہ وہ آدمی پولیس کی تحویل اور نگرانی میں عدالت آتا ہے۔ یہاں سے کسطرح اٹھایا جا سکتا ہے ـــــ آپ نے فرمایا۔ اٹھالو اس بات کا میں ذمہ لیتا ہوں۔ کہ تم پر کوئی گولی اثر نہیں کرے گی ـــــ لیکن اتنا حوصلہ اور یقین محال ہے ـــــ جب آپ نے دیکھا کہ ظاہراً تدابیر بے اثر ہیں ـــــ تو حالات خود بخود ایسے پیدا ہوئے۔ کہ وہ کسی اور کیس میں مطلوب ہو کر میر پور آیا۔ صوفی صاحب کو پتا چلا۔ اور انہوں نے کیس کیا۔ اور یہاں سے وہ کوٹلی منتقل کر دیا گیا ـــــ حالات خود بخود

اس ڈگر پر آرہے تھے کہ جسطرح آپ نے فرمایا تھا کہ اس آدمی کو کشمیر لے جاؤ اور دباؤ ڈالو۔ اسی طرح ہو رہا تھا ـــــ یہ آدمی چار سال تک کوٹلی حوالات رہا۔ اور باوجود بااثر۔ باوسائل اور تیز طرار ہونے کے اسکی ضمانت تک نہ ہوسکی ـــــ یہ معجزہ ہی ہے ـــــ حالانکہ اسی کیس میں اسکو سزا بھی ہوتی تو بھی اس سے کہیں کم ہوتی ـــــ کہاں تک آپکی نوازشات گنواؤں ـــــ کہ ایسے حالات پیدا ہوئے۔ کہ اس کیس۔ معاملہ میں صوفی محمد اکرم ادریس صاحب کو سرخروئی ہوئی ـــــ حالانکہ اسکے بارے میں سوچنا بھی محال تھا ـــــ کیونکہ اپنے بیگانے اور حالات سب انکے مخالف تھے۔

قاضی محمد بشیر صاحب حوالات میں بند ہوئے ـــــ ضمانت پر انکی رہائی کیلئے جب ان کے عزیز حوالات پہنچے۔ اور انکو جیل سپرنٹنڈنٹ کے دفتر میں لایا گیا ـــــ تو دفتر پہنچتے ہی آپ رو پڑے۔ بعد میں جب ان سے اسکی وجہ پوچھی گئی ـــــ تو انہوں نے بتایا کہ رویا اس بات پر تھا کہ مجھ روسیاہ کی ضمانت کیلئے اتنی بڑی ہستی نے وہاں آنے کی تکلیف کی ـــــ کچھ نہ سمجھتے ہوئے احباب نے سوالیہ نظروں سے انکی طرف دیکھا تو آپ نے کہا کہ جب میں دفتر پہنچا تو جیلر کے پیچھے قبلہ وکعبہ کو کھڑے دیکھا ـــــ اس دستگیر کی دستگیری کا کون کون سا واقعہ بیان کروں ـــــ حالانکہ آپ برملا اسکا اظہار فرماتے کہ ذمہ تو میں نے دنیا جو کہ عارضی اور حقیر شے ہے کا نہیں بلکہ آخرت اور معرفت ـــــ جو کہ اصل اور مطلوب ومقصود ہے کا اٹھایا ہے ـــــ لیکن اسکے باوجود دنیاداری میں بھی آپ اپنے محبوں کی دکھ تکلیف میں دلجوئی فرمانا اپنا فرض سمجھتے تھے ـــــ

راجہ محمد اکبر خان صاحب کے پاس ایک دفعہ قبلہ وکعبہ تشریف لائے۔ یہاں سے آپ کسگمہ روانہ ہو گئے ـــــ راجہ صاحب کی والدہ مرض الموت میں مبتلا تھیں ـــــ آپ نے فرمایا مجھے اطلاع دینے کی ضرورت نہیں میں خود آجاؤں گا ـــــ راجہ صاحب گوجر خان اپنے گھر تھے۔ والدہ کی وفات سے ایک روز قبل خواب میں انکو اس امر کی اطلاع دے دی گئی ـــــ وہ فوراً گاؤں روانہ ہو گئے ـــــ وہاں پہنچے تو جسطرح اطلاع دی گئی تھی بعینہٖ واقعات رونما ہوئے ـــــ والدہ کی وفات کے بعد وہ متعلقہ اشیاء کی خریداری کیلئے گوجر خان آئے۔ محمد خورشید صاحب رائس مرچنٹ کی دوکان پر پہنچے

وہاں قبلہ وکعبہ انکو حوصلہ دینے اور غم بٹانے کیلئے موجود تھے ــــــ آپ نے فرمایا اشیاء کی فہرست خورشید کو دو ــــــ وہاں سے آپ اُنکے ساتھ گاؤں روانہ ہوئے اور نماز جنازہ خود پڑھائی ــــــ سبحان اللہ! زہے نصیب۔

عبدالعزیز جو راجہ محمد سرور صاحب کا ڈرائیور تھا کی بہو نے نہر میں کود کر خودکشی کر لی ــــــ اُسکے لئے مصائب والم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے ــــــ انتہائی دکھ اور صدمہ۔ پھر اس پر مستزاد یہ کہ بیٹے کے سسرال کے گاؤں والے ہی نہیں بلکہ خود اسکے گاؤں کے سب لوگ بھی اسکے خلاف تھے ــــــ ایسے موقع پر بے کسوں کے ملجا و ماویٰ ہی امید کی کرن تھے ــــــ آپکے پاس اطلاع اور نظر کرم کیلئے آدمی بھیجا گیا ــــــ آپ سے کون سی بات پوشیدہ تھی اُس آدمی کو کہنے کی ضرورت ہی نہ پڑی۔ آپ نے خود ہی فرمایا کہ عزیز کی بہو نے خودکشی کر لی ہے اسے کہو کچھ فکر نہ کرے ــــــ المختصر حالات سب خلاف تھے۔ بظاہر کوئی سفارش نہ تھی۔ زر و مال جو کہ ایسے مواقع پر کلید کا کام کرتا ہے سے تہی دستی ــــــ عبدالعزیز نے بتایا کہ آپؒ کی نظر کرم سے ماسوائے کرائے کے ایک پائی تک نہ کسی کو دی اور نہ دینے کی ضرورت پڑی ــــــ آپکی شفقت۔ دلجوئی و دستگیری کے واقعات تو آپکی حیاتِ مبارکہ کے ہر ہر پل سے متعلق ہیں۔ صرف چند ایک واقعات تحریر کرنے کے بعد اس باب کو ختم (Close) کرتا ہوں۔

اس سگِ در نور الدین اویسیؒ کے والد صاحب فوت ہوئے تو قبلہ وکعبہ کو جب اطلاع ہوئی۔ تو آپ انتہائی بیماری اور نقاہت کے باوجود دلجوئی اور تعزیت کیلئے تشریف لائے ــــــ دیگر چند ایک احباب بھی ساتھ تھے۔ جن میں محمود احمد طائر صاحب بھی شامل تھے ــــــ انہوں نے فاتحہ خوانی کیلئے کہا ــــــ آپ نے فرمایا میں فاتحہ یہاں نہیں پڑھوں گا ــــــ میرا بھائی (مرحوم و مغفور والد صاحب کی طرف اشارہ تھا) کیا سوچے گا۔ کہ رسماً آیا ہے ــــــ میں انکی ملاقات کیلئے قبرستان جاؤں گا۔ اور وہاں جا کر فاتحہ پڑھوں گا ــــــ جب آپ قبرستان جانے کیلئے تیار ہوئے تو چونکہ آپ بڑے بیمار اور نحیف وکمزور تھے ــــــ میں نے التجا کی کہ آپ یہاں ہی سے فاتحہ پڑھ دیں ــــــ لیکن قربان جایئے آپکی شفقت وکرم پر ــــــ آپ نہ مانے۔ قبرستان پہنچے تو میں نے پھر عرض کی کہ آپ

گاڑی ہی میں رہیں۔قبر کے تو آپ نزدیک اور سامنے پہنچ چکے ہیں یہاں ہی سے فاتحہ پڑھ لیں ـــــ لیکن انتہائی تکلیف اور کمزوری کے باوجود آپ قبر پر گئے۔پہلے سرہانے اور پھر دوسری طرف خاصی دیر تک کھڑے رہے۔اور اپنی نورانی توجہ سے قبر کو بُقعہ نور بناتے رہے۔

آپ اپنے مریدین اور محبوں کا کس کس طرح خیال رکھتے تھے ـــــ راجہ محمد بشیر صاحب NLC میں تھے۔ایک دفعہ آپ ٹریلر چلا رہے تھے ـــــ اچانک انہوں نے دیکھا کہ قبلہ وکعبہ ان کے ٹریلر کے آگے آکر کھڑے ہو گئے ہیں۔آپکو وہاں دیکھ کر انکی خوشی ومسرت دیدنی تھی۔انہوں نے فوراً بریک لگائی۔جلدی سے دروازہ کھولا۔اور باہر کود پڑے تاکہ شرفِ قدم بوسی حاصل کریں ـــــ لیکن وہاں کوئی بھی نہ تھا ـــــ روڈ پر ٹریفک اپنی پوری روانی سے رواں دواں تھی ـــــ جب ہوش کچھ بجا ہوئے ـــــ تو بات سمجھ میں آگئی۔وہ ٹریلر چلاتے سو گئے تھے اور قبلہ وکعبہ نے آگے آکر گاڑی رکوا کر حادثہ سے بچا لیا ـــــ اسی طرح کا ایک واقعہ صوبیدار محمد ایوب صاحب کے ساتھ پیش آیا ـــــ وہ راولپنڈی سے اپنے گھر راولاکوٹ جا رہے تھے ـــــ انہیں راستہ میں اونگھ آگئی۔انہوں نے دیکھا کہ میجر محمد ایوب صاحب (قبلہ وکعبہ کے ایک مرید) گاڑی کے آگے آگے سکوٹر پر جا رہے ہیں۔ایک جگہ جا کر انہوں نے کہا گاڑی روکو۔گاڑی رک گئی ـــــ اور ساتھ ہی اُنکی آنکھ کھل گئی ـــــ انہوں نے دیکھا کہ گاڑی پل کے بالکل پاس رکی ہوئی ہے۔اور تمام مسافر یہاں تک کہ ڈرائیور بھی سو رہا تھا ـــــ یہ تصور کر کے ہی وہ پریشان ہو گئے کہ اگر یہ گاڑی پل پر چڑھ جاتی۔تو لازمی طور پر آگے پیچھے ہونے سے دریا میں گر پڑتی اور المناک حادثہ ہو جاتا ـــــ لیکن قبلہ وکعبہ نے تمثیلی شکل میں اپنا ایک خادم بھیج کر اس حادثہ کو ٹال دیا ـــــ صوبیدار صاحب نے بتایا کہ میں نے ڈرائیور کو ہلایا اور وہ ہڑبڑا کر بیدار ہوا ـــــ انہوں نے اُسے دھیان سے گاڑی چلانے کیلئے کہا اور اسکے بعد نہ وہ خود سوئے اور نہ ڈرائیور کو سونے دیا ـــــ بلکہ اسے باتوں میں لگائے رکھا ـــــ

آپؒ اپنے مریدین کے حالات کی بہتری اور انکے مسائل کے حل کیلئے ہمیشہ کوشاں رہتے ـــــ ایک دفعہ ایک دیرینہ مرید کی لڑکی نے اپنی بے سمجھی سے آپؒ کی عدم حاضری میں کسی

سے برسرِ تذکرہ کہا کہ پیر صاحب خواہ مخواہ ہمارے نجی معاملات میں مداخلت کرتے ہیں ـــــ اُس بے چاری کو کیا خبر ـــــ کہ قبلہ و کعبہ نے انہیں کہاں سے کہاں پہنچا دیا ـــــ اُخروی مراتب کو تو علیٰحدہ رہنے دو ـــــ آج انہیں جو معاشرتی اور معاشی مقام حاصل ہے۔ وہ بھی قبلہ و کعبہ کی جوتیوں کے صدقہ میں انہیں ملا ـــــ کرنل محمد ایوب صاحب نے جب یہ سنا تو قبلہ و کعبہ سے عرض کی کہ آپ انکو انکے حال پر چھوڑ دیں۔ جبکہ یہ آپکے بارے میں ایسے خیالات رکھتے ہیں ـــــ قربان جایئے۔ آپ نے مسکرا کر فرمایا کہ انوار (کرنل صاحب کا صاحبزادہ) ابھی چھوٹا ہے۔ باہر جائے گا تو تم اسے نہ سمجھاؤ گے کہ یوں احتیاط کرنی ہے۔ یوں چلنا ہے.... آپ نے مزید استفسار کیا۔ کہ کیا تم اسے اسکے حال پر چھوڑ دو گے ـــــ کرنل صاحب نے سر جھکا لیا ـــــ آپ نے فرمایا یہ چاہے کس قسم کے خیالات و نظریات رکھیں چونکہ یہ بے سمجھ ہیں اسلئے میں رائے دیتا اور مداخلت کرتا رہوں گا ـــــ

آپؒ کی یہ نوازشات اور یہ شفقتیں آپکی ظاہراً حیات تک ہی محدود نہ تھیں۔ بلکہ آپکے وصالِ مبارک کے بعد بھی یہ سلسلہ اسی شد و مد سے جاری ہے ـــــ اور آج بھی آپ اپنے مریدین کی مصیبت و تکلیف میں پہلے کی طرح بلکہ اُس سے بھی بڑھ کر مدد فرماتے ہیں۔ مثلاً ایک واقعہ تحریر ہے ـــــ محمد یوسف صاحب جو کہ قبلہ و کعبہ کے قریبی ساتھی تھے۔ انکا پوتا سہیل احمد سکوٹر کے ایکسیڈنٹ میں شدید زخمی ہو گیا۔ اسکی حالت دیکھتے ہوئے یہی محسوس ہوتا تھا کہ چند گھنٹوں کا مہمان ہے۔ خوش قسمتی سے بروقت اور بہتر علاج سے بچ گیا۔ آپریشن تو بالکل ٹھیک ہوا۔ لیکن اسکی یادداشت ختم ہو گئی۔ کسی آدمی کو پہچانتا نہیں تھا۔ یہ امر تمام اہل خانہ کیلئے بڑی پریشانی کا تھا۔ اس لاچارگی اور بے بسی میں وہی پیر و مرشد پہنچ آیا۔ جو مایوسی و بے بسی میں آخری سہارا اور امید کی کرن ہے ـــــ ایک روز صبح سہیل احمد نے کہا دادا جان کو بلائیں۔ یوسف صاحب حیرت سے فوراً اسکے پاس گئے کہ کسطرح اسکی یادداشت اور پہچان نے کام شروع کیا! ـــــ اس نے بتایا کہ رات قبلہ و کعبہ پیر صاحب تشریف لائے اور میرے سر پر ہاتھ پھیر کر فرمایا کہ تم ٹھیک ہو ـــــ اس نے بڑی خوشی اور مسرت سے بتایا کہ میں اب بالکل ٹھیک ہو گیا ہوں۔ اور آپکو پہچان رہا ہوں۔ گھر والوں کی مسرت

دیدنی تھی ــــ اسکے بعد وہ جسمانی طور پر بڑی تیزی سے صحت یاب ہوا۔ اور چند دنوں میں بغیر کسی سہارے کے چلنا شروع کر دیا... آپکی شفقت و محبت کی کس سے مثال دوں۔

آپ کی یہ نوازشات صرف اپنے مریدین تک ہی محدود نہ تھیں۔ بلکہ اس مہر تاباں کی ضیا پاشیوں سے ہر خاص و عام مستفید ہو رہا تھا ــــ ایک دفعہ ایک آدمی جو کہ مہاجر تھا۔ آپکے پاس آیا۔ اور اُس نے بتایا کہ غریب اور ناواقف ہونے کہ وجہ سے کوئی دکاندار اسے ادھار نہیں دیتا ــــ آپکو اسکی حالت پر رحم آیا اور اُسے ایک دکاندار کے پاس لے گئے اور اُسے کہا کہ میری ذمہ داری پر اسے سودا دے دیا کرو ــــ وہ وہاں سے سودا لیتا رہا ــــ ایک دن وہ دکاندار آپکو ملا اور کہا کہ اُس آدمی کا ادھار خاصا ہو گیا ہے اور اب وہ کسی اور جگہ سے سودا لیتا ہے ــــ آپ نے دکاندار کو تسلی دی اور اُسکو ادھار کی رقم ادا کر دی۔ اور کہا میں خود اس سے لے لوں گا ــــ اب وہ آدمی بھی آپ کو نہ ملتا۔ اگر کوئی موقع بن بھی جاتا تو پہلو بچا کر گزر جاتا ــــ ایک دن آپ نے اُسے جا لیا۔ اور اُسے سختی سے کہا کہ تم نے ادھار کی ادائیگی بھی نہیں کی اور اب ملتے بھی نہیں ــــ اُسکی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اُس نے کہا کہ اگر میرے پاس پیسے ہوتے تو لازماً ادائیگی کر دیتا۔ اور آپ سے نہ ملنے کی وجہ بھی یہی ہے ــــ قربان جایئے! آپ نے اُسکے آگے ہاتھ جوڑ دیئے کہ خدا کیلئے مجھے اس تلخ نوائی پر معاف کر دو جو میں نے تمہارے ساتھ کی ہے ــــ تمہارا ادھار میں نے ادا کر دیا ہے۔ میں نے وہ معاف کیا تم اب وہ ادھار مجھے نہیں دو گے ــــ آپ نے مزید اسے بہت سی اشیاءِ ضرورت خرید کر دیں کہ یہ میری طرف سے ہیں ــــ وہ آنسو بھری آنکھوں سے اپنے اس محسن اور دستگیر کو دیکھ دیکھ کر حیران ہو رہا تھا ــــ اُسے یقین نہ آ رہا تھا۔ کہ کیا ایسا بھی ہوتا ہے زمانہ میں ــــ

آپ کا رویہ اور سلوک غیر مسلموں کے بارے میں بھی بڑا ہمدردانہ اور دوستانہ تھا۔ ایک واقعہ نام نہاد تنگ نظر مذہبی پرستاروں کیلئے۔ جنکے طرز عمل اور رعونیت کا مذہب سے کوئی تعلق نہیں۔ کیلئے انتہائی بصیرت افروز ہوگا ــــ ایک دفعہ آپ پنڈی تشریف لائے۔ وہاں ایک نرس نے جو درود خوان تھی۔ اپنا مسئلہ پیش کیا کہ میں ایک عیسائی نرس کے ساتھ رہتی ہوں۔ کبھی کبھی وہ مجھے اپنے

ساتھ کھانے کیلئے بھی کہتی ہے۔ایسے وقت میں مجھے بڑی الجھن ہوتی ہے کہ آیا میں اُسکے ساتھ کھاؤں یا نہ ــــ اور دوسری بات یہ ہے کہ وہ میرے نماز پڑھنے سے بڑی چڑتی ہے ــــ قبلہ وکعبہ نے پہلی بات کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ وہ اہل کتاب ہے اُسکے ساتھ کھانا جائز ہے۔اور دوسری بات کے بارے میں آپ نے فرمایا۔ کہ اس کے مزید گناہ کا تم سبب نہ بنو ــــ اُسے مزید آگ میں نہ جلاؤ ــــ پھر آپ نے انسانی ہمدردی کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے مثال دیتے ہوئے فرمایا کہ مثلاً آپ نماز پڑھ رہی ہیں۔ اسی اثنا میں آگ لگ جاتی ہے۔اور ایک اور عورت اسکی لپیٹ میں آجاتی ہے۔تو آپ کیا کریں گی؟ ــــ اسکو آگ میں جلتے رہنے دیں گی یا نماز توڑ کر اُسکی مدد کریں گی اور آگ بجھائیں گی...... آپ نے مزید فرمایا کہ اسکے مزید گناہ کا آپ سبب نہ بنیں۔ بلکہ ایسے وقت میں نماز ادا کریں کہ وہ ڈسٹرب نہ ہو ــــ سبحان اللہ! آپ کی شان کا کیا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔آپ نائب رسولؐ ہونے کی حیثیت سے غیر مسلموں اور اپنے انتہائی دشمنوں اور مخالفین پر بھی سراپا رحمت تھے۔

جناب محمد نور الدین اویسی رحمتہ اللہ علیہ جو اپنے مریدین کی تکالیف اور مصائب کو دور کرنے کیلئے اپنی جان کی پرواہ نہ کرتے ــــ اپنے انتہائی مخالفین کی مشکلات دور کرنے کیلئے ہمہ وقت تیار رہتے ــــ انکے بارے میں بس یہی کہا جا سکتا ہے۔ کہ وہ ان رحمتہ اللعالمینؐ کے نائب تھے۔ جنکے بارے میں ارشاد ربانی ہے وَمَآ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ ــــ

سوچا اور ہو گیا

قبلہ وکعبہ محمد نور الدین اویسیؒ کی کیا شان تھی۔ادھر کسی نے کہا اُدھر کام ہو گیا۔آپ ہتھیلی پر سرسوں جماتے تھے۔کہنا تو دور کی بات ہے۔کسی کے دل میں خیال پیدا ہوا۔اور فوراً ہی اسکی تسلی و تشفی کا سامان پیدا کر دیا گیا۔ایسے لاتعداد واقعات ہیں مثلاً چند ایک درج ذیل ہیں۔

آپ کے دو مریدین آپ سے شرف ملاقات کیلئے ایبٹ آباد روانہ ہوئے۔جب بس پر سوار ہوئے تو اس میں اتنا رش تھا کہ مجبوراً بس کے اوپر بیٹھنا پڑا ــــ نفسِ سرکش کو سر ابھارنے کا

موقع ملا ــــ دل میں یہ خیال پیدا ہوا۔ کہ جا پیر کے پاس رہے ہیں اور یہ تکلیف! ــــ حالانکہ سفر کی تکالیف سفر کا ایک حصہ ہیں۔ مثل مشہور ہے کہ سفر سقر ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ سفر سے انسان کا مفت میں تزکیہ ہو جاتا ہے۔ لیکن انسان فطرتاً جلد باز اور کمزور واقع ہوا ہے ــــ دل میں جو خلش پیدا ہو چکی تھی۔ اثر کر گئی ــــ وہاں پہنچے جہاں سے دوسری بس بدلنی تھی وہ بس سے اترے اور دوسری بس میں بیٹھنے کے بارے میں سوچ ہی رہے تھے کہ وہاں انکو ٹیکسی ملی۔ اسکا ڈرائیور انکو با اصرار بالکل معقول کرائے پر (تقریباً بس کے کرائے پر) بٹھا کر لے گیا۔ اور انکا سفر بڑے آرام و سکون سے گزرا ــــ تسلی اور تشفی کیلئے یہ کافی تھا ــــ لیکن انسان آرام طلب اور بھول جانے والا ہے۔ حالانکہ جب ایک مرید نے بیعت کر لی۔ یعنی اپنا سب کچھ معرفت اور آخرت کیلئے پیر کے سپرد کر دیا۔ تو پھر ان چھوٹی چھوٹی اور معمولی باتوں اور تکالیف کے بارے میں سوچنے کا کیا مطلب ــــ لیکن انسان اپنی فطرت سے مجبور ہوتا ہے ــــ کچھ عرصہ بعد پھر اسی قسم کا واقعہ پیش آیا ــــ دل میں پھر وہی پرانی خلش پیدا ہوئی۔ اس دفعہ ان دونوں کے ساتھ ایک اور صاحب بھی تھے ــــ پچھلی دفعہ بس کے بجائے ٹیکسی میں گئے تھے۔ جو اتفاقاً وہاں کوئی سواری لیکر آئی تھی۔ اس دفعہ وہاں سے ایمبولینس مل گئی۔ جو کسی مریض رمیت کو لیکر آئی تھی۔ اُسکو واپس تو جانا ہی تھا۔ اُس نے انکو بٹھا لیا ــــ دو صاحبان ڈرائیور کے ساتھ اگلی سیٹ پر بیٹھ گئے۔ جبکہ تیسرے صاحب جنکے ذہن میں آسائش کا خیال پیدا ہوا تھا۔ انکو مریض والا بیڈ ملا ــــ رات کا سماں تھا۔ وہ اس پر لیٹ گئے ــــ سفر بڑا آرام و سکون سے گزرا ــــ ایمبولینس والے نے بتایا تھا کہ مریض کو لے کر گیا تھا۔ لیکن جب ایمبولینس سے اترے تو ان نے کہا میرے ذہن میں خیال پیدا ہوا۔ کہ بیڈ بڑا ٹھنڈا تھا۔ اسلئے ہوسکتا ہے میت کو لے کر گیا ہو اور برف وغیرہ رکھی ہو ــــ جب یہ قبلہ و کعبہ محمد نور الدین اویسیؒ ــــ جو کہ دل کی اتھاہ گہرائیوں میں پیدا ہونے والے خیال سے واقف۔ راز داں اور کارساز تھے ــــ کے پاس پہنچے تو آپؒ نے اپنی عادت شریف کے مطابق براہ راست تو اظہار نہ فرمایا۔ لیکن دورانِ گفتگو اس بات کا تذکرہ ضرور فرمایا ــــ کہ جن آسائشوں کا تعلق موت کے بعد [illegible] ہے۔ انسان زندگی

میں انہیں حاصل کرنا چاہتا ہے ـــــ وہ سمجھ گئے کہ روئے سخن انکی طرف ہے۔ انہوں نے نظریں جھکالیں ـــــ اپنی سوچ پر شرمندگی ہوئی۔ اور ایسے پیر کی مریدی پر ناز جو دل میں پیدا ہونے والے خیالات کا بھی خیال رکھتا ہے ـــــ لیکن انسان سادہ۔ ناسمجھ اور بھول جانے والا ہے۔ کچھ عرصہ بعد پھر ایک ایسا ہی واقعہ پیش آیا۔ رات کا وقت تھا ـــــ بس میں سوار ہوئے اتفاقاً انہیں سائیڈ (Side) پر کھڑکی کے ساتھ جگہ ملی۔ سوءِ اتفاق اُس طرف کا شیشہ ٹوٹا ہوا تھا۔ راستہ میں بارش ہوئی جسکی وجہ سے خنکی اور ٹھنڈک بہت بڑھ گئی۔ لازمی بات ہے کہ سردی لگی۔ اور ''محسوس'' ہوا ـــــ ایبٹ آباد قبلہ و کعبہ کے پاس پہنچے۔ تو آپؒ نے خیال فرمایا کہ اشاروں۔ کنایوں سے کام نہیں چلتا۔ صورتِ حال اور اس میں مضمر امور کا اظہار ضروری ہے ـــــ لیکن قربان جایئے! پھر بھی ایسے انداز میں بیان فرمایا کہ دل آزاری نہ ہو۔ آپ نے ایک واقعہ سنا کر وضاحت کی۔ آپ نے فرمایا کہ کچھ آدمی زیارتِ روضہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم کیلئے مدینہ گئے۔ وہاں دورانِ سفر ایک روز باقی اشخاص ایک آدمی کو اپنے سامان۔ بیگ وغیرہ کے پاس چھوڑ کر کسی کام کیلئے تھوڑی دیر کیلئے گئے۔ اسی اثنا میں وہاں ایک ''شُرطا'' (پولیس کا سپاہی) آ گیا۔ اُس نے کہا اس جگہ سامان کیوں رکھا ہے؟ اسکو یہاں سے اٹھاؤ ـــــ اُس آدمی نے کہا کہ میں اتنے آدمیوں کا سامان کس طرح اٹھا سکتا ہوں۔ وہ آتے ہیں تو اٹھا لیں گے ـــــ اُس سپاہی نے ہنس کر کہا تم فکر نہ کرو ـــــ اُس نے سب آدمیوں کا سامان خود اٹھایا۔ وہ آدمی اپنا سامان اٹھانے لگا۔ اُس نے کہا تم بھی نہ اٹھاؤ۔ میں تمہارا بھی اٹھاتا ہوں ـــــ اُس نے سب کا سامان اٹھا کر مناسب جگہ پر رکھا ـــــ پیر صاحب نے سمجھاتے ہوئے کہا کہ جب وہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے تھے تو پھر تکلیف کا احساس چہ معنی دارد ـــــ بلکہ دوسروں کو آرام پہنچانے کیلئے خود تکلیف برداشت کرنے میں فرحت محسوس کرنی چاہیے ـــــ وہ صاحب سب کچھ سمجھ گئے کہ جب نائب رسولؐ کی زیارت کو آتے ہیں۔ تو پھر یہ تکالیف تو باعثِ رحمت ہیں ـــــ محبوب کی زیارت وصحبت کی نعمت بے بہا کے مقابلہ میں ان کی حیثیت تو پرکاہ کے برابر بھی نہیں ـــــ

بیگم شیخ مسعود عصمت النساء صاحبہ نے جب درود شریف پڑھنا شروع کیا ـــــ پڑھتے ہوئے جب چند روز گزرے۔ تو دل میں خیال پیدا ہوا۔ کہ شاید میرا درود شریف کہیں پہنچ بھی رہا ہے۔ یا نہیں؟ کیا میں سیدھی راہ پر بھی جا رہی ہوں یا نہیں ۱؟ ـــــ انہوں نے بتایا کہ وہ بستر پر بیٹھی ہوئی تھیں۔ انکا بچہ جو ابھی چھوٹا تھا۔ انکے پاس تھا ـــــ اُس نے انکی طرف دیکھا اور کہا ممی آپکے سر پر تاج ہے اور آپکے دو Wings ہیں ـــــ وہ حیران ہو کر سہم گئیں۔ کہ اُدھر خیال پیدا ہوا اور اِدھر تسلی و تشفی کیلئے تصدیق مہیا ہو گئی ـــــ اسطرح تو کبھی خواب و خیال میں بھی سنا نہ تھا۔ وہ حیرت زدہ ہو کر سہم گئیں کہ بچہ کھلی آنکھوں سے دیکھ کر بتا رہا ہے ـــــ وہ اُس کو لیکر بستر میں گھس گئیں ـــــ آپؒ کی نوازشات کا سلسلہ دراز ہوا ـــــ وہ اپنے بڑے بچے فیصل کے ساتھ ایک دفعہ قبلہ و کعبہ کی زیارت کو آئیں ـــــ ملنے کے بعد لڑکا جب واپس ہوا تو اُس نے محسوس کیا کہ جب وہ درود شریف کی طرف دیکھتا ہے تو اُسے دائرے کی شکل میں اسکے گرد لائٹ نظر آتی ہے ـــــ واپسی پر اُس نے دو نفل شکرانے اور دو قبلہ پیر صاحب کیلئے پڑھے۔ نفل پڑھتے ہوئے۔ اُس نے مصلّے پر سنہری لائٹ دیکھی۔ پہلے تو وہ سمجھا کہ کسی چیز کی Reflection ہے۔ لیکن جب یہ روشنی شدید تر ہوتی محسوس ہوئی تو وہ گھبرا سا گیا ـــــ اُسی روز انگلینڈ کیلئے اُسکی روانگی تھی۔ مصروفیت میں وہ اپنی اس کیفیت کا اظہار اپنی والدہ سے نہ کر سکا ـــــ جونہی انگلینڈ پہنچا۔ تو شبیر شاہین صاحب نے اپنے صاحبزادے کو بھیج کر اُسے اپنے گھر بلا لیا۔ فیصل نے اپنی اس متذکرہ کیفیت کا اظہار اُن سے کیا۔ شاہین صاحب تو

---

۱ اصل میں یہ خیالات و خدشات گزشتہ تجربات کی روشنی میں پیدا ہو رہے تھے۔ غلام شبیر شاہینؒ نے جب اپنے سابقہ پیر سائیں مولا بخش صاحب کو انگلینڈ منگوایا تھا تو جن احباب کو بزوران سے بیعت کرایا تھا ان میں شیخ مسعود صاحب اور انکی بیگم بھی شامل تھے کیونکہ یہ شاہین صاحب کے قریبی احباب میں تھے ـــــ سائیں صاحب سے جب شاہین صاحب کا تعلق ٹوٹا۔ تو ان نے بھی اس سے تعلقات منقطع کر لئے۔ کیونکہ شاہین صاحب کی وجہ سے انکا ان سے تعلق تھا۔ حالانکہ یہ سائیں صاحب کے طرزِ عمل اور طریقہ کار سے مطمئن؟ نہ تھے ـــــ اس گزشتہ تجربہ و واقعہ کی وجہ سے انکا حساس ہونا فطری اور قدرتی امر تھا۔

بہانہ کے متلاشی ہوتے تھے۔آپ نے توجہ دی اور مشاہدات کا سلسلہ شروع ہو گیا ـــــ اور پھر تو یہ ہوا کہ بلا ارادہ اور کلاس میں بھی کھلی آنکھوں سے مشاہدات جاری ہو جاتے ـــــ کچھ عرصہ بعد جب انکی والدہ انگلینڈ پہنچیں تو ائیر پورٹ پر ہی انکو فیصل کے مشاہدات کے بارے میں تفصیل معلوم ہوئی۔ یہ سنکر جہاں انہیں انتہائی خوشی ہوئی۔ وہاں یہ محسوس کر کے کہ وہ کچھ کھویا کھویا سا ہے پریشانی بھی ہوئی ـــــ کچھ دنوں بعد انکے دل میں یہ خیال پیدا ہوا۔ کہ اگرچہ میرے پاس علم اور مشاہدہ نہیں۔لیکن اگر فیصل اور اسکی کیفیات مجھ تک محدود رہیں تو شاید یہ اُسکے لئے اچھا ہو ـــــ وہاں کیا دیر تھی !۔فیصل نے اپنی مشاہداتی کیفیت بتاتے ہوئے اپنی والدہ کو کہا کہ عجب چیز دیکھ رہا ہوں۔کہ میری تاریں شاہین صاحب سے کاٹ کر آپکے ساتھ جوڑی جارہی ہیں ـــــ یہ سنکر قبلہ وکعبہ کا دل ہی دل میں شکریہ ادا کیا۔ کہ جب وہ دلوں میں اٹھنے والی خواہشات اور التجاؤں کو اتنی جلد شرف قبولیت بخشتے ہیں ـــــ تو یہ شکریہ اور ممنونیت کے جذبات واحساسات بھی اسی آن اُن تک پہنچ رہے ہوں گے ـــــ

صوفی محمد اکرم ادریس صاحب ایک دفعہ قبلہ وکعبہ محمد نور الدین اویسیؒ کے پاس حاضر تھے۔انہوں نے پوچھا کہ پیر مرید کی دنیاوی امور میں مدد کسطرح کرتا ہے (یعنی اسکا کیا طریق کار ہوتا ہے) ـــــ قبلہ وکعبہ نے سمجھاتے ہوئے مثال دیکر فرمایا کہ مرید سورہا ہوتا ہے۔اچانک اس پر کوئی ڈاکو حملہ آور ہوتا ہے۔ پیر توجہ دیتا ہے اور وہ ڈاکو بھاگ جاتا ہے ـــــ صوفی صاحب کچھ سمجھے اور کچھ نہ سمجھے اسی پر غور کرتے وہاں سے روانہ ہوئے ـــــ انہوں نے مظفر آباد کسی کام کے سلسلہ سے جانا تھا ـــــ ان ایام میں ایک ایجنٹ ان سے فراڈ کر کے ان سے رقم ہتھیا کر فرار ہو گیا تھا۔بعد میں اُسکے ڈرائیور کو انہوں نے پکڑ کر یرغمال بنالیا تھا کہ ایجنٹ کا پتا دو تو تمہیں چھوڑ دیں گے .....'' یہ واقعات ہو چکے تھے۔ایجنٹ کا ڈرائیور جسکو انہوں نے کچھ عرصہ یرغمال بنا رکھا تھا۔راستہ ہی میں اسکا شہر تھا۔انہوں نے سوچا کہ راستہ میں اگر وہ مل گیا تو وہ اپنا بدلہ لے گا۔اسکا علاقہ ہے۔اسکے آدمی ہیں میری کون مدد کرے گا ـــــ یہ سوچ کر ٹیوٹا کی بجائے انہوں نے بس میں سفر کرنے کا فیصلہ کیا۔کہ ایک تو بس بڑی ہوتی ہے۔اس میں آدمی کا پہچانا جانا ذرا مشکل ہے۔دوسرے بس میں آدمی زیادہ

ہونے کی وجہ سے جھگڑا ہونے کی صورت میں کوئی نہ کوئی جھیڑا بھی دے گا ــــ لیکن جب وہ اڈے پر پہنچے تو پتا چلا کہ ٹائم والی بس آئی نہیں ـــــ اور اسکے بعد جسکا ٹائم ہے وہ خراب ہے۔ مجبوراً ٹیوٹا پر انہیں سفر کرنا پڑا ـــــ جب یہ ٹیوٹا اُس ڈرائیور کے اسٹاپ پر پہنچا تو صوفی صاحب کا یہ دیکھ کر اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا کہ وہ آدمی جس سے وہ ڈر رہے تھے۔ ٹیوٹے کو ہاتھ دے رہا تھا۔ اُسکے ساتھ ایک اور آدمی بھی تھا ـــــ انہوں نے سوچا کہ اب جان بچنی مشکل ہے۔ کہ یہ دو آدمی ہیں پھر علاقہ بھی انکا ـــــ ڈرائیور نے ٹیوٹا روکا۔ دروازہ کھلا۔ صوفی صاحب نے سر جھکا لیا۔ صوفی صاحب درمیان والی سیٹ (آخری سے پہلی) پر بیٹھے ہوئے تھے۔ یہ دونوں آدمی سوار ہوئے۔ صوفی صاحب کے پاس سے گزر کر پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئے ـــــ مانسہرہ تک کا سفر کیسے طے ہوا۔ اسکا بس اندازہ اور تصور کیا جا سکتا ہے ـــــ صوفی صاحب کا سر اور نظریں جھکی ہوئی تھیں ـــــ اور رہ رہ کر اس بات پر پشیمانی ہو رہی تھی کہ میں نے یہ کیوں پوچھا کہ کسطرح ہوتا ہے ـــــ لیکن امید کی یہ کرن حوصلہ دیتی کہ آپ نے فرمایا تھا کہ پیر مدد کرتا ہے ـــــ صوفی صاحب نے سوچا کہ مانسہرہ اتریں گے تو لازمی بات ہے یہ پہچان لیں گے۔ تو پھر کیا ہوگا ـــــ انہی سوچوں میں غلطاں تھے کہ مانسہرہ اڈے سے کچھ پہلے ہی ان دونوں آدمیوں نے ڈرائیور کو گاڑی روکنے کیلئے کہا اور صوفی صاحب کے پاس سے گزر کر نیچے اتر گئے ـــــ انکی جان میں جان آئی اور انہوں نے توبہ کی کہ آئندہ نہ اسطرح کا سوال کروں گا۔ اور نہ یہ دیکھنے کی خواہش کہ پیر کسطرح مدد کرتا ہے ـــــ واپس آ کر صوفی صاحب نے اپنے چند درود خوان احباب سے جن میں محمد یٰسین صاحب بھی شامل تھے اس واقعہ کا ذکر کیا ـــــ چند دنوں کے بعد وہ پیر صاحب کے پاس گئے۔ باتوں باتوں میں انہوں نے قبلہ وکعبہ سے اس بات کا ذکر کیا۔ آپ سنکر ہنسے ـــــ دل میں ضرور سوچا ہوگا کہ کیسے مرید ہیں۔ کہ ہر بات کی صاف وضاحت چاہتے ہیں اور تجربتاً بتایا جاتا ہے تو گھبرا جاتے ہیں ـــــ

عبدالغفور صاحب (مرحوم ومغفور) جو قبلہ وکعبہ کے دیرینہ اور آپ سے بڑی محبت کرنے والے مرید تھے۔ ایک دن وہ آپکے پاس بیٹھے ہوئے چائے پی رہے تھے دل تو خیالات کی آماجگاہ

ہے ـــــ قبلہ وکعبہ نے اُنکی طرف دیکھا۔ایک جہاز اسی اثنا میں اوپر سے اڑ کر جارہا تھا۔آپ نے فرمایا کہ اگر میں چاہوں تو انگلی کے اشارے سے جہاز کو یہاں ہی روک لوں۔اگر چاہوں تو انگلی کے اشارے سے ایک آدمی کو آسمان پر پہنچادوں۔چاہوں تو اشارے سے کسی آدمی کو آسمان سے زمین میں ملادوں ـــــ اس پر عبدالغفور صاحب نے عرض کی۔کہ ان ارشادات کی شاید آپ کو اسلئے ضرورت پیش آئی۔کہ میرا ایمان کمزور ہے۔میں معافی کا خواستگار ہوں ـــــ

محمد سلطان طائر صاحب ایک دن بنڈی اپنے رشتہ داروں کے پاس جارہے تھے۔راستے میں انہوں نے سنا کہ وہاں ایک مشہور ومعروف پیر صاحب آرہے ہیں۔تو انہوں نے دل میں سوچا کہ وہاں رات کو ان سے ملاقات کروں گا ـــــ وہ اس دوران پیدل چل رہے تھے۔ان خیالات کا آنا ہی تھا کہ انہوں نے دیکھا کہ انکے اپنے پیر صاحب۔جناب نورالدین اویسیؒ کا چہرۂ اقدس بالکل نظروں کے سامنے ہے۔انہوں نے حیران ہوکر آنکھیں جھپکیں کہ وہ جاگ رہے ہیں یا سو رہے ہیں۔لیکن جب آنکھیں بند کیں تو تب بھی وہ منظر نظر آئے جو کہ کھلی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے ـــــ یہ کوئی لمحہ دو لمحہ کی بات نہ تھی بلکہ یہ کیف ومستی کا عالم تقریباً تین چار فرلانگ سفر میں ان سے ساتھ رہا۔اور اس دید کے کیف وسرور میں وہ سب کچھ بھول گئے ـــــ اسی دوران میں ان متذکرہ پیر صاحب کا قافلہ دھوم دھام سے انکے پاس سے گزرا ـــــ لیکن اب اُسکی طرف توجہ دینے کا کسے ہوش تھا ـــــ کچھ عرصہ کے بعد محمد سلطان صاحب کی ملاقات قبلہ وکعبہ سے ہوئی۔انہوں نے آپ سے اس کیفیت کا ذکر کیا۔آپ نے سنکر ارشاد فرمایا کہ تمہارے دل میں جو خیالات پیدا ہوئے تو اس پر ہماری توجہ تم پر پڑی۔اور تم نے اُس توجہ میں مجھے دیکھا ـــــ حقیقت یہ تھی کہ جب آپؒ نے دیکھا کہ ظاہری کروفر اور شان وشوکت سے ہمارا یہ نوجوان مرید کچھ متاثر ہورہا ہے تو اسے حقیقت اور اصل کی جھلک دکھانی ضروری سمجھی ـــــ یعنی آپ بزبانِ حال کہہ رہے تھے کہ جب یہ دل مجھے دے ہی چکے ہو۔تو اب اس میں کسی اور کا تصور۔چہ معنی دارد۔

قبلہ وکعبہ محمد نورالدین اویسی رحمتہ اللہ علیہ کی حیات مبارکہ میں الحاج مولوی محمد امین رحمتہ

اللہ علیہ قطب الاقطاب کی عرس کی تقریب میں بعض احباب رات کو ہی پہنچ جاتے تھے۔ایک دفعہ عرس پر زاہد صاحب جو کہ راجہ سخی ولایت خانصاحب کے بھتیجے ہیں۔وہ بھی رات درِ اقدس پر تھے۔ رات جب سونے کا وقت ہوا۔تو جنوں کے ہاتھوں مجبور ہو کر دل میں خواہش نے جنم لیا۔کہ کاش قبلہ و کعبہ اپنے پاؤں کی طرف مجھے سونے کی سعادت سے بہرہ ور کریں۔لیکن عقل نے کہا یہ ناممکنات ہے ـــــ کیونکہ اس رات جو احباب وہاں موجود تھے ان میں راجہ محمد سرور خانصاحب اور چودہری محمد عالم صاحب جیسے خاص الخاص مریدان بھی شامل تھے ـــــ قبلہ و کعبہ نے سونے کی جگہ کی نشاندہی کرتے ہوئے فرمایا کہ سرور صاحب آپ ادھر لیٹیں۔انکے ساتھ اعجاز صاحب اور اُسکے ساتھ عالم صاحب آپ لیٹیں ـــــ پھر زاہد صاحب کو متوجہ کیا اور مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔کہ تم اس طرف سوؤ گے۔اور ظاہر ہے یہ جگہ وہ تھی جسکی زاہد صاحب کے دل میں خواہش پیدا ہوئی تھی یعنی جسطرف آپؒ کے پائے مبارک تھے ـــــ زاہد صاحب پر تشکر و ممنونیت کے جذبات طاری تھے۔کہ خواہش / التجا پل بھر میں پوری ہوگئی ـــــ بھلا اس سخی کے در میں کیا دیر تھی۔

اس سگِ در نور الدین اویسی کو جب اس در کی غلامی میں ابھی چند ہی روز ہوئے تھے۔ ایک روز رات دس بجے "نور العرفان" کا مطالعہ کرتے ہوئے مشاہدہ کا یہ طریقہ پڑھا۔کہ مرید کی روح پیر کی روح میں ضم ہو کر ان کیفیات کا مشاہدہ کر لیتی ہے۔جنکا عکس پیر کی روح پر پڑتا ہے یا جنکا وہ مشاہدہ کر رہا ہوتا ہے۔کچھ سمجھ نہ آیا۔پڑھ کر کتاب رکھی ـــــ باہر گیا۔پیشاب کیا۔استنجا کر کے بستر پر آ گیا۔یہ بات سوچ ہی رہا تھا۔کہ اس دلوں کے بھید جاننے والے نے سوچا۔کہ اس سگِ در کو سمجھا ہی دیتے ہیں ـــــ ابھی لیٹا ہی تھا۔کیفیات کا نزول شروع ہو گیا ـــــ کھلی آنکھوں سے وہ کچھ دیکھ رہا تھا ـــــ جنکے بارے میں تصور بھی محال ہے ـــــ ایک طرف کمرہ کی تمام اشیاً اور اپنے جسم سے بے خبر نہیں اور دوسری طرف ان لطائف کو دیکھ رہا ہوں جنکو واقعی فنا فی الشیخ کے بغیر دیکھنے کا تصور نہیں کیا جا سکتا ـــــ تقریباً دو اڑھائی گھنٹے کے بعد جب یہ کیفیت ختم ہوئی ـــــ تو چند لمحے مجسم حیرت بنا چارپائی پر بیٹھا رہا ـــــ کہ اسطرح بھی ہتھیلی پر سرسوں جمتی ہے ـــــ پھر اٹھا اور رب کریم کے حضور سر

بسجود ہوا۔ کہ ایسے بے مثل ولی اکمل۔ نائب رسولؐ کے در کی غلامی نصیب ہوئی ہے۔ کس منہ سے تیرا شکرادا کروں ـــــ

قبلہ وکعبہ محمد نورالدین اویسیؒ کا سفرِ چنیوٹ

پیشتر بیان ہو چکا ہے کہ غلام شبیر شاہینؒ سلسلہ اویسیہ کے ایک ولی اکمل تھے۔ قبلہ وکعبہ نے ارشاد فرمایا کہ وہ پنجاب میں ہمارے دوست تھے۔ جنت میں انکو جو مقامات ملے۔ انکا کوئی تصور بھی نہیں کرسکتا ـــــ سنتِ ابراہیمیؑ کی پاسداری میں عین عیدالضحیٰ کے روز ۲۱ مئی ۱۹۹۴ء کو یہ عاشقِ صادق كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ کے الٰہی قانون کی تعمیل میں واصل الی الحق ہوئے ـــــ غلام شبیر شاہینؒ کا اپنی زندگی میں ہی یہ پکا ارادہ تھا۔ اور اسکا انہوں نے احباب سے برملا اظہار بھی کیا۔ اور انکے لواحقین اور احباب کی بھی یہ رائے تھی کہ دیارِ فرنگ جہاں وہ فوت ہوئے وہاں ہی آپکے جسدِ خاکی کو دفن کر دیا جائے ـــــ لیکن قبلہ وکعبہ محمد نورالدین اویسیؒ نے باطنی تحریک کے تحت کہا کہ انکی میت پاکستان لاکر انہیں انکے آبائی شہر چنیوٹ میں دفن کیا جائے ـــــ سرتابی کی کس کو مجال تھی تعمیل ہوئی اور یوں آپکو چنیوٹ میں لاکر حافظ دیوان کے قبرستان میں دفن کیا گیا ـــــ

باطنی مصلحت پر سے پردہ اٹھاتے ہوئے کچھ عرصہ بعد آپ نے ارشاد فرمایا کہ شبیر شاہینؒ کا مزار بنایا جائے ـــــ حالانکہ سلسلہ اویسیہ میں ظاہری نمود ونمائش کو چنداں اہمیت نہیں دی جاتی۔ بلکہ جسطرح امام العاشقین حضرت خواجہ اویس قرنیؓ نے اپنی ذات۔ حیثیت اور مرتبت کو عام نگاہوں سے مستور رکھا۔ یہی شیوہ اس سلسلہ عالیہ کے اولیا کا ہے۔ کہ انہیں گوشۂ گمنامی محبوب ہے ـــــ باطنی تحریک کے تحت چنیوٹ میں یہ درگاہ بنائی گئی۔ یہ حقیقت ہے کے دنیا میں کہیں بھی خالص اویسی دربار۔ درگاہ نہیں ہے ـــــ اس کی تعمیر کا مقصد صرف یہ تھا کہ عوام الناس چونکہ اس روش سے مانوس ہو چکے ہیں۔ تو انکو اسطرح متوجہ کر کے اصل مقصد اویسی علم جو کہ حقیقی علم۔ اصل دین محمدیؐ ہے کا وہاں سے اجرا کیا جائے۔

غلام شبیر شاہینؒ کی ذات، عالی مزار۔ دربار کی محتاج نہ تھی۔ کیونکہ اللہ کے ولی کے نزدیک

دنیا و مافیہا کی بالکل اہمیت نہیں ـــــ مزار کی تعمیر بذاتِ خود مقصد نہیں۔ بلکہ مقصد کے حصول کا ذریعہ ہے۔ یعنی یہ صرف ایک Symbol یا نشان ہوگا۔ جو حقیقی مقصد (تبلیغ و ترویج حقیقی دین محمدیؐ) کی طرف بنی نوع انسان کی رہنمائی کرے گا۔ ایک دفعہ آپؒ نے فرمایا کہ مزار بنانے سے مراد شاہین صاحب کا مزار نہیں بلکہ سلسلہ اویسیہ کا نشان بنانا ہے ـــــ قبلہ و کعبہ پیر صاحب مزارات پر نمود و نمائش کیلئے جو رواجی امور ہیں اُنکو قطعاً ناپسند فرماتے تھے ـــــ لیکن آپ نے وقتی طور پر چنیوٹ میں کسی حد تک ان چیزوں کی اجازت اسلئے مرحمت فرمائی۔ کہ لوگ ایک تو ان چیزوں کے عادی ہو چکے ہیں ۱؎۔ اور دوسرا ان باتوں سے مداری کی طرح لوگوں کو متوجہ کیا جائے۔ اور پھر اصل چیز حقیقی دینِ محمدیؐ انہیں پیش کیا جائے۔ اس مظاہرے (Show) کیلئے کالا ڈب (آزاد کشمیر) جیسی دور دراز جگہ سے بھی سلسلہ کے احباب کو عرس۔ تقریبات وغیرہ میں شرکت کیلئے آپؒ ارشاد فرماتے۔ کیونکہ وقتی طور پر چنیوٹ اور اسکے گردونواح میں سلسلہ کے مریدان۔ احباب کی کمی تھی ـــــ لیکن آپ چشمِ حقیقت بین سے یہ دیکھ رہے تھے کہ مستقبل میں یہاں کیا ہوگا ـــــ آپ برملا اسکا اظہار بھی فرماتے کہ یہاں لوگوں کا اتنا اژدہام ہوگا۔ کہ اب جس کا تصور بھی محال ہے۔ اور رشد و ہدایت کا جو سرچشمہ یہاں سے پھوٹے گا۔ اس سے چار دانگ عالم سیراب ہوگا۔

مزار کی تعمیر کے بارے میں قبلہ و کعبہ محمد نورالدین اویسیؒ کا عندیہ۔ مرضی پا کر سلسلہ کے احباب خصوصاً انگلینڈ کے احباب نے جناب محمد بشیر صاحب زَادَهُ اللّٰهُ تَعْظِيْمًا وَّتَكْرِيْمًا کے ذریعہ اس کارِ عظیم میں دل کھول کر حصہ لیا۔ جبکہ چنیوٹ میں جملہ انتظامات اور تعمیراتی کام چودھری محمد عالم صاحب کی زیرِ نگرانی سرانجام پایا۔ جبکہ محمد شہباز صاحب برادرِ اصغر جناب غلام شبیر شاہینؒ اور دیگر مقامی احباب کی انہیں معاونت حاصل رہی ـــــ مزار کی تعمیر کا آغاز (ابتدائی کام چبوترہ وغیرہ) اگست ۱۹۹۴ء میں ہوا۔ تعمیر کا باقاعدہ آغاز ۱۶ مارچ ۱۹۹۶ء کو ہوا۔ ۲۷ اپریل ۱۹۹۶ء کو مقامی رکاوٹوں

۱؎ ایک دفعہ قبلہ و کعبہ محمد نورالدین اویسیؒ نے ارشاد فرمایا۔ کہ میں چاہتا ہوں کہ لوگ دنیاوی معاملات کیلئے ادھر رجوع کریں۔ اور میں یہاں خاموشی اور سکون سے رہوں۔

اور مسائل کی وجہ سے عارضی تعطل واقع ہوا۔مسائل اور رکاوٹوں کی یکسوئی کے بعد دوبارہ کام ۲۷ جون ۱۹۹۶ء کو شروع ہوا۔اور بہت قلیل مدت میں آپؒ کی حیات مبارکہ ہی میں کام کا اکثر و بیشتر حصہ مکمل ہو گیا ـــــ چونکہ یہ مزار عام قبرستان میں بن رہا تھا۔قرب و جوار میں دیگر قبور ہونے اور دیگر وجوہات کی وجہ سے رکاوٹیں اور مسائل پیش آتے رہے ـــــ حق کے راستہ میں رکاوٹیں آنا فطری امر ہے۔لیکن یہ رکاوٹیں اور مسائل جادہ پیارا راہ روانِ حق کیلئے مہمیز ہیں ـــــ یہ مزار مبارک ریکارڈ مدت میں بڑے منفرد۔دلکش اور خوبصورت انداز میں جھنگ روڈ کے بالکل ساتھ بنا۔اور یہ ایک معجزہ ہے کہ اتنی قلیل مدت میں یہ نہ صرف احسن طریق سے بنا۔بلکہ اتنے بڑے کام کے تعمیراتی مراحل میں کسی مستری۔مزدور کو خراش تک نہ آئی ـــــ یہ کام قبلہ وکعبہ کی توجہ کے بغیر اتنی جلدی اور احسن انداز میں مکمل نہیں ہو سکتا تھا ـــــ تعمیر کی نگرانی اور ہر چھوٹے سے چھوٹے معاملہ میں راہنمائی آپ فرماتے رہے۔اور ہر مسئلہ۔ ہر رکاوٹ کی ظاہرا گتھی سلجھانے۔اور اسکو دور کرنے کیلئے آپ اپنی انتہائی مخدوش اور گرتی ہوئی صحت اور بے پناہ مصروفیات کے باوجود سرگرم عمل رہے ـــــ آپ اکثر فرماتے کہ اگر میری صحت اجازت دیتی تو خود وہاں موجود رہ کر کام کی تکمیل کراتا۔

جب تعمیر تکمیل کے مراحل میں پہنچی۔تو اگرچہ آپ یکے بعد دیگرے دو آپریشن۔ارذل عمر۔پے در پے اور مسلسل مختلف بیماریوں میں مبتلا رہنے کے باعث انتہائی کمزور اور نحیف و نزار تھے۔اس پر مستزاد آپکی زبردست مصروفیات تھیں۔پھر بھی آپ ۱۵ نومبر ۱۹۹۶ء کو اپنے عاشقِ صادق کے مزار پر تشریف لے گئے ـــــ محبوب جب سراپا ناز و نیاز بن کر ظاہراً درِ عاشق پر پہنچا ـــــ تو وہ کیفیت کیونکر بیان کروں ـــــ اپنی اور الفاظ کی کم مائیگی کا شدت سے احساس ہوتا ہے ـــــ اس باطنی۔روحانی سفر کیلئے قبلہ وکعبہ محمد نور الدین اویسیؒ کو لے جانے کی سعادت محمد یٰسین صاحب اور محمود احمد طائر صاحب کے نصیب میں قسامِ ازل نے لکھ دی تھی ـــــ ایبٹ آباد کے احباب بھی ساتھ تھے ـــــ راستہ میں کالا ڈب کے احباب بھی آپکے جلو میں شامل ہو گئے ـــــ یہ ایک فقید المثال سفر اور واقعہ تھا ـــــ ایک رات آپ نے وہاں ہی قیام فرمایا۔اور دوسرے روز واپس ہوئے ـــــ یہاں

سے واپسی کے چند ماہ بعد ہی آپ دنیا سے پردہ فرما گئے ___ مختصراً شبیر شاہین رحمتہ اللہ علیہ کے مزار کی تعمیر و تکمیل بھی ان امور میں سے ایک تھی۔ جنکی تکمیل آپ ظاہراً پردہ فرمانے سے قبل ضروری خیال کرتے تھے ___

قبلہ و کعبہ محمد نورالدین اویسیؒ کی بیماری اور وصال

قبلہ و کعبہ محمد نورالدین اویسیؒ فرمان الٰہی وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَیْءٍ ___ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ کے مطابق ستر کی دہائی سے مختلف بیماریوں کا شکار رہے۔ بلڈ پریشر۔ پیشاب کی تکلیف۔ نیند کا نہ آنا۔ دم گھٹنا وغیرہ ___ لیکن آپ نے کبھی بھی ان تکالیف کو اپنے تبلیغی مشن میں رکاوٹ نہیں بننے دیا ___ تصنیف و تالیف کا سلسلہ جاری رہا ___ مہمانوں۔ مریدین کی مہمانداری ___ مختلف احباب کے خطوط۔ استفسارات کے جواب ___ مریدین۔ احباب کیلئے تعویذات۔ مشکلات و مصائب کے حل کی تدابیر کی فراہمی کے تقاضوں کا پورا کرنا۔ مختلف جگہوں بلکہ دور دراز مقامات کے روحانی اور تبلیغی دورے ___ دوست۔ احباب کی خوشی و غمی میں بھرپور شرکت ___ عبادات۔ وِرد و وظائف کی بطریق احسن ادائیگی ___ میں کبھی کسی جگہ اپنی بیماریوں کو حائل نہ ہونے دیا۔ بلکہ عام احباب کو اپنی تکالیف کا احساس تک نہ ہونے دیا ___ اور صحت اور بیماری اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے سمجھ کر ہر حال میں اپنے معمولات میں فرق نہ آنے دیا ___ آپ نے ایک دفعہ فرمایا کہ جب مومن راضی برضائے الٰہی ہو جاتا ہے۔ تو نہ اسکے لئے خوشی خوشی رہتی ہے اور نہ غم غم رہتا ہے۔ بلکہ یہ دونوں کیفیتیں اسکے لئے مساوی ہو جاتی ہیں۔ وہ سمجھتا ہے کہ یہ دونوں چیزیں اسکے مالک کی طرف سے ہیں ___ ولی اکمل کی یہ نشانی ہوتی ہے کہ صحت و تکلیف۔ خوشی و غمی اُسکی ذہنی اور قلبی کیفیت پر اثر انداز نہیں ہوتیں ___ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؓ کا ایک واقعہ اس حقیقت کی وضاحت کیلئے پیش خدمت ہے ___ ایک دفعہ آپ ایک مجلس میں تشریف فرما تھے۔ اور گفتگو فرما رہے تھے کہ ایک آدمی حاضر ہوا اُس نے اطلاع دی کہ آپکا مالِ تجارت لیکر جو جہاز گیا تھا خبر آئی ہے۔ کہ وہ حادثہ کا شکار ہو کر ڈوب گیا ہے۔ آپ نے یہ بات سن کر چند لمحے توقف کیا۔ اور پھر کہا الحمد للہ۔ اور گفتگو جاری

رکھی۔تھوڑی دیر کے بعد پھر ایک آدمی آیا اور اُس نے بتایا کہ وہ خبر جو پہلے آئی تھی وہ غلط تھی۔آپکا مال تجارت بحفاظت ہے۔یہ سنکر بھی آپ نے نظریں جھکائیں۔چند لمحے خاموش رہے اور ارشاد فرمایا الحمد للہ۔اور سلسلہ کلام جاری رکھا۔اہل مجلس میں سے ایک آدمی نے پوچھا کہ حضرت خبر کی آمد کے دونوں موقعوں پر آپ چند لمحے خاموش رہے اور دو مختلف اور بظاہر متضاد خبروں پر آپ نے الحمد للہ کہا اسکی سمجھ نہیں آئی۔آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب جہاز غرق ہونے کی اطلاع ملی تو میں نے اپنے قلب کی طرف دھیان کیا کہ کیا اس غم کی خبر کا اس پر کوئی اثر ہوا ہے۔تو میں نے دیکھا کہ اسکی طمانیت اور سکون پر ملال کا ایک ذرہ برابر بھی اثر نہیں ہوا۔تو میں نے اس پر اپنے رب کا شکریہ ادا کیا ـــــ اور دوسری دفعہ جب خوشی کی خبر ملی تو پھر میں نے اپنی قلبی کیفیت کا مشاہدہ کیا تو دیکھا کہ اس خوشی کا بھی اس پر کوئی اثر نہیں ہوا۔تو میں نے اس پر پھر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا ـــــ

خوشی اور غم چونکہ اللہ ہی کی طرف سے ہوتے ہیں۔تو اس پر اضطراری کیفیت کا طاری ہونا۔ایمان وایقان کی کمزوری ہے ـــــ فروری ۱۹۹۶ء میں قبلہ وکعبہ شدید بیمار تھے۔فالج کی تکلیف۔اس پر مستزاد پیشاب کی زبردست تکلیف۔نقاہت وکمزوری۔تیمارداری اور آرام وسکون کی عدم دستیابی۔مصروفیات اور خبر لینے والوں کی آمد۔انکی حسبِ منشا خاطر مدارت اور دلجوئی۔غرضیکہ بڑی تکلیف میں تھے ـــــ یہ سگِ در ۹ تاریخ کو حاضرِ خدمت ہوا۔دورانِ گفتگو عرض کی کہ ساتھی آپکی صحت کے بارے میں بڑے متفکر ہیں ـــــ آپ نے مشیتِ ایزدی یا راضی برضاالٰہی کے بارے میں ارشاد فرماتے ہوئے حضرت رابعہ بصریؒ کا ایک واقعہ سنایا ـــــ کہ ایک دفعہ وہ تشریف لے جا رہی تھیں۔انہوں نے راستہ میں ایک بزرگ کو دیکھا۔جنہوں نے سر پر پٹی باندھ رکھی تھی۔انہوں نے پوچھا کہ سر پر کیوں پٹی باندھی ہوئی ہے؟ انہوں نے بتایا کہ سر میں درد ہے۔حضرت رابعہ بصریؒ نے حکمت کے باب وا کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔جب کوئی تکلیف نہیں ہوتی تب پٹی کیوں نہیں باندھتے؟ جب ذرا سی تکلیف آئی تو احتجاج میں پٹی باندھ لی ـــــ قبلہ وکعبہ پیر صاحب نے وضاحت کرتے ہوئے فرمایا۔کہ اگر بیماری ہے تو وہ اللہ کی طرف سے ہے جس نے صحت بھی دی

ہوئی تھی ـــــ تو اس پر واویلا اور احتجاج کے کیا معنی! ـــــ ایک اور دفعہ آپ نے اس پر ایک مختلف زاویہ سے روشنی ڈالتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ انسان کو عربی میں عبد اردو میں بندہ کہتے ہیں اور فارسی میں اسکا متبادل لفظ غلام ہے۔ عبد۔ بندہ یا غلام ہونے کی حیثیت سے تو یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ اپنے آقا کی کسی منشا۔ کسی کام میں اپنی طرف سے رائے دے ـــــ

آپ نے متذکرہ ملاقات میں کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ کے قانون پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ ہم تو تیار بیٹھے ہیں۔ کہ یہ قانون فطرت ہے کہ ہر ایک نے یہاں سے جانا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت آدمؑ اور حضرت نوحؑ کی اتنی طویل عمریں تھیں لیکن آخر کار وہ بھی چلے گئے ـــــ آپ نے مزید ارشاد فرمایا کہ حضرت آدمؑ اور حضرت نوحؑ کی عمر اگر ہزار سال یا نو سو سال ہوسکتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اپنے محبوب حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی عمر ابدی بھی رکھ سکتا تھا ـــــ اور آپکو موت کے اس قانون سے مستثنیٰ بھی کر سکتا تھا۔ لیکن نہیں کیا اور آپ بھی دنیا سے رخصت ہو گئے۔ قبلہ وکعبہ نے فرمایا۔ کہ ہم بھی تیار بیٹھے ہیں ـــــ قبلہ وکعبہ محمد نور الدین اویسیؒ تو آیت ربانی فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ کی عملی تفسیر تھے۔ آپ تو واصل الی الحق ہونے کیلئے ہمیشہ تیار رہتے تھے۔ مختلف مواقع پر آپکی وصیتوں کے سرسری مطالعہ سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے۔ کہ آپ کب سے تیار بیٹھے تھے ـــــ لیکن اسکے باوجود آپکی حیاتِ مبارکہ کا ایک ایک لمحہ ہمیں درس دیتا ہے۔ کہ وہ ایک ایک پل کو ایک امانت سمجھتے تھے۔ اور انکے نزدیک یہ تصور بھی محال تھا کہ کوئی لمحہ تصورِ محبوب اور مقصدِ حقیقی سے خالی گزرے اور کوئی بڑی سے بڑی مصیبت۔ دقت۔ تکلیف اور پریشانی اس میں حائل نہیں ہونے دیتے تھے۔ اور اسکا برملا اظہار بھی فرماتے کہ دین محمدیؐ کی تبلیغ۔ اسوہ حسنہ کی ترویج اور معرفت الٰہی میں کامل واکمل کرنے کی جو ذمہ داری اٹھائی ہے۔ کسی بھی مشکل سے مشکل اور کٹھن سے کٹھن گھڑی میں یہ آنکھوں سے اوجھل نہ ہو ـــــ

جب پہلی دفعہ قبلہ وکعبہ کے مثانہ کی غدود کا آپریشن تھا۔ تو صفدر صاحب ملنے کیلئے مظفر آباد تشریف لے گئے۔ آپریشن کے ذکر پر آپ آبدیدہ ہو گئے۔ اس پر صفدر صاحب نے اپنی

طرف سے تسلی دیتے ہوئے کہا کہ یہ اتنا بڑا اور مشکل آپریشن نہیں ہے ـــــ اس پر قبلہ وکعبہ نے ارشاد فرمایا کہ یہ بات نہیں جو تم سمجھ رہے ہو۔ میں اس وجہ سے پریشان نہیں۔ بلکہ اس بات پر رو رہا ہوں کہ اتنے سال سے جس چیز (پردہ) کی حفاظت کی وہ اب نہ ہو سکے گی ـــــ

قبلہ وکعبہ کو پیشاب کی زبردست تکلیف تھی ـــــ تو پیشاب کیلئے نالی لگی ہوئی تھی۔ آپ نالی پاس کرانے میں پردہ پوشی ترک کرنے کیلئے تیار نہ ہوتے۔ خود پاس کرتے۔ لیکن تجربہ نہ ہونے کی بنا پر اپنے آپ کو زخمی کر لیتے ـــــ جناب محمد شریف صاحب اور دیگر احباب کے اصرار پر جب نرسنگ کی مدد پر رضامند ہوئے بھی تو درمیان میں کپڑا رکھتے اور اُسکے سامنے بھی بے پردہ نہ ہوتے ـــــ لیکن جب ۱۹۹۶ء میں آپریشن کے بعد نالی پاس کی گئی۔ نقاہت اور کمزوری کی وجہ سے جب خود سارا کام کرنے پر قادر نہ رہے تو محمد عاکف کاظمی صاحب اور محمد ہمایوں صاحب (ویلڈر) کی کسی حد تک بمشکل اور مجبوراً مدد لینے پر رضامند ہوئے۔

آپ سب کچھ مصلحتِ الٰہی سمجھ کر بڑی خوشدلی سے برداشت کرتے۔ جولائی ۱۹۹۶ء میں کراچی مثانہ کی پتھری کا آپریشن ہوا تھا۔ پیشاب کے لئے ٹیوب لگی ہوئی تھی۔ دسمبر ۱۹۹۶ء میں میں اور محمود احمد طائر صاحب ایبٹ آباد میں حاضر ہوئے۔ درِ اقدس پر پہنچے تو کمرے کا دروازہ اندر سے بند تھا۔ آپا انوری صاحبہ نے بتایا کہ آپ پیشاب والی ٹیوب Set کر رہے ہیں ـــــ جب آپ فارغ ہوئے اور دروازہ اندر سے کھلا۔ تو ہم کمرے میں داخل ہوئے۔ تو آپ سخت نڈھال، سرہانہ کی ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ جرسی پہن رکھی تھی جس میں کئی جگہ سوراخ تھے ـــــ لیکن قربان جائیے صحت کے بارے میں پوچھنے پر ارشاد فرمایا کہ صحت ٹھیک ہے۔ صرف پیشاب کی تکلیف ہے ـــــ چونکہ آپ External Tube لگاتے تھے۔ دورانِ گفتگو فرمایا کہ عجب مسئلہ ہے کہ اگر ٹیوب سخت باندھتا ہوں تو بڑی تکلیف ہوتی ہے۔ اور اگر ذرا نرم باندھتا ہوں تو Leakage ہو جاتی ہے۔ جس سے کپڑے پلید ہو جاتے ہیں ـــــ لیکن اس پیکر صبر و رضا نے فرمایا کہ اس میں یقیناً کوئی مصلحتِ الٰہی ہے۔

اس تکلیف میں جب احباب آپکو دیکھنے آتے۔ تو آپکو اس بات کا بڑا قلق ہوتا کہ یہ لوگ دور دور سے سفر کی تکالیف اٹھا کر میرے لئے آتے ہیں اور میں تکلیف کے باعث انکی صحیح طور پر خاطر اور دلجوئی نہیں کر سکتا۔ جنوری ۱۹۹۶ء میں ماہ صیام میں عبدالحکیم اور محمد خان صاحب قبلہ وکعبہ کی تیمارداری کیلئے گئے۔ آپ سے جب یہ ملے۔ اور آپکے استفسار پر انہوں نے بتایا کہ کالاڈب سے آئے ہیں تو آپ نے آہ بھری ــــ آپ نے فرمایا کہ ایک طرف رمضان کا مہینہ ہے۔ اور دوسری طرف اتنے لمبے سفر کی صعوبتیں ــــ آپ نے حسرت وکرب سے پوچھا کہ روزہ کہاں رکھا۔ انہوں نے بتایا کہ سحری پنڈی کھائی۔ قبلہ نے کہا آپکو بڑی تکلیف ہوئی ہوگی ــــ سفر میں باوجودیکہ روزہ کی قضا کی جاسکتی ہے۔ لیکن آپ روزہ رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ آپ نے تکلیف اٹھائی اور مجھے اس بات کی زبردست تکلیف ہوتی ہے کہ صحت کی خرابی کی وجہ سے آپکو ٹھیک طور پر Attend نہیں کر سکتا۔

قبلہ وکعبہ جب دسمبر ۹۶ء اور جنوری ۹۷ء میں میرپور ڈسٹرکٹ ہیڈکوارٹر ہسپتال اور پھر پنڈی ہارٹس انٹرنیشنل ہاسپٹل میں تھے تو اس بات کا آپکو بڑا دکھ اور تکلیف تھی۔ کہ میری وجہ سے اتنے لوگ ڈسٹرب ہو رہے ہیں۔ اور اپنی تکالیف بھول کر دوسروں کی تکلیف محسوس کر کے رنجیدہ اور پریشان ہو جاتے۔ لیکن سب کچھ مرضیٔ محبوب سمجھ کر خوشدلی سے برداشت کئے جا رہے تھے۔

ایک دفعہ ۲۲ فروری ۹۶ء کو عیدالفطر کے دوسرے روز میں اپنے چھوٹے بھائی اعجاز احمد کے ساتھ قبلہ وکعبہ کے درِ دولت پر حاضر ہوا۔ مجلسِ حضور میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ ایک صاحب تشریف لائے۔ وہ اس بات پر خوشی کا اظہار کر رہے تھے۔ کہ آپکی صحت قدرے ٹھیک ہے۔ کہ آپ عید کی نماز ادا کرنے عیدگاہ تک تشریف لے گئے ــــ دورانِ گفتگو اُن صاحب نے حضرت ابراہیمؑ کے واقعہ کا ذکر کیا۔ کہ آپ وہ عظیم ہستی تھے جن کیلئے آگ بھی گلزار بن گئی ــــ آپؒ نے حقیقتِ حال کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ بات اس طرح نہیں بلکہ اصل معاملہ محبوب یا دوست کی مرضی کے سامنے سر جھکانا ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں تو حضرت جبرائیلؑ آئے تھے۔ کہ آگ ختم کر دوں۔ لیکن آپ نے انکار کر دیا ــــ اور دوسری بات یہ کہ نار حضرت ابراہیمؑ کو ختم ہی نہیں کر سکتی تھی۔ اس

نار نے خود گلزار بن جانا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ آگ کا گلزار بننا بڑی بات نہیں ـــــ یہ معمولی کام تو میں بھی کرسکتا ہوں ـــــ آپ نے مزید فرمایا کہ اسی طرح امام حسینؑ کے واقعہ میں بھی۔ یہی بات تھی۔ کہ دوست کی مرضی کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنا ـــــ اور جیسا کہ عرض کیا ہے آپ مختلف بیماریوں کے نرغے میں تھے۔ آپ بھی یہ سب کچھ مرضیٔ محبوب اور سنتِ پیر سمجھ کر قبول کئے جا رہے تھے ـــــ آپکا ایک آپریشن تو جسکا ذکر کیا جاچکا ہے۔ مظفر آباد ہوا ـــــ اگرچہ آپکی صحت اور نقاہت اجازت نہیں دیتی تھی۔ کیونکہ اس سے قبل دو دفعہ آپ پر فالج کا شدید حملہ ہو چکا تھا (قبلہ محمد امین صاحبؒ پر بھی فالج کا حملہ ہوا تھا۔ خدا جانے انکی سنت سمجھ کر آپ نے اس پر آمنّا و صدّقنا کہا) ـــــ لیکن جولائی ۱۹۹۶ء میں کراچی میں آپکے مثانے کا آپریشن ہوا ـــــ وہاں سے واپسی پر آپکی صحت قدرے سنبھلی ـــــ اسی دوران نومبر ۱۹۹۶ء میں آپ غلام شبیر شاہینؒ کے مزار پر تشریف لے گئے۔ دسمبر کے اواخر میں (۲۹ دسمبر کو) راجہ محمد سرور صاحب کے بیٹے کی شادی کی تقریب میں شرکت کیلئے آپ کسگمہ تشریف لائے۔ شادی پر آپ نے اپنی بندوق تحفتاً دولہا محمد عرفان کو مرحمت فرمائی (یہ تحفہ بھی کسی خاص امر کی طرف واضح اشارہ تھا)۔ ولیمہ جو کہ ۳۰ دسمبر کو ہوا اُس روز آپ ٹھیک ٹھاک تھے۔ خاصے احباب جمع تھے۔ آپ نے ولیمہ پر سلسلہ کے آنے والے احباب سے خاصا فصیح و بلیغ خطاب فرمایا۔ آپکی آواز۔ لب و لہجہ سے یہ شائبہ تک نہ ہوتا تھا کہ آپ بیمار ہیں۔ لیکن آپکے اس خطاب سے حجتہ الوداع کے خطاب کی یاد تازہ ہوتی تھی ـــــ جامع باتیں۔ آئندہ کا لائحہ عمل۔ نصیحتیں وغیرہ ـــــ اُسی روز آپکی طبیعت قدرے خراب ہوگئی۔ جب طبیعت زیادہ خراب ہوئی تو آپکو ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال میر پور داخل کروا دیا گیا۔ وہاں آپکو I.C.U میں رکھا گیا۔ جب محسوس کیا گیا کہ آپکی نقاہت و کمزوری اور مخدوش حالت کے پیشِ نظر آپکا علاج یہاں ناممکن ہے۔ کیونکہ کسی وقت بھی ایمرجنسی ہوسکتی ہے۔ اور آپکی مخدوش صحت اور نقاہت کے مطابق یہاں آپریشن کی تسلی بخش سہولتیں نہیں ـــــ تو آپکو ۶ جنوری ۱۹۹۷ء کو میجر جنرل ڈاکٹر رفیع کے پاس پنڈی ریفر کیا گیا ـــــ جب آپ وہاں سے روانہ ہوئے تو خاصے احباب جمع تھے۔ جب ایمبولینس چلی تو خاصا رقت آمیز

منظر تھا۔ آپ ہاتھ ہلا کر وہاں موجود احباب کو الوداع کہہ رہے تھے۔ آپ نے فرمایا یہاں کے لوگوں کو میرا آخری سلام! ۔ روانگی کے وقت آپ نے زیرِ لب کہا مجھے میرے تابوت میں لے جا رہے ہیں۔ یہ میرا لوہے کا تابوت ہے۔ محمد ہمایوں (ویلڈر) صاحب نے کہا ہم بھی اس تابوت میں جا رہے ہیں۔ ہمارا بھی یہ تابوت ہے۔ قبلہ وکعبہ نے فرمایا کہ نہیں آپکا یہ تابوت نہیں یہ میرا تابوت ہے۔ آپکا تابوت لکڑی کا ہوگا ـــــ لیکن اس حالت میں بھی ساتھ جانے والے احباب کی تکلیف کا آپکو زبردست احساس تھا۔ راستے میں گلوکوز کی بوتل کا پائپ نکل گیا۔ کینو لے میں محمد ہمایوں صاحب اسے Adjust کرنے لگے وہ چل نہیں رہا تھا۔ انہوں نے کہا آپ بازو یوں رکھیں۔ جب ایک دو دفعہ کہا تو قبلہ ناراض ہوئے۔ لیکن قربان جایئے اسوۂ حسنہ کے پیکر پر! فوراً ہی ہمایوں صاحب کی داڑھی کو ہاتھ لگانے لگے کہ مجھے معاف کر دیں ـــــ کس کس بات کا ذکر ہو۔ الختصر یہ سفر بھی آپکی زندگی کے ہر ہر لمحہ کی طرح سیرت واسوہ حسنہ کے بے مثل نمونوں سے عبارت ہے ـــــ آپ پنڈی ہارٹس انٹرنیشنل ہسپتال میں داخل ہوئے۔ وہاں ۸ جنوری ۱۹۹۷ء کو آپکا آپریشن سرجن میجر جنرل رفیع نے کیا اور آپکا پتا نکال دیا گیا ـــــ آپریشن والے روز خاصے احباب جمع تھے۔ ڈاکٹر بھی آپکی مخدوش صحت کے پیش نظر آپریشن کی کامیابی کیلئے اتنا پُر امید نہ تھا۔ اسی مایوسی کے عالم میں جناب محمد یوسف صاحب نے قبلہ وکعبہ سے آپکی قبر مبارک کے بارے میں پوچھا۔ کیونکہ انکے خیال میں اس مسئلہ پر مریدین میں اختلاف پیدا ہونے کا امکان تھا ـــــ لیکن یوسف صاحب کی بات سننے کے بعد آپ نے اطمینان سے پُر مزاح انداز میں فرمایا کہ میں ابھی نہیں مروں گا ـــــ جب آپکو آپریشن تھیٹر میں لے جانے لگے۔ تو ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق آپکی جیب سے کاغذات۔ پیسے وغیرہ نکالنے لگے تو آپ نے مذاقاً جیب پر ہاتھ رکھا۔ اور کہا کہ مجھے آپریشن کے بعد انکی ضرورت ہوگی۔ اور پھر آپ نے پیسے محمد ہمایوں صاحب کے حوالے کئے ـــــ آپریشن آپکی پیشگوئی کے مطابق کامیاب رہا۔ آپریشن کے تھوڑے ہی دن بعد ۱۷ جنوری کو آپ ایبٹ آباد واپس تشریف لے گئے ـــــ لیکن اب آپکے قویٰ میں مزید کارِ جہاں برداشت کرنے کی طاقت نہ رہی تھی ـــــ ۲۷ فروری کو جب آپ بیمار

ہو کر بے ہوش ہوئے۔ اُس روز رخسانہ (آپا انوری صاحبہ کی عزیزہ) اونچی آواز سنکر آئی۔ غلام اکبر جو کے آپا کے داماد ہیں وہ بھی موجود تھے۔ آپ نے اونچی آواز سے فرمایا "میرے سامنے سے ہٹ جاؤ۔ میرے سامنے سے ہٹ جاؤ" رخسانہ نے پوچھا "بابو جی کیا بات ہے؟"۔ قبلہ وکعبہ نے فرمایا کہ "وعدہ! وعدہ! وعدہ!" ـــــ واقعی وعدہ کا وقت آپہنچا تھا۔ جسکے لئے تو آپ کبھی سے تیار بیٹھے تھے۔ بلکہ احباب۔ مریدین کو بھی ذہنی طور پر تیار کرتے رہتے تھے۔

ایک دن یہ غلام درِ اقدس پر حاضر ہوا۔ آپ سے لان میں ملاقات ہوئی۔ آپا انوری صاحبہ آپکو سہارا دیئے ہوئے تھیں۔ آپ نے مجھے دیکھتے ہی ارشاد فرمایا کہ میں یہ سوچ رہا تھا آپ آج آئیں گے ـــــ آپکو چند روز سے خط لکھنے کا ارادہ کر رہا تھا لیکن نقاہت کی وجہ سے نہ لکھ سکا..... دست بوسی کے بعد میں نے استفسار کیا کہ کیا وجہ ہے؟ ـــــ قربان جایئے مریدوں اور غلاموں کا خیال رکھنے والی کوئی ایسی ہستی بھی ہوگی ـــــ آپ نے فرمایا کہ میرا خیال تھا کہ آپ ضرور آئیں گے۔ اسلئے چاہتا تھا کہ آپکو لکھوں۔ میری صحت اب ٹھیک ہے اسلئے تکلیف نہ کریں ـــــ آپ نے مزید فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مختارِ کل ہے۔ وہ اپنی مرضی سے یہ نظام چلاتا ہے۔ ہم لوگ تو مہرے ہیں ـــــ اسکے حکم اور امر کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنا ہے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس امر کے آگے سر جھکایا۔ اور ابو بکر صدیقؓ نے سر جھکایا...... آپ نے فرمایا کہ ہم بھی تیار ہیں۔ کیونکہ یہ ایک ایسا امر ہے۔ کہ بڑے زبردست انوار میں ملنا ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ بس محبت کرنے والوں کی بے چارگی اور محرومی کا احساس ہوتا ہے! ـــــ

آپ نے مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ آج جو آدمی گھر سے جنازہ نکال رہے ہیں کل انکا جنازہ نکالا جائے گا۔ جو دفنا رہے ہیں کل انکو دفنایا جائے گا۔ آج جو دکھ اور افسوس کا اظہار کر رہے ہیں۔ ان پر کل دکھ اور افسوس کیا جائے گا ـــــ

واقعی آپ تو جیسا گزشتہ بیان ہوا ساٹھ کے عشرے سے تیار بیٹھے تھے۔ غلام شبیر شاہینؒ صاحب جب آخری بار پاکستان تشریف لائے تو قبلہ وکعبہ نے مذاقاً حقیقت بیان کرتے ہوئے فرمایا

کہ ہم تو اب Extension پر ہیں۔صرف یہ سمجھ کر کہ آپ آئیں تو ہمیں نہ پا کر مایوس نہ ہو جائیں ـــــ اسی طرح جب ۱۹۹۵ء میں محمد بشیر صاحب انگلینڈ سے تشریف لائے۔تو قبلہ وکعبہ نے واضح طور بتا دیا تھا کہ میں اگلے سال چلا جاؤں گا۔لیکن پھر بھی ایک سال زیادہ رہے۔اور جیسا کہ قبل ازیں بیان کیا جا چکا ہے۔کہ ولی اکمل کیلئے موت ایک اختیاری چیز ہوتی ہے ـــــ وہ مرضیٔ الٰہی سمجھ کر اسکے آگے سر تسلیم خم کرتا ہے ـــــ قبلہ وکعبہ نے دسمبر ۱۹۹۶ء کے اواخر میں محمد بشیر صاحب کو خط لکھا کہ میں کسگمہ جا رہا ہوں اور یہ میرا آخری خط ہے ـــــ

اسی طرح وفات سے چند روز قبل ۲۱ فروری ۱۹۹۷ء کو محمد اعظم صاحب (آف بھکڑ والی گجرات) جو کہ آپ سے بڑی محبت کرنے والے ہیں ملاقات کیلئے آئے۔تو آپ نے فرمایا کہ یہ آپکی اور میری آخری ملاقات ہے۔اب میں بے ہوش ہو گیا۔تو دوبارہ ہوش میں نہیں آؤں گا ـــــ اور اسی بے ہوشی کے بارے میں آپ نے ۱۷ ستمبر ۱۹۹۳ء کو وصیت فرمائی تھی۔آپ نے لکھا کہ "میں بے ہوش ہو جاؤں تو مجھے ہسپتال نہ لے جائیں گھر پر ہی رکھیں" ـــــ

عبدالعزیز چوہان صاحب جو کہ قبلہ وکعبہ کے بڑے دیرینہ مرید ہیں۔عید کے بعد ۲۱ فروری بروز جمعتہ المبارک پیر صاحب سے ملاقات کیلئے آئے اور اگلے جمعہ کو آنے کے بارے میں بتایا تو اس پر آپ نے فرمایا کہ اگلے جمعہ کو شاید ہماری ملاقات نہ ہو ـــــ اس سلسلہ میں آپکے بہت سے ارشادات اور احباب کے لاتعداد مشاہدات ہیں ـــــ جنکا بیان کرنا محال ہے ـــــ

آپ ۲۷ فروری ۱۹۹۷ء کو عالمِ سکر میں چلے گئے۔اور ۸ مارچ ۱۹۹۷ء کو رات پونے دو بجے یہ آفتاب حقیقت وطریقت کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ کے حکم کی تعمیل میں واصل الی الحق ہوا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔آپ نے اپنی قبر مبارک کے کسگمہ ہونے کے بارے میں کئی بار ارشاد فرمایا تھا۔جگہ بھی منتخب اور مختص کر دی گئی تھی۔جو آپ نے پسند فرمائی تھی ـــــ میر پور ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال میں آپ نے محمود احمد رضا صاحب اور محمد یٰسین صاحب کو کہا کہ میری قبر آپکے پاس کالا ڈب میں ہوگی ـــــ لیکن جب آپ پنڈی ہسپتال میں پہنچے۔تو وہاں آپ نے فرمایا کہ اگر میں

فوت ہو گیا تو میری میت انوری کے پاس ایبٹ آباد لے جائیں کیونکہ میں اُسکی امانت ہوں۔ اُس دن احباب کو یقین ہو گیا تھا۔ کہ اب آپکا فیصلہ ایبٹ آباد ہی کے بارے میں ہے۔ ۶ جنوری ۹۷ء کو کرنل محمد ایوب اور بابو محمد ذوالقرنین صاحب سے متذکرہ سلسلہ میں گفتگو کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ سرور صاحب کے ساتھ میری چالیس سالہ رفاقت ہے۔ اگر میں وصیت کرتا تو اسکے بارے میں کرتا ــــــ لیکن میری لاش کی وارث انوری ہو گی ــــــ اور پھر آپکے حکم کے بموجب آپا انوری صاحبہ کی رائے پر بیگم زمرد شریف صاحبہ (زوجہ جناب محمد شریف صاحب مرحوم و مغفور) اور محمد جاوید اور محمد ارشد صاحبزادگان محمد شریف صاحب کی اجازت سے آپ کو ۳۴۰۴ کے احاطہ میں دفن کیا گیا[1] ــــــ اور جسطرح آپ اپنی حیاتِ مبارکہ میں ۳۴۰۴ سے اپنے مریدوں کا ہر طرح خیال رکھتے تھے۔ اور سلسلہ کی ترویج اور دعائے حضرت خواجہ اویس قرنیؓ کی تکمیل میں ہمہ تن مصروف رہتے تھے۔ آج بھی آپکی باطنی توجہ سے آپکے فیض یافتگان چاردانگِ عالم میں فیضِ اویسی پہنچا رہے ہیں۔ اور تا ابد فیض کا یہ سلسلہ یہاں سے جاری رہے گا۔ انشاءاللہ۔

آپؒ کے اوصافِ حمیدہ

قبلہ و کعبہ محمد نورالدین اویسی رحمتہ اللہ علیہ مجسم اخلاق تھے۔ نائب رسول کی حیثیت سے آپ اخلاقِ نبوی کا نمونہ تھے۔ آپکے اخلاق و کردار کا ہر ہر پہلو بے مثل تھا ــــــ آپکی مہمان نوازی عدیم المثال تھی۔ آپکو اس بات کا بڑا خیال ہوتا۔ کہ مہمان کی دلجوئی اور مہمان نوازی میں کوئی کسر نہ رہ جائے ــــــ آپکی صحت ستر کی دہائی سے بہتر نہ تھی۔ اسلئے اپنے مریدین جنکو "دوست" یا "پیر بھائی" کہتے تھے کو اکثر یہ فرماتے کہ مجھے اطلاع دے کر آئیں تاکہ میں اپنی مصروفیات سے فارغ ہو کر صرف اور صرف آپ کیلئے اپنے آپکو وقف کر سکوں۔ بعض اوقات بلکہ اکثر اوقات اچانک کوئی مہمان آجاتا۔ تو اواخر عمر میں جب آپ اکثر بیمار رہتے تھے۔ اس بات کا آپکو بڑا قلق ہوتا ــــــ اور

---

[1] یہ جگہ یعنی ۳۴۰۴ بعد میں مالکان سے خرید لی گئی۔

مہمان سے معذرت فرماتے کہ میں آپکی مناسب اور شایانِ شان طریقہ سے خدمت نہ کرسکا۔ حالانکہ اپنی بیماری اور نقاہت کے باوجود اپنے دکھ اور تکلیف کو پسِ پشت ڈال کر حتی المقدور اسکی خدمت کرتے ــــ آپ اپنی طبیعت پر جبر کر کے مہمان کو نہ صرف اپنی تکلیف محسوس نہ ہونے دیتے۔ بلکہ بڑی پیاری اور موقع ومحل کے مطابق گفتگو کرتے۔حالانکہ عام مشاہدہ ہے کہ کسی کی طبیعت تھوڑی سی خراب ہو اسکا کسی سے بات کرنے کو دل نہیں چاہتا۔اور دنیا جہاں سے بے زار اور دوسروں کو کاٹنے کو دوڑے گا۔لیکن قبلہ وکعبہ انتہائی خرابیٔ صحت میں بھی بڑی خوشدلی سے مہمانوں۔ مریدین کو Attend کرتے تھے۔ بلکہ ہر لحاظ سے انکی دلجوئی اور تشفی فرماتے ــــ آپ مہمان کی پسند۔طبیعت اور منشا کے مطابق کھانا تیار کراتے۔کھانا بھی بڑا پُر تکلف ہوتا۔اور تو اور آپ نے چائے بھی کسی کو خالی پیش نہ کی بلکہ اسکے ساتھ دو تین لوازمات ضرور ہوتے ــــ آپکے ہاں چونکہ پیری مریدی کا تو کوئی تصور نہ تھا۔اسلئے آپ مہمان کی خود ہی خدمت کرتے۔اسکے ہاتھ دھلاتے۔ کھانا اسکے آگے رکھتے۔کھانے میں اسکے ساتھ شریک ہوتے۔اگر محسوس کرتے کہ مہمان تکلف برت یا جھجک رہا ہے تو آپ خود مختلف کھانے اُسکی پلیٹ میں ڈالتے اور با اصرار کھلاتے۔کھانے کے بعد ہاتھ خود دھلاتے۔برتن خود اکٹھا کرتے اور اٹھاتے ــــ اگرچہ خرابیٔ صحت کی وجہ سے آپ کم کھاتے تھے۔لیکن آپ اُس وقت تک کچھ نہ کچھ کھاتے رہتے جبتک مہمان سیر ہو کر نہ کھائے۔

مریدین۔مہمانوں کی آمد پر آپ بیماری کے باوجود جب تک صحت اجازت دیتی۔انکے ساتھ گھل مل کر بیٹھتے۔اگر صحت زیادہ خراب ہوتی تو انکے ساتھ نہ بیٹھ سکنے پر معذرت فرماتے۔جب مہمان کو چائے پیش کرتے تو خود آپ اُسکے آگے کپ رکھتے اور اپنے دستِ مبارک سے چائے ڈال کر دیتے ــــ مہمان کے آرام وسکون کا مکمل طور پر خیال رکھتے۔اور اسکی ضروریات پوری کرتے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی مہمان سگریٹ نوش ہوتا تو وہ بھی مہیا کرتے ــــ جب تک مہمان کی ضرورت پوری نہ ہوتی۔یا اُسے کوئی تکلیف ہوتی۔تو جب تک اسکا سدِّ باب نہ ہو جائے آپکو چین نہ آتا ــــ مہمان کیلئے خود بستر لگواتے۔مہمان کے آرام کا خاص خیال رکھتے۔جو مہمان آپ سے زیادہ بے

تکلف نہ ہوتے یا تعداد میں زیادہ ہوتے۔تو الگ کمرے میں انکا بستر لگاتے۔سونے سے قبل مہمان کے پاس کچھ دیر بیٹھتے اور ہلکے پھلکے انداز میں حکمت کے سربستہ راز وا کرتے جاتے ـــــ اس بات کی طرف خصوصی دھیان دیتے کہ مہمان کو کسی قسم کی پریشانی اور تکلیف نہ ہو ـــــ ایک دفعہ محمود احمد طائر اور کرنل محمد ایوب صاحب مہمان تھے۔رات کافی دیر تک آپ انکے پاس بیٹھے رہے۔رخصت ہوتے وقت آپ نے ارشاد فرمایا کہ اب آپ اپنی اپنی چارپائی پر لیٹ جائیں۔محمود صاحب کی جو چارپائی تھی۔اسکی پائینتی قبلہ وکعبہ کے کمرہ کی طرف تھی۔محمود صاحب نے سرہانہ اٹھا کر دوسری طرف کرلیا۔قبلہ نے جب یہ دیکھا تو رُک گئے اور پوچھا ایسا کیوں کیا ہے؟ ـــــ انہوں نے عرض کی کہ پاؤں آپکی طرف آتے تھے ـــــ آپ نے مسکرا کر ایک واقعہ سنایا کہ ایک پیر تھا اسکا ایک مرید تھا۔خاصے دن وہ مرید نظر نہ آیا۔پوچھنے پر پتہ چلا کہ وہ جنگل کی طرف بھاگ گیا ہے ـــــ پیر اسکی تلاش کرتے جنگل میں پہنچا تو دیکھا وہ درخت پر چڑھا ہوا ہے۔پیر نے اُس سے پوچھا کہ اِدھر کیوں آئے ہو اور درخت پر کیوں چڑھے ہو۔اُس نے اپنی پریشانی بیان کرتے ہوئے کہا کہ میں جدھر دیکھتا ہوں آپ ہی نظر آتے ہیں۔بے ادبی اور گستاخی کے ڈر سے بھاگ کر ادھر آگیا ہوں۔پیر نے پوچھا کہ یہ تمہارے بازو تم کو کس کے نظر آتے ہیں۔اُس نے بتایا آپکے ـــــ پوچھا کہ ٹانگیں ـــــ اُس نے کہا آپکی ـــــ اُس پیر نے کہا کہ جب سب کچھ میرا ہی ہے تو بھاگ کر کدھر جاؤ گے۔ چلو شہر واپس ـــــ قبلہ وکعبہ نے یہ واقعہ سنا کر محمود صاحب کو سمجھایا کہ ہر سمت کوئی نہ کوئی متبرک ہستی یا مقام ہوگا۔تو تم پھر کس طرف پاؤں کرو گے۔اصل ادب واحترام دل سے ہوتا ہے۔محمود صاحب نے جب سمجھا کہ کوئی چارا نہیں تو سرہانہ اصل جگہ پر رکھا اور لیٹ گئے۔

قبلہ وکعبہ صبح مہمان کے وضو کیلئے پانی رکھتے۔سردیوں میں پانی گرم کرکے دیتے تاکہ مہمان کو منہ ہاتھ دھوتے۔ وضو کرتے ہوئے تکلیف نہ ہو۔اگر مہمان آپکے کمرے میں ہوتا تو اس بات کے پیشِ نظر کہ اسکے آرام و نیند میں خلل نہ آئے۔آپ تہجد اور رات کے دیگر ورد و وظائف اور معمولات ترک فرماتے ـــــ اگر عمر رسیدہ مہمان ہوتا یا اسکی طبیعت ناساز ہوتی تو آپ اپنی چارپائی

پر اسکو لٹا دیتے۔ کیونکہ آپکے کمرے میں دوسری چارپائی کی گنجائش نہ تھی ـــــ اور خود نیچے دری پر لیٹ جاتے ـــــ مہمان بیمار یا ضعیف ہوتا تو رات کو جب اسکو لیٹرین جانے کی ضرورت ہوتی۔ تو خود اسکے ساتھ جاتے ـــــ پہلے لیٹرین میں چونکہ پانی کا نل اور فلش بھی نہ تھا۔ اسلئے لیٹرین میں پانی بھی خود ہی بھرتے اور صفائی بھی خود کرتے۔ کیا دنیا میں کوئی ایسا پیر مل سکتا ہے جو مریدوں کا بول و براز خود اٹھاتا اور صاف کرتا ہو! ـــــ قربان جایئے آپکے اعلیٰ وارفع اور بے مثل اخلاق پر۔ کہ آپ یہ کام ایسے وقت کرتے جب کوئی مرید دیکھ نہ رہا ہوتا۔ تا کہ مریدین کو محسوس تک نہ ہو۔

جب تک آپکی صحت اچھی رہی۔ مہمان کو رخصت کرنے کیلئے لاری اڈے تک آتے اور گاڑی میں بٹھا کر جاتے ـــــ اگر مہمان سفید پوش ہوتا اور آپ محسوس کرتے کہ کرائے کے بارے میں شاید مشکل میں ہو تو اپنی گرہ سے دیتے ـــــ رخصت کر کے اسکے بحفاظت پہنچنے کا مکمل انتظام فرماتے ـــــ المختصر مہمان کی آمد پر خوشی کا اظہار فرماتے اور رخصت کرتے وقت ایسی محبت و شفقت فرماتے کہ آدمی چاہے کتنا ہی مصیبت زدہ اور پریشان حال ہوتا اپنی تمام تکالیف بھول جاتا۔ اور آپکے پاس اسکا قیام اسکی زندگی کی حسین اور انمول یاد بن جاتی۔

قبلہ و کعبہ محمد نور الدین اویسیؒ ہر آدمی سے اسکی سمجھ اور اہلیت کے مطابق گفتگو فرماتے۔ آپکی گفتگو میں تصنع کا دخل تک نہ ہوتا۔ ہر آنے والے کا مسئلہ چاہے آپ انتہائی بیمار ہی کیوں نہ ہوں۔ بڑی توجہ اور ہمدردی سے سنتے اور اسکا حل بتا کر اُسکی تشفی کرتے ـــــ احباب اپنی مشکلات کیلئے تعویذات کا مطالبہ کرتے۔ اگرچہ قبلہ و کعبہ کے نوٹس میں بات لانا ہی کافی تھی۔ اور تعویذات کی ضرورت قطعاً نہ تھی بلکہ آپکے نوٹس میں بھی بات لانے کی ضرورت نہ تھی۔ کیونکہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ وہ پیر پیر ہی نہیں ہو سکتا جو مرید کی ہر ہر بات سے واقف نہ ہو۔ لیکن انسان فطرتاً جلد باز واقع ہوا ہے ـــــ آپ انکی تشفی کیلئے تعویذات بھی عنایت فرماتے ـــــ بعض احباب کے معاملات کو پیش کرنے کیلئے کسی دوسرے مرید کو ارشاد فرماتے۔ کہ اجلاس میں مجھے پیش کرو ـــــ کسی آدمی کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ جب اجلاس میں بھی معاملہ آپ ہی کے پیش کرنا ہے تو پھر اگر ظاہراً

پیش کر دیا تو اُدھر پیش کرنے کی کیا ضرورت؟۔ تو اس میں خاص نکتہ کی بات یہ ہے۔ کہ ولی اکمل اپنے مراتب میں ہوتا ہے۔ اسکے مرتبہ و منصب کے لحاظ سے اُسکے یہ شایانِ شان نہیں ہوتا۔ کہ ادنیٰ معاملات حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے دربار میں پیش کرے۔ کیونکہ دنیا تو ایک حقیر چیز ہے اور اسکی اس لحاظ سے کوئی اہمیت نہیں۔ جیسا کہ حدیث قدسی ہے کہ دنیا و مافیہا کی وقعت وحیثیت مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں یا جس طرح ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ دنیا ایک مردار ہے ـــــ لیکن چونکہ عام آدمی اتنا مضبوط نہیں ہوتا۔ پھر راضی برضائے الٰہی ـــــ اور سپردگی پیر پر یقین و اعتماد اتنا مضبوط نہیں ہوتا کہ اپنے آپ کو جسکے سپرد کر دیا۔ وہ یقیناً اُسکے لئے بہتر کرے گا ـــــ اسلئے کسی دوسرے مرید سے کہا جاتا ہے۔ کہ اسکا معاملہ باطناً میرے سامنے پیش کرو۔ چونکہ یہ مرید تو ان مراتب و منازل میں نہیں ہوتا۔ جہاں سے اسکے لئے دنیا کی طرف رجوع مشکل ہو ـــــ تو جب وہ معاملہ پیر کے پیش کرتا ہے۔ تو پیر نے چونکہ اپنے ہر مرید کی ذمہ داری لی ہوتی ہے۔ اسلئے وہ اُسکی طرف توجہ کرتا ہے۔ اور اُسکا معاملہ اجلاس سے حل ہو جاتا ہے۔ اسکے ساتھ ساتھ اس طریق کار سے پیش کرنے والے کی تربیت بھی ہو جاتی ہے ـــــ

قبلہ و کعبہ محمد نور الدین اویسیؒ کسی بھی مرید کی مشکل پر ظاہراً تدبیر فرماتے اور اگر ضروری محسوس کرتے تو باطناً بھی مدد فرماتے۔ لیکن مرید کو محسوس نہ ہونے دیتے کہ آپ نے اُس کی مدد فرمائی ہے۔ اور اکثر اوقات آدمی آپ کی بڑی سے بڑی نوازشات سے قطعاً لاعلم رہتا۔ اگر کوئی باخبر ہو کر اظہار بھی کرتا تو آپ بات کو گول کر جاتے بلکہ اس کی کوئی ایسی ظاہری توجیہہ فرماتے کہ وہ آدمی مطمئن ہو جاتا ـــــ

کوئی مرید یا آدمی آپ سے چاہے کتنا بے تکا۔ سادہ اور بے سروپا سوال کرتا۔ آپ بڑی توجہ اور صبر سے سنتے اور پھر جواب مرحمت فرماتے۔ اور اُسوقت تک وضاحت فرماتے۔ جب تک سوال پوچھنے والے کی تشفی نہ ہو جاتی ـــــ آپ کا سلوک ہر ایک کے ساتھ ایسا تھا کہ ہر آدمی یہی محسوس کرتا تھا اور اب تک کر رہا ہے کہ قبلہ و کعبہ کے ساتھ اُسکے جو خصوصی تعلقات تھے وہ کسی اور کے

ساتھ نہ تھے۔آپ ہر ایک سے بڑے ادب واحترام سے گفتگو فرماتے۔چھوٹوں کو بھی "صاحب" کے ساتھ مخاطب کرتے۔آپ گفتگو عموماً اردو زبان میں فرماتے لیکن اگر محسوس کرتے کہ دوسرا آدمی سمجھنے میں مشکل محسوس کر رہا ہے تو آپ اُسکی مادری زبان پنجابی۔ ہندکو۔ کشمیری۔ پشتو وغیرہ میں اُسکے لہجہ سمجھ ۔ذہنی اور علمی اہلیت اور معاشرتی سوچ اور معیار کو مدنظر رکھ کر گفتگو فرماتے تا کہ اس آدمی کو سمجھنے میں کسی قسم کی مشکل محسوس نہ ہو بلکہ اُسکو بات کرتے ہوئے بھی کسی قسم کی جھجک اور مشکل پیش نہ آئے۔

آپ کسی بھی مرید کی مشکل پر بے کل و پریشان ہو جاتے۔اور اُسکی مشکل کو حل کرنے کیلئے ہر ممکن تدابیر فرماتے۔مشکل کی گھڑی میں اسکے ساتھ کھڑے رہتے اور حوصلہ دلاتے۔اور جہاں دیکھتے کہ ظاہراً تدابیر اتنی زوداثر نہیں ہو رہیں۔تو آپ باطناً اُسکی مدد فرماتے۔آپ فرماتے تھے کہ میں اجلاس میں لوگوں کیلئے جھگڑا کرتا۔اور ہر طریقہ اختیار کرتا کہ مشکل حل ہو جائے۔اگر پھر بھی سمجھتا کہ حل نہیں ہو رہی۔تو آخری حربہ کے طور پر یہ کہتا کہ یہ مصیبت مجھ پر ڈال دی جائے۔فداہ امی وابی مرید کو پتا ہی نہیں اور نہ کبھی اُسکو پتا لگنے دیا۔لیکن اُسکی مشکل اور مصیبت خود جھیل رہے ہیں۔ ایسی کئی حیران کن مثالیں ہیں لیکن شاید بیان کرنا موزوں نہ ہو ـــــ آپ فرماتے کہ اگر سمندر پر کسی جگہ چوٹ لگائیں تو اسکا اثر سارے سمندر پر ہوتا ہے۔اسی طرح پیر کا معاملہ ہے۔وہ بھی ایک سمندر کی طرح ہے۔اسکے کسی بھی مرید کو کوئی دکھ یا تکلیف ہوتی ہے تو اسکو دکھ اور تکلیف محسوس ہوتی ہے۔

قبلہ و کعبہ کو اپنی تکلیف کی بجائے دوسروں کی تکلیف کا از حد احساس ہوتا ـــــ جنوری ۱۹۹۷ء میں جب آپکی صحت انتہائی مخدوش تھی۔ مرض کی تشخیص کیلئے آپ کو الٹرا ساؤنڈ کیلئے C.M.H لے گئے۔وہاں آپکا سٹریچر Waiting Room میں نیچے رکھا ہوا تھا۔ہم بھی آپکے سامنے نیچے بیٹھ گئے۔آپ بار بار ہمیں اوپر سیٹوں پر بیٹھنے کیلئے فرماتے ـــــ آپکو اپنی تکلیف کا احساس نہ تھا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے حضور بڑی حسرت سے یہ کہہ رہے تھے کہ میری وجہ سے اتنے لوگ مصیبت میں گرفتار ہیں۔

قبلہ و کعبہ محمد نورالدین اویسیؒ کو اپنے مریدوں کی پریشانیوں کے مداوا اور مسائل کے حل کی

بڑی فکر ہوتی۔ اور اسکے لئے ہمہ تن کوشاں رہتے۔ لیکن آپ اس بات کو مدنظر رکھتے اور اسکا اہتمام فرماتے کہ کسی بھی حال میں انکی عزتِ نفس مجروح نہ ہو ــــ ایک دفعہ آپکے ایک مرید اپنی بیوی سے ناراض ہوئے۔ اور غصہ میں بغیر روٹی کھائے قبلہ وکعبہ کے پاس آگئے۔ کہ اسی در سے دولتِ سکون و اطمینان ملتی ہے ــــ آپ نے آپا انوری صاحبہ سے کہا کہ روٹی لاؤ ــــ انہوں نے بہانہ کرتے ہوئے کہا کہ کھالی ہے ــــ لیکن آپ سے کیا پوشیدہ تھا ــــ آپ نے زور دیکر آپا جان کو کہا کہ نہیں لے آؤ ــــ کھانا آیا۔ وہ جب پیٹ بھر کر کھا چکے تو آپ نے براہ راست تو کچھ نہ کہا کہ منفعل اور شرمندہ نہ ہوں۔ لیکن باتوں باتوں میں یہ فرما کر انکی اصلاح کی کہ عورتیں بڑی مظلوم ہوتی ہیں ــــ انکو نہیں مارنا چاہیے ــــ انہی صاحب کا ایک اور نصیحت آموز واقعہ سن لیں ــــ کہ ایک دن انہوں نے دارُو پی۔ اور اسی حالت میں قبلہ وکعبہ کے پاس آگئے ــــ آپ اُنکو دیکھ کر بڑے زور سے ہنسنے لگے۔ انہوں نے حیران ہو کر پوچھا آپ ٹھیک تو ہیں ــــ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہم ٹھیک ہیں تم ٹھیک نہیں ہو ــــ بات ظاہر بھی نہ کی کہ انکی عزتِ نفس مجروح نہ ہو۔ اور کہہ بھی گئے ــــ آپکی توجہ اثر کر گئی۔ ان صاحب نے ع ''چھٹتی نہیں جو منہ سے لگی ہوئی'' کو دل ہی دل میں ایسی تین طلاقیں دیں کہ اسکا تصور بھی اب انکے لئے روح فرسا ہے ــــ

قبلہ وکعبہ عرس کے موقع پر یا مہمانوں کی آمد پر خود کام کرتے۔ سردیوں میں مہمان آتے تو لکڑیاں خود پھاڑ کر۔ چھوٹی چھوٹی کر کے انگیٹھی میں رکھتے کہ جب وہ آئیں گے تو آگ جلائیں گے تاکہ مہمان سردی سے بچیں ــــ لیکن مہمانوں اور مریدین کو اس اہتمام اور بیماری اور نقاہت کے باوجود مشقت کا احساس تک نہ ہونے دیتے ــــ بعض مریدین ایبٹ آباد کے موسم کو ملحوظ خاطر رکھے بغیر عام لباس میں آجاتے تو آپ اپنی لوئی مبارک اور کمبل انہیں دیتے کہ اوڑھ لو ــــ بعض پاسِ ادب کی وجہ سے انکار کرتے۔ تو آپ زبردستی۔ حکماً اوڑھا دیتے کہ سردی ہے ــــ

بعض اوقات کچھ احباب قبلہ وکعبہ پیر صاحب کو اطلاع دیتے کہ فلاں روز ہم اتنے آدمی آرہے ہیں۔ آپ پُرتکلف کھانے کا اہتمام کر کے۔ اپنی مصروفیات سے کنارہ کش ہو کر انتظار شروع

کر دیتے ـــــ اور کئی دفعہ ایسا ہوتا کہ وہ نہ آتے ـــــ کھانا بھی ضائع ہو جاتا ـــــ اور انتظار کی کوفت الگ ـــــ پھر ایسا ہوتا کہ وہ دوسرے تیسرے دن آجاتے۔ آپکو فوری طور پر ان کیلئے خورد و نوش کا انتظام کرنا پڑتا۔ یہ اس لحاظ سے خاصا مشکل تھا۔ کہ کوئی خدمت گار تو تھا نہیں۔ سودا سلف آپ کو خود ہی لانا پڑتا ـــــ لیکن قربان جائیں آپکے صبر پر۔ مریدین سے شفقت پر۔ کہ آپ کسی بھی طور پر اسکا اظہار نہ فرماتے کہ آپکے نہ آنے سے انتظار کی کوفت۔ کھانے اور وقت کا زیاں ـــــ اور اب آپکے اچانک آنے سے کتنی مشکلات پیش آئیں ـــــ بلکہ اتنی شفقت اور محبت کا اظہار فرماتے۔ کہ اگر اسکے دل میں وعدہ خلافی کی ندامت کا تھوڑا بہت خیال ہوتا بھی تو وہ بھی محو ہو جاتا ـــــ

آپ ہر مرید کو نہ صرف عام موقع پر بلکہ عرس کے مواقع پر بھی جبکہ خاصے احباب ہوتے۔ ذاتی طور پر Attend کرتے۔ اور اس بات کا پورا خیال رکھتے کہ کسی کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔ اگر محسوس کرتے کہ کسی کو کوئی دقت پیش آرہی ہے۔ تو اُسکے حل کیلئے بے چین ہو جاتے اور جب تک اسکا کوئی تسلی بخش حل نہ نکل آتا۔ آپ اطمینان وسکون سے نہ بیٹھتے۔ عرس کے موقع پر باہر لان میں نماز ادا کی جاتی۔ بعض اوقات آدمی زیادہ ہونے کی وجہ سے چٹائیاں کم ہو جاتیں۔ تو قبلہ وکعبہ اپنی لوئی مبارک۔ کمبل اور چادریں وغیرہ بچھا دیتے ـــــ اور جہاں عام پیروں کی ایسی متبرک اشیاء کا دیدار اور انکو ہاتھ لگانا مریدین اپنے لئے باعثِ سعادت سمجھتے ہیں ـــــ وہاں آپکے مریدین بلا جھجک یا مجبوراً (حکماً) ان پر کھڑے ہو کر نماز ادا کرتے۔ مہمانوں۔ مریدین کو عرس کے موقع پر صبح کا ناشتہ۔ دوپہر کا کھانا۔ دعا کے بعد شام کو کھانا پیش کیا جاتا۔ تو آپ اس بات کا بڑا دھیان رکھتے کہ ہر آدمی تک ہر چیز پہنچ رہی ہو اور کوئی تکلف نہ برتے۔ بلکہ آرام وسکون سے جی بھر کر کھائے۔

آپ کو اس بات کا بڑا احساس ہوتا کہ مریدین آپکے پاس دور دور سے آتے ہیں۔ اور سفر کی صعوبتیں برداشت کرتے ہیں۔ اور آپ اکثر اوقات اسکا اظہار فرماتے ـــــ رمضان المبارک میں جب مریدین دور دراز سے آپکے پاس آتے تو آپ انکی ہمت کی داد دیتے۔ لیکن ساتھ ہی منع فرماتے کہ ماہِ صیام میں اتنا طویل سفر نہ کریں۔ کہ روزے کی حالت میں جہاں اُنکو سفر میں دقت ہوتی

ہے۔ وہاں راستہ میں سحری اور افطاری کا بھی ان کو مسئلہ بنتا ہے۔ قربان جایئے مریدین کیلئے آپ کی محبت واحساس پر!

چونکہ آپ کے ہاں پیری مریدی والا معاملہ نہ تھا۔ اسلئے اکثر مریدین آپ سے بڑے بے تکلف تھے۔ کچھ زیادہ ہی بے تکلف قسم کے احباب جب بمع اہل وعیال تشریف لاتے ــــ تو بعض اوقات گوشت وغیرہ ساتھ لے آتے۔ یہ اس بات کا اشارہ ہوتا کہ ہم کھانا بھی یہاں کھائیں گے ــــ قبلہ وکعبہ کے پاس خدمت گاروں والا تو کوئی سسٹم نہ تھا۔ اسلئے آپکو سب کچھ خود ہی تیار کرانا ہوتا تھا ــــ وہ احباب تو سادگی سے سمجھتے کہ ہم گوشت لے آئے ہیں۔ پکانا اب کون سا مشکل ہے ــــ لیکن گوشت پکانے کیلئے تو لوازمات چاہئیں۔ اُنکے لئے آپکو خود بازار جانا پڑتا۔ پھر گوشت تیار کراتے۔ اسکے ساتھ چاول۔ سبزی روٹی وغیرہ پکا کر انکو پیش کرتے ــــ اور مریدین یہ سمجھتے کہ ہم بوجھ تو نہیں بنے ــــ جن ایام میں قبلہ وکعبہ کے پاس آپا انوری صاحبہ اور انکے خاوند عزیز الرحمٰن نہیں رہتے تھے۔ آپ مہمانوں کیلئے چائے اور کھانا وغیرہ خود تیار کرتے۔

سنتِ نبوی صلے اللہ علیہ وسلم کے مطابق آپ اپنے دشمنوں پر بھی بڑے مہربان تھے۔ جن لوگوں نے قبلہ وکعبہ کو ہر لحاظ سے تنگ کرنے کی کوشش کی۔ آپ انکے لئے بھی سراپا رحمت تھے۔ انکے لئے بددعا نہیں بلکہ دعائے خیر ہی کی۔ کسی بھی مرید کو ظاہراً یا باطناً ان کو زک پہنچانے کی اجازت نہ دی ــــ اور انکی پریشانی اور مشکل میں ہر ممکن مدد کی ــــ آپکی دشمنی اور مخالفت ذاتی نہیں بلکہ اصولی ہوتی تھی ــــ آپ فرماتے کہ دین کے معاملہ میں Straight Forward ہونا چاہیے اس میں کسی مصلحت یا مصالحت سے کام نہیں لینا چاہیے۔

آپ کی درگزر اور رحمت کی ایک مثال آپکے ہاں چوری کا واقعہ ہے ــــ آپ نے چور کیلئے بددعا نہ فرمائی۔ بلکہ یہی دعا فرمائی۔ کہ وہ یہ پیسے اپنی جائز ضرورت پر خرچ کرے۔ کسی ناجائز کام میں صرف نہ کرے ــــ باوجود مریدین کی طرف سے انتہائی اصرار کے بھی آپ نے چوری کی رپٹ درج نہ کرائی ــــ صرف یہ بات پیشِ نظر تھی کہ اسطرح قریبی احباب سے بھی پوچھ گچھ ہوگی

۔۔۔۔ آپ یہ کسطرح برداشت کر سکتے تھے کہ ان پر جو آپکا اعتماد ہے۔ اسکو ٹھیس پہنچے۔ اور وہ پوچھ گچھ کے اذیت ناک مراحل سے گزریں ۔۔۔۔ آپ راضی برضائے الٰہی تھے۔ ایک دفعہ یہ سگِ در آپکی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ گفتگو فرما رہے تھے۔ آپکو اطلاع دی گئی۔ کہ رات کو ڈربے سے کوئی مرغ چرا کر لے گیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ الحمدللہ کہ یہ مرغ کسی کے کام آ گیا ۔۔۔۔ اور یہ فرما کر سلسلہ کلام پھر جاری رکھا ۔۔۔۔ اطلاع دینے والا یہ صورتِ حال دیکھ کر حیران و پریشان واپس ہوا۔ کہ یوں بھی ہوتا ہے زمانہ میں ۔۔۔۔

مریدین دور دراز سے آپکے پاس حاضر ہوتے۔ آپکو انکی بحفاظت واپسی کا بڑا خیال ہوتا ۔۔۔۔ بعض اوقات آپ واضح طور پر تو نہ کہتے ۔۔۔۔ لیکن آپکے مشوروں اور ہدایات میں بڑا راز ہوتا ۔۔۔۔ دو چھوٹے چھوٹے واقعات سے شاید بات واضح ہو ۔۔۔۔ ایک دفعہ محمد ساجد (راجہ محمد بشیر صاحب آف سہار کے صاحبزادے) قبلہ وکعبہ کے پاس حاضر ہوئے۔ کچھ دیر قیام کے بعد اجازت طلب کی۔ آپ نے خلافِ معمول انہیں فرمایا۔ آپ رات کو ادھر ہی رہیں۔ صبح چلے جانا۔ لیکن محمد ساجد نہ مانا۔ تو آپ نے اجازت مرحمت فرما دی ۔۔۔۔ وہاں سے روانہ ہوا۔ راستہ میں آئل ٹینکر الٹا ہونے کی وجہ سے ٹریفک جام تھا۔ رات بھر وہاں پھنسا رہا۔ صبح پنڈی پہنچا ۔۔۔۔ وہاں پہنچ کر اُسے قبلہ وکعبہ کی بات سمجھ آئی ۔۔۔۔ اس نے حسرت سے سوچا کہ کاش قبلہ وکعبہ کی بات مان لیتا ۔۔۔۔ پنڈی تو صبح ہی پہنچنا تھا ۔۔۔۔ رات قبلہ وکعبہ کے پاس رہنے کی سعادت سے بہرہ ور بھی ہو جاتا ۔۔۔۔ اور رات بس میں گزارنے کی بجائے آرام وسکون سے بسر ہوتی۔

۱۹۸۶ء میں محمد شہباز صاحب اپنی بھابی بیگم غلام شبیر شاہین صاحبہ جو کہ انگلینڈ سے آئی تھیں کے ساتھ قبلہ وکعبہ کے پاس حاضر ہوئے۔ جب وہ درِ اقدس پر پہنچے تو دروازہ اندر سے بند تھا۔ بیگم صاحبہ نے یہ دیکھ کر کہا کہ میں دوسری طرف سے جا کر انوری صاحبہ کو کہہ کر اندر سے دروازہ کھلواتی ہوں۔ شہباز صاحب نے بتایا کہ میں جونہی دروازے پر پہنچا۔ بھابھی ابھی دوسری طرف پہنچی ہی نہ تھیں۔ کہ قبلہ وکعبہ پیر صاحب نے آواز دی ''انوری دروازہ کھولو شہباز صاحب آئے ہیں۔'' وہ ہکا بکا

رہ گئے کہ آپ کو کسطرح پتا چل گیا۔ کہ میں باہر کھڑا ہوں (اسطرح کا ایک واقعہ ہے کہ میں ابا جان اور امی جان کے ساتھ آپکی خدمت میں حاضر ہوا۔ دروازہ اندر سے بند تھا۔ اندر سے پردہ ہٹا ہوا تھا۔ اور شیشے میں سے نظر آ رہا تھا کہ آپ دوسری طرف منہ کئے تشریف فرما ہیں۔ جونہی ہم دروازے کے پاس پہنچے تو دروازہ کھٹکھٹانے کی نوبت ہی نہ آئی آپ نے بغیر دیکھے ہوئے فرمایا ''آؤ ہیڈ ماسٹر صاحب دروازہ کھلا ہے'' ـــــ امی جان نے بعد میں مجھ سے پوچھا ''قبلہ پیر صاحب کو بغیر دیکھے کیسے پتا چل گیا۔ کہ ہم آئے ہیں'' ـــــ میں کیا جواب دیتا بس خاموش ہو گیا ـــــ میرے ساتھ تو یہ سدا کا معاملہ تھا۔ میں علی الصبح درِ اقدس پر پہنچ جاتا۔ دروازے کے سامنے بھی نہ جاتا۔ بلکہ برآمدے کے باہر ہٹ کر کھڑا ہو جاتا۔ سردیوں میں دروازہ اندر سے کمبل دیکر بند کیا ہوتا ـــــ لیکن چند منٹ سے زیادہ کبھی بھی کھڑا نہ ہونا پڑا ـــــ آپ یا تو دروازہ خود کھولتے اور اندر آنے کیلئے ارشاد فرماتے ـــــ یا اندر سے آواز دیتے کہ دروازہ کھلا ہوا ہے آ جائیں ـــــ یہ بات عام پیروں اور انکے مریدوں کے نزدیک اہم ہوتو ہو لیکن قبلہ وکعبہ پیر صاحب اور ان سے نسبت رکھنے والے انکو چنداں اہمیت نہ دیتے۔ بس برسرِ تذکرہ لکھ دیں) ـــــ شہباز صاحب اپنی بھاوج کے ساتھ اُس روز خاصا وقت آپکے پاس رہے۔ ساڑھے تین بجے انہوں نے واپسی کیلئے اجازت طلب کی ـــــ قبلہ پیر صاحب نے فرمایا کہ اگر آپ نے نہیں رکنا اور جانا ہی ہے تو فوراً چلیں جائیں ـــــ شہباز صاحب نے بتایا کہ ہم اڈے پر پہنچے تو گاڑی کوئی نہیں تھی آٹھ دس سواریاں وہاں پر کھڑی تھیں۔ پہنچنے کے تھوڑی دیر بعد مانسہرہ سے لاہور جانے والی کوچ آ کر رکی۔ سب سواریاں ادھر بڑھیں۔ کنڈیکٹر نے کہا ''صرف دو سواریاں''۔ کنڈیکٹر نے شہباز صاحب ہی سے پوچھا ''آپ نے کہاں جانا ہے'' انہوں نے بتایا ''لاہور'' ـــــ اُس نے کہا آ جائیں صرف دو سیٹیں ہی ہیں۔ وہ بیٹھے اور گاڑی چل پڑی ـــــ انہیں قبلہ وکعبہ کی وہ بات کہ ''جانا ہے تو فوراً چلے جائیں'' جو اُسوقت بظاہر عجیب سی لگی تھی انکی سمجھ میں آ گئی ـــــ

قبلہ وکعبہ کو اپنے مریدین سے کتنی شفقت ومحبت تھی ـــــ اسکا گواہ آپکی زندگی کا ہر ہر لمحہ

ولحظہ ہے ــــ بیگم شیخ مسعود صاحبہ کے والدین بچپن میں فوت ہو چکے تھے انکی زندگی میں یہ جو محرومی اور خلا تھا ــــ وہ قبلہ سے تعلق پر پورا ہوا ــــ وہ اکثر اپنے بچوں کو کہتیں کہ قبلہ وکعبہ کا گھر میرا ''پیکا'' (والدین کا) گھر ہے۔ بچے قبلہ وکعبہ سے معصومیت سے پوچھتے کہ ممی یہ کہتی ہیں کیا ٹھیک کہتی ہیں۔اس پر آپ مسکرا کر فرماتے ''ہاں ٹھیک کہتی ہیں'' ــــ

آپ کو اپنے مریدین کا کس قدر خیال تھا ــــ اس کو تو احاطہ تحریر میں لانا ناممکنات میں سے ہے ــــ اسکے لئے تو آپکی حیات مبارکہ کا ایک ایک واقعہ دہرانا پڑے گا ــــ بطور مثال چند ایک چھوٹے چھوٹے واقعات درج کرتا ہوں ــــ ایک دفعہ آپ کے ایک پیارے مرید اپنی مصروفیات کی بنا پر چند ایک روز نہ آئے ــــ آپ پریشان ہو گئے۔ آپا انوری صاحبہ کو بھیجا کہ پتا کر کے آنا کہ وہ کیوں نہیں آئے۔ کہیں وہ بیمار تو نہیں۔آپ نے انہیں علی الصبح ہی بھیجا ــــ لیکن قربان جایئے۔ مریدین کا کس کس طرح خیال ہے ــــ آپ نے فرمایا کہ وہاں چائے وغیرہ نہیں پینی ــــ کہ اُن کو کسی طرح کی تکلیف نہ ہو ــــ اور خود ہیں کہ ہر ایک کی خدمت کیلئے بچھے جا رہے ہیں۔

آپ کے ایک اور پیارے مرید محمد سلطان طائر صاحب جب انجنیئرنگ یونیورسٹی میں زیر تعلیم تھے۔اس دوران اگر قبلہ وکعبہ کی علاقہ میر پور تشریف آوری ہوتی تو کبھی یہاں کے احباب اور کبھی قبلہ وکعبہ پیر صاحب انہیں خود اطلاع دے دیتے۔ کہ اگر تمہارے پاس وقت ہو اور آسانی ہو تو مل سکتے ہو ــــ ایک دفعہ آپؒ کا پروگرام کچھ اسطرح جلدی میں بنا کہ نہ آپ اور نہ ہی کوئی ادھر کا ساتھی سلطان صاحب کو اطلاع دے سکا۔ قبلہ وکعبہ نے یہ سوچ کر کہ اس دفعہ معمول کے خلاف سلطان صاحب۔ ملاقات کا شرف حاصل نہ کر سکیں گے۔ اور یہ سننے پر کہ آپ ادھر تشریف لائے وہ بڑا محسوس کریں گے۔اب ظاہراً چونکہ اطلاع کا کوئی ذریعہ نہ تھا۔ تو باطنی بندوبست ہی کیا ــــ سلطان صاحب نے بتایا کہ رات کو انہوں نے خواب دیکھا۔ جس میں قبلہ وکعبہ محمد نورالدین اویسیؒ نے انکو ارشاد فرمایا۔ کہ سلطان ہم کسگمہ جا رہے ہیں۔ کل دو تین بجے کے درمیان ہم وہاں پہنچ جائیں گے۔ اگر تم آسانی سے پہنچ سکو تو مل سکتے ہو ــــ سلطان صاحب کو تو حق الیقین تھا۔ وہ صبح

اٹھے اور کسگمہ کیلئے روانہ ہوگئے۔ چار بجے کے قریب وہاں جا پہنچے اور آپکی ملاقات سے شاد کام ہوئے۔ آپکی کس کس نوازش کا ذکر ہو۔

آپ مریدین کا کتنا احترام کرتے تھے۔ اور انکا کتنا خیال رکھتے تھے۔ اس سلسلہ میں ایک اور چھوٹا سا واقعہ بیان کرتا ہوں ـــــ ایک دفعہ آپؒ مظفر آباد میں بیمار تھے۔ محمد سرور صاحب آپکی عیادت کو گئے تھے ـــــ قبلہ وکعبہ کو ٹیکہ لگایا جانے لگا۔ جناب محمد شریف صاحب کے صاحبزادے شاہنواز صاحب کے ہاتھ میں سرنج تھی ـــــ روئی پرے سرور صاحب کے قریب پڑی ہوئی تھی ـــــ انہوں نے روئی پکڑانے کیلئے سرور صاحب کو کہا ـــــ یہ سنتے ہی آپکو بڑا زبردست غصہ آیا۔ آپ نے غصہ سے فرمایا کہ یہ مہمان اور میرے دوست ہیں۔ تمہیں ان پر حکم چلانے کی جرات کیسے ہوئی ـــــ آپ اتنے ناراض اور غضب ناک ہوئے کہ مارے خوف وڈر کے شاہنواز صاحب کے ہاتھ سے سرنج نیچے گر پڑی اور ٹوٹ گئی۔

آپ مریدین کی ضد اور غلط طریق کار اور حرکت پر بھی ناراضگی نہ فرماتے۔ کیونکہ آپ سمجھتے تھے کہ یہ انکی سادہ لوحی ہے ـــــ ایک دفعہ آپکا ایک مرید اپنے بچے کی تقرری مخصوص اسامی پر چاہتا تھا لیکن استحقاق ہونے کے باوجود ہو نہیں رہی تھی ـــــ مایوس ہو کر اُس نے کچھ سوچا ـــــ آپکے پاس آیا۔ رات وہ آپکے پاس رہا۔ صبح جب عبادت سے فارغ ہو کر آپ نے دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے تو اُس نے آپکے ہاتھ پکڑ لئے۔ کہ میرے لڑکے کی تقرری ہونی چاہیے ـــــ محبّ اور محبوب کے راز و نیاز کا سلسلہ ٹوٹ گیا ـــــ آپ نے ناراضگی کا اظہار نہ فرمایا کہ غرض مند دیوانہ ہوتا ہے ـــــ صرف یہ فرمایا کہ تم نے میرا رابطہ توڑ دیا ـــــ بہر حال تمہارے لڑکے کا کام ہو گیا ـــــ وہ آدمی خوش وخرم واپس گیا۔ تو بلا حیل وحجت اُسکے لڑکے کا آرڈر متعلقہ حکام نے کر دیا۔

قبلہ وکعبہ جہاں عام دنیا کے معاملات میں بڑے فیاض اور سخی تھے۔ وہاں فیضِ باطنی کے اجرا میں انتہائی فیاض تھے۔ جیسا کہ قبل ازیں بھی بیان ہوا ہے۔ کہ انہیں تو بس ایک بہانہ چاہیے ـــــ ایک دفعہ ایک تقریب میں جناب ڈاکٹر عبدالحفیظ صاحب جو کہ قبلہ وکعبہ کی اس جود وعطا کے

شاہد تھے نے راجہ محمد سرور صاحب سے مخاطب ہو کر کہا کہ بھائی نورالدین تو مفت میں فقیری بانٹ رہے ہیں ــــ قبلہ وکعبہ رضائی اوڑھے لیٹے ہوئے تھے ــــ جناب حفیظ صاحب نے سرور صاحب سے استفسار کیا کہ کیا یہ طریق کار ٹھیک ہے؟ ــــ سرور صاحب جواب دے ہی رہے تھے۔ کہ قبلہ وکعبہ نے منہ سے رضائی ہٹائی اور ارشاد فرمایا کہ حفیظ صاحب تو نچوڑ نچوڑ کر فقیری دیتے ہیں ــــ انکو یاد نہیں کہ امین صاحب کسطرح فقیری بانٹتے تھے ــــ

قبلہ وکعبہ محمد نورالدین اویسیؒ روحانیت کو کار جہاں کیلئے استعمال کرنے کو ناپسند فرماتے اور مریدین کو بھی اسکی اجازت نہ دیتے بلکہ فرماتے کہ باطن کو دنیا داری کیلئے استعمال نہ کرو ــــ آپکے ایک دیرینہ مرید عبدالغفور صاحب ایک دفعہ ماہِ صیام میں دیارِ غیر سے پاکستان آئے ہوئے تھے۔ وہ ان دنوں سخت بیمار تھے۔ رات کو وہ چھت پر لیٹے ہوئے تھے۔ اسی اثنا میں بارش ہونے لگی ــــ تو انہوں نے پریشانی میں علاقہ کے صاحبِ ڈیوٹی شخص سے مخاطب ہو کر کہا کہ اگرچہ میں تجھ سے واقف نہیں ہوں لیکن بیماری کی وجہ سے اندر جانے سے معذور ہوں ــــ صبح سحری کے وقت جب سب لوگ جاگ جائیں تو پھر بے شک بارش آجائے ــــ جونہی انہوں نے یہ کہا وہاں سے بارش ٹل گئی۔ اردگرد ہوتی رہی ــــ صبح سحری کیلئے جسوقت گھر والے بیدار ہوئے اگرچہ آسمان اسوقت صاف تھا۔ لیکن عبدالغفور صاحب نے انہیں کہا کہ چارپائیاں فوراً اندر کرو۔ بارش آنے والی ہے۔ وہ بڑے حیران ہوئے۔ لیکن ادب ولحاظ کی وجہ سے خاموش رہے اور چارپائیاں وغیرہ اندر کیں۔ جونہی چارپائیاں اندر پہنچیں بارش شروع ہوگئی ــــ متذکرہ واقعہ تین راتیں متواتر دہرایا جاتا رہا۔ تیسرے دن سحری کے وقت عبدالغفور صاحب مراقبہ کر رہے تھے تو قبلہ وکعبہ نے ارشاد فرمایا کہ قدرت کے کاموں میں دخل نہیں دینا چاہیے ــــ تعمیل کے بغیر اب کیا چارہ تھا۔ اسکے کچھ عرصہ بعد ایبٹ آباد الحاج مولوی محمد امینؒ کا عرس مبارک تھا۔ عرس والے روز بارش ہو رہی تھی (عموماً عرس والے روز بارش ہوا کرتی تھی)۔ لیکن قبلہ وکعبہ بڑے مطمئن اور پُرسکون تھے۔ آپ نے عبدالغفور صاحب کو مخاطب کر کے کہا غفور بارش ہو رہی ہے۔ ہم پریشان نہیں۔ کھانا بھی پک رہا ہے اور دیگر

کام بھی ہورہے ہیں ــــــ عبدالغفور صاحب سب کچھ سمجھ چکے تھے سرِ تسلیم خم کیا۔ اور بزبانِ خاموشی کہا کہ تیری شانِ فقر کی کس سے مثال دوں۔

جہاں آپ ظاہراً و باطناً بڑے فیاض تھے۔ وہاں دنیاداری میں اسراف کو قطعاً ناپسند فرماتے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ۝ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ط (پارہ ۱۵ سورۃ ۱۷ آیت ۲۶۔۲۷) ایک دفعہ آپ دبلیاہ (کالاڈب) تشریف لائے۔ واپسی پر چائے پی کر آپ روانہ ہوئے۔ جب کالاڈب بازار۔ اڈے پر پہنچے جو کہ وہاں سے بمشکل ایک کلومیٹر ہوگا ــــــ تو ایک مرید نے عقیدت اور محبت کے ہاتھوں مجبور ہوکر سوچا کہ مجھے بھی کچھ پیش کرنے کی سعادت حاصل کرنی چاہیے۔ انہوں نے ہوٹل والے کو دودھ پتی کا آرڈر دیا ــــــ جب چائے آئی تو آپ نے پوچھا یہ کس نے منگوائی ہے ــــــ معلوم ہونے پر آپ نے اظہارِ ناپسندیدگی فرماتے ہوئے کہا کہ ابھی چند منٹ پہلے چائے پی کر آئے ہیں۔ تو اب چائے منگوانے کی کیا تک ہے ــــــ اسی طرح کا ایک اور واقعہ ہے۔ ایک دفعہ آپ عدالت میں گئے ہوئے تھے۔ واپسی پر آپکے بڑے دیرینہ اور عقیدت مند مرید نے جو کہ آپکے ساتھ تھے سوچا کہ سوزوکی بک کر لی جائے ــــــ لیکن سوزوکی والا موقع محل۔ حالات کا اندازہ کر کے معمول سے زیادہ پیسے مانگ رہا تھا ــــــ آپکو جب پتہ چلا۔ تو نہ مانے کہ اسراف جائز نہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہم عام سوزوکی پر چلیں گے۔ بیماری اور نقاہت کے باوجود آپ پیدل چل کر سوزوکی اسٹینڈ تک آئے۔ اور وہاں سے عام سوزوکی پر بیٹھ کر گھر پہنچے۔

قبلہ و کعبہ محمد نورالدین اویسیؒ ظاہری سج دھج اور نمود و نمائش کے قطعاً قائل نہ تھے ــــــ آپ بالکل سادہ کپڑے زیب تن کرتے ــــــ بعض اوقات قمیض ادھڑی اور پھٹی ہوتی پیوند لگے ہوتے۔ سویٹر میں سوراخ ہوتے ــــــ لیکن یہ شہنشاہ جو کہ حقیقی شان و شوکت کا مالک تھا۔ تو اسکے نزدیک اس ظاہری اور مصنوعی نمود و نمائش کی کیا وقعت ہو سکتی تھی ــــــ جب کوئی شخص پہلی دفعہ آپ سے ملتا تو پہلی نظر میں آپکا سادہ لباس اور نشست و برخواست دیکھ کر قطعاً یہ یقین نہ کرتا کہ یہ آدمی بھی

ولی ہوسکتا ہے ___ لیکن جب وہ چند لمحات آپکی مجلس میں بیٹھتا۔ آپکی گفتگو سنتا۔ آپکے اخلاق و کردار کو دیکھتا تو اسے اس نائب رسولؐ میں اسوۂ حسنہ کا پرتو نظر آتا ___ اور وہ بے اختیار ہمیشہ کیلئے اس در کا غلام ہو جاتا ___

قبلہ وکعبہ کو پابندیٔ وقت کا بڑا احساس تھا ___ آپ اپنے وعدہ کا ہر قیمت پر پاس کرتے ___ اگر کسی شخص نے آپ سے ٹائم لیا ہوتا تو آپ سب کام چھوڑ کر اُسکا انتظار فرماتے ___ اور اپنے مریدوں سے بھی یہی توقع رکھتے کہ وہ بھی وقت کی پابندی کریں۔ یہ ابر کرم خاص و عام۔ گناہگار و متقی میں کوئی تخصیص نہ کرتا تھا۔ بلکہ آپکی نظرِ عنایت اور توجہ عاصی و گناہگاروں کیلئے مخصوص ہوتی تھی ___ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اچھے لوگ جو ہیں وہ تو اچھے ہی ہیں۔ مزہ تو تب ہے کہ جو غلط ہیں ان کو درست کیا جائے۔ آپ فرماتے کہ روزِ محشر جب ہم حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے جائیں تو ہمارے ساتھ چند "بوتلوں والے" بھی ہونے چاہئیں تا کہ یہ اظہار کر سکیں کہ ہم نے انکو سیدھا کیا ہے ___

فی زمانہ پیری مریدی میں نذر و نیاز۔ تحفے تحائف۔ شرنیاں اور ڈالیاں ایک لوازمہ سمجھے جاتے ہیں۔ لیکن قبلہ وکعبہ کی ذات ان سے مبرّا تھی۔ واقفِ حال لوگ تو جرات ہی نہ کرتے تھے ___ لیکن بعض ناواقف اشخاص مروجہ دستور کے مطابق غلطی کر جاتے ___ تو آپ نرمی اور طریقے سے انہیں سمجھاتے کہ انکی دل آزاری بھی نہ ہو ___ ایک دفعہ آپ کالاڈب سے کسگمہ جا رہے تھے۔ سہار کے مقام پر راستہ میں کچھ لوگ دیدار۔ ملاقات کیلئے کھڑے تھے۔ ان میں ایک بوڑھی خاتون بھی تھیں۔ انہوں نے ملاقات پر آپ سے پوچھا کہ آپ نذر و نیاز لیتے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ میں نذر و نیاز نہیں لیتا۔ مجھے پنشن ملتی ہے۔ اس میں میری گزر اوقات ہو جاتی ہے۔ آپ نے زور دیکر فرمایا۔ نہ میں زکوٰۃ لیتا ہوں۔ نہ صدقات اور نہ نذر و نیاز ___ بعد میں آپ نے پوچھا کہ یہ عورت کون ہے۔ بتایا گیا کہ یہ راجہ سخی ولایت صاحب کی ہمشیرہ ہیں ___ اس پر آپ نے ارشاد فرمایا کہ سخی صاحب کی تینوں بہنوں کو میں جانتا ہوں۔ آپ نے انکے نام بھی لئے ___ راجہ محمد بشیر صاحب کے صاحبزادے محمد احسان نے بتایا کہ یہ ہمارے دادا جان کی دوسری شادی میں سے جو

اولاد ہے ان میں سے ہیں ـــــ آپ نے اس بات کے پیشِ نظر کہ انکی دل ازاری نہ ہوئی ہو۔ انہیں پاس بلایا۔ انکے سر پر ہاتھ پھیرا اور محبت و شفقت سے انہیں سمجھایا کہ آپ ان پیروں میں سے نہیں جنکی نظر مریدوں کی جیب پر ہوتی ہے۔ اور جنکے نزدیک نذر و نیاز اور تحفہ و تحائف کی مقدار و معیار مرید کی عقیدت کا پیمانہ ہوتا ہے ـــــ اگر بعض خاص مریدین جنکا اخلاص شک و شبہ سے مبرّا تھا کے تحائف سنتِ رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں قبول کرتے۔ لیکن یہ تحائف اکثر و بیشتر غربا اور ضرورت مندوں میں یا دیگر احباب میں تقسیم فرماتے۔

دورانِ سفر قبلہ و کعبہ محمد نور الدین اویسی رحمتہ اللہ علیہ اپنے ساتھی۔ مرید کا کرایہ اپنی گرہ سے دیتے۔ اسکے آرام اور سہولت کا خیال رکھتے۔ راستے میں چائے پیتے یا کھانا کھاتے تو نہ صرف اپنی بلکہ ساتھی۔ مرید کی بھی ادائیگی (Payment) کرتے۔ اپنی پسند کی بجائے اُسکی پسند اور سہولت کو مدنظر رکھتے۔ غیر ضروری گفتگو نہ فرماتے ـــــ ایک دفعہ یہ سگِ در اور جناب محمد بشیر صاحب (آف بلیک برن) قبلہ و کعبہ کے ہم سفر تھے۔ کیری ڈبہ پنڈی تک سفر کیلئے کرایہ پر بک کیا تھا۔ سواریاں کچھ زیادہ ہی تھیں۔ میں نے عرض کی کہ میں عام بس میں آجاؤں گا۔ قبلہ و کعبہ نے ارشاد فرمایا کہ یہ کسطرح ہوسکتا ہے۔ اگر بس میں جانا بھی پڑے تو ہم جائیں گے آپ نہیں! ـــــ قبلہ و کعبہ نے مجھے اور جناب محمد بشیر صاحب کو فرنٹ سیٹ پر بیٹھنے کیلئے کہا۔ ہم نے بڑا انکار کیا ـــــ لیکن آپ نہ مانے حکماً کہا ـــــ تعمیل کے بغیر چارہ نہ تھا ـــــ اس واقعہ سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت عقبہ بن عامرؓ کے سفر کی یاد تازہ ہوجاتی ہے ـــــ نسائی شریف میں ہے کہ حضرت عقبہ بن عامرؓ ایک دفعہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ہم سفر تھے۔ آپؐ پہاڑ کی ایک گھاٹی میں اونٹ پر سوار جا رہے تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اب تم سوار ہو۔ وہ اس گستاخی کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ کہ آپ کو پا پیادہ بنا کر خود سوار ہوں۔ لیکن جب آپ نے دوبارہ حکم کیا تو انکار نا ممکن تھا ـــــ

کوئی شخص چاہے کسی مذہب و مسلک سے اسکا تعلق ہو۔ آپکا سلوک ہر ایک کے ساتھ یکساں ہوتا۔ آپ کسی سے بھی امتیازی سلوک روا نہ رکھتے۔ بلکہ ہر ایک کا احترام کرتے ـــــ آپ

ہر چھوٹے بڑے دوست دشمن کیلئے احترام اور محبت کا جذبہ رکھتے۔ اور ہر ایک کیلئے ''آپ'' کا صیغہ استعمال کرتے۔ اور ''.....صاحب'' کہہ کر پکارتے۔ چھوٹے تو چھوٹے سہی انتہائی مخالفین اور دشمنوں جیسے مرزا غلام احمد کو بھی صاحب کہہ کر پکارا اور لکھا۔ یہ آپکی رواداری اور حسن سلوک کا منہ بولتا ثبوت ہے ــــ آپکی یہ رواداری اور حسن سلوک بنی نوع انسان تک ہی محدود نہیں تھا۔ بلکہ دیگر مخلوقات تک یہ سلسلہ پھیلا ہوا تھا ــــ اس سلسلہ میں ایک عجیب اور دلچسپ واقعہ پیش ہے۔ جب آپ ہجرت کر کے پاکستان تشریف لائے۔ تو کچھ عرصہ لاہور رہے۔ وہاں آپکے پڑوس میں ایک مکان تھا۔ جو پہلے ایک ہندو کی ملکیت تھا۔ اب یہ ایک مہاجر کو الاٹ ہوا تھا۔ اس مکان کا ایک کمرہ بند رہتا تھا۔ مشہور تھا کہ اس میں ایک جن کا ڈیرہ ہے۔ نئے مکین نے اس کمرہ کو بھی زیر استعمال لانا چاہا ــــ اس پر وہ جن چڑ گیا۔ اور گھر کے مکینوں کو تنگ کرنا شروع کر دیا ــــ وہ آدمی پریشان ہو کر مختلف عامل صاحبان کے پاس گیا ــــ لیکن کچھ فرق نہ پڑا ــــ اُس نے اپنی اس مشکل کا آپ سے ذکر کیا اور مدد کا طالب ہوا۔ آپ نے حامی بھر لی ــــ آپ نے اُس جن سے بات کی۔ اُس نے بادلائل یہ بتایا کہ اس مکان پر اسکا حق فائق ہے۔ کہ وہ اس مکان میں بہت پہلے سے رہ رہا ہے۔ اور موجودہ مکین بہت بعد میں آئے۔ نیز اُس نے کہا کہ چھیڑ خانی اور زیادتی انکی طرف سے ہوئی ہے۔ اُس نے مزید بتایا کہ ان سے پہلے جو ہندو اس مکان میں رہتا تھا اُس نے یہ کمرہ میرے لئے مختص کیا ہوا تھا ــــ اس نے کہا کہ اگر سابقہ صورتِ حال کے مطابق یہ عمل کریں کہ متذکرہ کمرہ کو میرے لئے چھوڑ دیں یا مکان اسطرح بنائیں کہ یہ جگہ علیحدہ ہو جائے۔ تو میری طرف سے کوئی زیادتی نہ ہوگی ــــ اُس پر اس آدمی نے کہا کہ میں غریب اور مفلوک الحال ہوں۔ نہ کمرہ Spare کر سکتا ہوں اور نہ از سرِ نو تعمیر کر کے یہ جگہ علیحدہ کر سکتا ہوں ــــ دونوں کی باتیں معقول تھیں ــــ آپکے کہنے پر جن نے حامی بھر لی۔ کہ میں انکی مدد کروں گا....... اسطرح قبلہ و کعبہ نے اُس جن کو بیدخل کرنے اذیت دینے اور جلانے وغیرہ کے مروجہ طریقوں کی بجائے۔ آپ نے جن اور اہل خانہ کے درمیان ایسا معاہدہ کرا دیا۔ جو نہ صرف ہر دو فریقین کیلئے باعزت بلکہ سودمند بھی تھا۔

قبلہ و کعبہ محمد نور الدین اویسیؒ حکم نہیں چلاتے تھے۔ بلکہ ذاتی ۱ مثال سے عمل کی ترغیب دیتے تھے ـــــ نام نہاد واعظ شاکی ہیں کہ انکی باتوں پر لوگ عمل نہیں کرتے ـــــ اور یہ عام مشاہدہ کی بات بھی ہے ـــــ اسکی بنیادی وجہ یہ ہے کہ نام نہاد علما اور صوفیا جو کہتے ہیں وہ کرتے نہیں ـــــ قرآن کریم میں اللہ رب العزت ایسے ہی لوگوں کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۔ جو نہیں کرتے وہ کہتے کیوں ہو ـــــ آپ جو ارشاد فرماتے اس پر خود بھی عمل پیرا ہوتے۔ بلکہ جس پر عمل پیرا ہوتے وہی فرماتے۔ اسی لئے مریدین اس پر عمل پیرا ہونا ایک سعادت اور فرض سمجھتے ـــــ ''نور العرفان'' کے حصہ دوم میں آپ نے آدابِ پیری۔ آدابِ مریدی۔ آدابِ مجلس۔ آدابِ انسانیت۔ آدابِ معاشرت کے بارے میں جو کچھ فرمایا کہ اس پر ساری عمر بطریق احسن عمل بھی کیا ـــــ مختصراً نائب رسولؐ ہونے کی حیثیت سے آپکی زندگی کا ہر ہر پہلو آقائے دو جہاںؐ کے اسوۂ حسنہ کا پرتو ہے ـــــ

تصنیف و تالیف

قبلہ و کعبہ محمد نور الدین اویسیؒ کی درج ذیل کتب زیورِ طبع سے آراستہ ہو چکی ہیں۔

(۱) نور العرفان (۲) شرح منازلِ فقر (۳) حقیقتِ تصوف (۴) راہِ حقیقت (۵) علم العرفان (۶) فتنۂ مرزائیت ایک تجزیہ (۷) تاریخ خلافتِ اسلامی (۸) سیرت النبی ﷺ (۹) روح البیان (۱۰) نورِ بصیرت (۱۱) صراطِ مستقیم

ان کے علاوہ قبلہ و کعبہ کے لاتعداد مضامین اور مقالہ جات ہیں۔ پھر آپ نے ایک ایک موضوع پر متعدد بار اور مختلف انداز سے لکھا۔ قبلہ و کعبہ کی ذات والا لگاتار بیماریوں کے نرغہ میں رہی۔

---

۱ ایک دفعہ یہ غلام حاضرِ خدمت تھا۔ آپ بڑی ہی مشکل سے کھڑے ہو کر نماز ادا کر رہے تھے۔ بار بار لڑکھڑا جاتے۔ جب آپ فارغ ہوئے تو میں نے عرض کی کہ شریعت میں ایسے حالات میں بیٹھ کر نماز پڑھنے کی اجازت ہے۔ آپ نے اس پر فرمایا۔ یہ تو ٹھیک ہے لیکن احکم الحاکمین کے سامنے بیٹھ کر نماز ادا کرنے سے شرم آتی ہے۔

اس پر مستزاد مہمانوں کی خدمت۔ تبلیغ۔ ملازمت۔ مریدین اوراحباب کی خوشی وغمی میں شرکت۔ خدا جانے آپ لکھنے کیلئے کسطرح وقت نکال لیتے تھے؟ــــ پھر لکھنے کیلئے یکسوئی کی بڑی ضرورت ہوتی ہے ــــ لیکن اسکا تصور ہی نہیں ــــ مہمان۔ مریدین وقت بوقت چلے آرہے ہیں۔ آپکا پیری مریدی والا سسٹم تو تھا نہیں۔ خود ہی انکی خدمت کررہے ہیں۔ ہرایک کا اسکی طبع کے مطابق خوردونوش۔ سہولت اور دلجوئی کا سامان کررہے ہیں ــــ اسطرح تحریر وتصنیف کا سلسلہ باربار منقطع ہوتا ــــ متذکرہ کتب کا سرسری مطالعہ کرنے سے معلوم ہوگا۔ کہ موضوعات کتنے متنوع۔ مختلف اور دقیق ہیں ــــ حوالہ جات۔ دیگر مواد کی فراہمی۔ سامانِ تحریر کی بہم رسانی۔ نیز لکھنے۔ اور Fair کرکے لکھنے میں کوئی بھی آپکا معاون نہیں تھا۔ یہ سارا کام۔ متذکرہ سب مصروفیات کے ساتھ ساتھ آپ ہی کو سرانجام دینا ہوتا ــــ آپکے حالات اور مصروفیات کو دیکھ کراتنا جامع اور بے مثل تحریری مواد یقیناً ایک بڑا معجزہ ہے۔

قبلہ وکعبہ محمد نورالدین اویسیؒ نے سلسلہ اویسیہ سے منسلک ہونے کے ساتھ ہی لکھنا شروع کردیا ــــ قبلہ مولوی محمد امین رحمتہ اللہ علیہ اکثر مہمات میں آپکو ساتھ رکھتے ــــ اُنکی خصوصی توجہ۔ آپکا تجسس۔ ذہانت وفطانت۔ بالغ نظری۔ فہم رسا۔ تحریر کی خداداد بے مثل قدرت وملکہ۔ ذاتی تجربات ان سب نے آپکو تحریر کی طرف متوجہ کیا ــــ قبلہ کو جو تھوڑا بہت وقت ملتا۔ اُس میں لکھتے رہتے ــــ ایک دفعہ جب آپ کاشیراہ سے سرینگر گئے تو ''علم العرفان'' کا ابتدائی مسودہ دانستہ بھول کر مولوی محمد امین رحمتہ اللہ علیہ کے پاس چھوڑ آئے ــــ آپکے جانے کے بعد انہوں نے اسکو پڑھا۔ اور پھر ان تعریفی کلمات کے ساتھ واپس کیا۔ ''مولانا صاحب! میں نے آپکی کتاب پڑھی ہے۔ بڑی لاجواب ہے۔ مکمل کریں.....''

مولوی محمد امین رحمتہ اللہ علیہ قطب الاقطاب کی باطنی توجہ اور حوصلہ افزائی اور باطنی تحریک کا اثر تھا کہ آپ نے نہ صرف لاجواب مجموعہ کتب تصنیف کیا۔ جس میں حقیقت ومعرفت کے کسی مسئلہ کو تشنہ نہیں رہنے دیا۔ بلکہ عام فہم۔ دل نشین اور سادہ مگر فصاحت وبلاغت سے بھرپور انداز

میں ہر موضوع پر بالتفصیل لکھا ـــــ اور تصنیف وتحریر کا یہ سلسلہ آپکے وصال تک جاری رہا۔

ایک دفعہ یہ سگِ دراویسی اور محمود احمد طائر صاحب خدمتِ اقدس میں حاضر تھے۔ آپ نے فرمایا کہ ایک دفعہ میں نے خواب دیکھا کہ دادا پیر جناب سید محمد نور الزمان شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے ہاتھ میں میری کتاب ہے۔ آپ میرے ساتھ ساتھ چل رہے ہیں اور بڑی مسرت اور خوشنودی کا اظہار فرمارہے ہیں ـــــ قبلہ وکعبہ نے فرمایا کہ اُسوقت یہ تصور تک نہ تھا۔ کہ میری کتابیں چھپیں گی ـــــ اب اس خواب کی تعبیر آپکے ہاتھوں ہوئی ہے۔ کہ یہ کتابیں آپکے ہاتھوں اتنے اچھے طریقے سے چھپی ہیں۔ میں نے عرض کی یہ تو آپکی کرم نوازی ہے۔ کہ آپ نے یہ کام ہم سے لے لیا۔ وگرنہ آپ یہ کام کسی اور سے بھی لے سکتے تھے۔ آپ نے اس پر فرمایا۔

قسمت کیا ہر ایک کو قسامِ ازل نے ۔۔۔ جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا

راہ حقیقت اور علم العرفان کے مسودات۔ سیرت النبیؐ پر لکھے گئے مختلف مسودات ساٹھ کے عشرے تک مکمل ہو چکے تھے ـــــ ''علم العرفان'' کا ابتدائی مسودہ جب مکمل ہوا۔ تو مولوی محمد امین رحمتہ اللہ علیہ بقیدِ حیات تھے ـــــ سیرت النبیؐ کے مختلف مسودات ساٹھ کے عشرے کے آخر تک آپ مکمل کر چکے تھے۔ اسکا اظہار کرتے ہوئے ''نور العرفان'' جب تکمیلی مراحل میں تھی آپ نے فرمایا ''سیرت النبیؐ عرصہ سے مکمل ہو چکی ہے۔ لیکن ابھی تک اسکے شائع کرنے کا موقع نصیب نہ ہوا۔ واللہ اعلم اسکی عدم تکمیل میں کونسی مصلحت حائل ہے۔''

''نور العرفان'' کا پہلا مختصر ایڈیشن ۱۹۷۳ء اور پھر مفصل ایڈیشن ۱۹۸۲ء میں سرینگر میں ڈاکٹر محمد رمضانؒ کی زیرِ نگرانی طبع ہوا۔ ''منازل فقر مع شرح'' کا پہلا ایڈیشن پاکستان میں طبع ہوا۔ (''منازل فقر'' راجہ سخی ولایت خانؒ کی زیرِ نگرانی سرینگر میں شائع ہوئی تھی) بعدازاں ''شرح منازل فقر'' جنوری ۱۹۸۸ء میں انگلینڈ میں طبع ہوئی۔ جبکہ ''حقیقت تصوف'' بھی ۱۹۹۰ء میں وہاں ہی سے چھپی ـــــ انہی ایام میں ایک دفعہ کرنل [1] محمد ایوب صاحب قبلہ وکعبہ سے شرف ملاقات حاصل کرنے

---

[1] اس زمانہ میں وہ میجر تھے۔

کیلئے گئے تو آپ نے از راہِ نوازش اپنے کچھ پرانے مسودات اور کاغذات انہیں مرحمت فرمائے ــــــ محمد ایوب صاحب نے سوچا کہ چونکہ یہ مسودات مختلف متفرق کاغذات ۔ کاپیوں ۔ رجسٹرات وغیرہ پر مشتمل ہیں کیوں نہ انہیں کسی خوش نویس سے لکھوایا جائے ۔ تاکہ یہ مسودات علیٰحدہ علیٰحدہ اور محفوظ ہو جائیں ــــــ انہوں نے صراطِ مستقیم ایک آدمی سے جسکا ہینڈ رائٹنگ قدرے اچھا تھا لکھوانی شروع کی ــــــ محمد ایوب صاحب نے ان لکھے گئے اوراق کی ساتھ ساتھ فوٹو سٹیٹ کرا کے مختلف احباب کو بھیجنے شروع کیئے ۔ انہوں نے بکمال مہربانی مجھے بھی ارسال کیئے ۔ ہم نے انتہائی دلچسپی سے پڑھنے شروع کیئے ــــــ دورانِ مطالعہ محسوس ہوا کہ خوش نویس مسودہ کو نقل کرتے وقت بہت غلطیاں کر رہا ہے ۔ جس سے بعض جگہ تو مفہوم بالکل ہی بدل جاتا ہے اور بعض جگہ عبارت بے ربط اور گنجلک ہو جاتی ہے ۔ اس پر مستزاد ہجوں وغیرہ کی غلطیاں ۔ اسکی تین بڑی وجوہات تھیں (۱) خوش نویس قبلہ و کعبہ کے اندازِ تحریر کو نہیں سمجھ پا رہا تھا (۲) قبلہ پیر صاحب نے عبارت کی وضاحت کیلئے بعض جگہ لمبے لمبے حاشیے لکھے تھے وہ حاشیہ اور اصل عبارت کو آپس میں گڈ مڈ کر رہا تھا (۳) اس کام کیلئے جس محنت ۔ دلچسپی اور ذمہ داری کی ضرورت تھی ۔ اسکا فقدان تھا ــــــ ''راہِ حقیقت'' کو اپنے طور پر کسی حد تک Fair اور یکجا کرانے کے بعد محمد ایوب صاحب نے ''تاریخ خلافتِ اسلامی'' لکھوانی شروع کی ــــــ محمد ایوب صاحب اور قبلہ و کعبہ کے کہنے پر ہم نے اسکی متذکرہ غلطیوں اور ہجوں وغیرہ کی درستگی ــــــ حاشیہ اور اصل عبارت کی علیٰحدگی ۔ آیات اور احادیث وغیرہ پر اعراب لگانے اور حوالہ جات کا کام اپنی ناقص عقل اور علم کے مطابق کرنا شروع کیا ــــــ کام مکمل ہونے پر ''تاریخ خلافتِ اسلامی'' کی خوش نویس کی لکھی ہوئی اصل کتاب جس میں کوئی درستی نہیں کی تھی علیٰحدہ جلد بنائی ۔ اور جو بزعم خود درست کی تھی اسکی علیٰحدہ جلد بنائی ــــــ اس میں جہاں ہجوں وغیرہ کی یا کچھ اور غلطیاں تھیں ۔ وہ Fluid لگا کر درست کر کے لکھیں ۔ اور دونوں جلدیں قبلہ پیر صاحب کے پیش کر دیں ــــــ واہ رے ہماری سادگی اور سادہ لوحی اور قبلہ و کعبہ کی شان ! ــــــ میں نے انکے ساتھ ایک علیٰحدہ تفصیلی عرضداشت لکھی ۔ کہ آپ کی گئی درستی پڑھیں پھر دوسری جلد جس میں درستگی کے بغیر عبارت ہے ۔

دیکھ لیں کہ کیا لفظ تھا یا کیا عبارت تھی۔ اگر درستگی صحیح ہے تو ٹھیک وگرنہ اسکو قلمزد کر دیں۔ اور جہاں عبارت یا واقعات کے بارے میں اشکال تھا وہاں نوٹ لکھ کر ساتھ نتھی کر دیا ـــــ اب سوچتا ہوں تو شرمندگی ہوتی ہے۔ کہ قبلہ وکعبہ کیلئے یہ انتہائی مشکل اور دقت طلب کام تھا ـــــ لیکن آپکی بے پایاں نوازشات کا کیا کیا شمار کروں۔ کہ ہماری اس سادگی۔ نا تجربہ کاری بلکہ نالائقی پر نہ ٹوکا نہ سرزنش کی نہ نشانہ تضحیک بنایا۔ بلکہ قبلہ نے ہماری بزعم خود کارگزاری کو بڑے غور سے ملاحظہ فرماتے ہوئے نہ صرف دلجوئی اور حوصلہ افزائی فرمائی۔ بلکہ مستقبل میں اپنی گیارہ کتب کی طباعت و اشاعت کی سعادت ہمیں عطا کر دی۔ اور جب ''علم العرفان'' کی طباعت پر جناب غلام شبیر شاہین رحمتہ اللہ علیہ نے قبلہ وکعبہ کو لکھا کہ ہمیں بھی کسی کتاب کی طباعت کی سعادت سے بہرہ ور ہونے کا موقع دیا جائے۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اب ہماری کتابیں ہیڈ ماسٹر ہی پرنٹ کرائے گا ـــــ میں اس پر خود حیران ہوں ـــــ بس یہ ایک ولی اکمل کی شان ہے ـــــ ولی اکمل کی یہ شان ہوتی ہے کہ بغیر کسی استحقاق کے۔ بغیر کسی محنت و مجاہدہ کے جسے جو چاہے عطا کر دے ـــــ اس سگِ درنور الدین اویسی اور محمود احمد طائر جیسے سادہ۔ کم علم۔ بے مایہ۔ اور بے وسائل افراد سے یہ عظیم الشان کام بہت محدود مدت میں کرا دیا ـــــ یقیناً یہ ایک معجزہ اور عطا ہے ـــــ

آپ کی کرم نوازی ہر ہر مرحلہ پر شامل رہی۔ کسی بھی مرحلہ پر کسی بھی قسم کی مشکل اور دقت محسوس نہ ہوئی ـــــ ہر کام آپکی توجہ سے آسانی سے ہوتا رہا ـــــ محمد ایوب صاحب نے قبلہ وکعبہ کے مسودات اور کاغذات مجھے مرحمت فرمائے۔ میں نے ہر مسودے کو کاتب سے کتابت کرانے سے پہلے خود مختلف۔ اوراق۔ رجسٹرات۔ کاپیوں۔ چٹوں سے لکھ کر یکجا کیا۔ اس تمام عرصہ میں محمود احمد طائر صاحب کی شب و روز مدد اور تعاون مجھے حاصل رہا ـــــ ''راہِ حقیقت'' جون ۱۹۹۳ء میں پرنٹ ہوئی۔ ''علم العرفان'' اگست ۱۹۹۳ء میں ''فتنۂ مرزائیت ایک تجزیہ'' اکتوبر ۱۹۹۳ء میں ''نور العرفان'' کا ترمیم و تصحیح شدہ ایڈیشن فروری ۱۹۹۴ء میں ''تاریخ خلافت اسلامی'' اکتوبر ۱۹۹۴ء میں ''سیرت النبی ﷺ'' ستمبر ۱۹۹۵ء میں اور ''روح البیان'' مارچ ۱۹۹۶ء میں طبع ہوئی ـــــ قبلہ وکعبہ کی کرم نوازی

اور توجہ سے کوئی مشکل محسوس نہ ہوئی۔ بلکہ ہر کام اور ہر مرحلہ آسانی سے سرانجام پاتا رہا ـــــ ان ایام میں قبلہ وکعبہ کے پاس اکثر حاضری کا شرف حاصل ہوتا رہا ـــــ آپکی شفقت ومحبت اور ذرہ نوازی کے کئی کئی باب وا ہوئے ـــــ اس عرصہ میں آپکی صحت اکثر و بیشتر خراب ہی رہی۔ لیکن قبلہ وکعبہ نے کبھی بھی اسکو اپنے کام میں حائل نہ ہونے دیا ـــــ ایک چھوٹی سی مثال دیتا ہوں۔ ''علم العرفان'' کی کتابت کروا کے میں تصحیح شدہ کاپیوں کی فوٹوسٹیٹ لیکر آپ کے پاس گیا۔ اور عرض کی کہ آپ اسکو ایک دفعہ پڑھ لیں۔ اور دیباچہ بھی لکھ دیں تاکہ پرنٹنگ کیلئے اسے حتمی شکل دی جاسکے ـــــ میں نے عرض کی کہ اب میں کب دوبارہ حاضر ہوں ـــــ قبلہ وکعبہ نے ارشاد فرمایا کہ آپ ہی بتائیں کہ آپ کب آئیں گے۔ میں نے عرض کی کہ میرے لئے تو کسی روز بھی آنے کا کوئی مسئلہ نہیں ـــــ بہر حال آپکے استفسار پر میں نے تین چار روز کے بعد کا دن بتایا کہ فلاں روز حاضر ہو جاؤں گا ـــــ قبلہ وکعبہ نے کہا بالکل آپ آجائیں۔ میں پڑھ کر تصحیح کر دوں گا۔ نیز دیباچہ بھی لکھ دوں گا ـــــ میں اجازت لے کر روانہ ہوا۔ بعد میں احساس ہوا۔ کہ بڑی غلطی ہوگئی۔ کیونکہ آپکی خرابیٔ صحت۔ مصروفیات کے پیش نظر اتنی قلیل مدت میں ۵۰۶ صفحات پڑھنا۔ تصحیح کرنا اور دیباچہ لکھنا مشکل بلکہ ناممکن تھا ـــــ میں مقررہ روز گھر سے روانہ ہوا۔ راستہ میں روڈ بلاک ہونے کی وجہ سے لیٹ ہوگیا ـــــ درِ اقدس پر پہنچا تو آپ گھر سے باہر سڑک پر کھڑے تھے ـــــ شرف دست بوسی حاصل کیا۔ اور سڑک کے کنارے کھڑے ہونے کا سبب پوچھا ـــــ قربان جایئے! ارشاد فرمایا کہ آپکا انتظار کر رہا تھا۔ کہ آپ اپنے معمول کے ٹائم پر نہیں پہنچے ـــــ میں نے صورت حال کی وضاحت کی۔ قبلہ وکعبہ نے پیار سے میرے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ اور اس سگِ در کو اپنے ساتھ لگائے اندر آئے ـــــ میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا۔ کہ قبلہ وکعبہ نے نہ صرف وہ کتابت شدہ مسودہ حرف بحرف پڑھا تھا۔ بلکہ جہاں ضرورت محسوس کی وہاں تصحیح بھی فرمادی اور دیباچہ بھی لکھ دیا تھا ـــــ اب غور کرتا ہوں ـــــ تو حیران ہوتا ہوں۔ کہ یہ کام قبلہ نے کیسے سرانجام دیا ہوگا ـــــ اور جب اسکا موازنہ اپنی اور احباب کی سستی، کاہلی اور مطالعہ سے عدم دلچسپی سے کرتا ہوں۔ تو دھیان فوراً اس واقعہ کی طرف جاتا ہے جو کہ

قبلہ وکعبہ اکثر سنایا کرتے تھے ـــــ کہ ایک فقیر تھے۔انہوں نے ایک روز اپنے ایک مرید کو اپنا سارا تحریری مواد اور کتابیں وغیرہ دیکر کہا کہ اسے دریا میں پھینک آؤ ـــــ مرید نے عقیدتاً پیر کے تبرکات سمجھ کر انکو گھر پر رکھ دیا۔اور واپس آکر کہا پھینک آیا ہوں ـــــ فقیر نے پوچھا کہ جب تم نے پھینکا تو کیا ہوا۔اُس نے کہا ہونا کیا تھا۔بس غڑپ ہوا اور ڈوب گیا ـــــ اِس پر اُس فقیر نے کہا تم نے پھینکا نہیں۔جاؤ اور واپس لاکر مجھے دو۔مرید شرمندہ ہوا۔اور وہ صندوق ـــــ گٹھڑا واپس لاکر پیر کو دیا۔ انہوں نے اسے اپنے ایک اور مرید کو دیا اور اُسے کہا کہ اسے دریا کے گہرے پانی میں پھینک آؤ ـــــ جب وہ مرید واپس آیا تو پیر نے اُس سے پوچھا کہ پھینک آئے ہو۔اس نے اثبات میں جواب دیا۔پیر نے پوچھا کہ کیا کوئی واردات ہوئی۔اُس نے کہا ہاں ـــــ جب پھینکا تو ایک شعلہ نکلا جو آسمان تک بلند ہوا ـــــ پیر نے کہا واقعی تم پھینک آئے ہو۔شعلہ کے بارے میں استفسار پر اُس نے بتایا۔کہ وہ نور تھا ـــــ جب یہاں اسکا کوئی اہل نظر نہ آیا۔تو وہ کاغذات میں نے دریا برد کرا دیئے ـــــ کاغذ پانی میں ڈوب گئے اور نور واپس چلا گیا ـــــ قبلہ وکعبہ کا اس واقعہ بیان کرنے سے مقصد یہی تھا۔کہ آپکی کتب جو کہ نورانی علم سے بھری پڑی ہیں۔ان سے کماحقہٗ استفادہ نہیں کیا جا رہا ـــــ آپ فرمایا کرتے تھے۔کہ ایک زمانہ آئے گا۔جب انکی حقیقی قدر ہوگی اور انکی زبردست مانگ ہوگی۔

قبلہ وکعبہ محمد نور الدین اویسی رحمتہ اللہ علیہ کی جود و عطا کا کیا بیان کروں۔کہ آپ نے یہ کتب طبع کرانے کی خود ہی ہمت عطا کی۔آپکی اس نوازش کا شکریہ تو ہمیں ادا کرنا چاہیے تھا۔لیکن آپ نے اس نوازش پر جس انعام واکرام سے نوازا اسکا اندازہ آپ اس سے لگائیں کہ ایک دن آپ نے جوش میں آکر فرمایا۔''اے اللہ! جو تیرے نزدیک انعامات ہیں وہ ان کو عطا کر'' ـــــ اس پر مستزاد یہ کہ آپ نے یہ وصیت فرمائی کہ میرے تمام کاغذات۔کتب وغیرہ میری وفات کے بعد اس سگِ در نور الدین اویسیؒ کی ملکیت ہوں گے۔

ع داستان ان کی جود و عطا کی کہاں تک رقم کروں

الفاظ کی بے چارگی اور ذہن کی کم مائیگی کا شدت سے احساس ہو رہا ہے۔

قبلہ وکعبہ محمد نورالدین اویسی رحمتہ اللہ علیہ کے وصال کے بعد فروری ۲۰۰۰ء میں آپکی سوانح حیات ''عرفانِ حقیقت'' کے نام سے طبع ہوئی۔ ''نورِ بصیرت'' اپریل ۲۰۰۱ء میں شائع ہوئی۔ ''نورالعرفان'' کا ترمیم وتصحیح شدہ ایڈیشن دسمبر ۲۰۱۰ء میں زیورِ طبع سے آراستہ ہوا۔ ''منازل فقرمع شرح'' کے چھٹے ایڈیشن اور ''صراطِ مستقیم'' کی طباعت جنوری ۲۰۱۴ء میں ہوئی۔ ''حقیقت تصوف'' ۔''علم العرفان''۔ ''راہ حقیقت''۔ ''سیرت النبیؐ''۔ ''روح البیان'' کے کمپوٹرائزڈ ایڈیشن قبلہ وکعبہ کی کرم نوازی سے بالترتیب اپریل ۲۰۱۴ء۔ مئی ۲۰۱۴ء۔ جنوری ۲۰۱۵ء۔ اگست ۲۰۱۵ء۔ اکتوبر ۲۰۱۵ء میں طبع ہوئے۔

اب آپ کی تصانیف جنکا اس موضوع کے شروع میں ذکر کیا تھا۔ کا مختصر تعارف پیش خدمت ہے۔

(۱) نورالعرفان:۔ نورالعرفان قبلہ عالم جناب مولوی محمد امین رحمتہ اللہ علیہ قطب الاقطاب کی اچھوتے اور منفرد انداز میں لکھی ہوئی سوانح حیات ہے۔ عموماً اولیا اللہ کی سوانح حیات میں انکے ناسوتی کمالات کا تذکرہ ہوتا ہے ـــــ حالانکہ یہ کمالات ـــــ دل کے چھپے راز بتا دینا۔ بیماروں کو صحت مند کرنا۔ ہوا میں اڑنا۔ قبروں کے حالات بتانا وغیرہ عالم ناسوت سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور یہ چنداں اہمیت کے حامل نہیں۔ انکا اظہار ایک ہندو۔ عیسائی وغیرہ بھی تزکیہ ومجاہدہ سے کرسکتا ہے ـــــ حقیقی ولایت سے انکا کوئی تعلق نہیں ـــــ ولی کے اصل کمالات۔ کمالاتِ ملکوتی ہوتے ہیں۔ جسے معرفتِ الٰہی یا عرفانِ الٰہی سے تعبیر دیا جاتا ہے ـــــ ولی اکمل کی یہ صفت ہوتی ہے۔ کہ اسکے مریدوں میں ولی کامل اور مکمل پائے جاتے ہیں۔ جو کہ معرفتِ الٰہی میں مکمل واکمل ہوتے ہیں ـــــ اس سوانح الموسوم بہ ''نورالعرفان'' میں جناب مولوی محمد امین رحمتہ للہ علیہ کے کمالاتِ ملکوتی اور اوصافِ حمیدہ کے ساتھ آپکے مریدین میں سے چند ایک کے کمالاتِ ملکوتی بیان کئے گئے ہیں تاکہ ان کرنوں کی روشنی سے اس آفتابِ عالم تاب کی تابانی کا اندازہ لگایا جاسکے۔

ہر انسان پر تحقیقِ کائنات میں غور وفکر سے تلاشِ حقیقت کی جو اصلی اور حقیقی ذمہ داری عائد

ہوتی ہے۔ یہ کتاب قرآن وحدیث اور صحیح دین محمدیؐ کے مطابق اس کے لئے نہ صرف حقیقی راہ اور حقیقی منزل کی نشاندہی کرتی ہے۔ بلکہ تحقیق ومشاہدہ اور صحیح عمل کے ساتھ راہنمائی کا مکمل مواد بھی فراہم کرتی ہے ـــــ

قبلہ وکعبہ محمد نور الدین اویسی رحمۃ اللہ علیہ نے اسکی وجہ تصنیف پر مخصوص اور منفرد انداز میں روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا ''اس سیرت میں میرا بیان بھی آخری فیصلہ نہیں۔ بلکہ میں اس امر کا بھی ذکر کر چکا ہوں۔ کہ حضور کے مریدوں میں سے یہ چند ایک کے واقعات کا ذکر کیا گیا ہے۔ بلاشبہ اگر تمام تفصیل بیان کی جائے تو اسکی فہم کیلئے فی زمانہ انسانی عقل وشعور میں استطاعت ممکن نہیں ـــــ ہاں۔ اللہ کی ذات لامحدود ہے۔ اسکی ذات کا احاطہ ممکن نہیں۔ اسی طرح اسکے انبیاء کے مشاہدات۔ مراتب اور علم بھی لامحدود عقل وشعور کی قوتوں سے ماورئی ہیں جنکا احاطہ بھی ممکن نہیں۔ خصوصاً خاتم النبین محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس بھی لامحدود ـــــ حقیقتِ محمدی بھی۔ عقل وشعور کی حدوں سے ماورئی وراء الوریٰ جسکی حدوں پر عبور قطعی ناممکن۔ اسی طرح اولیائے اکرام کے مشاہدات بھی مشاہدۂ حقیقتِ محمدیؐ ہے۔ ایسے مشاہدات کا احاطہ سوائے پیر اکمل کی فنا ونظر کرم کے کسی فرد کی قوت تحریر سے باہر ـــــ سوائے اسکے ہر فرد اپنی بساط کے مطابق اس حقیقت کے کسی پہلو کی نشاندہی کر سکے۔ اس بیان پر میری جرأت کرنا اپنی ذات سے نہیں۔ اس بیان کا محرک وہ جذبۂ داغ مفارقت۔ وہ حادثۂ فراق ہے۔ جو مجھ جیسے بدنصیب کے حصے میں آیا۔ کہ میں حادثاتی طور پر اپنے محبوب سے ایسا دور ہوا۔ کہ پھر انکے قدموں میں سر رکھنے کا قدرت نے موقع نہ دیا۔ دائمی محرومیت بھی قلب میں ایک جذبہ پیدا کرتی ہے۔ اس میں سوز ہے ـــــ سوز ہے جو زبان پر آتا نہیں ـــــ اور اب میں نے یہی ایک ذریعہ اختیار کیا ـــــ کہ اپنے محبوب کا بار بار ذکر کروں۔ ورنہ میں ـــــ میں اور حضور کی صفت بیان کروں۔ معاذ اللہ۔ یہ تو بے ادبی ہے۔ چھوٹا منہ اور بڑی بات'' ـــــ

نور العرفان کے حصہ دوم میں حضور قبلہ عالم الحاج مولوی محمد امینؒ کے فرمودات کو مختلف موضوعات ـــــ آدابِ انسانیت۔ آدابِ مجلس۔ آدابِ معاشرت۔ آدابِ دوستی۔ آدابِ پیری و

مریدی۔اصول شریعت وطریقت وغیرہ کو جامع انداز میں بیان کیا گیا ہے۔کہ دین اسلام اور اسوۂ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر عمل پیرا ہونے کیلئے مکمل راہنمائی میسر ہو۔

آپؒ فرماتے کہ اگر کوئی فقیری کے بارے میں جاننا چاہتا ہے تو اسے ''منازلِ فقر'' دکھائیں، پھر وہ اگر جاننا چاہتا ہے کہ مشاہدہ کسطرح ہوتا ہے تو ''حقیقت تصوف'' دیکھے۔اور پھر حقیقی فقیری دیکھنا چاہتا ہے تو ''نور العرفان'' دیکھے ـــــ یقیناً ''نور العرفان'' ایک لاجواب اور بے مثل کتاب ہے۔

(۲) منازل فقر مع شرح:- عموماً شریعت وطریقت میں بُعد مشرقین سمجھا جاتا ہے۔حالانکہ حقیقتاً طریقت شریعت پر بطریق احسن عمل کا نام ہے ـــــ یہ کتاب اس مقصد کو پیشِ نظر رکھ کر لکھی گئی ہے۔کہ نہ صرف حقیقی طریقت کی وضاحت ہو بلکہ ہر شخص کا قرآن کی روحانیت کی طرف رجوع ہو ـــــ ''رسالہ منازل فقر'' قبلہ عالم مولوی محمد امینؒ کی فارسی زبان میں شعری تصنیف ہے۔قبلہ وکعبہ نے دل نشین ۔عام فہم اور موثر انداز میں اسکی اسطرح تشریح کی ہے۔کہ یہ ایک منفرد اور جامع کتاب بن گئی ہے ـــــ

فقر اور منازلِ فقر کو سربستہ راز کہا اور سمجھا جاتا ہے۔اس کتاب میں بڑے دلکش اور موثر انداز میں انکو وا کیا گیا ہے۔تاکہ عوام وخواص ہر دو کیلئے یہ سودمند ثابت ہو۔خواص یعنی ولایت اور روحانیت کے دعویداراں کیلئے اسطرح کہ جب تک وہ ان اسرار سے جنکی تفصیل ''دربیان منازل فقر کہ در سیر سالک ظاہر آیند'' میں بیان کی گئی ہے آگاہ نہ ہوں۔انکے لئے قطعاً جائز نہیں کہ وہ ولایت کا دعوئ کریں۔یا لوگوں کو بیعت کریں۔یا انکو صاحب معرفت کرنے کی ذمہ داری اپنے سر لیں۔کیونکہ وہ اسکے اہل نہیں ـــــ اور عوام الناس کیلئے اسطرح سودمند ہے۔کہ وہ ولائت کے دعویداروں میں ان خصوصیات کو تلاش کریں۔کہ آیا یہ شخص مقام فنا وقرب الٰہی اس حد تک پا چکا ہے۔کہ اسے ولی اکمل کا درجہ حاصل ہو۔کیونکہ بیعت اور حصولِ معرفت ولی اکمل ہی سے ہوسکتی ہے۔

اس کتاب میں قبلہ وکعبہ محمد نور الدین اویسی رحمتہ اللہ علیہ نے فارسی اشعار کی تشریح کے

ساتھ ساتھ فلسفہ ہمہ اوست و ہمہ دراوست کی تفصیل ــــ تمثیلی خاکہ جات کے ذریعہ بیان کی ہے۔ نیز تخلیقِ کائنات کیلئے ایک علیٰحدہ باب تحریر کیا ہے۔ جس میں تمثیلی خاکوں کی مدد سے اس مشکل بلکہ ادق مضمون کو عام قاری کیلئے تفصیلاً لیکن دل نشین انداز میں عام فہم بنا کر پیش کیا گیا ہے۔

(۳) تاریخ طریقت و حقیقت تصوف :- جیسا کہ نام سے ظاہر ہے۔ اس کتاب میں طریقت و تصوف کی ابتدا۔ وجہ تسمیہ۔ ارتقا کی مختصر مگر جامع تاریخ۔ طریقت کا حقیقی مفہوم کہ طریقت شریعت اسلامی (قرآن و حدیث) کی اہم جز ہے۔ جسکا تصور قرآنی آیات سے واضح ثابت ہے۔ اصول تصوف۔ طریقت سے متعلق علم و عمل۔ طریقِ عمل ــــ حواس خمسہ ظاہری و باطنی کا عمل۔ روحِ حیوانی اور مشاہدہ ــــ ماضی و حال اور مستقبل کے واقعات کا مشاہدہ۔ ماورائی ادراک کیفیتوں کے مشاہدہ کی دل نشین اور سائنٹفک انداز سے وضاحت کی گئی ہے۔ نیز روحِ رحمانی۔ مراقبہ۔ مشاہدۂ اسرار الٰہی ــــ عالمِ ملکوت۔ عالمِ جبروت۔ عالمِ لاہوت۔ ماورائی نوری عالم۔ نورِ مجرد جس پر عرفانِ الٰہی اور معرفتِ الٰہی کی تکمیل ہو جاتی ہے کو موثر۔ عام اور آسان فہم۔ سائنٹیفک۔ مدلل انداز میں قرآن و حدیث کی روشنی میں وضاحت سے پیش کیا گیا ہے۔ تا کہ ہر شخص کیلئے طریقت کے بنیادی تصور کو زیر نظر رکھ کر حقیقت تصوف کو سمجھنے میں آسانی ہو۔

(٤) راہِ حقیقت :- راہِ حقیقت قبلہ وکعبہ جناب محمد نورالدین اویسی رحمۃ اللہ علیہ کی وہ تصنیف ہے۔ جسکا تعلق آپکے دورِ جوانی۔ پچاس کی دہائی سے ہے۔ اس میں زبردست آمد و روانی ہے۔ یہ اپنے موضوع پر ایک انتہائی جامع اور لاجواب کتاب ہے۔ اس میں تخلیقِ کائنات۔ مقصدِ تخلیق۔ تفکر کی ضرورت و اہمیت و طریق۔ علتِ لامحدود (اللہ تعالیٰ)۔ پیغمبر۔ دین کی ضرورت۔ مذہب ــــ اختلاف و تضاد کی وجہ۔ معروف مذاہب و ادیان (یہودیت۔ عیسائیت۔ زرتشت۔ بدھ مت۔ ہندومت) کے تحریری اقوال و افعال۔ نظریات و عقائد اور نتیجۂ عمل کا تنقیدی جائزہ۔ مذہب کی حقانیت پرکھنے کے اصول۔ پیغمبر اسلام حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت۔ ذات بابرکات (اعلیٰ نسبی۔ خاندانی شرافت) اور آپکے اعلیٰ وارفع اور بے مثل کردار کا اجمالی خاکہ ــــ محمدؐ ہست

برہان محمدؐ۔ قرآن حکیم کی صداقت وحقانیت۔ اسلام کی صداقت۔ ہمہ گیری اور عالمگیریت۔ اسلامی عقائد (اللہ۔ ملائکہ۔ کتاب۔ پیغمبر۔ قیامت)۔ اسلامی عبادات (کلمہ۔ نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ۔ حج)۔ امرونہی میں مضمر حکمتوں۔ دینوی۔ روحانی پہلوؤں اور اثرات کا جائزہ ـــــ کے موضوعات پر موثر۔ مدلل اور جامع انداز میں لکھا گیا ہے۔

المختصر کتاب "راہِ حقیقت" میں ان حقائق کو پیش کیا گیا ہے جو انسانی زندگی میں مقصدِ تخلیق ـــــ واضح ہے ـــــ جس "مقصد" پر کائنات تخلیق ہوئی ہے ـــــ یہی "راہ" ہے ایک خالق۔ اور مخلوق میں۔ تحقیقی۔ فکری۔ رابطہ قائم کر کے۔ عرفانِ نفس سے معرفتِ حقیقی عطا کرتی ہے۔

(۵) علم العرفان :- قبلہ وکعبہ محمد نورالدین اویسیؒ کی یہ اولین تصانیف میں سے ہے۔ اس کتاب سے آپکی اُس تبحر علمی اور وسعت علمی کا اندازہ ہوتا ہے جو کہ اوائل عمری ہی میں آپکو حاصل تھی ـــــ اس کتاب کے پہلے باب میں حواس خمسہ۔ دماغ کے حصص اور انکے افعال کے بارے میں تفصیلاً بیان کیا گیا ہے۔ دوسرے باب میں تخلیق آدم۔ اور اس میں مضمر مقصد وحقائق۔ شریعت و طریقت۔ خلافتِ اسلامی اور اقتدارِ اعلےٰ۔ علم کی کیفیت۔ ولی اکمل۔ بیعت۔ تصور۔ موت و حیات۔ روح رحمانی۔ طریقت کے مختلف سلاسل۔ مراتب۔ اولیا اللہ کے مدارج ومنصب پر تفصیلاً روشنی ڈالی گئی ہے۔ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے معرکتہ الآرا قصیدہ غوثیہ کی شرح بڑے جامع اور حقیقی پیرائے میں کی گئی ہے۔ اور آخر میں سلسلہ اویسیہ کے بزرگان کے حالات بھی قلمبند کئے گئے ہیں۔

قبلہ وکعبہ کی دیگر تصانیف کی طرح "علم العرفان" بھی خوبصورت۔ دلکش۔ موثر اور منفرد طرزِ تحریر جو آپکی پہچان ہے کا ایک شہکار ہے۔ "علم العرفان" کا اکثر وبیشتر حصہ قبلہ وکعبہ کے جوانی کے دور کا تحریر کردہ ہے۔ جو بڑا پر جوش۔ آسان فہم ہے جس میں زور دیکر مختلف انداز۔ دلائل اور امثال کے ذریعہ تفصیلاً بیان کیا گیا ہے۔ جس سے ادراک میں بڑی سہولت ہوتی ہے۔ آپکی دلسوزی اور پر جوش اور موثر انداز ایک خاص کیفیت طاری کر کے قاری کو اپنے سحر میں لے لیتا ہے۔ اگر کسی طالبِ حقیقت کو وقتی طور پر ولی اکمل کی راہنمائی میسر نہ بھی ہو تو بلا شبہ یہ اسے مقصودِ حقیقی تک پہنچانے

کیلئے مکمل راہنمائی کرتی ہے۔

مختصراً اس کتاب میں راہِ مستقیم کی طرف راہنمائی و عرفان الٰہی جو بغیر اتباع حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم و بغیر اتباع علماءِ امت (شریعت و طریقت) ولی اکمل حاصل نہیں ہوسکتا۔ کیلئے جامع مواد ہے۔

(٦) فتنہءِ مرزائیت ایک تجزیہ :- فتنہ مرزائیت قرآن کو اسکے حقیقی اسلوب اور شانِ نزول کے مطابق نہ سمجھنے نیز قرآن و حدیث کو اسکی زبان۔ محاورہ اور اصطلاح کی بجائے عجمی انداز میں بے جا تاویلات سے محض ضد و انانیت کی وجہ سے پیدا ہوا۔ جس سے امتِ مسلمہ میں مجادلہ۔ مناظرہ اور انتشار پیدا ہو کر بالآخر اسکا ایک حصہ اس سے کٹ گیا۔ کتابچہ موسوم بہ ''فتنہ مرزائیت ایک تجزیہ'' میں تمام مسئلہ۔ حقائق کا قرآن و حدیث کے اسلوب، حقیقی منشاء کے مطابق جائزہ لیکر صحیح صورت الحال واضح کی گئی ہے۔ تاکہ حقیقت کے ادراک میں کسی عامی و خاص کو کوئی مشکل پیش نہ آئے۔

(۷) تاریخ خلافت اسلامی :- ''تاریخ خلافتِ اسلامی'' کی تدوین کی ضرورت۔ اس بناء پر ہوئی۔ کہ محققینِ اسلام ۔ مورخینِ اسلام نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی تاریخ خلافتِ اسلامی کی تصنیف پر بے جا مبالغہ آرائی سے کام لے کر۔ روایتی انداز میں۔ تاریخ اسلام ترتیب دی۔ اور بعض مقامات پر۔ متعلقین خلافتِ اسلامی کے شایان شان حقائق پر غلط تاثرات فراہم کر کے اسلامی تاریخ کو گرد آلود کیا گیا ہے کہ خود اہل اسلام اپنی شان گرا کر۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے الدین الاسلام کی شان گھٹانے کا سبب بن رہے ہیں۔

متذکرہ کتاب موسوم بہ ''تاریخ خلافتِ اسلامی'' میں الدین الاسلام کی عظمت کے مدِ نظر اسلامی شان۔ خاص کر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس۔ اور اصحابِ رسول صلے اللہ علیہ وسلم۔ اور خلفاءِ اسلام کی عظمت کے مطابق۔ تاریخ خلافت اسلام کو حقیقی حیثیت میں پیش کیا گیا ہے ـــــ اس میں خلیفہ۔ خلافتِ اسلامی کے بنیادی اور حقیقی تصور۔ مقصدِ خلافت ۔ شرائط خلافت۔

انتخابِ خلیفہ پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔خلافت بنی امیہ سے لیکر خلافت عثمانی (ترکیہ) تک شرائط دینی کے مطابق خلفا کا انتخاب اوراجرائے قرآن وسنت (الدین الاسلام) میں خلفا اورامت مسلمہ کے کردار وعمل کا جائزہ لیا گیا ہے۔

خلافتِ اسلامی کے دورِ زوال۔انتشار پر بحث کرتے ہوئے۔علمائے امت کے کردار پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔حکومتِ اسلامی۔سلطنتِ اسلامی۔اسلامی شہنشاہیت کا احاطہ کرتے ہوئے ہندوستان میں اسلامی سلطنت کے زوال۔دوقومی نظریہ کی حقیقت ومضمرات ۔ نیز مروجہ تصورِ جمہوریت کا تنقیدی جائزہ لیتے ہوئے پاکستان کی جمہوریت کو بھی زیرِ بحث لایا گیا ہے۔

تاریخ خلافتِ اسلامی اپنے موضوع پر ایک لاجواب محققانہ اورمنفرد تصنیف ہے۔جسکا مطالعہ محققین۔مورخین کے ساتھ ساتھ عام قاری کیلئے بھی ضروری ہے۔تاکہ وہ اپنی تاریخ۔خلافت اسلامی نیز مروجہ جمہوریت اور جدید اسلامی حکومتوں کو حقیقت کے تناظر میں دیکھ کر اصل صورتِ حال سے واقف ہوسکے۔

(۸)سیرت النبی ﷺ :۔ مروجہ دستور کے مطابق دوطرح سے سیرت کی کتابیں لکھی جاتی ہیں(i) سن وسال کے حساب سے (ii) موضوعات کے حساب سے ــــ لیکن ہر دوطریق سے "سیرت النبیؐ" سے حقیقی معنوں میں انصاف نہیں ہوسکتا۔

"سیرت النبیؐ" قبلہ وکعبہ محمد نورالدین اویسی رحمتہ اللہ علیہ کا مرغوب اوردل پسند موضوع تھا۔جس پر آپ نے بہت زیادہ لکھا۔آپ کی معرکتہ الآرا کتاب موسوم بہ "سیرت النبی ﷺ" بھی آپکے اسی تحریری مواد میں سے ایک ہے ــــ آپ نے اس کتاب میں عام ڈگر سے بالکل ہٹ کر منفرد انداز میں "سیرت النبیؐ" کو حقیقی رنگ میں پیش کیا ــــ

کتاب میں بادلیل یہ ثابت کیا گیا ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی پیدائش بحیثیتِ محمدؐ کائنات ارض وسموات میں سب سے افضل پیدائش ہے ــــ اور مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ کی حیثیت میں حضور ﷺ آخری رسول ہیں۔جنکی ذاتِ عالی سے مقامِ اصطفٰی ــــ مقامِ رسالت کی کلی طور تکمیل

ہوتی ہے۔ مقامِ خلافت ونبوت کے اعتبار سے امت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو تمام سابقہ امتوں پر بحیثیتِ خلیفہ نبی فضیلت حاصل ہے۔ جس سے مقصدِ الٰہی۔ مقصدِ ازلی اِنِّیْ جَاعِلٌ" فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً کی کلی طور تکمیل ہو جائیگی۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ارادہ ازلی کا اظہار اِنِّیْ جَاعِلٌ" فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً کے بیان سے کر کے یہ ظاہر کر دیا۔ کہ کائنات خلقت ارض وسموات میں صرف الارض بنانا مقصود ہے اور الارض میں انسان کا بنانا مقصود ہے۔ خلیفہ کی صفت نبی اور علمِ نبوت سے ظاہر کرنی ہے۔ اور مخلوقِ انسانی میں سیرت کو سیرت النبی کی صورت میں ــــ تخلیقی (پیدائشی) اور علمی حیثیت میں سب سے افضل سیرت والے نبی کا ظہور اصل مقصد ہے جسکے لئے اللہ تعالیٰ نے ازاول تا آخر تمام انبیأ اور ان پر نازل کردہ کتب وحی کو بطور دلیل وثبوت پیش کیا۔ تمام کتب سماویہ ــــ تورات۔ زبور۔ انجیل (کلام الٰہی) اور قرآن میں اس نبی کی خصوصیات بیان کر کے ثابت کر دیا۔ کہ میرے ارادۂ ازلی میں ــــ کائنات خلقت ارض وسماوات میں جو سیرت النبی میں افضل ہے ــــ اور جس نبی کو اسکی صفات وکمالات کے اعتبار سے احمد ومحمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صفت سے پکارا جاتا ہے ــــ لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ۔ اس تمام کائنات ارض وسموات و مَن فیھن اور جو کیفیتیں (آدمؑ، نوحؑ، ابراہیمؑ، یحیٰیؑ، عیسیٰؑ، ملکوت السمٰوٰت۔ جرائیل۔ میکائیل۔ اسرافیل۔ عزرائیل وغیرہم) مخلوق کی گئیں۔ نہ پیدا کی جاتیں۔ اگر اِنِّیْ جَاعِلٌ" فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا۔

حضورﷺ کی شانِ اقدس کی "سیرت" تمام کائنات کی صفت وخصوصیت سے ماورٰی ہے۔ جنکے لئے ــــ اعلےٰ جنرل ہونا۔ اعلےٰ انجینیئر ہونا۔ مصلح۔ اعلےٰ دانشور ہونا۔ غرضیکہ جو بھی خصوصیت کائنات میں موجود ہے۔ اسکی مثال حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے دینا حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے شایان شان نہیں۔

بشر تمثیل اک حرف عیاں ہے　　　وجودان کا خلق سے ماورٰی ہے

اس کتاب میں حضورﷺ کی شانِ اقدس۔ امت کے تقابل کے ساتھ مرتب کی گئی۔ جس

میں سیرت النبی کے قرآنی مفہوم پر۔ ''سیرت'' (سیرت النبی) ترتیب دی گئی ہے۔

(۹) روح البیان :۔ ''روح البیان'' چھ مضامین پر مشتمل ہے۔ یہ اُن مضامین میں سے ہیں جو قبلہ وکعبہ محمد نورالدین اویسی رحمتہ اللہ علیہ نے مختلف اوقات میں لکھے۔ یہ مضامین درج ذیل ہیں۔

(i) سیرت النبی صلے اللہ علیہ وسلم :۔ آپ نے اس مضمون میں ''سیرت النبیؐ'' جیسے طویل موضوع کو مختصراً لیکن جامع انداز میں قرآن وحدیث کی روشنی میں دل نشین۔ منفرد اور منطقی طور پر اسطرح پیش کیا ہے کہ لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ کی اصل حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔

(ii) معراج النبی صلے اللہ علیہ وسلم :۔ اس موضوع پر بہت زیادہ لکھا گیا ہے۔ لیکن اس مضمون میں قبلہ وکعبہ نے منفرد انداز میں اس واقعہ کی حقیقی غرض وغایت کو سائنٹفک انداز میں بادلیل قرآن کے ذریعہ واضح کیا ہے ـــــ کہ مقصود اس تمام کیفیت سے صرف محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی جسمانی خصوصیت کا اظہار کرنا ہے۔ کہ آپکو وہ جسم عطا ہوا جو مادیت سے پاک اسقدر لطیف تھا ـــــ کہ جسمانی حالت میں آپ نے وہ مقام عروج حاصل کیا کہ۔ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی ۝ فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی ۝۔ جہاں ملائکہ کا ادراکِ روحانی اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی روح رحمانی بھی نہ پہنچ سکیں۔

(iii) اصولِ تصوف :۔ اس مضمون میں بڑے دل نشین اور مدلّل پیرائے میں یہ بیان کیا گیا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے انسان جس کو تین قوتوں خاک۔ نار۔ نور سے بنایا کو مادی حقائق کیلئے حواس وعقل۔ ناری حقائق کیلئے روح حیوانی اور متشابہات علم (واخر متشبھت) کیلئے روح رحمانی عطا کی ـــــ روح رحمانی باقی مخلوق ملکوتی (ملائکہ) اور مخلوق ناری (جن) اور مخلوق خاکی (جمادات۔ نباتات۔ حیوانات) کے مقابلہ میں یہ خصوصیت پیدا کرتی ہے۔ کہ اسکے ذریعہ وہ مقامات نوری۔ آثار واسرارِ نوری۔ تاذاتِ لامحدود نور تک رسائی وعلم حاصل کرے۔ یہی اسکی زندگی کا واحد نصب العین ہے۔

(iv) موت وحیات :۔ اس مضمون میں فلسفہ موت وحیات پر روشنی ڈالتے ہوئے اسکی حقیقت۔ ترکیب اور کیفیت کو واضح کیا گیا ہے۔ نیز عالمِ برزخ کی حیثیت۔ روح حیوانی اور روح رحمانی پر موت کے اثرات کا بھی احاطہ کیا گیا ہے۔

(۷) پاکستان کا مطلب کیالا الہ الا اللہ:۔ یہ مضمون دوحصوں پر مشتمل ہے۔ اس میں اس نعرہ کے حقیقی پس منظر کا احاطہ کیا گیا ہے۔ نیز اس میں مضمر خامیوں اوران اسباب وعلل جنکی بنا پر یہ تحریک حقیقی طور پر نتیجہ خیزاور کامیاب نہ ہوسکی پر روشنی ڈالنے کے ساتھ ساتھ اس تصور۔ مقصد کو حاصل کرنے کیلئے صحیح راہ عمل کی نشاندہی کی گئی ہے۔ کہ کسطرح امتِ مسلمہ ایک عقیدہ قرآنی اور ایک سنتِ نبویؐ کے عقیدہ پر عامل بن کر ایک ''ہیئت مسلمہ'' حاصل کرسکتی ہے۔ جس سے ایک قرآنی قانون ــــ یعنی الدین وقرآن کا خالص قانون خود بخود نافذ ہو کر۔ ایک خلافتِ اسلامی کا وجود قائم ہوجائے گا ــــ اس ہیئتِ مسلمہ کے حصول کے لئے ابتدائی اقدام بھی تجویز کئے گئے ہیں۔ جس سے یہ بظاہر مشکل اور ناممکن کام سہل اور آسان ہوجائے گا۔

(iv) مشاہدہ:۔ انسان کے ذہن میں اکثر یہ سوالات اٹھتے ہیں کہ مشاہدہ کیا ہے اور کسطرح ہوتا ہے؟ حواس خمسہ۔ واہمہ۔ حافظہ۔ حسِ مشترک (عقل وشعور) کا کیا عمل ہے؟ خواب۔ تصورِ خیالی۔ تصورِ حقیقی۔ رویائے صادقہ۔ کشف والہام کیا ہیں؟ افعالِ بد اور نیک کا اثر انسان پر کیا ہوتا ہے؟ اور افعالِ بد جب انسان کی عادتِ ثانیہ بن جائیں تو اس سے کیونکر نجات حاصل کی جاسکتی ہے؟ ان متذکرہ سوالات کے تسلی بخش اور مسکت جواب عام فہم مثالیں دیکر بڑے عمدہ پیرائے میں ''مشاہدہ'' کے مضمون میں یہ واضح کیا گیا ہے۔ کہ ایک انسان تفکر میں تلاش مقصود کیلئے علم کے مشاہدہ وادراک کیلئے جستجو کرے۔ تو اسے ہر حال میں علم۔ عمل۔ مشاہدۂ حقیقی اور کیفیات حقیقی حاصل ہوسکتے ہیں اور یہ تمام تر قوتیں انسان میں پائی جاتی ہیں۔

(۱۰) نورِ بصیرت:۔ قبلہ وکعبہ محمد نورالدین اویسی رحمتہ اللہ علیہ کے خطوط کے مجموعہ میں سے چھیالیس خطوط ''نورِ بصیرت'' کے نام سے شائع ہوئے۔ ان میں ابتدائی بارہ خطوط مقتدر مذہبی۔ علمی ۔ ادبی اور انتظامی شخصیات واخبار وجرائد کو لکھے گئے۔ ان میں مذہبی۔ دینی موضوعات اور پیش آمدہ مسائل زیرِ بحث ہیں۔ جن میں تفہیمِ قرآن ــــ کہ تفہیم وتفسیر قرآن کیلئے وحی جلی (حدیث)۔ اصطلاحِ قریش ــــ استعارات۔ محاورات۔ تشبیہات اور عربی روایات کے علم کے ساتھ ساتھ

ایک مفسر کیلئے قوت القا۔قوتِ فقہ کا حامل (مشاہدہ قلبی) ہونا انتہائی ضروری ہے۔بصورت دیگر نتیجہ نظریات وعقائد میں اختلافات اور غلط تصورات کی صورت میں ظاہر ہوگا۔علاوہ ازیں ان خطوط میں تخلیق کائنات۔سبع سمٰوت والارض کا حقیقی تصور۔انسان کا حقیقی نصب العین۔نظام اسلامی۔ خلافت اسلامی۔حیات بعد الممات۔استدراجی اور حقیقی مشاہدات۔مرد کامل اور رہبر اکمل کی ضرورت۔انتخابات اور طریق انتخاب۔رویت ہلال کی صحیح تدابیر۔صحافی ـــــ صحافت کا حقیقی تصور۔ مقاصد اور ذمہ داری جیسے موضوعات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔جبکہ باقی چونتیس خطوط جو کہ احباب سلسلہ کو تحریر کئے گئے۔ان میں آدابِ انسانیت۔آدابِ معاشرت۔آدابِ طریقت۔آدابِ پیری و مریدی کا درس دیا گیا ہے نیز نجی حالات ومعاملات کو زیر بحث لاتے ہوئے مشکلات ومصائب کے حل۔پیچیدہ وگنجلک مسائل کی گتھیاں سلجھانے کی تدابیر بتائی گئی ہیں۔جن سے عام قاری بھی اپنی استطاعت۔اہلیت اور حالات کے مطابق استفادہ اور راہنمائی حاصل کرسکتا ہے۔

(۱۱) صراطِ مستقیم:۔''صراط مستقیم'' قبلہ وکعبہ محمد نور الدین اویسیؒ کے چند مضامین اور تقاریر پر مشتمل مجموعہ ہے۔اس میں سات مختصر مضمون ـــــ (i) تعوذ (ii) صلوا علیہ وسلموا تسلیما (iii) شفاعت (iv) طے مقام (v) انتخاب اور حقیقی نظام اسلامی (vi) علم غیب (vii) حاضر و غائب۔ اور تین تقاریر ـــــ (i) معراج النبی ﷺ (ii) نمازِ جمعہ اور اسکا وجوب و جواز (iii) سیرت غوث الاعظمؓ شامل ہیں۔اگر چہ بادی النظر میں مختصر مضامین اور تقاریر کا مجموعہ عجیب سا محسوس ہوتا ہے کیونکہ مختصر مضامین کا اپنا اسلوب ہوتا ہے جبکہ تقریر کا اپنا style ہے۔مختصر مضمون میں کسی موضوع کے مخصوص پہلو کو موضوع بحث بنایا جاتا ہے۔اور اسکے متعلق معلومات تحریر کی جاتی ہیں۔اسکے مقابلہ میں تقریر میں موقع ومحل۔ماحول۔سامعین کی ذہنی سطح اور مزاج کو مدنظر رکھ کر تقریر کی جاتی ہے۔جس میں مقرر کے لب ولہجہ۔اتار چڑھاؤ۔حرکات وسکنات اور الفاظ کی ادائیگی کا اپنا اثر ہوتا ہے۔

نیز تقریر کو جب قاری سننے کے بجائے کتابی شکل میں پڑھتا ہے تو لازماً وہ اثر نہ ہوگا۔جو مقرر کی تقریر سنکر ہوتا ہے ـــــ لیکن جو بات دل سوزی کے ساتھ کہی گئی ہوتی ہے۔کسی بھی وقت۔

کسی بھی مقام اور کسی بھی نوع میں ہو ضرور اثر رکھتی ہے۔

متذکرہ تقاریر کرتے اور مضامین لکھتے وقت تو یہ نکتہ پیش نظر نہ تھا۔ کہ یہ کبھی ایک جلد میں طبع ہوں گئے۔ اسلئے بعض جگہ تکرار محسوس ہو گی۔ لیکن ایک بالغ النظر اور حقیقت کا ادراک کرنے والے کیلئے یہ چنداں عیب نہیں۔ کیونکہ اسکی ایک وجہ موضوع کا قریبی تعلق بھی ہے۔

فی زمانہ جہاں ہر کوئی مصروف نظر آتا ہے۔ اور ضخیم اور علمی کتب کے عدم مطالعہ کیلئے عدیم الفرصتی کو وجہ جواز بنایا جاتا ہے۔ یہ مختصر مضامین اور تقاریر انتہائی سودمند اور معیار ایمان و محبت۔ جس کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (پارہ ۳ آیت ۳۱) اور آقائے دو جہاں صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے لَا یُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰی اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَ وَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ (متفق علیہ)۔ کے حصول میں ممد و معاون ہوں گے۔

آپ کی تصانیف کا مختصر تعارف پیش کرنے کے بعد آپکے منفرد طرز تحریر کے بارے میں چند ایک حقائق ــــــ آپ بڑے ادیبانہ طرزِ تحریر۔ جس میں آبشاروں کی روانی۔ کوہساروں کی عظمت و جلالت۔ سمندروں کی گہرائی و گیرائی تھی کے مالک تھے۔ آپکی تصانیف جہاں حقیقت و معرفت کا بحرِ ذخار ہیں۔ وہاں مخصوص اور منفرد تحریر اور طرزِ بیان کا عمدہ شاہکار بھی ہیں۔

جہاں تک آپؒ کے شاعرانہ ذوق اور شعر فہمی کا تعلق ہے۔ آپ بڑا پیارا ذوق رکھتے تھے ــــــ آپ اپنی گفتگو اور تحریروں میں اشعار ایسے برجستہ اور برمحل استعمال فرماتے کہ گمان ہوتا کہ یہ شعر کہا ہی اس موقع کیلئے ہے۔ آپکی زبردست مصروفیات نے شاعری کی طرف آپکو متوجہ ہونے کا موقع نہ دیا۔ لیکن ''نور العرفان'' کے شروع میں جو نعتِ رسول مقبولؐ اور آپکا مرتب کردہ شجرہ ادیبہ ہے جنہیں تبرکاً بالترتیب اس کتاب کے شروع اور آخر میں شامل کیا گیا ہے۔ یہ ہر دو جہاں لفظی اور معنوی محاسن کا مجموعہ ہیں وہاں آپکے خداداد شعری ذوق۔ ملکہ اور مروجہ فن شعر گوئی پر عبور کا منہ بولتا ثبوت بھی ہیں۔

آپؒ کی ذات (اقوال وافعال) میں جوخوبصورتی ۔حسن ۔قرینہ وسلیقہ۔ترتیب اورنظم و ضبط تھا۔اُسکی جھلک آپکی ہینڈ رائٹنگ میں بھی ملتی ہے۔آپ بڑے اچھے خوشنویس تھے۔آپکے دستِ مبارک کے لکھے ہوئے مسودات۔تحریریں۔سائن بورڈ خوش نویسی کے بہترین اورانمول نمونہ ہیں۔

سلسلہ اویسیہ کے وردووظائف

وردووظائف حقیقت میں وہ وحی شدہ یاالقاشدہ الفاظ ہوتے ہیں۔جوخدایامحبوب خداؐ کی خوشنودی کیلئے پڑھے جاتے ہیں ـــــ قبلہ وکعبہ محمد نورالدین اویسیؒ ارشادفرماتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنے والے۔جب انکے دلوں میں عشقِ محمدیؐ موجزن ہوتا ہے۔توانکے قلبی تاثرات انکی زبان پرآتے ہیں۔وہ ایک حقیقی حب ہوتی ہے جسکے زیرِاثرلطیف الفاظ زبان سے نکلتے ہیں۔جنہیں سن کرحضور صلے اللہ علیہ وسلم خوش ہوتے ہیں ـــــ کعب بن زہیر مشہورعربی زبان کا شاعرتھا۔وہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی شان میں ہجو کے شعرلکھتا تھا۔اس شدید گستاخی پر۔قتل کاحکم ہوا۔صحابہ اکرام علیہم اجمعین اسکی تلاش وجستجو میں تھے کہ جہاں ملےاس گستاخ رسولؐ کے ناپاک وجود سے دنیاکوپاک کردیں۔کعب بڑاپریشان تھااورجان کے خوف سے چھپتاپھرتاتھا۔اس پریشان حالی میں زندگی اسکے لئے وبال بن گئی۔آخراسکے ذہن نے کام کیا۔چھپتے چھپتے حضورؐ کی شان میں قصیدہ لکھا۔جس میں بڑے خوبصورت انداز میں حضورؐ کی تعریف وتوصیف بیان کی تھی ـــــ یہ قصیدہ لے کر برقع پہن کر عازم دربارِرسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہوا ـــــ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اسے پہچان لیا۔مگرحکم خداوندی مانع ہواکیونکہ کعب نے برقع اوڑھ رکھاتھا۔حضرت علی کرم اللہ وجہہ پیچھے پیچھے دربار میں آکھڑے ہوئے۔کہ کعب برقع اتارے تواُسے قتل کردیں۔مگراس نے برقع پہن کر ہی قصیدہ پڑھناشروع کیا۔ایک شعرپرحضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ازراہِ خوشنودی اپنی ردائے مبارک کعب کومرحمت فرمائی۔اُس نے اسے چوما اور برقع اتاردیا۔حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے تلواراٹھائی۔مگرحضورؐ نے منع فرمایا۔کہ کعب نے اپنے گناہ کاازالہ کردیا۔لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمْ ۔اب اس سے مواخذہ نہ کیاجائیگا۔اسی وقت کعب نے کلمہ شہادت اَشْھَدُاَنْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ

لَہٗ وَاَشْھَدُاَنَّ مُحَمَّدًاعَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔ پڑھ کر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے غلاموں میں داخل ہوا ـــــ ظاہر ہے یہ قصیدہ خود کعب کا وضع کردہ تھا۔ جسے حضورؐ نے پسند فرمایا اور اسکے عوض انعام عطا ہوا ـــــ لہٰذا محبِ رسول یا مصیبت میں مبتلا کوئی شخص خوشنودیٔ رسولؐ حاصل کرنے کی غرض سے یہ وظیفہ ۔قصیدہ۔ پڑھے تو قطعاً جائز ہوگا ـــــ اسلئے ایسے الفاظ جن سے حضورؐ کی خوشنودی حاصل ہو ولایت کے عمل میں شامل ہوتے ہیں۔ انہی وحی شدہ (القاشدہ) الفاظ کو وظیفہ سے موسوم کیا جاتا ہے۔ ایسے اَوراد و وظائف جو بجائے خود اولیائے کاملین نے جذبہ عشق کے تحت ادا کیے۔ امت کے لوگوں میں ۔یا طالبانِ حق میں رضائے۔ خوشنودیٔ رسول صلے اللہ علیہ وسلم کیلئے پڑھے جاتے ہیں۔

سلسلہ اویسیہ میں صرف اور صرف درود شریف ہی واحد وظیفہ ہے۔ یہ درود شریف اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا یَا مُحَمَّدُ نِ النَّبِیُّ الْاُمِّیُّ وَ اٰلِہٖ وَسَلِّمْ سلسلہ کے ہر ولی کو سینہ بسینہ تلقین ہوا۔ اور سلسلہ کے افراد کا یہ خصوصی ورد ہے۔

قرآن حکیم میں ارشاد ربانی ہے اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ط یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ۝ [1] (پارہ ۲۲ سورۃ ۳۳ آیت ۵۶) تحقیق اللہ اور ملائکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو تم بھی کثرت سے آپؐ پر درود بھیجو ـــــ صَلُّوْا۔ صیغہ امر ہے۔ یہ اللہ رب العزت کی طرف سے خصوصی حکم ہے۔ اور اس حکم کے تحت باقی نوافل کے مقابلہ میں درود پاک کی اہمیت واضح ہے۔

حضرت ابی بن کعبؓ سے روایت حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث نفلی عبادات پر درود شریف کی فضیلت کو بڑے پیارے اور موثر انداز میں بیان کرتی ہے۔ حدیث ہے۔ وَعَنْ اُبَیِّ ابْنِ

---

[1] بعض اشخاص اعتراض۔ اصرار کرتے ہیں کہ درود ابراہیمی کے علاوہ اور کوئی درود نہیں پڑھنا چاہیے ـــــ اس پر قبلہ و کعبہ ارشاد فرماتے ہیں کہ قرآن حکیم میں ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ط یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ۝۔ اس میں درودِ ابراہیمی کا ذکر نہیں کہ اللہ یا ملائکہ درود ابراہیمی پڑھتے ہیں تو تم بھی پڑھو۔ بلکہ اس میں صلوا کا ذکر ہے اس سے مراد درود ابراہیمی تو نہیں بلکہ اس سے مراد عبادت۔ اظہار بندگی۔ عقیدت ہے۔

کَعْبٍ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ اُکْثِرُ الصَّلٰوۃَ عَلَیْکَ فَکَمْ اَجْعَلُ لَکَ مِنْ صَلٰوتِیْ قَالَ مَاشِئْتَ قُلْتُ الرُّبُعَ قَالَ مَاشِئْتَ فَاِنْ زِدْتَّ فَھُوَ خَیْرٌ'' بِہٖ قُلْتُ فَالنِّصْفُ قَالَ مَاشِئْتَ وَاِنْ زِدْتَّ فَھُوَ خَیْرٌ'' قُلْتُ فَثُلُثَیْ قَالَ مَاشِئْتَ فَاِنْ زِدْتَّ فَھُوَ خَیْرٌ'' قُلْتُ اَجْعَلُ لَکَ صَلٰوتِیْ کُلَّھَا قَالَ اِذًا تُکْفٰی ھَمُّکَ وَیُغْفَرُ ذَنْبُکَ (جامع ترمذی) حضرت ابی ابن کعب سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کی تحقیق میں اکثر آپ پر درود بھیجتا ہوں۔ پس کتنا مقرر کروں آپ کے واسطے اپنی نفلی عبادت سے زیادہ۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جتنا تیری مرضی۔ میں نے کہا چوتھائی۔ فرمایا تمہاری مرضی اگر تم زیادہ کرو تو بہتر ہے تمہارے لئے۔ ابی ابن کعب نے عرض کی کیا میں دو حصے نفلی عبادت کروں اور دو حصے درود پڑھوں۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہاری مرضی اگر تم زیادہ کرو تو بہتر ہے تمہارے لئے۔ ابی بن کعبؓ نے عرض کی کیا میں تین حصہ درود اور ایک حصہ نفلی عبادت کروں۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہاری مرضی اگر تم اس سے زیادہ کرو تو تمہارے لئے بہتر ہے۔ عرض کی کیا میں تمام کا تمام درود پڑھوں۔ تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تمہارے غموں کی کفایت۔ مغفرت گناہ اور بلندی درجات کیلئے کافی ہے۔

آقائے دو جہاں صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک اور ارشاد ہے۔ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ وَاحِدَۃً صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ عَشْرَ صَلَوَاتٍ وَّ حُطَّتْ عَنْہُ عَشْرُ خَطِیْئٰتٍ وَّ رُفِعَتْ لَہٗ عَشْرُ دَرَجٰتٍ (سنن نسائی) حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص ہم پر ایک بار درود شریف پڑھتا ہے۔ اللہ اُس پر دس بار اپنی رحمتیں نازل کرتا ہے۔ اُس کے دس گناہ معاف کرتا ہے اور اسکے دس درجات بلند کرتا ہے۔

قبلہ وکعبہ محمد نورالدین اویسیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذاتِ کبریا کے بعد۔ حضور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کو تمام مخلوق پر فضیلت عطا فرما کر۔ آپ کو محبوبیت کا

مقام عطا فرمایا ــــ کوئی نبی ایسا نہیں جس کیلئے تورات میں۔ زبور میں۔ انجیل میں درود بھیجنے کا حکم ہوا ہو۔ یہ اعزاز آپؐ ہی کو حاصل ہے کہ حضور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر درود کا حکم صرف یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کو نہیں۔ بلکہ اللہ نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم پر اپنی ذات سے اِنَّ اللّٰہَ سے درود بھیجنا واجب کر دیا ــــ یہاں تک کہ جن ملائکہ کو اپنی تسبیح وحمد کیلئے وقف کیا۔ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ۔ اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ ملائکہ پر بھی درود بھیجنا واجب کیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم عالمِ انسانیت کیلئے نبی۔ اور رسول بنا کر بھیجے گئے ــــ جبکہ ملائکہ کیلئے نبی۔ رسول کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ نبی ورسول۔ اصلاحِ انسانی۔ اور ہدایت کیلئے مامور ہوتا ہے۔ مگر حضور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی محبوبیت کا تقاضا تھا ــــ کہ ملائکہ کی تسبیح وحمد میں درود بر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لازم قرار دیا گیا ــــ کہ اگر آپ پر عبادات کے ساتھ درود نہ بھیجا گیا۔ وہ عبادت مقبول نہیں ــــ جب تک نماز میں درود نہ پڑھا جائے۔ عبادت منظور نہیں ــــ دعا میں درود پڑھا جائے وہ مقبول ہو جاتی ہے ــــ

درود پاک کی یہ خصوصیت ہے کہ دیگر عبادات میں اگر دکھاوا۔ ریا ہو تو وہ قبول نہیں ہوتیں۔ لیکن درود پاک ہر حالت میں حضورؐ کے صدقہ بارگاہِ الٰہی میں شرف قبولیت حاصل کرتا ہے۔

درود پاک کی اہمیت وفضیلت کے پیشِ نظر امتِ محمدیؐ۔ خصوصاً طالبانِ حقیقت کیلئے حصولِ معرفت میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم۔ پر بار بار۔ کثرت سے۔ ہر سانس کے ساتھ درود پڑھنا وجہِ کامرانی ہو سکتا ہے ــــ سلسلہ اویسیہ میں۔ سوائے درود شریف کے اور کوئی وظیفہ مقرر نہیں۔ درود اویسیہ۔ جو کہ خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو آقائے دو جہاں سے ارشاد ہوا یا بالفاظ دیگر یوں سمجھیں کہ حضرت خواجہ اویس قرنیؓ نے اجلاسِ محمدیؐ میں حاضری پر یہ درود پڑھا۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا یَا مُحَمَّدُ نِ النَّبِیُّ الْاُمِّیُّ وَ اٰلِہٖ وَسَلِّمْ ــــ قبلہ وکعبہ فرماتے ہیں ظاہر ہے کہ یہ درود شریف حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت پر ہی پڑھا گیا۔ آپ جب یہ درود پڑھتے تو حضورؐ سامنے تشریف فرما ہوتے۔ یا دوسری صورت یہ کہ آپ اجلاس محمدیؐ میں حاضر ہو کر باطنی طور پڑھتے۔

توحضورؐ کے سامنے ہونے کی وجہ سے مُحَمَّدِ النَّبِيِّ الْاُمِيِّ کے بجائے آپ حضورؐ کی طرف انگلی سے اشارہ کرکے پڑھتے مُحَمَّدُ نِ النَّبِيُّ الْاُمِيُّ ـــــ "اے محمد جو سامنے ہیں" سامنے ہونے کی وجہ سے یا محمد پڑھنا ہر حال لازم آتا ہے ـــــ سلسلہ اویسیہ کے ہر ولی۔ ہر مرید کیلئے بھی اسی طرح پڑھنا ضروری ہے ـــــ چونکہ سلسلہ کا درود پڑھنے والا مبتدی۔ جب اویسی سلسلہ کا درود شریف پڑھتا ہے۔ تو پہلی بار درود شریف پڑھنے کے ساتھ ہی وہ اجلاس محمدیؐ میں حاضر ہو جاتا ہے۔ اسکی ایک صورت یہ ہے کہ ایک طالب جب سلسلہ میں داخل ہونے کیلئے پیش ہوتا ہے۔ تو وہ پہلے بیعت کرتا ہے۔ بیعت ہونے کا طریقہ ہے کہ پیر اس مرید کا ہاتھ پکڑتا ہے اور مراقبہ میں۔ اجلاس محمدیؐ میں سیدھا حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے پیش کرتا ہے۔ تو مرید اسی وقت حضورؐ کے پیش ہو جاتا ہے۔ پیر کی سفارش پر حضور صلے اللہ علیہ وسلم مرید کو منظور فرماتے ہیں۔ تو اُسی وقت باطناً وہ مرید حضوری ہو جاتا ہے۔ صرف وہ خود مشاہدہ نہیں کرسکتا۔ لہٰذا درود شریف پڑھتے وقت مرید خود کو حضورؐ کے پیش ہوا ہوا تصور کرتا ہے۔ اس حضوری میں درود شریف پڑھے تو انگلی کا اشارہ کرکے یَامُحَمَّدُ نِ النَّبِيُّ الْاُمِيُّ پڑھنا اسکے لئے واجب ہو جاتا ہے۔ اس حال میں کہ وہ خود کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے تصور کرتا ہے۔ چونکہ یہ طریق باطن سے تعلق رکھتا ہے۔ اسلئے ضروری نہیں ہوتا کہ وہ ظاہراً انگلی سے اشارہ کرے۔ اور اگر کرے بھی تو اُسے جائز تصور کیا جاتا ہے۔ اور منع اسلئے کہ یہ اشارہ ظاہری عام انسانی مشاہدہ میں آتا ہے۔ جبکہ بلا مشاہدہ ایسا اشارہ ظاہراً جائز تصور نہیں ہوتا۔ اسلئے کہ بلا مشاہدہ۔ ایسی حرکت عام کیلئے جائز قرار نہیں دی جاتی ـــــ اس صورت میں سلسلہ اویسیہ کے صاحبِ مشاہدہ ولی کیلئے یَا مُحَمَّدُ حاضر حالت میں پڑھنا واجب ہوتا ہے۔ دوسری صورت یہ بھی ہے۔ کہ اگر طالب کو مشاہدہ نہ بھی ہو یا بیعت بھی نہ ہو۔ تب بھی چونکہ وہ سلسلہ اویسیہ کا درود شریف پڑھتا ہے تو وہ خود بخود اجلاسِ محمدیؐ میں پیر اکمل کے ارشاد کے ساتھ حاضر ہو جاتا ہے۔ اسلئے درود شریف پڑھنے کیلئے یا محمد پڑھنا جائز تصور ہوتا ہے۔

درود اویسی کو دن رات میں گیارہ سو مرتبہ پڑھنا ہوتا ہے۔ اسطرح صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا

تَسۡلِیۡمًـا یعنی بار بار کثرت سے پڑھنا پورا ہو جاتا ہے۔قبلہ وکعبہ محمد نورالدین اویسیؒ مریدین کو اکثر درودِ اویسی ہی عطا کرتے۔ مخصوص حالات کے پیش نظر محدودے چند افراد کو سلسلہ کے دیگر درود ارشاد فرماتے۔ جو درج ذیل ہیں۔

(۱) صَلَّے اللّٰهُ عَلٰى حَبِيۡبِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَسَلَّمْ

حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ چونکہ ظاہراً قادری سلسلہ سے فیض یافتہ تھے۔ اسلئے حضرت سید شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے سلسلہ وار فیوض میں یہ وظیفہ سینہ بسینہ حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ کو عطا ہوا ـــــ اسے درود خضری کہتے ہیں اور یہ وظیفہ تعداد میں پانچ ہزار روزانہ پڑھنا ہوتا ہے۔

(۲) يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

(۳) هُوَ اِلٰهُ هُوَ اَللّٰهُ اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

قبلہ وکعبہ محمد نورالدین اویسیؒ نے ارشاد فرمایا یہ دونوں درود شریف اکثر خلوت میں دیئے جاتے ہیں۔ یہ درود شریف قلب میں وسعت و لطافت پیدا کر کے مشاہدۂ انوار میں معاون ہوتے ہیں ـــــ اکثر عورتوں کو درود شریف نمبر شمار (۲) دیا جاتا ہے تاکہ کم محنت سے انہیں مشاہدۂ قلبی حاصل ہو۔

(۴) بِسۡمِ اللّٰهِ مَجۡرٖهَا وَ مُرۡسٰهَا اِنَّ رَبِّىۡ لَغَفُوۡرُ الرَّحِيۡمِ اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

یہ درود شریف کثرتِ انوار و تجلیات نوری کے ورود پر دیا جاتا ہے تاکہ قلب شدید تجلیات کا متحمل ہو۔ نیز یہ درود شریف تصور بیت اللہ میں دریائے توحید میں اجلاسِ محمدی صلے اللہ علیہ وسلم میں داخل ہونے کیلئے بھی دیا جاتا ہے۔ اس اجلاس میں عظیم تجلیات و انوار کا نزول ہوتا ہے۔ یہ درود شریف سوائے سلسلہ اویسیہ کے اور کسی سلسلہ کو میسّر نہیں۔ اسلئے ایسے مقامات کے مشاہدات میں مذکور درود شریف سے معاونت حاصل کی جاتی ہے ـــــ کیونکہ بعض اوقات اعلےٰ مراتب کی تجلیات کے نزول پر جب قلب تجلیات کا متحمل نہ ہو۔ طالب لطیفۂ اخفا میں گھر جاتا ہے۔ ایسے موقع پر بھی

مذکورہ درود شریف سے قلب میں قوت پیدا کی جاتی ہے۔ کیونکہ سلسلہ اویسیہ کا طالب بغیر تزکیہ ومجاہدہ ابتدائی قدم پر اجلاسِ محمدیؐ روضہ مدینہ شریف اور اجلاسِ بیت اللہ دریائے توحید۔ اجلاسِ محمدیؐ تحت الثریٰ۔ جنت آسمانوں کی سیر عرش تک قلیل مدت میں یہ مراتب حاصل کر لیتا ہے۔ یہ شرف صرف سلسلہ اویسیہ کو ہی ہے باقی سلسلوں میں ایسا طریق رائج نہیں۔

(۵) ھَا ۔ ھُوْ ۔ ھِیْ اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ

یہ درود شریف عموماً غیر مسلم عقیدت مندوں کو دیا جاتا ہے۔ ھَا ۔ھُوْ۔ ھِیْ کلمہ طیبہ کا مخفف ہیں۔ اسطرح اس درود کے پڑھنے سے ایک طالب فیضِ محمدیؐ اور فیضِ اویسیؒ کا مستحق ہو جاتا ہے۔

سلسلہ اویسیہ میں عموماً درودِ اویسی ہی تلقین کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ قبل ازیں ذکر ہوا ہے کہ باقی درود شریف صرف مخصوص حالات اور مخصوص افراد کو پڑھنے کیلئے ارشاد۔ شامل کئے جاتے ہیں۔

عام طور یہ تصور کیا یا کہا جاتا ہے کہ درود پاک چلتے پھرتے اور بے وضو نہیں پڑھنا چاہیے۔ جہاں تک چلتے پھرتے پڑھنے کا تعلق ہے۔ تو جب تک چلتے پھرتے ۔ مختلف چھوٹے موٹے کام کرتے نہ پڑھیں گے تو کثرت والی بات کیسے ہوگی؟ اور جو بے وضو پڑھنے کا سوال ہے۔ تو باوضو پڑھنا بڑا ہی مستحسن ہے۔ لیکن عام آدمی کیلئے ہر وقت یا اکثر اوقات باوضو رہنا مشکل ہے ــــــ اسلام یقیناً جبر بھی پسند نہیں کرتا ــــــ لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا ــــــ ایک دفعہ قبلہ وکعبہ محمد نور الدین اویسیؒ نے متذکرہ مسئلہ پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ یہ کوئی مسئلہ نہیں۔ آپ جہاں چاہیں اور جب چاہیں درود شریف پڑھ سکتے ہیں ــــــ آپ نے مزید سمجھانے کیلئے ارشاد فرمایا۔ ایک دفعہ ایک صحابی راستہ سے گزر رہا تھا۔ اُس نے دیکھا کہ سامنے سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے ہیں۔ اُس نے حضورؐ کی راہ سے دوسری طرف راستہ لیا۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے بعد میں اس سے استفسار کیا کہ صبح تم راستہ کاٹ کر دوسری راہ کیوں گئے؟۔ تو صحابی نے عرض کی کہ میں جنابت کی حالت میں تھا ابھی غسل نہیں کیا تھا۔ اسلئے راہ بدل کے گزر گیا کہ حضور سے سلام اور دست بوسی ہوگی ــــــ اس پر حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تمہاری زبان اور قلب تو پاک تھے ...... قبلہ و

کعبہ نے یہ واقعہ سنانے کے بعد ارشاد فرمایا ظاہر ہوا درود شریف پڑھنے اور زیارت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں زبان وقلب کی حیثیت ہر وقت پاکیزہ رہتی ہے۔ایسی حالت میں درود وسلام اور زیارتِ رسولؐ جائز تصور کی جاتی ہے ـــــ قبلہ وکعبہ پیر صاحب نے اس سلسلہ میں ایک اور واقعہ سنایا کہ ایک بزرگ تھے۔وہ بڑے عبادت گزار تھے انہیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے دیدار کی بڑی خواہش تھی ـــــ ایک دن انہیں خواب میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا دیدار ہوا۔اُنکی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فلاں عورت کے پاس آیا تھا۔وہاں سے تمہارے پاس آیا ہوں ـــــ اُس بزرگ کے دل میں بڑا تجسس پیدا ہوا کہ اُس عورت سے ملنا چاہیے تاکہ یہ پتا چلے کہ اس میں کونسی خوبی یا اُسکا کون سا عمل ہے جسکی وجہ سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں مقبول ہے۔اور آپؒ پہلے اسکے پاس گئے ـــــ وہ بزرگ اُس عورت کے گھر گئے ـــــ آواز دی تو اندر سے اُس نے پوچھا کون ـــــ انہوں نے اپنا نام بتایا۔وہ بڑی خوش ہوئی کہ اتنے بڑے عالم اور بزرگ تشریف لائے ہیں۔اُس نے دروازہ کھولا۔اور دروازے کے پٹ کے پیچھے ہوگئی اور اندر آنے کیلئے کہا ـــــ انہوں نے کہا مجھے صرف تم سے ایک بات پوچھنی ہے کہ تیرا وہ کون سا عمل ہے جو آقائے دوجہاں صلے اللہ علیہ وسلم کو پسند ہے۔اُس نے کہا میرا کونسا ایسا عمل ہوسکتا ہے؟ میں تو جاہل ہوں ـــــ جب اصرار کیا تو اُس نے سوچ کر کہا کہ صرف ایک ہی کام کرتی ہوں اکثر یہ کہتی رہتی ہوں ''صدقے یا رسول اللہؐ'' ـــــ بزرگؒ نے پوچھا تم دروازے کے پیچھے کیوں ہوگئی۔تو اُس نے کہا کہ میں آجکل پاک نہیں۔اسوجہ سے سامنے سے ہٹ گئی کہ آپ پر میرا ناپاک سایہ نہ پڑے ـــــ قبلہ پیر صاحب نے فرمایا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے تو اس عورت کو جو ناپاک[1] تھی اپنے دیدار سے

---

[1] ایک دفعہ قبلہ وکعبہ محمد نور الدین اویسیؒ میجر کمال بیگ مرحوم کے پاس تشریف لے گئے۔وہاں خاصے آدمی موجود تھے۔کمال بیگ صاحب نے اُن سے آپ کا تعارف کرایا کہ یہ میرے پیر صاحب ہیں جو دیدار کراتے ہیں ـــــ لوگوں کو بڑی حیرت اور اشتیاق ہوا ـــــ دریائے معرفت جوش میں آیا۔آپؒ نے سب کو مراقبہ کیلئے کہا ـــــ اور سب کو حضوری کر دیا ـــــ بعد میں آپ نے اس واقعہ کے ذکر پر فرمایا کہ پتا نہیں ان میں کتنے ناپاک تھے۔

مشرف کیا۔تو پھر بے وضو درود شریف پڑھنے سے منع کیوں کیا جاتا ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جن کے بعض فیصلوں اور مسکت رائے کی تائید و تصدیق جناب باری تعالیٰ نے خود فرمائی ہے۔اُنکی رائے متذکرہ مسئلہ کو واضح کرنے کیلئے کافی ہے ـــــ ایک دفعہ آپ حوائج ضروریہ سے فراغت کے بعد اونچی آواز سے قرآن حکیم کی آیات پڑھتے آرہے تھے۔ یہ سن کر ایک شخص نے حیرت سے آپکو ٹوکا۔کہ آپ اس حالت میں آیات قرآنی کی تلاوت کر رہے ہیں ـــــ اس پر حضرت عمرؓ نے انتہائی ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ تمہیں یہ بات کس کذاب نے بتائی ہے....''

قبلہ و کعبہ نے فرمایا کہ اصل چیز خلوص اور محبت ہے۔اس سلسلہ میں آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ سنایا کہ آپ کوہ طور پر اللہ تعالیٰ سے ہمکلامی کیلئے جارہے تھے۔راستہ میں انہیں ایک بڑھیا ملی ـــــ جو کہہ رہی تھی کہ خدا ملے تو میں اُسکی جوئیں نکالوں۔اُسکے کپڑے دھوؤں ـــــ حضرت موسیٰؑ اسکی اس یادہ گوئی پر بڑے ناراض ہوئے۔اور اسے جھڑکا کہ یہ کیا کہہ رہی ہو ـــــ ہم کلامی پر حضرت موسیٰؑ کو اللہ تعالیٰ نے تنبیہ کی۔تم میرے اور بڑھیا کے معاملات میں حائل ہونے والے کون ہوتے ہو۔مجھے اسکا یہ انداز اور کلام پسند ہے ـــــ حضرت موسیٰؑ واپس ہوئے۔اور بڑھیا سے معافی مانگی کہ تلخ نوائی پر مجھے معاف کردو۔تم ٹھیک ہو تم جس طرح کہہ رہی ہو وہی ٹھیک ہے اور اللہ کو پسند ہے۔

درود شریف کی اہمیت بیان کرتے ہوئے قبلہ و کعبہ محمد نورالدین اویسیؒ فرماتے کہ ایک دفعہ درود شریف پڑھنے سے دس نیکیاں ملتی ہیں۔اور ان دس نیکیوں میں سے ایک نیکی ہی ایسی ہے کہ اس سے دوزخ کی تمام آگ ختم ہو جائے ـــــ

آپ نے فرمایا کہ سورج کی روشنی کی رفتار ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سیکنڈ ہے۔یہ تو ناری چیز ہے۔اسکے مقابلہ میں نور کی رفتار کئی کروڑ بلکہ ارب پدم میل فی سیکنڈ ہے۔باالفاظ دیگر نور کا ایک لمحہ۔لحظہ میں کروڑ ہا میل دور دیکھ لینا یا سن لینا کیا مشکل ہے۔اسلئے جب ہم درود پڑھتے ہیں تو

ایک لمحہ میں حضورؐ سُن لیتے ہیں۔

مروجہ ''ذکر'' کے بارے میں ایک دفعہ آپ نے فرمایا کہ ذکر سے انوار آتے ہیں۔ اس سے روحِ حیوانی مزکی ہوتی ہے ـــــ جس سے انسان غیب کی باتیں بتا سکتا ہے۔ مریضوں کو تندرست کر سکتا ہے۔ لوگوں کے دلوں کی باتیں بتا سکتا ہے ـــــ لیکن عالمِ ملکوت میں داخل ہونے کیلئے درود شریف ضروری ہے۔ آپ نے فرمایا درود شریف کی مثال ایسی ہے۔ جیسے ہم کوئی کام کریں تو اسکا معاوضہ پونڈ کی شکل میں ملے جو اگلے جہان میں روپوؤں کی شکل میں ٹرانسفر ہو جائے۔

آپؒ فرماتے کہ درود شریف بے لوث ہو کر پڑھیں۔ دنیا کیلئے نہ پڑھیں۔ دنیا کے کام کاج ہو ہی جاتے ہیں ـــــ آپ نے فرمایا کہ دورانِ مراقبہ آدمی اپنے مسائل پیش کر سکتا ہے۔ لیکن اس نیت سے مراقبہ نہیں کرنا چاہیے۔ بلکہ وہ خیالات دل ہی میں ہوتے ہیں تو پہنچ جاتے ہیں۔ لیکن انسان فطرتاً کمزور واقع ہوا ہے۔ چھوٹے چھوٹے مسائل اور مشکلات سے گھبرا جاتا ہے ـــــ آپ نے مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ بعض اوقات آدمی سوچتا ہے۔ کہ درود شریف پڑھنے لگا تو میرا بھائی بیمار ہو گیا۔ بیوی بچے بیمار ہوئے..... قبلہ و کعبہ نے فرمایا کہ یہ علیحدہ چیز ہے اسکا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ درود شریف سراپا رحمت ہی رحمت ہے۔ اگر کوئی تکلیف ہو گی۔ تو وہ آپکے گناہ کی معافی یا آزمائش کیلئے ہوتی ہے ـــــ یہ تکالیف و مصائب انسان کے فائدہ کیلئے ہوتے ہیں۔ جسطرح حکیم کڑوی اور بدمزہ دوائی دیتا ہے مریض اسکو پسند نہیں کرتا لیکن یہ اسکے فائدہ کیلئے ہوتی ہے۔ اسی طرح مومن کیلئے تکلیف یا ابتلا اسکے درجات کی بلندی کیلئے ہوتے ہیں ـــــ آپ نے فرمایا کہ عام آدمی کیلئے تکلیف اسکے گناہوں کی پاداش میں ہوتی ہے۔ جبکہ مومن کو تکلیف اسکے درجات کی بلندی کیلئے دی جاتی ہے ـــــ عام حالات میں تزکیہ اور تکلیف کو پسند نہیں کیا جاتا۔ اسلئے تکلیف یا ابتلا ڈالی جاتی ہے۔ اور اسکے برداشت کی توفیق بھی عطا کر دی جاتی ہے۔

روحانی علاج

قبل اسکے کہ سلسلہ اویسیہ کے قبلہ و کعبہ محمد نور الدین اویسی رحمتہ اللہ علیہ سے منقول

بیماروں کیلئے ورد۔عمل کا ذکر کیا جائے۔اس بات کی وضاحت ضروری ہے۔کہ کچھ حضرات یہ پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ دم تعویزیا اس طرح کے ورد و وظائف غیر اسلامی ہیں۔احادیث کی کتب کے مطالعہ سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے۔کہ یہ بات لاعلمی یا مخصوص ذہنیت کی آئینہ دار ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی ایک روایت جو احادیث کی متعدد کتب میں مروی ہے صورت حال کی وضاحت کیلئے کافی ہے۔صحیح بخاری سے متذکرہ روایت نقل کی جاتی ہے۔عَنْ أَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ انْطَلَقَ نَفَر" مِنْ أَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّے اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ سَفْرَۃٍ سَافِرُوهَا حَتَّی نَزَلُوا عَلَی حَیٍّ مِنْ أَحْیَاءِ الْعَرَبِ فَاسْتَضَافُوهُمْ فَأَبَوْا أَنْ یُضَیِّفُوهُمْ فَلُدِغَ سَیِّدُ ذٰلِکَ الْحَیِّ فَسَعَوْا لَہُ بِکُلِّ شَیْئٍ لَا یَنْفَعُہُ شَیْئ" فَقَالَ بَعْضُھُمْ لَوْ أَتَیْتُمْ هٰؤُلَاءِ الرَّهْطَ الَّذِیْنَ نَزَلُوا لَعَلَّہُ أَنْ یَکُوْنَ عِنْدَ بَعْضِهِمْ شَیْئ" فَأَتَوْهُمْ فَقَالُوا یَآ یُّهَا الرَّهْطُ اِنَّ سَیِّدَنَا لُدِغَ وَ سَعَیْنَا لَہُ بِکُلِّ شَیْئٍ لَا یَنْفَعُہُ فَهَلْ عِنْدَ أَحَدٍ مِنْکُمْ مِنْ شَیْئٍ فَقَالَ بَعْضُهُمْ نَعَمْ وَاللّٰہِ اِنِّیْ لَأَ رْقِی وَلٰکِنْ وَاللّٰہِ لَقَدْ اسْتَضَفْنَاکُمْ فَلَمْ تُضَیِّفُونَا فَمَا أَنَا بِرَاقٍ لَکُمْ حَتَّی تَجْعَلُوا لَنَا جُعْلًا فَصَالَحُوهُمْ عَلَی قَطِیعٍ مِنْ الْغَنَمِ فَانْطَلَقَ یَتْفِلُ عَلَیْہِ وَیَقْرَأُ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ فَکَأَنَّمَا نُشِطَ مِنْ عِقَالٍ فَانْطَلَقَ یَمْشِی وَمَابِہٖ قَلَبَۃ" قَالَ فَأَوْفَوْهُمْ جُعْلَهُمْ الَّذِی صَالَحُوهُمْ عَلَیْہِ فَقَالَ بَعْضُهُمْ اقْسِمُوا فَقَالَ الَّذِی رَقَی لَا تَفْعَلُوا حَتَّی نَأْتِیَ النَّبِیَّ صَلَّے اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَنَذْکُرَ لَہُ الَّذِی کَانَ فَنَنْظُرَ مَایَأْمُرُنَا فَقَدِمُوا عَلَی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّے اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَذَکَرُوا لَہُ فَقَالَ وَمَا یُدْرِیکَ أَنَّهَا رُقْیَۃ" ثُمَّ قَالَ قَدْ أَصَبْتُمْ اقْسِمُوا وَاضْرِبُوا لِی مَعَکُمْ سَهْمًا فَضَحِکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّے اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔فرماتے ہیں صحابہ کرام کا ایک گروہ کسی سفر پر نکلا۔چلتے چلتے وہ عربوں کے قبائل میں سے ایک قبیلہ کے پاس اترے۔صحابہ کرام نے اس قبیلہ والوں سے مہمان نوازی کا کہا تو انہوں نے مہمان نوازی سے انکار کیا۔اس قبیلہ کے سردار کو بچھو یا سانپ نے ڈس لیا۔انہوں نے اسکے علاج کی ہر کوشش کی مگر کوئی چیز نفع بخش نہ

ہوئی۔ان میں سے کسی نے کہا۔اگر تم ان لوگوں کے پاس جاؤ جو ہمارے پاس پڑاؤ کئے ہوئے ہیں شاید انکے پاس کوئی علاج ہو۔وہ صحابہ کرام کے پاس آئے اور کہا۔اے لوگو! ہمارے سردار کو کسی چیز نے ڈس لیا ہے۔ہم نے اسکے علاج کی ہر ممکن کوشش کی ہے لیکن کسی چیز نے اسے نفع نہیں دیا کیا تم میں سے کسی کے پاس کوئی چیز ہے؟ (جس سے اسکا علاج ہو سکے)۔ایک صحابی نے کہا۔ہاں اللہ کی قسم! میں دم کرتا ہوں لیکن اللہ کی قسم! ہم نے تم سے مہمان نوازی کا تقاضا کیا تھا تو تم نے ہماری مہمان نوازی نہیں کی تھی۔پس میں اسوقت تک دم نہیں کروں گا حتیٰ کہ تم ہمارے لئے اجرت کا تعین کر دو۔ بکریوں کا ایک ریوڑ دینے پر فیصلہ ہوا۔وہ صحابی گئے الحمد شریف پڑھ کر اس پر پھونک ماری (تو وہ فوراً ٹھیک ہو گیا)۔گویا رسی کھول دی گئی ہے جس سے باندھا ہوا تھا۔وہ مریض چلنے لگا اور اسے کوئی تکلیف نہ تھی۔اس شخص نے کہا۔انکے لئے اجرت کا جو تعین ہوا تھا انہیں پیش کرو۔بعض صحابہ نے کہا۔ان بکریوں کو تقسیم کرو اور اس صحابی نے کہا جس نے دم کیا تھا۔ابھی تقسیم نہ کرو حتیٰ کہ ہم نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوں اور آپ کے سامنے یہ واقعہ ذکر کریں۔پھر دیکھیں آپ اس کے متعلق کیا ارشاد فرماتے ہیں۔صحابہ کرام حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔یہ واقعہ ذکر کیا تو آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔تجھے کیسے معلوم تھا کہ یہ سورت دم ہے؟ پھر فرمایا تم نے ٹھیک کیا۔وہ بکریاں تقسیم کرو اور اپنے ساتھ میرے لئے بھی حصہ رکھو۔پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مسکرا دیئے۔

اسی طرح حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک اور روایت سے سورۃ یا آیات دم کرنا یا پڑھکر پھونکنا ثابت ہے۔عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا اشْتَكَى يَقْرَأُ عَلَى نَفْسِهِ بِالْمُعَوِّذَاتِ وَ يَنْفُثُ فَلَمَّا اشْتَدَّ وَجَعُهُ كُنْتُ أَقْرَأُ عَلَيْهِ وَ أَمْسَحُ بِيَدِهِ رَجَاءَ بَرَكَتِهَا (صحیح بخاری) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو جب تکلیف ہوتی تھی تو اپنے آپ پر معوذات پڑھتے تھے اور پھونک مارتے تھے۔ جب آپ کی تکلیف سخت ہوتی تو میں آپ پر پڑھتی تھی اور آپ کے ہاتھ کی برکت کی امید سے آپ کا

ہی ہاتھ آپ کے جسم پر پھیرتی تھی۔ صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے اسی طرح کی ایک حدیث مروی ہے۔ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّے اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا مَرِضَ أَحَدٌ" مِنْ أَهْلِهِ نَفَثَ عَلَيْهِ بِالْمُعَوِّذَاتِ فَلَمَّا مَرِضَ مَرَضَهُ الَّذِى مَاتَ فِيْهِ جَعَلْتُ أَنْفُثُ عَلَيْهِ وَ أَمْسَحُهُ بِيَدِ نَفْسِهِ لِأَنَّهَا كَانَتْ أَعْظَمَ بَرَكَةً مِنْ يَدِىْ ۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اپنے اہل میں سے جب کوئی بیمار ہوتا تو آپ معوذات پڑھکر اس پر دم کرتے۔ جب آپ اس مرض میں مبتلا ہوئے جس میں آپکا وصال ہوا۔ میں بھی آپ پر دم کرتی اور آپکے ہاتھ کو آپ پر پھیرتی۔ کیونکہ آپکے ہاتھ میں میرے ہاتھ سے زیادہ برکت تھی۔

اسی مضمون کی دو اور احادیث صحیح بخاری ہی سے نقل کی جاتی ہیں جن میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا نظر بد کیلئے دم کا حکم اور اجازت بیان کی گئی ہے۔ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ أَمَرَنِى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّے اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ أَمَرَ أَنْ يُسْتَرْقَى مِنَ الْعَيْنِ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرمایا مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا۔ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ نظر بد کی وجہ سے دم کیا جائے۔ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّ النَّبِىَّ صَلَّے اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأٰى فِىْ بَيْتِهَا جَارِيَةً فِىْ وَجْهِهَا سَفْعَةٌ" فَقَالَ اسْتَرْقُوْا لَهَا فَإِنَّ بِهَا النَّظْرَةَ تَابَعَهُ۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے انکے گھر میں ایک بچی دیکھی جس کے چہرے پر (سیاہ یا زرد) داغ تھا۔ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اسے دم کرو کیونکہ اسے نظر لگی ہے۔

تعویذ کی جوازیت کیلئے امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی کی جامع ترمذی میں نقل ایک روایت ہے۔ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّے اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا فَزِعَ اَحَدُكُمْ فِى النَّوْمِ فَلْيَقُلْ اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ غَضَبِهٖ وَ عِقَابِهٖ وَمِنْ شَرِّ عِبَادِهٖ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ وَاَنْ يَحْضُرُوْنِ فَاِنَّهَا لَنْ تَضُرَّهٗ فَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو يُلَقِّنُهَا مِنْ بَلَغَ مِنْ وُلْدِهٖ وَمَنْ لَمْ يَبْلُغْ مِنْهُ كَتَبَهَا فِىْ صَكٍّ ثُمَّ عَلَّقَهَا فِىْ عُنُقِهٖ عمرو بن شعیب بواسطہ والد اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی نیند کی حالت میں ڈر جائے تو یہ کلمات کہے" اعوذ بکلمات اللّٰه
..... الخ" میں اللہ تعالیٰ کے مکمل وتمام کلمات کے ذریعہ اسکے غضب وعذاب۔ بندوں کے شر۔
شیطانی وسوسوں اور انکے آموجود ہونے سے پناہ چاہتا ہوں۔ یہ خواب اس شخص کو کوئی نقصان نہ
پہنچائے گی۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ اپنی بالغ اولاد کو یہ کلمات سکھاتے اور نابالغ بچوں
کیلئے کاغذ پر لکھ کر انکے گلے میں ڈالتے تھے۔

امام ترمذی اپنی جامع میں ایک اور روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے
ہیں۔ جس میں بچھو کے کاٹنے۔ نظر بد اور پھنسیوں وغیرہ کے جھاڑ پھونک کی اجازت کا بیان ہے۔
عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّے اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ فِي الرُّقْيَةِ مِنَ الْحِمَةِ وَالْعَيْنِ
وَالنَّمْلَةِ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے بچھو کے کاٹنے نظر
بد اور پہلو کے زخم (پھنسیوں وغیرہ) میں جھاڑ پھونک کی اجازت دی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ
عنہ سے ایک روایت امام ابن ماجہ نے اپنی سنن میں درج فرمائی ہے۔ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ جَآءَ
النَّبِيُّ صَلَّے اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُنِيْ فَقَالَ لِيْ اَلَا اَرْقِيْكَ بِرُقْيَةٍ جَآءَ نِيْ بِهَا جِبْرَئِيْلُ
قُلْتُ بِاَبِيْ وَ اُمِّيْ بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ وَاللّٰهُ يَشْفِيْكَ مِنْ كُلِّ
دَآءٍ فِيْكَ مِنْ شَرِّ النَّفَّاثَاتِ فِي الْعُقَدِ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ۔ حضرت
ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم میری عیادت کیلئے تشریف لائے۔ اور مجھ
سے فرمایا کہ میں تم پر وہ دعا پڑھ کر نہ جھاڑوں جو مجھے جبرائیل نے سکھائی ہے۔ میں نے عرض کیا
کیوں نہیں میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ آپ نے تین بار فرمایا" بسم اللّٰه ارقيك واللّٰه
يشفيك..... الخ"۔

آخر میں حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی ایک حدیث درج کی جاتی ہے۔ جس سے
حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا استخارہ کے سکھانے کا ذکر ہے۔ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ كَانَ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّے اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُنَا الْاِسْتِخَارَةَ فِي الْاُمُوْرِ كُلِّهَا كَمَا يُعَلِّمُنَا

السُّوْرَةَ مِنَ الْقُرْاٰنِ (جامع ترمذی، سنن ابوداؤد، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ) حضرت جابر رضی اللہ عنہ راوی ہیں۔ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم ہمیں ہر کام کیلئے استخارہ سکھلاتے جیسے آپؐ قرآن مجید کی سورت سکھانے کا اہتمام فرماتے۔

متذکرہ بالا احادیث اور بحث سے یہ واضح کرنا مقصود ہے۔ کہ آیات قرآنی کا دم کرنا یا تعویذ استعمال کرنا قطعاً غیر اسلامی نہیں ہے۔ اور جہاں تک ہر وظیفہ کا قرآن وحدیث سے ثبوت کا تعلق ہے تو یہ بات لایعنی اور مہمل ہے۔ اس سلسلہ میں قبلہ وکعبہ فرماتے ہیں۔ کہ ان ارشادات کیلئے قرآن وحدیث سے شرط لینا شرط نہیں۔ کہ یہ وظائف قرآن وحدیث سے ثابت نہیں۔ البتہ قرآن وحدیث سے ہی ان ارشادات کی حقیقت قابل تسلیم ہوتی ہے۔

قبلہ وکعبہ محمد نورالدین اویسی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ لِكُلِّ دَاءٍ دَوَاء" (صحیح مسلم) ہر بیماری کیلئے دوا مقرر ہے ــــ اور خود قرآن بھی اس امر کی شہادت دیتا ہے۔ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ" وَّ رَحْمَةٌ" لِّلْمُؤْمِنِيْنَ اور ہم نازل کرتے ہیں قرآن۔ جس میں شفا ہے (بیماروں کیلئے) اور رحمت مومنوں کیلئے۔ (پارہ ۱۵ سورۃ ۱۷ آیت ۸۲) اسکے علاوہ۔ گزشتہ انبیاء کو انکے معجزات میں بیماروں کی شفاء کیلئے معجزات دیئے گئے جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی نوری توجہ سے بیماروں کو شفا بخشتے تھے۔ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى (پارہ ۳ سورۃ ۳ آیت ۴۹)۔ آپ اس زمانے میں لاعلاج مرض۔ برص اور کوڑھ کو پھونک مار کر شفا بخشتے تھے۔ بلکہ اپنی توجہ سے مردہ بھی زندہ کیا کرتے تھے ــــ

گزشتہ انبیاء کو جو بھی خصوصیات حاصل ہوئیں۔ وہ یا تو خصوصیتِ بنوت کی بناء پر یا۔ کلام الٰہی ــــ کتاب الٰہی کے ذریعہ انہیں عطا کی گئیں ــــ قرآن ان تمام خصوصیات کا جامع ہے۔ اس لئے علماءِ امتِ محمدؐ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو جامع حیثیت میں گزشتہ انبیاء کی ــــ خصوصیتِ نبوت ــــ اور کلامِ الٰہی ــــ کتاب الٰہی کے ذریعہ قرآن کی شکل میں علاج انسانی کیلئے کلمات وآیات سے استفادہ کرنے کی بدرجہ اولیٰ خصوصیت حاصل ہے۔ اسی خصوصیت کا اس قرآنی آیت میں اشارہ

ہے۔کہ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ" وَّ رَحْمَةٌ" لِّلْمُؤْمِنِيْنَ اُمت کے مومنین (اولیائے کاملین) کیلئے قرآن میں آیات شفاء ــــ علاج کیلئے نازل کی گئی ہیں ــــ

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی امت کے علمائے صالحین۔اولیا کَاَنْبِیَآءِ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ کی خصوصیات نبوت میں۔توجہ سے (مثل عیسیٰؑ) بیماروں پر توجہ نوری ڈالکر شفا بخشتے ہیں یا کلام الٰہی نفخ (پھونک) کرکے بیماروں کو صحت یاب کرتے ہیں۔اس نفخ میں وہی طریقہ استعمال ہوتا ہے ــــ جو حضرت عیسیٰؑ کے نفخ کا طریقہ تھا۔جس سے بیماروں کو شفاء ہوتی اور مردہ زندہ ہوتے تھے ــــ

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خصوصیتِ نبوت میں آپ صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں۔ صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ آپکی توجہ سے کنکروں میں قوتِ گویائی آتی ــــ درخت کے سوکھے تنے میں زندگی کے آثار مشاہدہ ہوئے ــــ حکم دینے سے۔چاند ٹکڑے ہوگیا ــــ ایسے مظاہرات کی روشنی میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا بیماروں پر توجہ دیکر شفاء دینا ــــ یا مردوں پر توجہ ڈالکر زندہ کرنا ــــ تسلیم ویقین کیلئے کافی دلیل ہوسکتی ہے ــــ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی امت میں۔علمائے امت۔ اولیاءِ کاملین کو بھی وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَآءِ میں یہ قوت حاصل ہونا یقینی ہے۔کہ وہ توجہ سے بیماروں کو صحت بخشتے ہیں ــــ اور کلام الٰہی میں نازل آیات شفاء دم کرکے صحت بخشتے ہیں۔چنانچہ احادیث میں۔ قرآنی آیات کی خصوصیات میں بیماروں پر دم کرکے شفا ہونا ثابت ہے۔قرآنِ کریم کی پہلی سورت۔ سورۃ الفاتحہ کو سورۃ شفاء کہا گیا۔سورۃ یٰسین کو بھی شفاء کیلئے استعمال کیا جانا ثابت ہے ــــ اسی طرح کئی آیات شفاء کیلئے استعمال کی جاتی ہیں ــــ سورۃ الکافرون کو نظرِ بد کیلئے استعمال کیا جاتا ہے۔ قل ھو اللہ احد ــــ سورۃ الفلق ــــ سورۃ الناس کو بھی بیماری۔سحر۔نظر بد۔اور دفع آسیب کیلئے استعمال کیا جاتا ہے۔یہ عمل وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ" کے زمرہ میں شامل ہے ــــ اسکے علاوہ اولیائے کاملین کے ملفوظات سے بھی بعض دعائیں منقول ہیں۔حضور قبلہ عالم رحمتہ اللہ علیہ کی ذاتِ عالی کو یہ خصوصیت بحیثیت۔ولی اکمل ــــ (اولیائے امت) حاصل تھی۔کہ آپ توجہ سے بیمار کو شفا بخشتے تھے ــــ سلسہ اویسیہ میں توجہ کا یہ طریقہ ہے۔کہ بیمار کہیں بھی کسی بھی جگہ ہو ــــ سلسلہ کا

ولی (مرید) مراقبہ کی شکل میں بیمار کو اسکے مقام پر تصور میں لاکر نوری توجہ جب دیتا ہے اسی وقت بیمار صحت مند ہو جاتا ہے ـــــ یہ عمل عالم ناسوت کی منزلوں میں استعمال ہوتا ہے۔ کہ فقیر کی توجہ سے بیمار صحت مند ہو جاتا ہے ـــــ اولیاء کے ناسوتی کمالات و کرامات اسی طریق میں شامل ہیں ـــــ گزشتہ انبیاء بھی بیماروں پر توجہ سے بیماروں کو صحت بخشتے تھے۔ یہ طریق بھی ناسوتی عمل سے تعبیر ہے۔ یہ عمل ناری روح ـــــ روحِ حیوانی کی توجہ سے ہوتا ہے ـــــ اس توجہ اور عمل میں روح رحمانی استعمال نہیں ہوتی ـــــ کیونکہ ـــــ روح حیوانی ہی۔ عالم ناسوت میں استعمال ہوتی ہے۔ روح رحمانی کا عمل عالم ملکوت سے تعلق رکھتا ہے۔ چونکہ اس نور کی توجہ میں شدت ہوتی ہے ـــــ اسلئے اس نور کی توجہ کا انسانی وجود (روحِ حیوانی اور جسم) متحمل نہیں ہوسکتا۔ البتہ روحِ حیوانی میں یہ قوت وخصوصیت ہے۔ کہ اس قوت سے۔ بیمار کی روح حیوانی متاثر ہو کر صحت مند ہو جاتی ہے ـــــ دوسرا طریق۔ سلسلہ اویسیہ کا ایک مخصوص طریقہ ہے ـــــ جو بعض حالتوں میں استعمال ہوتا ہے ـــــ وہ یہ کہ۔ بیمار کی روح (روحِ حیوانی) کو مراقبہ میں اجلاس محمدی صلے اللہ علیہ وسلم میں پیر کے حضور میں پیش کیا جاتا ہے۔ اور پیر بیمار پر توجہ نوری ڈالتا ہے تو بیمار صحت مند ہو جاتا ہے۔ یہ طریق اس صورت میں استعمال ہوتا ہے۔ جب مریض کا مرض شدت اختیار کر جاتا ہے ـــــ یا مرید کی روح میں ابھی اتنی صلاحیت نہیں ہوتی کہ وہ اپنی توجہ سے بیمار کو شفا بخشے جبکہ اس توجہ کیلئے۔ تزکیۂ نفس اور مجاہدہ کی ضرورت ہوتی ہے۔

اسکے علاوہ عام حالتوں میں۔ امتِ محمدی میں ایک امتی صرف مومن کی صفت کے ساتھ۔ جبکہ اسے مشاہدہ نہ حاصل ہو ـــــ یا کسی سلسلہ سے نسبت نہ رکھتا ہو۔ کلام الٰہی پڑھکر دم کر دیتا ہے۔ اس طریق کو حضور قبلہ عالمؒ بھی استعمال فرماتے۔ کہ اپنی نوری توجہ سے سوا ـــــ کسی مریض پر قرآنی آیات دم فرماتے۔ تو وہ بیمار صحت یاب ہو جاتا ـــــ اس سلسلہ میں حضور قبلہ عالمؒ کے ارشادات میں چند آیات قرآنی ترتیب کے ساتھ درج کئے جاتے ہیں۔ حضور قبلہ عالمؒ کے فرمان کے مطابق

(۱) گیارہ بار درود شریف۔ گیارہ بار سورۃ فاتحہ۔ گیارہ بار درود شریف پڑھکر بیمار پر دم کرنے سے صحت ہو جاتی ہے۔

(۲) سات بار درود شریف۔ اور سات بار بِسْمِ اللّٰہِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اِسْمِہٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔ اور سات بار درود شریف پڑھکر دم کرنے سے بیمار صحت یاب ہو جاتا ہے۔

(۳) تین بار درود شریف۔ تین بار قل یاایھا الکافرون۔ تین بار قل ھو اللہ احد۔ تین بار قل اعوذ برب الفلق۔ تین بار قل اعوذ برب الناس۔ تین بار درود شریف پڑھکر دم کرنے سے بخار۔ نظر بد۔ سحر اور آسیب کا اثر جاتا رہتا ہے۔

(۴) تین بار درود شریف۔ تین بار سورۃ فاتحہ۔ تین بار آیۃ الکرسی۔ تین بار انا انزلنا۔ تین بار درود شریف پڑھکر دم کرنے سے بخار۔ ترسیدن (خواب میں ڈر جانا)۔ نظر بد۔ اور آسیب کا اثر دور ہو جاتا ہے۔

(۵) حضور قبلہ عالمؒ کا ایک خصوصی عمل جو اپنے بعض مریدوں کو عطا کیا گیا۔

گیارہ بار درود شریف۔ ستر بار سورۃ فاتحہ۔ ستر بار آیۃ الکرسی۔ ستر بار قل ھو اللہ۔ ستر بار کلمہ تمجید۔ گیارہ بار درود شریف ــــ جمعرات۔ جمعہ کی درمیانی شب کو غسل کر کے۔ نماز نفل دو رکعت ادا کر کے ــــ رو بہ قبلہ ہو کر ــــ ایک مٹی کے کورے پیالہ میں۔ بارش یا چشمہ کا پانی ڈالکر۔ اس پانی میں انگشت شہادت رکھکر یہ وظیفہ پڑھکر دم کریں ــــ اور یہ پانی محفوظ رکھیں۔ جسوقت مرضی ہو استعمال کریں۔ یا کسی مریض کو پلائیں۔ تو اس عمل سے۔ مالیخولیا۔ مرگی۔ ہسٹریا۔ اور ذہنی امراض میں شفاء ہو گی ــــ حضور قبلہ عالمؒ کا فرمان ہے۔ اگر صحت مند آدمی پیئے۔ تو اللہ تعالیٰ اس پر حکمت کے دروازے کھول دیگا ــــ عقل تیز ہو گی۔ اور اسکا سینہ انوار سے بھر جائیگا۔ اسکے لئے مومن ــــ اور صاحب نسبت ہونا ضروری ہے۔ یہ عمل ہر جمعرات کو حتّٰی کہ آٹھ جمعرات کیا جائے۔

(۶) حضور قبلہ عالمؒ۔ ھُدا بھی فرماتے تھے۔ اسکے لئے ایک عمل عطا کیا جاتا تھا ــــ ہدا خدا کا ــــ ہدا رسولؐ کا ــــ ہدا چہار یار کا ــــ ہدا پیرانِ پیر کا ــــ ہدا پیر و مرشد کا ــــ ہدا جس نے بتایا اسکا۔ یہ ہدا پڑھ کر ایک بار سورۃ فاتحہ۔ تین بار قل ھو اللہ پڑھکر ــــ دانت درد ہو تو مریض درد والے دانت پر شہادت

کی انگلی رکھے۔اور اس پر ایک بار دم کیا جائے ــــ پھر مریض اپنی انگلی کو تین بار جھٹکا دے۔اور دانت سے چوس کر تھوک دے۔یہ عمل تین بار اسی طرح کیا جائے تو فوراً دانت درد میں آرام آ جاتا ہے۔

(۷) ہر نماز کے بعد پانچ مرتبہ پڑھنے سے انشاء اللہ تعالیٰ امراض اور فقر و افلاس سے محفوظ رہتا ہے۔ اور دنیا سے ایمان سلامت لے جاتا ہے۔اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْکُفْرِ فِیْ النَّزْعِ وَ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْفَقْرِ فِی الشَّیْبِ وَ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْعِلَّۃِ فِی الْغُرْبَۃِ ۔(اے اللہ میں پناہ مانگتا ہوں نزع کے وقت کفر سے۔بڑھاپے میں فقر و افلاس سے اور پردیس میں بیماریوں سے)۔

(۸) یہ وظیفہ تمام دینی و دنیاوی مقاصد کے حصول اور ترقی مدارج کیلئے مجرب ہے۔اَلْمُحِیْطُ الرَّبُّ الشَّہِیْدُ الْحَسِیْبُ الْفَعَالُ الْخَالِقُ الْبَارِیُٔ الْمُصَوِّرُ۔گیارہ مرتبہ اول و آخر درود شریف۔

(۹) حافظہ کی تیزی کیلئے۔رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا اَلصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ روزانہ گیارہ سو بار۔

(۱۰) گردے کی پتھری کیلئے سو دفعہ درود شریف۔اکتالیس بار سورۃ الم نشرح۔سو دفعہ درود شریف تین پانچ یا سات عدد کھجور پر دم کر کے نہار منہ صبح سویرے استعمال کریں۔

(۱۱) ہول دل یا دل کی تقویت کیلئے ہر نماز کے بعد اَلصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ یَا قَہَّارُ گیارہ بار پڑھکر دم کریں۔

(۱۲) دعائے استخارہ۔کسی مقصد کیلئے دریافت کرنا ہو۔تو اسکے لئے پہلے دو نفل نماز استخارہ۔پہلی رکعت میں سورۃ الفلق۔دوسری رکعت میں سورۃ الناس۔پھر درود شریف گیارہ دفعہ۔سبحان اللہ۔ الحمد للہ۔ اللہ اکبر۔وللہ الحمد ۳۳ بار۔آیت الکرسی ایک بار۔درود شریف گیارہ بار پھر یہ وظیفہ استخارہ ایک بار پڑھکر دعا مانگے۔کسی مقصد کی خیر و شر دریافت کرنے کیلئے۔یہ استخارہ کیا جائے کہ یہ کام میرے لئے اچھا ہے یا برا۔تو نماز عشاء کے بعد سوتے وقت یہ استخارہ پڑھ کر سو جائیں۔خواب میں معلوم ہو جائیگا ــــ یہ استخارہ سات مرتبہ کرنا چاہیے۔اگر خواب میں علم۔اشارہ ہوا تو بہتر۔بصورتِ دیگر اگر سمجھ آتی ہے کہ کام کیا جائے ــــ تو کر لیں ورنہ اگر دل نہ مانے تو نہ کیا

جائے۔دعائے استخارہ: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُکَ بِعِلْمِکَ وَاسْتَقْدِرُکَ بِقُدْرَتِکَ وَ اَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ الْکَرِیْمِ فَاِنَّکَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَ تَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ الْعَلَّامُ الْغُیُوْبِ اَللّٰھُمَّ اِنْ کَانَ ھٰذَا الْاَمْرُ الَّذِیْ اُرِیْدُہٗ خَیْرًا لِیْ فِیْ دِیْنِیْ وَ دُنْیَایَ وَ مَعَاشِیْ وَ عَاقِبَۃِ اَمْرِیْ فَاقْدِرْہُ لِیْ وَ یَسِّرْہُ لِیْ وَ اِنْ کَانَ غَیْرُ ذَالِکَ خَیْرًا لِیْ فَوَفِّقْنِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ کَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَسَلَّمْ استخارہ دعا پڑھتے وقت اللھم ان کان ھذا الامر الذی پڑھتے وقت اپنے مقصد کا خیال رکھا جائے۔

(۱۳) مشکلات۔مصائب والم سے نجات کیلئے لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَکَ قلے اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۔اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ۔عشا کی نماز کے بعد پانچ سو بار چالیس روز تک پڑھیں۔

ختم وفاتحہ شریف

اب ان ختم۔فاتحہ اویسی کی تفصیل درج کی جاتی ہے جو قبلہ وکعبہ محمد نور الدین اویسیؒ نے پڑھائے یا احباب ومریدین کو پڑھنے کیلئے ارشاد فرمائے۔

ختم اویسی نمبر ۱

(i) گیارہ دفعہ درود شریف (اویسی)

(ii) گیارہ دفعہ سورۃ فاتحہ

(iii) گیارہ دفعہ سورۃ اخلاص

(iv) گیارہ دفعہ درود شریف

ختم اویسی نمبر ۲

(i)	درود شریف (اویسی)	ایک سو بار
(ii)	سورۃ فاتحہ	گیارہ بار

(iii)	آیۃ الکرسی	تین بار
(iv)	سورۃ الکافرون	سات بار
(v)	سورۃ اخلاص	سو بار[1]
(vi)	سورۃ الفلق	سات بار
(vii)	سورۃ الناس	سات بار
(viii)	درود شریف	سو بار[2]

ختم نمبر ۱ یا نمبر ۲ جو بھی آپ پڑھ رہے ہیں اسکے بعد دعا کریں ''اس کلام پاک کا ثواب اور جو کچھ قرآن ۔ نیاز دی اسکا ثواب بروح مقدس حضور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو پہنچے ۔ آپ کے طفیل آل حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ۔ ازواج حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ۔ ذریات حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ۔ اجداد حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ۔ والدین حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ۔ اصحاب حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ۔ خصوصاً بہ ارواح پاک حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا ۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ۔ حضرت امام حسن وحسین علیہما السلام ۔ چار یاران با صفا رضی اللہ عنہم ۔ حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ ۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ ۔ حضرت شہید غازی رحمتہ اللہ علیہ ۔ حضرت شاہ عبدالطیف بھٹائی رحمتہ اللہ علیہ ۔ حضرت شاہ لونگ سندھی رحمتہ اللہ علیہ ۔ حضرت شاہ محمد عارف اروڑوی رحمتہ اللہ علیہ ۔ حضرت شاہ مظفر نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ ۔ حضرت مولانا محمد نور الزمان شاہ رحمتہ اللہ علیہ ۔ حضرت مولوی محمد امین رحمتہ اللہ علیہ ۔ حضرت نور الدین اویسی رحمتہ اللہ علیہ ۔ حضرت غلام شبیر شاہین رحمتہ اللہ علیہ اور سلسلہ کے جملہ بزرگوں ۔ اُن کے والدین اور جملہ ارواح کو اس کا ثواب پہنچے برحمتک یا ارحم الراحمین ۔''

---

[1] اگر وقت کی قلت ہو تو گیارہ دفعہ بھی پڑھی جاسکتی ہے ۔

[2] وقت کی قلت کی بنا پر بعض اوقات قبلہ وکعبہ نے گیارہ دفعہ بھی پڑھایا ۔

ختم نمبر ا قبلہ و کعبہ بعض احباب کو روزانہ صبح پڑھنے کیلئے ارشاد فرماتے۔

فاتحہ اویسی

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ط

میں پناہ مانگتا ہوں اللہ کی شیطان مردود سے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ o لا الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o لا مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ o ط اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ o ط اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ o لا صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ ۵ لا غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ o ع

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ سب تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے بڑا مہربان نہایت رحم والا۔ مالک روز جزا کا۔ اے اللہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔ ہمیں سیدھے راستے پر چلا۔ ان لوگوں کے راستہ پر جن پر تو نے اپنا انعام کیا۔ نہ ان لوگوں کا راستہ جن پر تیرا غضب ہوا اور نہ گمراہوں کے۔ آمین۔ الٰہی قبول فرما

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o

الٓمّٓ o ع ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ ج فِیْہِ ج ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ o لا الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ o لا

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ الف لام میم۔ یہ (قرآن مجید) وہ کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں۔ ہدایت ہے پرہیزگاروں کیلئے وہ جو ایمان لاتے ہیں غیب پر اور قائم کرتے ہیں نماز اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ ط اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصَّابِرِیْنَ (پارہ ۲ سورۃ ۲ آیت ۱۵۳) اے ایمان والو! مدد مانگو اللہ سے ساتھ صبر اور نماز کے۔ تحقیق اللہ صبر کرنے والوں کے

ساتھ ہے۔

فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ۝ (پارہ۲ سورۃ۲ آیت۱۵۲) پس مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کرونگا۔ اور میرا شکر کرو اور میری ناشکری نہ کرو۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ج (پارہ۵ سورۃ۴ آیت ۵۹) اے ایمان والو تابعداری کرو اللہ کی اور اس کے رسول کی اور ان لوگوں کی جو تمہیں اللہ کا حکم سناتے ہیں۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ج وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝ (پارہ۵ سورۃ۴ آیت۶۹) اور جس نے تابعداری کی اللہ اور اسکے رسول کی۔ پس وہ لوگ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے۔ جن پر اللہ نے انعام کیا ــــ وہ نبی۔ صدیق۔ شہید اور صالح بندے ہیں۔ ایسے ہی لوگ بہتر رفیق ہوسکتے ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ (پارہ۶ سورۃ۵ آیت۳۵) اے ایمان والو ڈرو اللہ سے۔ اور ڈھونڈ نکالو راستہ اسکی طرف جانے کیلئے۔ اور اللہ کی راہ میں جہد و جہاد کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ (پارہ۷ سورۃ۵ آیت۹۰) اے ایمان والو سوائے اسکے نہیں کہ شراب۔ جوا۔ بت۔ فال نکالنا شیطان کے ذلیل کاموں میں شامل ہے۔ ان سے بچتے رہو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ج وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ وَاَنَّهٗٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝ (پارہ۹ سورۃ۸ آیت۲۴) اے ایمان والو اللہ اور اسکے رسول کا حکم مانو جس وقت تمہیں بلائے اس کام کی طرف جس میں تمہاری بہتر زندگی ہو۔ جان لو اللہ تمہارے دلوں کے ارادوں سے واقف ہے۔ اللہ آدمی اور اسکے دل کے درمیان آڑ بن جاتا

ہے۔اورایک دن قیامت کا آنے والا ہے۔کہ تم اسکی طرف جمع کیئے جاؤ گے۔

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ج وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ○ (پارہ ۸ سورۃ ۶ آیت ۱۶۰) جوکوئی ایک نیکی کرے اسکے لئے دس گنا اجر ہوگا۔اور جوکوئی بدی کرے گا۔اسکو اسکے برابر جزا دی جائیگی۔اوران پر ظلم نہیں کیا جائیگا۔

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ط (پارہ ۲۱ سورۃ ۲۹ آیت ۶۹) اور جنہوں نے ہمارے لئے کوشش کی ہم ضرور انہیں اپنی راہ دکھادیں گے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِى اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطٰنٍ مَّرِيْدٍ ○ (پارہ ۱۷ سورۃ ۲۲ آیت ۳) اور لوگوں میں جو بغیر علم کے اللہ کے معاملے میں جھگڑتے ہیں اور اتباع کرتے ہیں شیطان کی۔

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ○ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ (پارہ ۱۲ سورۃ ۱۱ آیت ۱۵،۱۶) جوکوئی صرف دنیا کی زندگی اور اسکی زینت چاہتا ہے تو ہم دنیا میں انکے عملوں کی جزا پوری کر دیتے ہیں۔انکا عمل صرف دنیوی حصول کیلئے ہوتا ہے۔سو ہم انہیں دنیا دے دیتے ہیں۔اور انہیں انکے مال میں نقصان نہیں دیا جاتا۔مگر یہ وہ لوگ ہیں جنکے لئے آخرت میں جہنم ہوگا۔

اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّ زِيْنَةٌ وَّ تَفَاخُرٌ بَيْنَكُمْ (پارہ ۲۷ سورۃ ۵۷ آیت ۲۰) جان لو دنیا کی زندگی محض ایک کھیل تماشا ہے۔اوراپنی جسمانی زیبائش سے فخر حاصل کرنا ہے۔

وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ○ (پارہ ۲۷ سورۃ ۵۷ آیت ۲۰) اور دنیا کی زندگی سوائے دھوکے کے کچھ نہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ج (پارہ ۲۸ سورۃ ۶۳ آیت ۹) اے ایمان والو تمہیں نہ کرے غافل مال اور اولاد تمہارے۔اللہ کی یاد سے۔

اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ط (پارہ ۲۸ سورۃ ۶۴ آیت ۱۵) سوائے اسکے نہیں۔کہ تمہارا

مال۔تمہاری اولاد۔تمہارے لئے آزمائش ہے کہ کون ہے وہ جو مال واولاد کے ہوتے اللہ ورسول کے احکام کی پیروی کو ضروری اور فرض سمجھے۔

اَلَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَیْبِ وَ ھُمْ مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُوْنَ ○ وَھٰذَا ذِکْرٌ مُّبٰرَکٌ اَنْزَلْنٰہُ اَفَاَنْتُمْ لَہٗ مُنْکِرُوْنَ ○ (پارہ ۱۷ سورۃ ۲۱ آیت ۴۹، ۵۰) جو اپنے رب سے بن دیکھے ڈرتے ہیں۔اور وہ قیامت کے حساب کا بھی خوف رکھتے ہیں۔اور یہ ایک مبارک نعمت ہے جسے ہم نے نازل کیا۔کیا پھر تم اس سے انکار کرتے ہو۔

فَمَنْ کَانَ یَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّہٖ فَلْیَعْمَلْ عَمَلاً صَالِحًا وَّلَا یُشْرِکْ بِعِبَادَةِ رَبِّہٖٓ اَحَدًا ○ (پارہ ۱۶ سورۃ ۱۷ آیت ۱۱۰) پس جو اپنے رب سے ملنے کی امید رکھتا ہے اُسے چاہیے کہ عمل صالح کرے۔ اور اپنے پروردگار کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ کرے۔

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ط یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ○ (پارہ ۲۲ سورۃ ۳۳ آیت ۵۶) تحقیق اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر۔اے ایمان والو تم بھی بار بار اور بے شمار درود آپ پر بھیجو۔

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰے عَلَیَّ وَاحِدَةً صَلَّے اللّٰہُ عَلَیْہِ عَشْرًا (صحیح مسلم) فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جس نے ہم پر ایک بار درود بھیجا اللہ اُس پر دس نعمتیں نازل کرتا ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰٓے اٰلِ سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَسَلِّمْ عَلَیْھِمْ (سات بار)

سورۃ فاتحہ	سات بار
سورۃ اخلاص	سات بار
درود شریف اویسی	سات بار

دعا

رَبَّنَآ اِنَّنَا اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ كَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَ تَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ ۔رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَ هَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ج اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ○

اے پروردگار! جو کچھ ان لوگوں نے اپنے بچوں کی سلامتی کیلئے تیرے نام پر۔ تیری رضا کیلئے خرچ کیا ۔اور جو فاتحہ پڑھی گئی اسے قبول فرما۔ اس تمام کا ثواب اپنے حبیب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپکی اولاد و ذریات کو پہنچا۔ اس خاندان کے تمام ارواح کو اسکا ثواب پہنچا۔ انہیں محبوب ہستیوں کے طفیل ۔تو اس خاندان کے جملہ افراد کو اپنی امان میں رکھ۔ انکے لئے خیر کے راستے کھول دے۔ اور شر سے محفوظ رکھ۔ انہیں دینِ اسلام پر کاربند رہنے کی توفیق دے تو انہیں انکے بچوں کو توفیق دے۔ کہ جو کچھ تجھے پسند ہے۔ اسی کو یہ بھی پسند کریں۔ اور جس چیز کو تو پسند نہیں کرتا۔ انہیں اس سے دور رکھ۔ انہیں اور سب کو ایمان کی دولت سے نواز ــــــ

پروردگار! دنیا میں رہتے ہوئے ہمیں آسودگی عطا کر۔ تیرے پاس نعمتوں کے بے شمار خزانے ہیں۔ ہمیں بھی ان نعمتوں سے مالا مال کر۔ ہماری دنیوی حاجتیں پوری کر۔ تاکہ ہمیں اپنی محتاجی میں غلط کام کرنے کا موقع نہ ملے۔

پروردگار! تو ان کیلئے دنیا میں عزت و دولت اور راحت کی راہیں کشادہ کر۔ انکے رزق و دولت میں ترقی کر۔ تو انہیں دین و دنیا میں ترقی ۔عزت و دولت ۔راحت۔ صحت و سلامتی عطا کر۔ تو ہمارے بچوں کی حفاظت کر۔ انہیں شیطان کے شر سے محفوظ رکھ۔ انہیں دینی علم عطا کر۔ اور دنیاوی علم بھی عطا کر۔ تاکہ دنیا میں ۔عزت و آبرو سے زندگی گزاریں۔

پروردگار! ہمارے بچوں کو دنیوی حادثات ۔ ناگہانی حادثات سے محفوظ رکھ ــــ ہر شدید بیماری سے محفوظ رکھ۔ انہیں صحت و سلامتی سے اپنی امان میں رکھ۔ ہمارے دلوں میں اپنی اپنے حبیبؐ کی محبت قائم کر تاکہ ہمارا انجام بخیر ہو۔ اٰمِيْنَ يَا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ وَ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ يَا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ۔

شجرہ عالیہ اویسیہ

میسر رکھ ہمیں تا حدِّ عالم
الٰہی نسبتِ شاہِ دوعالمؐ

بحقِ حضرتِ شاہِ ولایت
علیؓ مرتضےٰ شاہِ معظم

بحقِ واقفِ سرِّ حقیقت
اویسِ قرن آں عاشقِ مکرّم

بحقِ وارثِ فیضِ اویسی
لطیفِ نکتہ دان مشہورِ عالم

بحقِ عالمِ علمِ لدُنی
فقیرِ لونگ سندھی قبلہ عالم

بحقِ کاملِ علمِ شریعت
ولیؒ بے بدل عارف مکرّم

بحقِ آفتابِ علم و عرفان
شہِ نورالزّمان فخرِ دو عالم

بحقِ ماہِ کامل قبلۂ ما
متاعِ جاں امینِ حرزِ جانم

بحقِ تحفۂ شاہِ رسالت
ولی عبدالکریم آں خواجہ عالم

بحقِ اُو نخی است درولایت
عطیۂ مصطفےٰؐ و ابنِ مریم

بحقِ وارثِ فیضِ امینی
امین الدّین امانت دارِ دینم

دیا شجرہ مرتب نورالدین نے
بگوید پیرِ ماہست ایں غلامم

الٰہی میرے احبابِ وفا کو
اویسی سلسلہ پر رکھ تو قائم

ملے عرفانِ حق ہر یک نفس کو
رہیں مسرور سب در عشق دائم

قبلہ وکعبہ محمد نور الدین اویسیؒ کا الوداعی پیغام

میرے عزیز و رشتو مجھو ۔ آخری سلام

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

میری وصیت ہے ۔ کہ اپنے عمل درود پر قائم رہو

الاعمال بالنیات ۔

نیت صحیح رکھو ۔ آپ اپنے عمل میں

کامیاب رہینگے ۔ صبر و استقلال سے

اپنا عمل مستقل زندگی تک جاری رکھیں

اور کسی سمت نہ جائیں ۔ یہ عمل آپ کے لیے

کمائی ہے ۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو استقامت

عطا فرمائے ۔ آمین

والسلام

دعا گو محمد نور الدین

تمت بالخیر